فتاوی علماء ہند

جلد۔ ۲۸

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ
ممبائی۔ الہند

فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۲۸

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ
ممبائی-الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲۸)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	جنوری ۲۰۲۱ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الهند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی
طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے
وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

كتاب النكاح

بسم الله الرحمن الرحيم

قال اللّٰه عزوجل:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

(سورة البقرة: ٢٣٢)

عن ابن عبّاس رضی اللّٰه عنهما قال:

"لما خُيِّرَت بربرةُ، رأيتُ زوجَها فی سِكَكِ المدينة ودموعُه تسيلُ على لِحيته، فكُلِّمَ العبّاسُ لِيُكَلِّمَ فيه رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لبريرة: إنّه زوجُک، قالت: تأمرُنی به يا رسول اللّٰه؟ قال: إنّما أنا شافع، قال: فخَيَّرَها فاختارت نفسَها، وكان عبدًا لآل المغيرة يقال له مُغيث".

(جامع المسانيد لابن الجوزی، مسند عبداللّٰه بن العباس، رقم الحديث: ٢٨٧٠)

عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:

" تخيروا لنطفكم، فانكحوا الأكفاء وانكحوا إليهم".

(المستدرک للحاكم: ٣٦١/٢)

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ".

(سنن الترمذی، رقم الحديث: ١١٨٤، انيس)

فہرست عناوین

خیار بلوغ کے احکام ومسائل (۲۶۹-۳۵۸)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

عورتوں کی خرید وفروخت اور نکاح (۳۵۷-۳۶۴)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

زبردستی کا نکاح (۳۶۵-۴۰۴)

شرط کے ساتھ نکاح (۴۳۹-۴۶۰)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

مخنث اور مخنثہ کا نکاح (۴۶۱-۴۷۲)

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمة الشكر

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد

ہمارے علماء کرام ومفتیان عظام کی انتھک کاوشوں کے نتیجے میں فتاویٰ علماء ہند کی اٹھائیسویں جلد تیار ہوگی ہے، اس جلد میں کفائت کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

کفو' کا معنی ہے: ہم سر، ہم پلہ، برابر۔ انسانی عقل کا تقاضا اور تجربہ یہ ہے کہ اگر شوہر نسب، دین داری، شرافت، پیشے اور مال داری میں بیوی کے ہم پلہ یا اس سے بڑھ کر نہ ہو تو عموماً نکاح کے حقیقی مصالح ودیرپا مقاصد کا حصول مشکل ہوجاتا ہے، بیوی کے اولیاء کے لیے بھی اس میں عار ہوتی ہے اور بسا اوقات اس کے برعکس شوہر کو ساری زندگی جھک کر رہنا پڑتا ہے؛ اس لیے شریعت نے فطری جذبے کا لحاظ رکھتے ہوئے کچھ بنیادی اور اہم باتوں میں جانبین سے برابری کو ملحوظ رکھا ہے۔ اگر لڑکا اور لڑکی نسب، مال، دِین داری، شرافت اور پیشے میں ایک دوسرے کے ہم پلہ ہوں تو یہ دونوں ایک دوسرے کے ''کفو'' قرار پائیں گے، ان کا باہمی رضامندی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ اور اگر لڑکا اور لڑکی کے درمیان مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق برابری نہ ہو تو اسے ان دونوں کا آپس میں ''غیر کفو'' (یعنی ہم پلہ نہ) ہونا قرار دیا جائے گا۔ اگر ولی (والد یا دادا وغیرہ) اور عورت اس رشتے پر راضی ہوں خواہ وہ رشتہ ہم سر نہ ہو تو بھی نکاح جائز ہے۔ اور اگر عورت اولیاء کی اجازت ورضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے تو اولاد پیدا ہونے سے پہلے تک اولیاء کو یہ نکاح فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔

یہ عاجز بندہ اس عظیم مجموعہ کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق پر اپنے کریم مولا کا شکر گزار ہے۔ یہ سنت الٰہی ہیکہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔ الحمدللہ سابقہ جلدیں ملک وبیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہورہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہورہے ہیں۔ مجھے بیحد مسرت ہورہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی وفقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب ومحترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں علماء کرام ومفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہٖ تعالیٰ منظمۃ السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کررہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی وفقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کردیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصا علماء کرام ومفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۴۲ھ

تاثرات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم،أما بعد:

علمائے ہند کئی میدانوں میں امتیاز رکھتے ہیں، ان میں سے ایک فقہ حنفی سے جذباتی لگاؤ اور فقہ وفتاوے کی کتابوں سے ان کا والہانہ شغف بھی ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاویٰ عالمگیریہ ان کے کمالات کی زبردست نشانیاں ہیں، ان کے علاوہ روزمرہ کے سوالات کے جواب میں صادر ہونے والے فتاویٰ کی مستند جوابات پر مبنی کئی کئی جلدوں پر مشتمل مجموعے بلاشبہ بہت بڑا فقہی سرمایہ ہیں، جن کو صحیح انداز پر مرتب کردیا جائے تو آنے والی نسلیں ان سے فیضیاب ہوتی رہیں گی۔

صرف دیوبندی مکتب فکر کے فتاوے ایک مکمل انسائیکلوپیڈیا کا مواد اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے مولانا محمد حسن گنگوہی تک کے فتاوے برے مستند اور معیاری ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا عبدالحئ فرنگی محلی، مفتی عبدالرحیم لاجپوری اور مفتی رشید احمد لدھیانوی وغیرہ کے فتاوے بھی بڑے تحقیقی اور خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

محترم مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی اور برادر مخلص ومکرم جناب مولانا انیس الرحمٰن قاسمی کی نگرانی میں فتاویٰ علماء ہند کے نام سے سب کو یکجا کرنے کی جو کوشش ہورہی ہے، وہ ایک مبارک کوشش ہے، امید ہے کہ فتاویٰ میں تکرار طباعت کی غلطیوں اور دوسری خرابیوں سے پاک نمونہ پیش کرنے میں انہیں کامیابی ہوگی اور اس خدمت سے علماء اور تعلیمی ادارے سبھی مستفید ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبولیت بخشے گا۔ (ان شاء اللہ)

بدرالحسن القاسمی

وزارت اوقاف، کویت

۵/نومبر ۲۰۲۰ھ، ۱۹/ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کے علماء نے اردو زبان میں علوم اسلامیہ کا اتنا بڑا سرمایہ تیار کر دیا ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی، اسلامی علوم وفنون کا ہر گوشہ ہندوستانی مصنفین کی علمی کاوشوں سے مالا مال ہے، علم وتحقیق کا یہ قافلہ مستقل رواں دواں ہے اور ہر دن نئی علمی فتوحات سے دنیا آشنا ہو رہی ہے، بحیثیت مجموعی حدیث اور فقہ پر زیادہ محنتیں صرف ہوئیں، جس کے نتیجہ میں ان دونوں فنون میں وہ بیش قیمت علمی وتحقیقی سرمایہ تیار ہوا جو نہ صرف کمال فن کی معراج ہے؛ بلکہ جس کے ذریعہ یہاں کے علما کو عالمی سطح پر شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا، علماء ہند کے فضل وکمال کا اعتراف متعدد مصنفین نے کیا۔

ہندوستانی علماء کی زیادہ تر کاوشیں انفرادی حیثیت کی ہیں، یہاں کا عام علمی مزاج بھی یہی ہے؛ لیکن اس کے ساتھ اجتماعی کوشش کی روایت بھی ملتی ہے، فقہ سے متعلق ایک لازوال علمی کاوش الفتاویٰ الہندیہ اجتماعی کوشش کا ہی نتیجہ ہے، جو شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کی علم دوستی اور اس وقت کے فقہا کی جدوجہد کی نشانی ہے، یہ کتاب آج بھی اہل علم کی آنکھوں کا سرمہ بنی ہوئی ہے۔ فتاویٰ ہندیہ کے ذریعہ نہ صرف بے شمار فقہی تحقیقات محفوظ ہوگئیں؛ بلکہ جن بلند پایہ علماء وفقہاء سے اہل علم کے کان ناموس ہو گئے تھے، انہیں دوبارہ گویا زندگی مل گئی، علم وتحقیق کے ان گمنام اور مخلص خدمت گاروں کی زندگی اور ان کے علمی سرمایہ پر اب پی ایچ ڈی ہو رہی ہے۔

گذشتہ ڈیڑھ صدی میں ہندوستان کے علماء، اصحاب افتا اور محققین کے قلم سے فقہ وفتاویٰ کے موضوع پر جو علمی میراث وجود میں آیا ہے، وہ بلاشبہ سینکڑوں کتابوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں، پھر دنیا کے عالمی گاؤں میں بدلنے کے باوجود آج بھی بہت سی تحریریں کسی خاص علاقے تک محدود رہتی ہیں، بہت سی کتابیں ایک بار شائع ہونے کے بعد دوبارہ شائع نہیں ہو پاتیں، اس پس منظر میں اس بات کی ضرورت تھی کہ علم وتحقیق کے ان مختلف گل دستوں سے عطر کشید کر کے کوئی مجموعہ تیار کیا جائے، جس میں تمام گلدستوں کی خوشبو جمع ہو جائے، جو جامع بھی ہو اور مستند بھی اور جس میں معروف وغیر معروف تمام کتب فتاویٰ کے اہم فتاویٰ جمع ہوں۔

فقہ وفتاویٰ کے باب میں اس عظیم علمی خدمت اور سلف کے فقہی وتحقیقی میراث کو محفوظ کرنے کی سعادت ملک کے معروف صاحب نظر عالم دین حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب اور مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب کے حصہ میں آئی، ان

حضرات کی فکرمندی اور جہد مسلسل کے نتیجہ میں فتاویٰ علماء ہند کے نام سے ضخیم علمی وفقہی دستاویز تیار کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور الحمدللہ پہلی جلد کے بعد یکے بعد دیگرے جلدیں آنے لگیں، وب تک سات جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور کل ساٹھ جلدوں میں اس کام کے مکمل ہونے کا امکان ہے۔

مختلف کتب فتاویٰ کا جمع کرنے کی پہلی کوشش مفتی مہربان علی بڑوتوی کی جامع الفتاویٰ کے نام سے منظر عام آئی، جس میں سترہ کتب فتاویٰ کو شامل کیا گیا۔ زیر نظر کتاب فتاویٰ علماء ہند پہلی کوشش کے بمقابلہ زیادہ وسیع اور جامع ہے، اس میں تقریبا چالیس کتب فتاویٰ کے اہم فتاویٰ کو شامل کیا گیا ہے، اس مجموعہ کی خاص بات یہ ہے کہ فتاویٰ کے ساتھ حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے، جس سے کتاب کی معنوی قیمت میں بڑاا ضافہ ہوگیا ہے۔

پہلی جلد کے مقدمہ میں ان کتب فتاویٰ کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن مین سے کچھ کتابیں تو مکمل شامل ہیں اور کچھ کے اہم فتاویٰ شامل ہیں، کتب فتاویٰ کی اس فہرست کو دیکھ کر تھوڑی تشنگی کا احساس ہوتا ہے، بعض کتب فتاویٰ جو زیادہ مروج اور علمی حلقے میں معروف نہیں ہیں، اسی طرح دوسرے مسالک کے کچھ کتب فتاویٰ کو بھی اس مجموعہ میں جگہ دی جاتی ہے تو کتاب کی افادیت مزید دوچند ہوجاتی۔

یہ کتاب ایک عظیم علمی سرمایہ کے ساتھ ہندوستان کے اصحاب افتا کی کوششوں کا وہ قیمتی مجموعہ بھی ہے، جس میں ہندوستانی علماء وفقہاء کی شرعی توضیحات، فقہی تحقیقات اور جدید مسائل سے متعلق ان کی آرا شامل ہین، مجھے امید ہے کہ یہ مجموعہ اسلامی کتب خانے میں گرانقدر اضافہ ثابت ہوگا اور اہل علم کے ساتھ شرعی رہنمائی کے جویا اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

کتاب کو مرتب و منتظم اور اس کام میں شامل پوری جماعت ملت اسلامیہ کی طرف سے بصد شکریہ کے مستحق ہین، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجز جزیل عطا فرمائے اور اس مجموعہ کو مقبولیت سے نوازے۔

منور سلطان ندوی
مرتب: فتاویٰ ندوۃ العلماء
رفیق علمی: مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم،أما بعد

کچھ دن پہلے حضرت مولانا اسامہ شمیم ندوی صاحب دامت برکاتہم نے فتاویٰ علماء ہند کی عربی نسخہ کی پہلی جلد مجھے دیکھنے کے لیے بھیجی، میں نے جب اس کو دیکھا تو میری خوشی کی انتہا نہیں رہی؛ کیوں علماء کی دیرینہ تمنا تھی کہ فتاویٰ کا ایسا مجموعہ تیار ہو، جس میں برصغیر کے تمام اہم علما کے فتاویٰ ہوں؛ تاکہ اہل کو ان کے فتاویٰ سے واقفیت ہو، ان سے استفادہ کریں اور ان حضرات کی قدر و منزلت سے بھی واقف ہوں اور یہ بھی احساس ہو کہ اس غیر مشینہ دور میں بھی وہ امت کے لیے کتنا کام کر گئے ہیں اور وہ کتنی مشقت سے انجام دیئے ہوں گے، اس کا بھی پتہ چلے کہ ان حضرات کے استدلال کا مذاق کیا تھا اور کتنی گہرائی کے ساتھ ایک ایک فتویٰ کو لکھتے اور انجام دیتے تھے اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ کتنے اخلاص کے ساتھ امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان فتاویٰ کے پڑھنے سے اس کا اندازہ ہوگا؛ اس لیے فتاویٰ علماء ہند شائع کر کے امت پر بہت بڑا احسان کر رہے ہیں، میں اس پر مولانا اسامہ ندوی صاحب کو اور ان کے تمام معاونین کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

پھر یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ ساٹھ جلدوں میں ہوگی اور اس کو اردو میں، پھر عربی میں اور یورپ اور امریکہ والوں کے لیے انگریزی میں بھی شائع کی جائے تو دل باغ باغ ہو گیا کہ اتنا بڑا کام اتنے اہم زبانوں میں انجام دے رہے ہیں۔

بیس سالوں سے اس ناچیز کا کام یہ ہے کہ ہدایہ، قدوری اور نورالایضاح کے ہر ہر مسئلے کے لیے تین تین حدیثیں سیٹ کرتا ہوں اور ان تین کا تو پر تقریبا کام ہو چکا ہے۔ اسس سے اندازہ ہوا کہ حنفیہ کا مسلک آیت، حدیث، قول صحابی اور قول تابعی سے مبرہن ہے، کلیاتی مسائل کے لیے حدیث اور آیت ہیں، جزئیاتی مسئلے کے لیے قول صحابی اور قول تابعی اور انہیں سے تمام مسئلے مستنبط کئے گئے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آج بارہ سو سال بعد ایک ناچیز کیسے ہر ہر مسئلے کے لیے تین تین حدیثیں لا سکتا تھا اور کیسے پورے حوالے کے ساتھ پوری پوری کتابوں کو لکھ سکتا تھا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس وقت انٹرنیٹ کا زمانہ نہیں تھا، کتابیں مخطوطات تھیں اور دور دور کتب خانوں میں تھیں؛ اس لیے ان کتابوں میں صرف مسئلہ تھا؛ لیکن حدیث سیٹ کی ہوئی نہیں تھی، الحمدللہ اب وہ بھی سیٹ ہو گئی ہے؛ اس لیے اب کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں ہے کہ حنفیہ کا مسلک صرف قیاس پر اور عقلی دلائل پر ہے۔

ایک زمانے تک مجھے یہ بھی خیال رہا کہ حنفیوں کے عقیدے کے لیے شاید آیت اور حدیث کا ذخیرہ نہیں ہے؛ لیکن جب میں ثمرۃ العقائد لکھ کر فارغ ہوا، جس میں 350 ساڑے تین سو وہ عقائد ہیں، جن کی آج ضرورت پڑتی ہے اور جن پر لوگ لمبی لمبی بحثیں کر چکے ہیں، اس میں ہر ہر عقیدے کے لیے دس دس آیتیں اور دس دس حدیثیں سیٹ کیں (کچھ کم بیش بھی ہے؛ لیکن اسی کا التزام کیا گیا ہے) اور اکثر صراحت النص سے استدلال کیا اور کہیں آیت مبہم آئی تو صرف تفسیر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مدد لی تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ ہمارے بزرگوں نے کتنی محنت کی ہوگی کہ پوری کتاب میں ایک بھی عقیدہ ایسا نظر نہیں آیا جس کے پیچھے آیت اور حدیث نہ ہو؛ بلکہ بڑے بڑے معرکۃ الاراء عقیدے پر تو تیس تیس آیتیں ہیں۔

کتاب لکھنے سے فارغ ہونے کے بعد جب میں نے اپنے بزرگوں کے عقیدے پر نظر ڈالی تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسوں ٹپک پڑے کہ یا اللہ ان بزرگوں کو کچھ لوگوں نے کتنا بدنام کیا ہے؛ لیکن یہ کیسے پہاڑ تھے کہ اپنی جگہ پر جمے رہے اور کسی بھی عقیدے میں کوئی ادنی سمجھوتا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ کمپیوٹر کا زمانہ نہیں تھا؛ اس لیے وہ حضرات دس دس آیتیں یکجا نہیں کر پائے، حدیثوں کی بھر مار نہیں کر پائے اور آج جب ان کے ایک ایک عقیدے کو آیت اور حدیث سے پرکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بھی عقیدہ میں جھول نہیں اور نہ اس پر کوئی مفاہمت کرنے کی ضرورت ہے۔

آج میں دیار غیر میں بیٹھ کر اپنے ان اخلاص کے پیکر قافلے کو جھولی بھر دعائیں دیتا ہوں، جنہوں نے مسئلے اور عقیدے کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دی اور اس کے صلے میں دنیا نہیں کمایا اور فقر و فاقہ کے ساتھ خداوند کریم کے حضور چلے گئے۔

أولئک آبائی فجئنی بمثلهم إذا جمعتنا یا جریر المجامع

ان پاک طینت بزرگوں کے کفش بردار
ثمیر الدین قاسمی غفرلہ
مانچیسٹر، انگلینڈ

۱۱/۱۱/۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلحمدُ للهِ وَحدَهٗ ، وَ الصَّلاۃُ و السَّلامُ علی مَن لا نَبِیَّ بَعدَہٗ ، أمّا بعدُ

جب انسان دادیہالی، نانیہالی، اور سسرالی قرابت مندیوں کے حصار میں اپنی زندگی گذارتا ہے تو اس کے ساتھ دکھ سکھ میں ایک بڑی تعداد شریک ہوتی ہے، یہ شرکت خوشی کو دوبالا اور غم کو ہلکا کرتی ہے، اس سے انسان کو خاندانی تحفظ حاصل ہوتا ہے، سماج میں اس کی شناخت اور پہچان بنتی ہے اور اس کے بزرگوں کے کارنامے عملی زندگی میں حوصلہ مندی اور جوشِ عمل کا باعث بنتے ہیں، پس ازدواجی نظام انسانی فطرت کا ایک حصہ اور انسانی سماج کی بہت اہم ضرورت ہے۔ اسی لیے اسلام نے نکاح کی بڑی تاکید کی ہے اور تجرد کی زندگی کو پسند نہیں کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر نوجوانوں کو تاکید فرمائی کہ ان میں سے جن کے اندر نکاح کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت ہو انھیں نکاح کرلینا چاہئے ''من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج'' کیوں کہ نکاح سے گریز نسل انسانی کی افزائش کے لیے بھی نقصان دہ ہے اور اس سے سماج میں اخلاقی قدریں بھی پامال ہوتی ہیں، چنانچہ آج مغربی معاشرہ اس کی واضح مثال ہے۔

رب ذوالجلال کے لاکھوں انعامات واحسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف وکرم سے اس نااہل سراپا جہل ونابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی اٹھائیسویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

کفائت کے مسائل خیار بلوغ کے احکام ومسائل عورتوں کی خرید وفروخت اور نکاح زبردستی کا نکاح نکاح کے غلط طریقے شرط کے ساتھ نکاح مخنث ومخنثہ کا نکاح۔

سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات ومسائل دلائل وشواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہوسکے۔ چنانچہ فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام و تابعین عظام کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئ ہے۔ اس کے بعد اس علمی وفقہی مجموعے کو مزید توثیق وتائید کے لئے ملک وبیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ مؤثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہورہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا وثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہوسکے۔ میں شکرگزار ہوں اپنے علماء ومفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکرگزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات ودعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں، دعا گو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی
مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمد لله الذی جَعَلَ فی كُلِّ خَلَفٍ عُدُولَه، ينفونَ عن العلم تحريفَ الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويلَ الجاهلين، والصلاة والسلام على محمد خاتم النبيين،أما بعد:

نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے، جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہوجاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوجاتے ہیں۔ اس معاہدہ میں ضروری ہے مرد اور عورت کی حیثیت میں برابری ہو، جس کو فقہ کے اصطلاح میں کفو سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کفو وہ شخص کہلاتا ہے جو مذہب، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور مال میں ہم سر اور برابر ہو۔ خیارِ بلوغ، وہ اختیار جو نابالغ کو بالغ ہونے پر حاصل ہوتا ہے کہ وہ بلوغت سے پہلے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرے، یا قائم رکھے؛ یعنی نابالغ لڑکے، یا لڑکی کا نکاح اگر اس کے ولی قریب یعنی باپ اور دادا نے کیا ہے تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہوجائے گا اور اگر ولی بعید مثلاً چچا، بھائی وغیرہ نے کیا ہے تو نکاح تو صحیح ہوجائے گا؛ لیکن لڑکے اور لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا؛ یعنی اگر وہ اس نکاح کو ختم کرنا چاہیں تو بالغ ہونے کے وقت فوراً اس نکاح کو فسخ کرنے کا اظہار کردیں اور شرعی پنچائت، یا دارالقضاء میں جاکر اس کو فسخ کرالیں۔ اسلام نے ہر انسان کو انسانیت کے حقوق عطا کئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو آزاد کرنے کی نہ صرف ترغیب دی ہے؛ بلکہ بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد انسان کو غلام بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے؛ اس لیے آزاد عورت کو خرید کر شادی کرنا قبیح عمل ہے؛ گرچہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ شریعت نکاح کے معاملہ میں عاقلہ بالغہ لڑکی کے ولی کو اس بات کا حکم دیتی ہے کہ اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہ کرے؛ بلکہ اس کے نکاح کے لیے اس سے اجازت اور دلی رضامندی حاصل کرے، اگر لڑکی نکاح پر راضی نہ ہو تو ولی کے لیے اس کا زبردستی نکاح کرنا درست نہ ہوگا؛ لیکن اگر اسی کیفیت میں لڑکی نے زبانی طور پر ایجاب وقبول کرلیا (خواہ نہ چاہتے ہوئے قبول کیا) تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔ اس جلد میں کفو سے متعلق مسائل، خیار بلوغ، زبردستی شادی بیاہ، نکاح کے غلط طریقے، مشروط نکاح اور مخنث ومخنثہ کے نکاح کے مسائل کو ذکر کیا گیا۔

فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۲۸ رویں) میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کردیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہوگئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکرگزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

۱۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۴۲ھ

کفاءت کے مسائل

اسلام میں کفاءت اور مساوات کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (اسلام میں برابری کا اعتبار ہے) جبکہ بہشتی زیور کے چوتھے حصے ص:۳۹۱، مسئلہ نمبر:۶/ پر تحریر ہے کہ مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار رفقط مغل پٹھان وغیرہ اور قوموں میں ہے، شیخ سید، علوی اور انصاری میں اس کا اعتبار نہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص خود مسلمان ہو اور باپ کافر تھا، وہ اس شخص کے برابر کا نہیں، جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا اور جو شخص خود مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے؛ لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں، وہ اس عورت کے برابر کا نہیں، جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔ اسلام نے سب کو برابری کا حق دیا ہے، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: نہ کسی گورے کو کالے پر، نہ کسی عربی کو عجمی پر فوقیت حاصل ہے؛ بلکہ بہتر وہی ہے جو تقویٰ والا ہے، لہٰذا اس کی بھی وضاحت فرمائیں؟ (المستفتی: حاجی اسلام قمر، جنگل پورہ ایکسٹنشن مسجد روڈ، بھوگنئی، دہلی-۱۱)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ میں سائل نے جو سوال لکھا ہے، اس میں بہشتی زیور کی عبارت صحیح طور پر نقل نہیں کی؛ بلکہ بہشتی زیور کی صحیح عبارت یہ ہے، جو ہم لکھ رہے ہیں کہ مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار رفقط مغل، پٹھان وغیرہ اور قوموں میں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں شیخوں، سیدوں، علویوں اور انصاریوں کے علاوہ باقی تمام قومیں جن میں مغل پٹھان وغیرہ بھی شامل ہیں، سب کے سب حضرت محمد بن قاسم کے ذریعہ سے سندھ اور ہندوستان کے فتح ہونے کے بعد اسلام لانے والوں میں شامل ہیں۔

انہیں میں لگ بھگ نوے ہزار انسان خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ہاتھوں پر اسلام لائے، پھر حضرت نظام الدین اولیاء کے ہاتھوں پر لاکھوں نے اسلام قبول کیا، پھر حضرت مجدد الف ثانی کے ذریعہ لاکھوں نے اسلام قبول کیا، اسی طرح شدہ شدہ اسلام میں داخل ہونے کا سلسلہ انگریزی دور حکومت تک مسلسل جاری رہا ہے، اس کے بعد بہت ہی کم تعداد میں سلسلہ باقی ہے اور ان ہی میں ہندوستان کی ساری قومیں شامل ہیں، حضرت تھانویؒ نے مختصر عبارت میں یہی بات لکھی ہے کہ مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار رفقط مغل پٹھان وغیرہ اور قوموں میں ہے۔ اس عبارت میں یہ ساری

قومیں شامل ہوگئیں۔اس کے بعد جو آگے لکھتے ہیں کہ شیخوں، سیدوں، علویوں اور انصاریوں میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اور انصاریوں سے مراد شیخ انصاری ہیں، جو حضرت ابوایوب انصاریؓ کی طرف منسوب ہیں، یہ سب کے سب عربی النسل ہیں، وہ اصلی ہندوستانی نہیں ہے، ان سب میں آپس میں برابری کا اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ سب ہم کفو ہیں اور اس کے بعد جو آگے کی عبارت ہے، اس کو سمجھانے کے لیے بطور تمہید کے یہ عبارت لکھی گئی تھی اور آگے کی عبارت یہ ہے کہ جو شخص خود نومسلم ہے، وہ اس شخص کے برابر نہیں سمجھا جاتا، جس کا باپ مسلمان تھا، یا اس کا دادا مسلمان تھا اور اس عدم برابری کی علت یہ ہے کہ جس کا باپ، یا دادا مسلمان تھا، اس کا معاشرہ مسلمانوں کے معاشرہ سے ہم آہنگ اور ملتا جلتا ہو چکا ہوتا ہے، اس کی لڑکیاں پرانے مسلمانوں کے معاشرہ میں گھل مل چکی ہوتی ہیں اور جو شخص خود نومسلم ہے، اس کا معاشرہ رہن سہن پرانے مسلمانوں کے معاشرہ اور رہن سہن سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتا۔ بہرحال کچھ نہ کچھ فرق ہوگا، جس کے نتیجہ میں پرانے مسلمان کی لڑکی کا اس نومسلم کے پاس رہ کر کے ہم مزاج بن کر نبھاؤ مشکل ہوجائے گا اور اگر پرانے مسلمان کے لڑکے کے یہاں ہوگی تو نبھاؤ میں آسانی ہوگی اور جہاں نبھاؤ آسانی سے ہوجاتا ہے، وہاں گھر چل جاتا ہے اور جہاں نبھاؤ مشکل ہوتا ہے، وہاں طلاق اور تفریق کی نوبت آجاتی ہے، جس کی وجہ سے گھر برباد ہوجاتا ہے، اس حکمت کی وجہ سے شریعت نے برابری کو کچھ حیثیت دے رکھی ہے، ورنہ اللہ کے یہاں کوئی فرق نہیں ہے؛ بلکہ اس کے یہاں برتری کا سارا مدار تقویٰ پر ہے، یہی بہشتی زیور کی مذکورہ مختصر عبارت کا مطلب ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۲؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ (فتویٰ نمبر:الف ۹۳۲۹)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ،۱۴۲۸/۶/۵ھ (فتاوی قاسمیہ:۱۳؍۵۹۷-۵۹۹)

مقصد کفاءت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی دیوبندی لڑکا کسی غیر مقلد کی لڑکی سے شادی کرتا ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟ اور اگر کوئی دیوبندی آدمی اپنی لڑکی کی شادی کسی غیر مقلد کے یہاں کرے تو اس کا کیا جواب ہے؟ اگر کسی دیوبندی نے اپنی لڑکی کی شادی غیر مقلد کے یہاں کردی اور وہ لڑکی اپنے مسلک کو اختیار کرتی ہے تو لڑکا منع کرتا ہے کہ تم میرے مسلک پر چلو اور وہ نہیں چلتی تو لڑکا اسے دھمکی دے کر اپنے گھر سے بے گھر کردیتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر تو میرے مسلک کو نہیں اختیار کرے گی تو اپنے گھر ہمیشہ کے لیے چلی جا تو کیا اس سے طلاق لے سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر لے سکتے ہیں تو اس کا جواب تسلی بخش تحریر فرمائیں؟

(المستفتی:محمد ہاشم گونڈوی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعت میں شادی کے لیے ہم کفو تلاش کرنے کی اس لیے ترغیب دی گئی ہے کہ اگر غیر کفو میں شادی ہوجاتی ہے تو

نبھاؤ دشوار ہوجاتا ہے اور جب پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہے کہ حنفی کا غیر مقلد کے ساتھ نبھاؤ ہونا دشوار ہے تو اس لیے حنفی لوگوں کو غیر مقلدین کے یہاں کا رشتہ قبول نہیں کرنا چاہیے؛ تاکہ بعد میں گھر برباد نہ ہو اور سوال میں یہ بات بھی پوچھی گئی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان نزاع اور اختلاف ہونے کی وجہ سے علاحدگی کی نوبت آجائے تو ایسی صورت میں دونوں طرف کے لوگوں کو سنجیدہ ہوکر خوبصورت طریقہ سے علاحدگی اختیار کرنی چاہیے، جیسا کہ قرآن مقدس میں اس کا ذکر ہے:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾(النساء: ۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۸۴۶/۱۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۱/۲۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۹/۱۳-۶۰۰)

کفو ہونا صحت نکاح کے لیے شرط نہیں:

سوال: ایک معروف النسب سیدزادی نے غیر قریش میں سے ایک نومسلم، یا جولاہا وغیرہ، یا پٹھان راجپوت سے بلا رضا ولی کے نکاح کرلیا، اب صورت مذکورہ میں زید اور بکر کا اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ کفو باعتبار اسلام کے جواز نکاح کے لیے کافی ہے، لہٰذا یہ نکاح جائز اور درست ہے، کفو باعتبار نسب اور مال اور حرفہ کے امر مستحسن ہے، ضروری نہیں، حسب الارشاد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''کل مؤمن تقی فهو آلي'' اور حسب الارشاد باری عز اسمہ ﴿إنما المؤمنون إخوة﴾ اور رشتہ کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ اصحاب کرام کے مؤید جواز نکاح مذکور کا ہے؛ بلکہ اگر کوئی چوہڑا مردار خوار مسلمان ہوکر عالم ہوجائے تو معروف النسب سیدزادی کو نومسلم مذکور کے ساتھ نکاح کرنا بہتر ہے، بہ نسبت سید معروف النسب حال سے؛ کیوں کہ شرافت عالم پر آیت ﴿أوتوا العلم درجات﴾ شاہد ہے اور فقہائے کرام بھی اپنے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: إن شرف العلم فوق شرف النسب، بخلاف سادات کے کہ ان کی شرافت نصی وارد ہوئی اور بکر کہتا ہے کہ سیدزادی معروف النسب کا نکاح غیر قریش سے خواہ وہ شریف ہو، بلا رضا ولی کے ہرگز جائز نہیں؛ کیوں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء ولا يزوجن إلا من الاكفاء. نیز اس میں بے ادبی سادات کرام کی پائی جاتی ہے۔

الجواب

صحت نکاح کے لیے مرد عورت کا مسلمان ہونا اور عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا کافی حد ذاتہ کافی ہے۔ قرآن مجید کے نصوص صریحہ اس پر دال ہیں:

﴿وأحل لكم ما وراء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم﴾(۱)

(۱) سورة النساء: ٢٤

﴿فانكحو ما طاب لكم من النساء﴾(۱)

اور سنت سنیہ نبویہ نے عملی طور سے اس کی تصدیق کردی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب ہاشمیہ کا عقد زید معتق سے باوجود زینب کی طرف سے انشراح قلب نہ ہونے کے کردیا۔اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں صحابہ کرام کے افعال اور طرز عمل میں موجود ہیں کہ نسبی تفاوت ہونے کے باوجود نکاح ہوگئے۔(۲)

پس نصوص قرآنیہ اور تعامل صحابہ وسلف صالحین اس امر پر دلیل قاطع ہیں کہ کفاءت نسبی فی حد ذاتہ صحت انعقاد نکاح کی شرط نہیں ہے۔اسی وجہ سے غیر کفو کا نکاح جب کہ منکوحہ اور ولی منکوحہ راضی ہوجائے، صحیح ونافذ ہوگا، حالانکہ نسبی تفاوت اور عدم کفاءت نسبیہ بحالہا موجود اور قائم ہے اور اگر کفاءت نسبیہ شرط صحت نکاح ہوتی تو نکاح ولی اور منکوحہ کی رضامندی سے بھی صحیح نہ ہوتا، جیسے محرمہ کا نکاح محرم سے باوجود اس کی رضامندی اور ولی کی اجازت کے صحیح نہیں ہوتا۔

(ناتمام)(کفایۃ المفتی:۲۰۸/۵-۲۰۹)

لڑکے کا کفو ہونا شرط ہے:

سوال: میرے ایک دوست نے ایک لڑکی سے بیرون ملک میں نکاح کیا۔نکاح میں دونوں کا کوئی رشتہ دار اور کوئی بھی عزیز نہیں تھا؛ بلکہ عام آدمیوں نے اس نکاح میں بطور گواہ شمولیت کی اور گواہوں میں دوعدد عورتیں تھیں اور دو ہی مرد تھے اور قاضی صاحب تھے۔لڑکی نیپال ملک کی رہنے والی ہے،لڑکی کے باپ کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے نیپال کے کسی عالم سے رجوع کیا، اُس عالم نے اس نکاح کو غیر شرعی قرار دے دیا اور طرح طرح کے عیب نکالے۔براہ مہربانی مجھے اس مسئلے کا شرعی حل بتائیے؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ کتنے گواہوں پر شادی، یا نکاح ہوجاتا ہے؟ میں نے تو سنا ہے کہ لڑکا اور لڑکی اگر اللہ کو حاضر وناظر جان کے اور اللہ کے خوف کو مدنظر رکھتے ہوئے آپس میں صدقِ دل سے اقرار کرلیں تو نکاح ہوجاتا ہے۔(واللہ اعلم) براہ مہربانی تفصیلی طریقے سے میری راہنمائی کریں؟ اللہ عزوجل آپ کو اس کا اجر دے۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

کسی مسلمان کے نکاح کے منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دو عاقل بالغ آزاد مسلمان گواہوں کے سامنے، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے مرد وعورت ایجاب وقبول کریں، جب بطریقہ مذکورہ مرد وعورت کا ایجاب وقبول پایا جائے تو یہ نکاح شرعاً درست ہے، گواہوں کے لیے رشتہ دار ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ جب عورت اپنی مرضی سے نکاح کرے تو مرد کا کفو ہونا ضروری ہے۔کفو ہونے سے مراد یہ ہے کہ مرد دین داری، پیشے اور مالداری میں عورت کے

---

(۱) سورۃ النساء:۳

(۲) وخطب بلال رضى الله تعالى عنه إلى قوم من العرب فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم : قل لهم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمركم أن تزوجوني، وأن سلمان خطب بنت عمر رضى الله عنه فهَمّ أن يزوجها منه، ثم لم يتفق ذلک.(المبسوط،کتاب النكاح، باب الكفاءة:۲۳/۵، بيروت)

خاندان کے مساوی ہو، اگر مرد مذکورہ شرائط میں عورت کے خاندان کے مساوی نہ ہوتو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، لہٰذا صورت مسئولہ میں جس عورت نے اپنی مرضی سے مرد سے نکاح کیا ہے، اگر وہ مرد اس عورت کا کفو ہوتو یہ نکاح شرعاً درست ہے، ورنہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اولیا کی اجازت کے ساتھ دوبارہ نکاح کئے بغیر آپس میں ازدواجی طور پر ساتھ رہنا حرام ہے۔ نیز آپ کا یہ سننا ''کہ لڑکا اور لڑکی اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر اور اللہ کے خوف کو مدنظر رکھتے ہوئے آپس میں صدق دل سے اقرار کرلیں تو نکاح ہوجاتا ہے'' قطعاً غلط بات ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ ہر صورت میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

لمافی الترمذی (۲۱۰/۱): وعن ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن بغیر بینة.

وفی الدرالمختار (۲۱/۳-۲۲): (و) شرط (حضور) شاهدین (حرین) أوحر وحرتین (مکلفین سامعین قولهما معا (علی الأصح) فاهمین أنه نکاح علی المذهب بحر (مسلمین لنکاح مسلمة ولو فاسقین أومحدودین فی قذف.

وفیه أیضاً (۵۵/۳،۵۶،۵۷): (فنفذ نکاح حرة مکلفةبلا) رضا (ولی) والأصل أن کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه وما لا فلا (وله) أی للولی (إذا کان عصبة) ... (الاعتراض فی غیر الکفء) فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح (ما لم) یسکت حتی (تلد منه) لئلا یضیع الولد وینبغی إلحاق الحبل الظاهر به (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازه أصلاً) وهوالمختار للفتوی (لفساد الزمان). (نجم الفتاویٰ: ۱۲۸/۵-۱۲۹)

کفاءت کی شرائط:

سوال: جناب مفتی صاحب! کفاءت کے اندر کون سے امور داخل ہیں، جن کی عدم موجودگی کی وجہ سے مرد عورت کے کفو سے نکل جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کفاءت کے بارے میں ائمہ اربعہؒ نے مختلف امور ذکر کئے ہیں؛ مگر حنفیہ کے نزدیک اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور مال جیسے امور کفاءت میں داخل ہیں۔

قال العلامة الجزری: إنَّ الکفاء ة هی مساواة الرجل للمرأة فی أمورمخصوصة وهی سِتٌّ، والإسلام، والحرفة، والحریة، والدیانة، والمال، إلخ. (الفقه علی المذاهب الأربعة: ۵۴/۴، کتاب النکاح، مبحث الکفاء ة فی الزواج)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۸۷/۴)

---

(۱) قال الدکتور وهبة الزحیلی: وفی اصطلاح الفقهاء: المماثلة بین الزوجین دفعًا للعارفی أمورمخصوصة ==

مسئلہ کفاءت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ''کفو'' کے بیان میں، صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب، ص:۳۰۱(۱) پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ذلیل پیشوں کا کفو میں اعتبار کیا جائے گا اور ذلیل پیشوں میں ''جولاہہ، حجام، دباغ، کناس'' کا شمار کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ ''صراف وبزار'' کے کفو نہیں ہو سکتے اور حاشیہ شرح وقایہ پر بھی یہ عبارت موجود ہے:

''الحائک لیس کفؤاً لبنت الدهقان وإن کانت فقیرة''.(۲)

اب آپ سے پر خلوص گزارش ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں بھی اونچ نیچ، ذات پات کا اعتبار ہے تو کیسے، جب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح دوسرے قبیلہ میں کیا ہے، چناں چہ علامہ شامی،(۳) وابن ہمام،(۴) نیز امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روایت میں فرمایا ہے کہ ''پیشہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا''۔ پس آج تک کتب فقہ میں یہ عبارتیں کیوں مذکور ہیں، یہ الفاظ وحی تو نہیں کہ جن پر تنسیخ کا قلم اٹھانا خروجِ اسلام کا باعث ہو، لہذا جناب عالی سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جواب شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں؛ تا کہ اطمینان اور سکون ہو جائے۔

نوٹ: اساتذہ کرام بھی اسباق میں بتلاتے ہیں کہ یہ باتیں پہلے تھیں، اب نہیں، پس فی زمانہ یہ عبارتیں کیوں ہیں؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

نفسِ کفاءت کی رعایت وحی خفی (یعنی: حدیث شریف) میں موجود ہے، جیسا کہ امام ترمذی،(۵) حاکم،(۶)

== هی عند المالكية: الدين والحال (أى السلامة من العيوب التى توجب لها الخيار) وعند الجمهور: الدين والنسب والحرية والحرفة(أو الصناعة) وزاد الحنفية والحنابلة اليسار (أو المال) (الفقه الإسلامي وأدلته:۲۳۹/۷،الفصل الخامس الكفاءة فى الزوج)

ومثلهٗ في الأحوال الشخصيّة،ص:۱۳۵،كتاب النكاح،الجانب الذى تشترط فيه الكفاءة

(۱) الهداية:۳۲۱/۲،كتاب النكاح،باب فى الأولياء والأكفاء،وتمامه فى رقم الحاشية:٤،شركة علميه ملتان

(۲) شرح الوقاية ، كتاب النكاح، بيان الكفاء نسباً وإسلاماً وغيرهما : ۲۷/۲،(رقم الحاشية : ١٤)،سعيد

(۳) (قوله:حرفة) ذكر الكرخى إن الكفاءة فيها معتبرة عند أبى يوسف وإن أبا حنيفة بنى الأمر فيها على عادة العرب أن مواليهم يعلمون هذه الأعمال لا يقصدون بها الحرف،فلا يعيرون بها''.(رد المحتار،كتاب النكاح،باب الكفاءة:۹۰/۳،سعيد)

(۴) ''(قوله:وعن أبى حنيفة فى ذلك روايتان)أظهرهما لا تعتبر فى الصنائع حتى يكون البيطار كفؤاً للعطار وهو رواية محمد''.(فتح القدير،كتاب النكاح،باب الأولياء والأكفاء،فصل فى الكفاءة:۳۰۱/۳،مصطفى البابى الحلبى مصر)

(۵) ''عن على ابن أبى طالب رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: ''يا على ! ثلٰث لا تؤخرها: الصلاة إذا أتت ، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفؤاً''.(جامع الترمذى: ۲۰۵/۱،أبواب الجنائز ،باب ما جائز فى تعجيل الجنازة،سعيد) ==

ذہبی، (۱) سیوطی، (۲) ابن ماجہ، (۳) بیہقی، (۴) نے نقل کیا ہے۔ مزید تفصیلات فقہا کی استنباط کردہ ہیں، (۵) جس طرح کہ فقہاء کے استنباط کردہ دیگر مسائل قابل اعتماد ہیں، یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی لڑکیوں کا یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا، (۶) وہ نسباً کچھ زیادہ دور نہیں، چوتھی پانچویں پشت میں اوپر متحد ہوجاتے ہیں، (۷) نیز یہ نکاح بذریعہ وحی ہوئے۔

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال:"إن اللّٰہ تعالیٰ أوحیٰ إلی أن أزوج کریمتی من عثمان، آہ". (المعجم الصغیر للطبرانی، ص:۸۳) (۸)

پس سقوطِ کفاءت کے لیے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

==(۶) "عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها: أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: "تخیروا لنطفکم، فانکحوا الأکفاء وأنکحوا إلیهم". (المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، باب تخیروا النطفکم، فأنکحوا الأکفاء وأنکحوا إلیهم: ۱۶۳/۲، دار الفکر ة بیروت)

(۱) راجع تخلیص الذهبی علی المستدرک، کتاب النکاح، باب تخیروا لنطفکم، فأنکحوا الأکفاء وأنکحوا إلیهم: ۱۶۳/۲، دار الفکر بیروت

(۲) "تخیروا لنطفکم فأنکحوا الأکفاء وأنکحوا إلیهم". (ہو ک هق) عن عائشة (صح)". "فیه دلیل ظاهر علی اشتراط الکفاء ة ورد من لم یعتبر ها (ہ ک) فی النکاح". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، حرف التاء: ۲۶۵۹/۵، (رقم الحدیث: ۳۲۶۸)، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

(۳) سنن ابن ماجه: ۱۴۱/۱، کتاب النکاح، باب الکفاء، قدیمی

(۴) "وکذا مع الزیادة هی: عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی الله تعالی علیه وسلم: "لا تنکحوا النساء إلا الأکفاء"... قال عمر رضی اللّٰہ عنه: لا ینبغی لذوات الأحساب تزوجهن إلا من الأکفاء". (السنن الکبری للبیهقی: ۱۳۳/۷، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاء ة، نشر السنة)

(۵) "(و تعتبر) الکفاء ة للزوم النکاح خلافاً لمالک (نسباً) ...(و) ... (حریة وإسلاماً) ... (ودیانة ومالا وحرفة)". (الدر المختار: ۸۶/۳-۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاء ة، سعید)

(۶) "وزوج النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ابنته رقیة من عثمان، وماتت عنده فی أیام بدر، فزوجه بعدها أختها أم کلثوم، فلذلک کان یلقب ذاالنورین". (الأصابة: ۳۷۷/۴، عثمان بن عفا ن (رقم الترجمة: ۵۴۶۴)، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۷) "نسب محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: فهو محمد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی، الخ" (زاد المعاد، ص: ۲۶، فصل فی نسبه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم، دار الفکر بیروت)

"هو عثمان بن عفان بن العاص بن أمیة بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی". (تاریخ الطبری: ۴۴۲/۳، ذکر نسبه، مؤسسة الأعلمی، بیروت)

(۸) الروض الدانی إلی المعجم الصغیر للإمام الطبرانی، باب من اسمه حباب، (رقم الحدیث: ۴۱۴): ۳۵۳/۲، المکتب الإسلامی بیروت

سب خاندانوں کی معیشت ومعاشرت، خو، بو، طور طریقہ یکساں نہیں، اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو مصالحِ نکاح کا نظم برقرار رہنا دشوار ہوجاتا ہے، مثلاً کوئی ناز پروردہ اونچے خاندان کی لڑکی ہو، جس کی خوراک، پوشاک اعلیٰ قسم کی ہو، گھر کا کام کرنے کے لیے خادمہ موجود ہو، نہ کبھی اس کو خود کھانا پکانا پڑے، نہ مکان کی صفائی کرنی پڑے، نہ کپڑے دھونے کی نوبت آئے، نہ باہر سے پانی بھر کر لانے کی ضرورت ہو؛ بلکہ سب کام اس کے خادم وملازم کرتے ہوں، اگر اس کی شادی کا شتکار سے ہوجائے، بیل، بھینس وغیرہ ہیں، روزانہ ان کا گوبر صاف کرنا، ان کو وقت پر گھاس پانی دینا، ڈول رسی لے کر باہر کنویں سے پانی بھر کر سر پر رکھ کر لانا، مرد کا کھانا کھیت میں پہنچانا، یہ سب کام اس کے ذمہ ہوں تو اس کے لیے ظاہر ہے کہ نا قابلِ برداشت ہیں، اس کی زندگی بد سے بدتر حالت تک پہونچ جائے گی، نیز عدم واقفیت کی وجہ سے کوئی کام بھی صحیح نہیں کر سکے گی، جو کہ شوہر کے لیے بھی مستقل کوفت کا باعث ہے، اسی طرح اور دوسرے پیشوں کو قیاس کرلیا جائے۔

اس وجہ سے مسئلہ کفاءت کو کلیۃً نظر انداز کرنا بہت سے مصالح کو فوت کرنا ہے، جس کا نتیجہ نہایت تلخ ہوگا، لڑکی کو برداشت کرتے کرتے ٹی، بی ہوجائے گی، لڑکا بات بات پر طلاق کے لیے آمادہ ہوگا، سخت زبان استعمال کرے گا۔ ہاں! بعض دفعہ لڑکے میں کوئی ایسا جوہر بھی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کفاءت کو نظر انداز بھی کردیا جاتا ہے اور وہاں لڑکی کی زندگی اس جوہر کی وجہ سے خوشگوار بھی ہوجاتی ہے، پریشانی پیش نہیں آتی۔

حاکم کی روایت ہے:

"عند عبد اللّٰہ ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "العرب بعضھم أکفاء لبعض، والموالی أکفاء بعضھم لبعض إلا حائک أوحجام، آہ".

نصب الرایہ میں اس کی تخریج کر کے اس کو منقطع لکھا ہے، (۱) اعلاء السنن، ص:۵۱، میں جواب دیا ہے:

"قلت: الا نقطاع فی القرون الفاضلة لا یضرتا، لا سیما ولہ شواھد، ذکرھا الزیلعی بالبسط". (۲)

ابوبکر بزار کے حوالہ سے "اقتضاء الصراط المستقیم" میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

"نفضلکم یا معشر العرب ! لتفضیل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم إیاکم، لا ننکح نسائکم، الخ". (إعلاء السنن)(۳)

---

(۱) نصب الرایة: ۳/ ۱۹۷، کتاب النکاح، فصل الأکفاء، مؤسسة الریان، مکتبه المکیة جده

(۲) إعلاء السنن: ۷۷/۱۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، باب مراعاة الکفاءة وجواز النکاح فی غیرھا، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی

(۳) إعلاء السنن: ۷۷/۱۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، باب مراعاة الکفاءة وجواز النکاح فی غیرھا، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی

کسی مصنف نے اپنی کتاب میں ایک مسئلہ لکھا ہے، اگر وہ آپ کے نزدیک غلط ہے تو آپ کو دلائل کی روشنی میں اس کی تغلیط کا حق ہے، آپ حاشیہ بھی لکھ سکتے ہیں، شرح بھی لکھ سکتے ہیں، اس کی تردید پوری قوت کے ساتھ کر سکتے ہیں؛ لیکن دوسرے کی کتاب سے اس مسئلہ کو خارج کرنے کا آپ کو حق نہیں، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو وہ اسلام سے خارج کر دینے کا کسی کو حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۰۶)

ایضاً:

(۱)　زید کا اس بات پر اصرار ہے کہ برادری کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، جب کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، پھر شیخ، سید، مغل، پٹھان اور انصاری کی تخصیص کے کیا معنیٰ؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کسی نے بھی اس امتیاز کو ملحوظ رکھا؟

(۲)　کیا ان حضرات نے حکم دیا ہے کہ دوسری برادریوں میں رشتہ نہ کیا جائے؟ یا انہوں اشارۃً، کنایۃً یہ کہا ہے کہ میں فلاں برادری سے تعلق رکھتا ہوں؟

(۳)　کفو غیر کفو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جب کہ اس کی بین شہادتیں موجود ہیں کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلموں سے رشتہ ازدواج منسلک کر رہی ہیں۔

(۴)　تلک (۱) اور جہیز کے روز افزوں مطالبات کے باعث بہت سے مسلمان گھرانوں کی لڑکیاں اپنی زندگی یونہی گزار رہی ہیں کہ کیا والدین پر یہ فرض نہیں عائد ہوتا کہ وہ دیندار مسلمان کے حبالہ عقد میں اپنی لڑکیاں دے دیں؟

(۵)　وہ لوگ جو ذات پات، یا برادری میں تفریق کرتے ہیں، عنداللہ ماخوذ ہوں گے؟

(۶)　زید اپنے احباب کے ساتھ مل کر یہ تحریک چلانا چاہتا ہے کہ اس برادری کے امتیاز کو ختم کیا جائے، کیا اس کا یہ اقدام لائق تحسین ہے، یا قابلِ مذمت؟ براہ کرم اپنے جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱،۲)　یہ ذات برادری کی تخصیص مدارِ نجات نہیں، نہ اس کی وجہ سے ایمانی امتیاز برتنے کی اجازت ہے، (۲) اس وجہ سے نماز میں ایک صف میں کھڑے ہونے سے کسی کو منع کرنے کا حق نہیں۔ نماز، روزہ، حج سب پر یکساں طریقہ سے لازم ہیں، جو شخص جس منصب کا اہل ہوگا، علم وفہم، اخلاق، اعمال، تجربہ کے اعتبار سے وہ منصب اس کو دیا

---

(۱)　تلک: ماتھے کا ایک زیور، وہ روپیہ جو شادی سے پہلے دلہن کا باپ دولہا کے گھر بھیجتا ہے''۔ (فیروز اللغات، ت ل ک، ص: ۳۷۵، فیروز سنز، لاہور)

(۲)　﴿إنما المؤمنين إخوة﴾ (سورة الحجرات: ۱۰)

جائے گا؛ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر برادری کا ذہن، مزاج، طور طریقہ، عادت، خصلت، رہن سہن یکساں نہیں، ان میں تفاوت یقینی اور مشاہد ہے، شادی کے لیے معاشرت میں توافق بہت قابل رعایت ہے، عمر میں بھی توافق کا لحاظ کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح پیغام دیا تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر میں توافق نہ ہونے کی وجہ سے عذر فرما دیا؛(۱) مگر یہ شرط لازم نہیں، صحت، قوت وغیرہ کی وجہ سے اس کو نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لڑکی کا عقد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا۔(۲)

مال کے اعتبار سے بھی توافق دیکھا جاتا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مشورہ کیا کہ ''فلاں شخص نے پیغام دیا ہے تو ارشاد فرمایا کہ ''اس کے پاس مال کم ہے'' (توافق نہیں)۔ مزاج کے اعتبار سے بھی توافق کا لحاظ ہوتا ہے، جیسا کہ ایک صاحب کا مزاج سخت تھا، ان کے پیغام کو قبول کرنے کا مشورہ نہیں دیا گیا،(۳) لون و جمال کی بھی رعایت ثابت ہے۔(۴)

تجارت، دباغت، زراعت، خیاطت، حجامت، حیاکت وغیرہ پیشوں اور مشاغل کے بھی خصوصی اثرات ہوتے ہیں۔ بعض قبائل کے بھی کچھ خواص بیان کئے گئے ہیں۔ کبھی لڑکے میں ایسا علم اور اخلاق کا جوہر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے دیگر امور کی رعایت نہ کرنے سے مصالح نکاح منظّم ہو جاتے ہیں،(۵) اور توافق نہ ہونے کی وجہ سے شوہر، بیوی

---

(۱) ''عن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه، قال: خطب أبو بكر وعمر رضى الله تعالىٰ عنهما فاطمة رضى الله تعالىٰ عنها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''لا، إنها صغيرة''.

''أو المراد أنها صغيرة بالنسبة إليهما لكبر سنهما''. (مرقاة المفاتيح: ۱۰/۴۷۶، كتاب المناقب و الفضائل، رقم الحديث: ۶۱۰۴)، باب مناقب على ابن أبى طالب، الفصل الثالث، رشديه)

(۲) ''أم كلثوم بنت على بن أبى طالب ... خطبها عمر بن الخطاب إلى أبيها على، قال: إنها صغيرة، فقال عمر: زوجنيها يا أبا الحسن! فإنى أرصد من كرامتها ما لا يرصده أحد، فقال له على: إن أبعثها إليك، فإن رضيتها فقد زوجتكها فبعثها ببرد ... فقال ... قد رضيت ... فتزوجها على مهراً أربعين ألفاً''. (أسد الغابة: ۶/۴۰۲-۴۰۳، دار الفكر بيروت)

(۳) ''فلما حللت، ذكرت له، أن معاوية بن أبى سفيان وأباجهم خطبانى، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''أما أبوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه وأما معاوية فصعلوك، لامال له''. (سنن أبى داؤد: ۱/۳۱۲، كتاب الطلاق، باب فى نفقة المبتوته، سعيد)

(۴) ''لكن النصيحة أن يراعى الأولياء المجانسة فى الحسن والجمال''. (رد المحتار: ۳/۹۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(۵) ''لا يزوج بنته من غير كفء أو بغبن فاحش إلا لمصلحة تزيد على هذا الضرر كعلمه بحسن العشرة معها، وقلة الأذى ونحو ذلك''. (رد المحتار: ۳/۶۷، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

دونوں کوضیق ہوتی ہے؛لیکن کسی جائز پیشہ اورکسب کی وجہ سے کسی کوحقیر وذلیل سمجھنا جائز نہیں اوراپنے نسب پرفخر،غرور اورگھمنڈ کرنا سخت گناہ ہے،خدا کی بارگاہ میں ذریعہ قرب،ایمان اورعملِ صالح ہے۔(۱)

(۴) ان غلط اور بیجا پابندیوں کوسب مل کرختم کریں،ورنہ دیندار،شریف المزاج مسلمان لڑکے تلاش کرکے اپنی لڑکیاں ان کے حبالہ عقد میں دے دیں۔(۲)

(۵) اپنی طرف سے تفریق کا کسی کوحق نہیں،جولوگ ایسا کریں گے،وہ جوابدہ ہوں گے۔

(۶) جوامتیازات خلافِ شرع قائم ہوگئے ہوں،ان کے ختم کرنے کی سعی مبارک اقدام ہے؛مگراس میں بڑے تدبراورحکمت کی ضرورت ہے،ایسا نہ ہوکہ اس سے بڑا فتنہ قائم ہوجائے۔(۳)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۳/۱۱/۱۳۹۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶۱۰/۱۱)

کفاءت کیا غیراسلامی نظریہ ہے:

سوال(۱) عمراپنے لڑکے کی شادی زید کی دختر سے کرنا چاہتا ہے،عمر قاضی گھرانے کا ہے اورزید کا سلسلہ نسب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے اورعربی النسل ہے۔

(۲) زید بدایونی مسلک کا کٹرحنفی اہل سنت والجماعت ہے اورقادریہ سلسلہ میں مجاز بیعت ہے؛لیکن کسی کو شرف بیعت کا اہل نہیں سمجھتا،تاوقتیکہ وہ تائب ہوکر ﴿إن أکرمکم عند اللّٰہ أتقاکم﴾ پرایمان نہ لائے اورذات پات،رنگ ونسل،قوم ووطن کے جاہلی امتیازات کو برا نہ سمجھنے،نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان جاہلی امتیازات کومٹانے اورنوعِ انسانی کوامتِ واحدہ بنانے کے لیےتشریف لائے۔

(۳) زید مصر ہے کہ موجودہ سائنسی دور میں خاص طور پراسلامی ذہنیت کوفروغ دینے کی اشد ضرورت ہے، جب کہ موجودہ اسلامی معاشرہ عجمی،یہودی اورآریائی دہنیت کا شکارہے،غیرتوغیراپنوں میں آپسی بیاہ وشادی کے دروازے بند ہیں،قوم مسلم کی تباہی وبربادی کے جہاں اوروجوہ ہیں،ان میں ایک یہ بھی نہایت اہم ہے۔آج مسلم سماج امتِ واحدہ ہونے کے بجائے منتشرو پراگندہ ہے۔

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ :﴿ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا﴾(سورۃ البقرۃ:۲۲۱)

" (قولہ:لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لھا) ... وإن کانوا یعبدون الکواکب ولا کتاب لھم، لم تجز مناکحتھم ؛ لأنھم مشرکون".(رد المحتار :۴۶/۳،کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات،سعید)

(۲) عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :"إذا خطب إلیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ،إن لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الأرض وفساد عریض".(مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول،ص:۲۶۷،قدیمی)

(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿أدع إلی سبیل ربک بالحکمۃ ولاموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی أحسن﴾(سورۃ النحل:۱۲۵)

(۴) زید نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترتیب دیئے ہوئے خطوط پر اسلامی معاشرہ کو لانے کی کوشش شروع کردی ہے تو فعلاً دونوں طرح سے وہ ہندوانہ ذہنیت کے تحت پیشہ کو ذات نہیں سمجھتا، ہر پیشہ جائز ہے، جس کے ذریعہ اکلِ حلال حاصل ہو، بشرطیکہ پیشہ حرام نہ ہو۔اس نے بیاہ کے سلسلہ میں اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے مسلم خاندان سے بھی رشتہ ناطہ جوڑا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ مسلم قوم کو سربلند رہنے کے لیے ضرورت ہے کہ وہ غیر مسلم امتِ دعوت کے ان گھرانوں کے افراد سے رشتہ جوڑے جو ایمان کے ﴿إن اکرمکم عند اللّٰه أتقکم﴾ کے معیار پر پورے اترتے ہوں اور دوغلہ پن کی ذہنیت کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

(۵) عمر بھی زید کا ہم خیال ہے؛لیکن عمر کی برادری کی رائے سے متفق نہیں ہے، کچھ موافق بھی ہیں، کچھ مخالف ہیں، برادری کے دباؤ کی وجہ سے عمر کشمکش میں مبتلا ہے، براہ کرم کلام پاک اوراحادیث صحیحہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ عمر کون سا راستہ اختیار کرے۔

نوٹ: زید اصولِ فقہ واصولِ دیانت کو لازم وملزوم سمجھتا ہے، کفاءت کی تمام شرائط فقہ فی الدین کے ساتھ مشروط ہے،اس طرح دونوں کا مقصد ومنشا بنی نوعِ انسان کو امتِ واحدہ بنانا ہے۔فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ:﴿یا أیها الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیراً منهم﴾(۱)

وقال اللّٰه تعالیٰ:﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾(۲)

وقال اللّٰه تعالیٰ:﴿یا أیها الناس إنا خلقناکم من ذکر وأنثیٰ وجعلنا کم شعوباق وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند اللّٰه أتقاکم إن اللّٰه علیم خبیر﴾(سورۃ الحجرات)(۳)

ان آیات میں ہدایت کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے، جس کو یہ مرحمت ہوجائے، اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، اس کو ذلیل نہ کیا جائے، اس کے لیے طعن آمیز القاب نہ تجویز کئے جائیں، یہ سب احترام ایمان کا تقاضہ ہے۔انسان کی نسل ایک مرد عورت سے چلی ہے؛ یعنی تمام نسل انسانی ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد ہے، البتہ آگے چل کر ان کے مختلف شعبے اور قبیلے بنادیئے ہیں؛ تاکہ ان میں شناخت ہوسکے، ان کے تمدن الگ الگ ہوگئے، طبائع جدا جدا ہوگئیں، رہن سہن علاحدہ علاحدہ ہوگیا، اسی مصلحت سے کفاءت کی بھی رعایت کا حکم دیا گیا، زوجین میں جب تمدن اور معاشرہ کا اتحاد نہ ہوتو نباہ دشوار ہوتا ہے، مصالحِ نکاح منظّم نہیں ہوتیں، زندگی تلخ ہوجاتی ہے، اولاد کی بھی صحیح تربیت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو چیز ذریعۂ کرامت اور موجبِ قربت ہے، وہ تقویٰ ہے؛اسی لیے جس کو یہ نعمت نصیب

(۱-۳) سورۃ الحجرات: ۱۱، ۱۲، ۱۳

ہوجائے، اس میں تمدن ومعاشرہ جدا ہونے کے باوجود صبر وتحمل، سخاوتِ نفس، وسعتِ حوصلہ، حسنِ تدبیر، صلاحیتِ تربیت کی بناپر خلافِ طبع امور کے برداشت کی طاقت ہوتی ہے اور اوصافِ عالیہ کی وجہ سے کفاءت کو نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہے، اس کی نظیر خیر القرون میں بھی موجود ہے، بعد کے طبقات میں بھی اقتدا کیا گیا ہے؛ مگر ظاہر ہے کہ یہ چیز عام نہیں، قلیل الوجود ہے، جہاں یہ نہ ہو، وہاں کفاءت کا لحاظ کرنا چاہیے، کفاءت کا لحاظ خود حدیث شریف میں موجود ہے۔ ارشاد ہے:

"تخيروا لنطلفكم، فأنكحوا الأكفاء وانكحوا إليهم". (۱)

اس میں کفاءت کی رعایت کا حکم ہے۔

نیز ارشاد ہے:

"إن ربكم واحد وأباكم واحد فلا فضل لعربي على عجمي ولا لأحمر على أسود إلا بالتقوىٰ". (۲)

اس میں فرمادیا گیا کہ عربی کو عجمی پر تقویٰ ہی ذریعہ فضیلت ہے۔

نیز ارشاد ہے:

"العرب بعضها أكفاء لبعض والموالي بعضهم أكفاء بعض". (۳)

یعنی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور موالی (غیر عرب) ایک دوسرے کے کفو ہیں، یہ سب احادیث جمع الفوائد (۲۱۸/۱) (۴) میں مذکور ہیں۔

جو پیشہ آدمی اختیار کرتا ہے، جب تک شریعت کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہو، اس کو ناجائز اور اس کی کمائی کو حرام نہیں کہا جاسکتا؛ لیکن پیشوں کے خواص واثرات بھی احادیث میں موجود ہیں، ان کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، ان نامناسب اثرات سے تحفظ اور نگہداشت میں کچھ غفلت ہو جائے تو ان کا ظہور بھی ہوتا ہے؛ اس لیے اس کی نفی کلیۃ کر دینا بھی غلط ہے اور اس نفی کو یہودیت آرائی ذہنیت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۲/۱۱)

---

(۱) جمع الفوائد، كتاب النكاح: ۳۷۸/۱، رقم الحديث: ٤١٤٤، المكتبة الاسلامية سمندری (المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، رقم الحديث: ٢٦٨٠، انيس)

(۲) جمع الفوائد، المصدر السابق، رقم الحديث: ٤١٤٢ (عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى أَبَلَّغْتُ "، قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قَالُوا بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ بَيْنَكُمْ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ، قَالَ: وَلَا أَدْرِي قَالَ: أَوْ أَعْرَاضَكُمْ، أَمْ لَا كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَبَلَّغْتُ، قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. (مسند الإمام أحمد، حديث رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ٢٣٤٨٩، انيس)

(۴،۳) جمع الفوائد، رقم الحديث: ٤١٤٠

بیان الحق و الصواب فی مسئلة الکفاء ة بالأنساب:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مبسملاً و حامداً و مصلیاً:

مخدوم ومکرم حضرت مولانا!　　السلام علیکم

چوں کہ میرا اور آپ کا، نیز کل اہل حق کا اعتقاد یہ ہے کہ سواء انبیاء کے کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہے؛ اس لیے اس عریضہ کے لکھنے کی جرأت کرتا ہوں، وہ یہ کہ امر مسلم ہے کہ احکام قرآن کی تنسیخ صرف آیات قرآن سے ہی ہوسکتی ہے، حسب ''**لا ینسخ کلامی کلام اللّٰہ**''، حدیث متواتر سے بھی قرآن کے احکام نہیں ترک ہوسکتے ہیں اور اس لیے حضرت عمرؓ نے زینب کی حدیث پر عمل نہیں کیا، جب یہ امور مسلمہ ہیں تو کیا استحسان بھی قیاس ہی کا ایک قسم ہے، یقیناً میرا اور آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ تراضی زوجین فی النکاح ﴿**فلا تعضلوھن أن ینکحن أزواجھن إذا تراضوا بینھم بالمعروف**﴾ (۱) کے نص صریح سے ثابت ہے اور اس لیے کل فقہا نے بالاتفاق نکاح کے انعقاد میں تراضی زوجین شرط اور قید لگایا ہے، ''**وینعقد بإیجاب وقبول بالتراضی**'' آپ کے سامنے ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ قبل از بلوغ تراضی نہیں ہے۔ پس اگر کسی نے نابالغ کا نکاح کیا، خواہ باپ ہو، یا دادا ہو، پس وہ نکاح تراضی بعد البلوغ پر موقوف رہنا چاہیے؛ اس لیے کہ باپ دادا کا خواہ حق نہیں ہے بغیر مرضی لڑکی کے نکاح کرنے کا، خواہ وہ بالغ ہو، یا نابالغ، چنانچہ خنسا کی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے اور قرآن کے نص مذکور سے ثابت ہوتا ہے، پھر یہ فتوی دینا جیسے کہ آپ نے بہشتی زیور میں تقلیداً درج فرمایا ہے کہ اگر لڑکی کا نکاح باپ دادا نے کیا ہو تو بعد بالغ ہونے کے اس کو توڑنے اور فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے، کتنی بڑی جرأت ہے کہ نص قرآن تو بآواز بلند تراضی کا اعلان کرتا ہے اور احناف محض تقلید کی وجہ سے ایک صورت میں بدون تراضی نکاح نافذ قرار دیتے ہیں، لڑکی بعد بالغ ہونے کے صاف انکار کرتی ہے کہ میرے باپ نے جو نکاح میری لاعلمی میں قبل از بلوغ کیا ہے، وہ مجھ کو منظور نہیں ہے اور احناف کہتے ہیں کہ اگر چہ تم راضی نہ ہوا اور اس نکاح کو ناپسند کرتی ہو؛ مگر تم کو توڑنے اور فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے؛ اس لیے کہ تمہارا باپ، یا دادا نے کیا ہے تو کیا خدا کے یہاں ابوحنیفہ احناف کو اس جرأت علی کتاب اللہ سے نجات دلاسکتے ہیں، ہرگز نہیں، پھر کیوں کر ایسی تقلید کورانہ کی وجہ عُسر کے تنگ احاطہ میں مسلمانوں کو قید کیا جاتا ہے، یُسر کے میدان وسیع میں جانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں؟ قرآن تو یوں فرماتا ہے:

﴿**ویوم ینادیھم فیقول ماذا أجبتم المرسلین**﴾ (۲)

---

(۱)　سورة البقرة: ۲۳۲، انیس

(۲)　سورة القصص: ۶۵، انیس

کیا یہ بھی کہیں ثابت ہے کہ خدا ائمہ اربعہ، یا اور کسی بزرگ کی تقلید کے بارے پوچھے گا؟

دوسری عرض یہ ہے کہ ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾(۱) عام ہے اور اس کا یہی معنی ہے کہ اکرم عنداللہ فی الدنیا والآخرۃ متقی اور پرہیز گار ہے، خواہ وہ کوئی ذات ہو، عرب، یا عجم، یا جولاہا، یا دھنیا، یا پٹھان، یا شیخ، یا سید، یا علوی، یا انصاری، یا اور کوئی کلمہ گو ہو اور احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح ہے: "فاظفر بذات الدين" سے عام بذات الدین مراد ہے، خواہ کوئی ذات اور کوئی قوم ہو اور کوئی پیشہ کرتا ہو، اس سے نہ آپ انکار کر سکتے ہیں، نہ اور کوئی منصف مزاج مسلمان اور انکاح میں جو یہ ارشاد ہے: "إذا وجدت لها كفؤاً"، (۲) اس سے وہی ذات الدین مراد ہے، چناں چہ دوسری حدیث صحیح میں اس کی تصریح ہے: "إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض"، (۳) ہر مومن باللہ ورسول سے اس حدیث میں ہر اس مسلمان کو ارادہ کرے گا جو موصوف بالدین المرضی والخلق المرضی ہو، خواہ وہ کوئی ذات ہو، پس یہ تفریق بین المومنین جو آپ نے تقلیداً بہشتی زیور میں درج کیا ہے کہ فلانے کے یہاں نکاح بے جوڑ ہے اور فلانے کے یہاں نکاح بے جوڑ ہے اور فلانے کے یہاں باجوڑ ہے اور نصوص قرآن وحدیث پر غور نہیں فرمایا ہے، اس کا جواب خدا کو دیں گے؟ کیا ابوحنیفہ، یا صاحب ہدایہ وغیرہ کی تقلید حجت عنداللہ ہوسکتی ہے۔ ہاں مولانا یہ جو کچھ ہے، کفار اور زمانۂ جاہلیت کا رسم بد ہے، جو بدنصیبی اور تقلید کورانہ سے مسلمانوں میں چلی آتی ہے، آپ کے سامنے حدیث صحیح موجود ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر بالانساب کو مانند ضحک عن الضرطۃ زمانہ جاہلیت، یا کفار کا رسم بد قرار دیا ہے، پس کیوں کر نصوص قرآن وحدیث سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور محض رسم ورواج کی بنا پر اور تقلید کورانہ کی وجہ سے وہ چیز جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار جاہلیت کی رسم بد فرماتے ہیں، حکم اسلام اعتقاد کیا جاتا ہے اور فقہانے جو احادیث اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں کفاءت کے بارے میں، ان کو کون تسلیم کرسکتا ہے، جو نصوص قرآن واحادیث صحیحہ سے خلاف ہیں۔

ائمہ احادیث نے شکر اللہ سعیہم ان چھ کتابوں میں انہی احادیث کو درج کئے ہیں، جو ان کی تحقیق اور تنقید میں صحیح تھیں اور جن کو اس وقت تک اہل السنہ والجماعۃ مانتے چلے آتے ہیں، پس ان سے خلاف جو احادیث فقہانے نقل کئے ہیں، ان کو کون تسلیم کرسکتا ہے؟ حضرت مولانا اگر آپ قرآن اور احادیث صحیحہ پر غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کفاءت کے

---

(۱) سورۃ الحجرات:۱۳، انیس

(۲) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُئًا. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الوقت الأول من الفضل، رقم الحديث: ۱۷۱، انیس)

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ، وَفَسَادٌ عَرِيضٌ. (سنن الترمذی، أبواب النكاح، باب ماجاء إذا جاء كم من ترضون دينه، رقم الحديث: ۱۰۸۴، انیس)

مسائل جوفقہانے درج کئے ہیں، شاید ان میں سے ایک آدھ قابل عمل ہو۔قرآن کے بارے خدافرماتا ہے: ﴿وَلَقَدُ يَسَّرُنَا الُقُرآنَ لِلذِّكُرِ فَهَلُ مِنُ مُدَّكِرٍ﴾ (۱) پس قرآن تو ہر ذی عقل عربی دان بخوبی سمجھ سکتا ہے، خدا نے قرآن میں جو یہ فرمایا ہے: ﴿إنا خلقناكم﴾ (الآية) (۲) اور شعوب اور قبائل بنایا ہے، یہ صرف تعارف کے لیے ہے، نہ تفاضل کے لیے۔ ﴿وَلَا تُنُكِحُوا الُمُشُرِكِينَ حَتَّى يُؤُمِنُوا﴾ (۳) اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو ایمان لایا، وہ ہر مسلمان کا کفو ہوا اور ہر مسلمہ کا نکاح اس سے باجوڑ ہے، نہ بے جوڑ، خواہ وہ عرب ہو، یا عجم، یا جولاہا، یا دھنیا، یا اور کوئی پیشہ کرتا ہو۔

ہاں احادیث میں جو خلق مرضی اور دین مرضی کفاءت فی النکاح کا معیار قرار دیا گیا ہے، وہ ضروری اور قابل لحاظ ہے اور طول بالمال اور استطاعت بالباءۃ بھی شرط ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے؛ مگر یہ جو احناف نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے کہ اکفاء نومسلم کے لیے کم ازکم ابوان فی السلام ہونا چاہیے، جو نص قرآن سے بالکل خلاف ہے؛ کیوں مانا جاتا ہے۔صحابہ کرام کے پاک دماغوں میں ہرگز یہ خلاف نصوص خیالات نہ تھے؛ بلکہ لاکھوں کو مشرف باسلام کیا اور جو مسلمان ہوا، اگرچہ اس کا باپ کافر ہو، وہ کل اہل اسلام کا کفو اور حقوق میں مساوی ہوتا تھا، خود صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا باپ ابوقحافہ مکہ میں کفار کے ساتھ تھا اور غالباً وہ فتح مکہ سے قبل اسلام نہیں لایا تھا؛ مگر حضرت ابوبکر کسی نے یہ طعن نہ کیا کہ تمہارا باپ کافر ہے؛ اس لیے تم ہمارا کفو نہیں ہیں، ایسے ہزار ہا امثلہ موجود ہیں اور آپ کے سامنے ہیں، پھر کیوں کر تقلید کورانہ کی وجہ سے نصوص قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ کرام بالائے طاق رکھا جاتا ہے اور تفریق بین المومنین کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔فرقۂ ناجیہ حسب ''هم الذين على ما أنا عليه وأصحابی'' (۴) وہی ہیں، جو صحابہ کرام کے تعامل کو اپنا دستور العمل بناتے ہیں اور واللہ باللہ ثم باللہ کہ صحابہ کرام کفاءت کے یہ خیالات نہ تھے، جن کو احناف نے اپنا ایمان واسلام قرار دیا ہے۔

آج کل آریہ سماجی پلیٹ فارم کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ اسلام لانا اپنے آپ کو نہ صرف عقبیٰ کے عذاب میں گرفتار کرنا

---

(۱)　سورة القمر: ٤٠، انیس

(۲)　﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقُنَاكُمُ مِنُ ذَكَرٍ وَأُنُثَى وَجَعَلُنَاكُمُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكُرَمَكُمُ عِنُدَ اللَّهِ أَتُقَاكُمُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (سورة الحجرات: ١٣، انیس)

(۳)　﴿وَلَا تَنُكِحُوا الُمُشُرِكَاتِ حَتَّى يُؤُمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤُمِنَةٌ خَيُرٌ مِنُ مُشُرِكَةٍ وَلَوُ أَعُجَبَتُكُمُ وَلَا تُنُكِحُوا الُمُشُرِكِينَ حَتَّى يُؤُمِنُوا وَلَعَبُدٌ مُؤُمِنٌ خَيُرٌ مِنُ مُشُرِكٍ وَلَوُ أَعُجَبَكُمُ أُولَئِكَ يَدُعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدُعُو إِلَى الُجَنَّةِ وَالُمَغُفِرَةِ بِإِذُنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمُ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (سورة البقرة: ٢٢١، انیس)

(۴)　عَنُ عَبُدِ اللَّهِ بُنِ عَمُرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: لَيَأُتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بنی إسرائيل حَذُوَ النَّعُلِ بِالنَّعُلِ، حَتَّى إِنُ كَانَ مِنُهُمُ مَنُ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنُ يَصُنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بنی إسرائيل تَفَرَّقَتُ عَلَى ثِنُتَيُنِ وَسَبُعِينَ مِلَّةً، وَتَفُتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبُعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمُ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنُ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيُهِ وَأَصُحَابِي. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة، رقم الحديث: ٢٦٤١، انیس)

ہے؛ بلکہ دنیا میں بھی عذاب میں پڑ جانا ہے؛ اس لیے کہ تم کو مسلمان اپنی برادری میں شامل نہ کریں گے، نہ تم کو لڑکی دیں گے اور نہ تمہاری لڑکی سے شادی کریں گے، ہاں اریہ سماجی ہو جاؤ اور شدہ ہو جاؤ تو تم کو ہم دل سے اپنی برادری میں شامل کرتے ہیں، تم کو لڑکی دیں گے، تمہاری لڑکی سے شادی کریں گے۔ آخرت کے بارے میں تو آریہ سماجیوں کا کہنا اگر چہ غلط ہے؛ مگر دنیا کے بارے بالکل درست ہے اور اس وجہ سے دیگر مذاہب والے اسلام قبول نہیں کرتے ہیں، خادم کا چشم (دید) واقعہ ہے بہار کے علاقہ میں کاستون کا ایک خاندان مسلمان ہو گیا، جن میں بڑے بڑے لوگ تھے، ایک ان میں خان بہادر وکیل محمد جان تھے اور ان کو اسلام لانے کے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کرنے میں بڑی دقت پیش آئی، یہ دیکھ کر آریہ سماجیوں نے دعوت ارتداد دی اور کہا کہ تم شدہ اور آریہ ہو جاؤ، ہم ابھی تمہاری لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی اچھے سے اچھے گھرانے میں کرتے ہیں؛ مگر چوں کہ وہ راسخ الاعتقاد تھے مرتد نہ ہوئے۔

حدیث مذکور میں جو "تکن فتنة في الأرض وفساد عريض" وارد ہے، وہ یہی کفاءت کے نامشروع مسائل ہیں، جو زمانہ جاہلیت کے کفار کی رسم بد ہیں اور حدیث صحیح اس کا گواہ ہے اور اشاعت اسلام کے لیے سد باب ہیں؛ مگر بدنصیبی اور تقلید کورانہ آبائی سے احناف نے ان کو منزل من اللہ اعتقاد کر لیا ہے۔ یہ میں جو عرض کر رہا ہوں، نہ صرف میری رائے ہے؛ بلکہ بڑے بڑے ائمہ سلف کی رائے ہے، کفایہ شرح ہدایہ میں سفیان زہری کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اس کفاءت سے جو احناف نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، سخت منکر تھے اور فرماتے تھے کہ عرب اور عجم وغیرہ سب برابر ہیں، ان میں تفاضل صرف باعتبار تقوی کے ہے اور کفایہ میں اس کی تردید میں متعدد احادیث ہیں، ایک ان میں سے یہ ہے: "الناس سواسية كأسنان المشط"، (۱) علامہ شامی جو بڑے حنفی ہیں، اس کی تردید کرتے ہیں، آپ کے سامنے یہ کتابیں موجود ہیں، آپ نے ضرور ملاحظہ کئے ہوں گے، علاوہ بریں نصوص احادیث صحیحہ اور نصوص قرآن سے یہ مسائل احناف خلاف ہیں اور جیسے کہ عرض کر چکا ہوں ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾ صاف بتاتی ہے کہ ہر کافر اور مشرک بعد ایمان لانے کے ہر مسلم مسلمہ کا کفو ہے اور اس سے نکاح کرنا بے جوڑ نہیں ہے؛ بلکہ با جوڑ ہے، بشرطیکہ اس میں دین مرضی اور خلق مرضی ہو اور استطاعت بالمال والباءة رکھتا ہو، لما مر، چہ جائیکہ وہ سیکڑوں پشتوں سے مسلمان ہو، خواہ کسی قوم سے ہو، یا کوئی پیشہ کرتا ہو اور فخر بالانساب زمانہ جاہلیت کے کفار کا رسم بد ہے، جیسے خندہ گوز وغیرہ۔

چوں کہ اسلام ایک فطری اور حقانی قانون خدا ہے اور اس کا کوئی قانون خلاف عقل سلیم نہیں ہو سکتا ہے؛ اس لیے انبیا نے وہی کیا، جو خادم عرض کرتا ہے۔

---

(۱) حديث: "النَّاسُ سَوَاءٌ كَأَسْنَانِ الْمُشْطِ، وَإِنَّمَا يتفاضلون بالعافية، وَالْمَرْءُ كَثِيرٌ بِأَخِيهِ، يَرْفِدُهُ وَيَكْسُوهُ وَيَحْمِلُهُ، وَلا خَيْرَ فِي صُحْبَةِ مَنْ لا يَرَى لَكَ مِثْلَ مَا تَرَى لَهُ" رَوَاهُ ابْنُ عدى عن أنس مرفوعاً، وَقَالَ: وَضَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عُمَرَ، وقال في اللآلىء: لَهُ طَرِيقٌ آخَرُ، أَخْرَجَهُ الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ فِي مُسْنَدِهِ، فَذَكَرَهَا مِنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. (الفوائد المجموعة للشوكاني، كتاب الأدب والزهد والطب وعيادة المريض: ۲۲۷/۱-۲۲۸، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء نے حضرت ہاجرہ کو حرم سرائے نبوت میں داخل کیا، جس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اوران سے قریش ہیں، حال یہ ہے کہ وہ ایک کافر بدمعاش زانی بدکار ظالم کے خاندان سے تھیں، علیٰ ہذا القیاس جب وہ اور حضرات لوط علیہما السلام ارض مقدسہ کو ہجرت کر گئے اوران کی اولاد پھیلی تو ان کے نکاحیں اس ملک کی عورتوں سے ہوئیں، حال یہ ہے کہ وہ یقیناً ہم قوم نہ تھے، یہ دونوں حضرات نمرود کے ملک سے آئے تھے، جو ارض مقدسہ سے دور تھا، پس ہم قوم ہونا کیسا اور کہاں ہے؟

خود حضرت لوط علیہ السلام ان لوطیوں سے فرماتے تھے: ﴿**ھٰؤلاء بناتی ھن اطھر لکم**﴾(۱) یہ دوسری بات ہے کہ اسلام نے کافر سے نکاح ناجائز کیا اور حضرت لوط علیہ السلام کے مذہب میں جائز تھا؛ مگر کفاءت فی الاسلام اس طرح پر جیسے کہ احناف نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ نصوص قرآن وحدیث تو اس کی تردید کرتی ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ تو ان کے خاندان سے تھیں؛ مگر دوسری کنیز تھیں، نہ معلوم کس قوم کی تھیں۔ جامی فرماتے ہیں:

بیا بنگر کنیزک زادگان را
زراہ عقل و دین افتادگان را

جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو لے کر مصر گئے تو یقینی امر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں یہ غیر ممکن تھا کہ سب کی شادی آپس میں ہو؛ بلکہ قبطیوں سے خلط ملط ہوا، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا امرأۃ العزیز سے نکاح کیا، جو بت پرست اور قبطیہ تھیں، اس طور پر ان کے بھائیوں کے رشتے بھی قبطیوں میں ضرور ہو گئے ہوں گے، جب حضرت موسیٰ مدین گئے تو وہاں ایک مرد صالح کی لڑکی سے شادی کی، جو یقیناً ان کے ہم قوم اور ہم منسب نہ تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلی اور وہ مرد صالح نہ معلوم کس قوم کے تھے، مشہور تو یہ ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر تھے؛ مگر قرآن میں ﴿**ستجدنی إن شاء اللّٰہ من الصالحین**﴾(۲) ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرد صالح تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے ساتھ مکہ معظّمہ میں رہے، جوان ہونے پر جرہم کے قبیلہ کی کئی عورتوں سے نکاح کیا، جن میں سے چند کو طلاق دیا، خود سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قولاً

---

(۱) ﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَاقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ﴾ (سورۃ ھود: ۷۸، انیس)

(۲) ﴿قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (سورۃ القصص: ۲۷، انیس)

اپنی امت کوفخر بالانساب کے رسم بد سے ڈرایا اورفرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت کے کفار کی رسم بد ہے؛ بلکہ فعلاً آپ نے مختلف اقوام کی عورتوں کواپنے حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل کیا؛ تاکہ امت محمدی سے یہ رسم بد کفار جاتا رہے،حضرت صفیہ یہودی تھی اورام ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ فراعنہ کی قوم میں سے تھیں اور یہ دونوں حرم سرائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں،حضرت امام حسینؓ نے مجوسیہ آتش پرست پارسیہ سے نکاح کیا،جس سے سادات کے نسب کا سلسلہ ہے۔

علی ہٰذا القیاس قرون اولی میں ہزاروں مثالیں ہیں کہ ان بزرگوں نے نکاح میں قومیت کا لحاظ نہ کیا؛ بلکہ حسب ارشاد قرآن ﴿فانکحوا ماطاب لکم من النساء﴾(۱) جوعورت پسند آئی،بشرط مسلمان ہونے کے اس سے نکاح کیا،پس ثابت ہوا کہ نکاح کے کفاءت کے بارے احناف نے جوقومیت اور پیشہ اورعرب اورعجم کا فرق اپنی کتابوں میں درج کیا ہے،وہ نہ صرف نصوص قرآن وحدیث سے خلاف ہے بلکہ تعاملی آنبیاء سےاور تعامل قرن اولی سے بھی خلاف ہے۔

اور دیگر ممالک اسلام میں یہ رسم بد کفار جاہلیت کا زیادہ لحاظ نہیں ہے،صرف ہندوستان میں ہنود کے اثر سے یہ رسم بد جاری ہے،ظاہر ہے کہ ہندوں میں اس بات کا بڑا احتیاط ہے کہ ہر قوم کی شادی اس قوم میں ہونی چاہیے،یہی رسم ہنود اور کفار مسلمانوں میں جاری ہے اور احناف کی کتابوں میں چوں کہ اس کے لیے کچھ مصالحہ ملتا ہے؛اس لیے دوستوں نے اس کومنزل من اللہ اعتقاد کرلیاہے اور تفریق بین المومنین کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور ﴿واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولاتفرقوا﴾(۲) کےنص صریح پرعمل نہیں کرسکتے ہیں۔

اورنص صریح ﴿لا یسخر قوم من قوم﴾(۳) سے غافل ہوکےایک دوسرےکوحقارت کی نگاہ سے دکھتے ہیں؛ بلکہ کمینہ اوررذیل کہہ کرغیبت اور بہتان کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں؛ بلکہ اپنی نادانی اور جہالت اورتقلید کورانہ آبائی سے اس غیبت اور بہتان کوگناہ نہیں خیال کرتے ہیں؛ بلکہ شیر مادر اعتقاد کرتے ہیں،آخر پیغمبر نے غیبت کی تعریف یوں فرمائی ہے:"ذکرک أخاک بما یکرہ"(۴) اوریقینی امر ہے کہ کسی شخص کوجولاہا اوردھنیا وغیرہ کہنا اس

---

(۱) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورۃ النساء:۳،انیس)

(۲) ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (سورۃ آل عمران:۱۰۳،انیس)

(۳) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (سورۃ الحجرات:۱۱،انیس)

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللّٰہ عنہ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا الغِيبَةُ؟ قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ.(سنن الترمذی،باب ماجاء فی الغیبة،رقم الحدیث:۱۹۳۴،انیس)

کو ناگوار معلوم ہوتا ہے، پس یہ یقینی غیبت ہے اور رذیل اور کمینہ کہنا یقیناً بہتان ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ''**فإن لم یکن فیه ما تقول فقد بهته**''؛ بل اول الذکر الفاظ بھی بہتان ہے؛ اس لیے کہ ان لوگوں کو بھی یہ الفاظ کہے جاتے ہیں، جو ان پیشوں سے مطلق تعلق نہیں رکھتے ہیں اور معزز پیشوں میں اچھی اچھی حیثیت رکھتے ہیں۔**فاعتبروا یاأولی الأبصار**

اسلام جو خدا کا آخری دین ہے اور مسلمانوں کو خیر الامم کا لقب دیا گیا ہے اور اتحاد اور مساوات اور اتفاق اسلام کا اصل الاصول ہے، وہ مسلمانوں میں مفقود اور دیگر ملل باطلہ میں بخوبی موجود ہے، آریہ سماجیوں کا ذکر تو ہو چکا کہ جو کوئی شدھ اور آریہ ہو، اس کو بلا امتیاز اپنی جماعت میں داخل کرتے ہیں اور بلا تردد اس سے رشتہ داری کرتے ہیں، عیسائیوں میں چمار سے لے کر برہمن اور چھتری شامل ہیں؛ مگر عیسائی ہونے کے بعد قومیت کی جہالت جاتی رہتی ہے اور بلا امتیاز ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور رشتہ داری کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے؛ مگر احناف کے یہ کفاءت کے یہ نامعقول مسائل نہ صرف مسلمانوں میں تفریق اور تشتت کا باعث ہیں؛ بلکہ دوسرے اقوام کو اسلام لانے سے روکتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے تو لڑکوں کی شادی کہاں کریں گے؟

یہ میں عرض کر چکا کہ قرون اولی میں یہ مرض اور یہ تپ کہنا اور دق زمانہ جاہلیت کے کفار سے چلا آیا ہے، شاید کسی کے خیال میں یہ وسوسہ شیطانی آوے کہ تم نے جو مثالیں پیش کی ہیں، ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرون اولی؛ بلکہ پیغمبروں نے دوسرے اقوام کی عورتیں سے نکاح کیا ہے، نہ یہ کہ اپنی لڑکیوں کا نکاح دوسرے اقوام سے کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب؛ یعنی یہود اور نصاری کے بارے یہ حکم ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو؛ مگر مسلمان عورتوں کا نکاح ان سے نہیں ہوسکتا، پس اہل اسلام کے بارے یہ خیال غلط ہے، سب سے بڑھ کر تو نص قرآن ہے، جس پر ایمان لانا فرض ہے اور قرآن میں یہ صاف حکم ہے: ﴿**ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن**﴾ جس کا صاف مطلب بلا تاویل یہ ہے کہ جو مشرک ایمان لاوے، خواہ وہ عجم ہو، یا عرب اور جو مشرکہ ایمان لاوے، خواہ وہ عربیہ ہو، یا عجمیہ، ان کے ساتھ رشتہ نکاح باجوڑ اور مناسب ہے اور کفاءت کے جو قیود احناف نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں، اس نص قرآن سے چوں کہ خلاف ہیں؛ اس لیے وہ جھوٹ اور ناقابل عمل ہیں۔

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اعلی خاندان کے مرد اور عورت حسن خلق اور حسن خلق کے لحاظ سے زیادہ تر بالا اور برتر ہوتے ہیں اور اسی لیے خدا نے کوئی پیغمبر چھوٹے گھرانے میں نہیں بھیجا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ''**ما بعث من نبی إلا فی أحساب قومه**'' اور حسن صوری اور حسن معنوی ان دیگر کمالات مرغوبہ ان میں زیادہ ہوتے ہیں اور صفات حسنہ ان میں زیادہ پائے جاتے ہیں اور اس لیے عام طور پر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میرا نکاح بڑھے گھرانے میں ہو، یہ بالکل درست ہے اور قرآن کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ﴿**فانکحوا ماطاب لکم من النساء**﴾ یعنی ان عورتوں سے نکاح کرو جو تم کو پسند ہو؛ مگر یہ امور طبعیہ ہیں اور ہر شخص کی طبیعت کی خواہش اور رغبت مختلف ہوتی ہے، **وللناس فیما یعشقون مذاهب**، اور

اس میں کوئی ہرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ مضائقہ اور ہرج اور ظلم اور نصوص قرآن وحدیث سے خلاف یہ ہے کہ مسلمانوں میں کفاءت مخترعہ کی وجہ سے تفریق پیدا کی جاتی ہے اور یہ فتوی دیا جاتا ہے کہ فلانے کے یہاں نکاح با جوڑ ہے اور فلانے کے یہاں بے جوڑ ہے۔ حضرت مولانا آپ نے سینکڑوں تصنیفات محض خدا کے لیے لکھی ہیں، اگر ان مسائل پر آپ غور فرمائیں گے اور جو نصوص قرآن وحدیث میں نے پیش کی ہیں، انہی کے مطابق ایک رسالہ تصنیف فرماویں؛ تا کہ مسلمانوں میں سے یہ تفریق فی کفاءۃ النکاح جاتی رہے اور مثل آریوں اور عیسائیوں کے ﴿**واعتصموا بحبل الله**﴾ پر عمل کر کے باہم رشتہ پیدا کریں تو خدا کے یہاں آپ کو بڑا ثواب ملے گا، جو قوم ترقی کے میدان میں قدم رکھتی ہے، وہ اس تفریق کو بالائے طاق رکھتی ہے، قادیانیوں نے بھی اٹھایا، پس آپ نصوص پر غور فرما کر احناف سے اٹھائیے۔

هذا والسلام على من اتبع الهدىٰ فرده إلى الله والرسول

خادم عبداللہ، از کالج، فیض آباد، ۴/۷/۱۳۵۸ھ

الجواب

بعد الحمد والصلاة: ”**كلامي لا ينسخ كلام الله**“ حدیث صحیح بھی نہیں، متواتر تو کیا ہوتی، اس کی سند میں ایک راوی متہم بالوضع ہے، ملاحظہ ہو: تنقیح المشکوٰۃ، ص: ۴۵، (۱) اور آیت ﴿**فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف**﴾ (الآية) (۲) ثیبات کے متعلق ہے، جو پہلے ذات ازواج رہ چکی ہیں، اس سے مطلقاً تراضی کے اشتراط پر استدلال کرنا عربیت سے نادانی پر مبنی ہے، فقہا نے تراضی کو ضرور شرط کیا ہے؛ مگر وہ شرط عام ہے، خواہ تراضی زوجین ہو، اگر دونوں حر اور بالغ ہوں، یا ترضی اولیاء وموالی ہو، اگر نابالغ، یا غلام باندی ہوں، اس آیت سے فقہا کے اس قول کی نفی نہیں ہوتی؛ کیوں کہ یہ آیت مطلقاً ثیبات بالغات کے حق میں ہے اور اگر بالفرض اس سے مطلقاً اشتراط تراضی پر استدال کیا جائے تو آگے بالمعروف کی قید بھی تو مذکور ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ تراضی مطلقاً معتبر نہیں؛ بلکہ اسی وقت معتبر ہے، جب کہ قاعدہ معروفہ کے موافق ہو اور قاعدہ معروفہ اسلام میں یہی ہے کہ نابالغ لڑکی کا

(۱) 6437/2588 – ”كَلامِى لا ينسَخُ كلامَ اللّهِ، وكلامُ اللّهِ يَنْسَخُ كلامِى، وكَلامُ اللّه ينسخ بعضه بعضًا“. (عد. قط) عن جابر

قلت: هذا حديث موضوع يلام المصنف على ذكره، وقد أسخف الشارح هنا سخافته المعتادة بجهله بأن كتاب ابن على موضوع للضعفاء ولإغماض عينه عن رمز المصنف للحديث بعلامة الضعيف، وإن كان هو مخطئا فى ذلك، بل الحديث لا يشك ذو علم بالحديث أنه موضوع. (المداوى لعلل الجامع الصغير وشرحى المناوى، حرف الكاف: ۱۰۲/۵، دار الكتب القاهرة، انيس)

(۲) ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۳۲، انيس)

نکاح ولی کی رضا سے ہوتا ہے اور ولی اگر باپ ہو تو لڑکی کو بعد بلوغ کے اختیار نہیں ہوتا، جیسا آئندہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے اس کا ثبوت آتا ہے، اسی قید بالمعروف سے حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر عورت مہر مثل سے کم پر، یا غیر کفو سے نکاح پر راضی ہو جائے تو یہ رضا معتبر نہیں؛ کیوں کہ خلاف معروف ہے، اس وقت ولی کو حق عضل حاصل ہوگا، پس ﴿إذا تراضوا بينهم﴾ کو دیکھ لینا اور بالمعروف سے قطع نظر کرنا علم نہیں ہے، جہل ہے۔

قال ابن العربي المالكي في أحكام القران: قَوْله تَعَالٰى: ﴿إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرة: ۲۳۲) يَعْنِي إِذَا كَانَ لَهَا كُفُؤًا، لِأَنَّ الصَّدَاقَ فِي الثَّيِّبِ الْمَالِكَةِ أَمْرَ نَفْسِهَا لا حَقَّ لِلْوَلِيِّ فِيهِ، وَالْآيَةُ نَزَلَتْ فِي ثَيِّبٍ مَالِكَةٍ أَمْرَ نَفْسِهَا، فَدَلَّ عَلَى أَنَّ الْمَعْرُوفَ الْمُرَادَ بِالْآيَةِ هُوَ الْكَفَاءَةُ، وَفِيهَا حَقٌّ عَظِيمٌ لِلْأَوْلِيَاءِ، لَمَا فِي تَرْكِهَا مِنْ إِدْخَالِ الْعَارِ عَلَيْهِمْ؛ وَذَلِكَ إِجْمَاعٌ مِنَ الْأُمَّةِ..(۸۵/۱)(۱)

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ﴾ (۲) میں اولیا کو خطاب ہے کہ جن عورتوں کے شوہر نہ ہوان کا نکاح کردو۔ایم عام ہے ہر غیر ذات زوج کو۔آگے ارشاد ہے: ﴿وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾ (۳) اپنے غلام اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں، ان کا بھی نکاح کردو۔اسی سے یہ معلوم ہوا کہ نابالغہ اور غلام باندی کے نکاح میں ولی اور مولی کی رضا کافی ہے، نابالغہ اور غلام باندی کی رضا شرط نہیں، ورنہ یہاں بھی ﴿اذا تراضوا﴾ کی شرط مذکور ہوتی۔احناف اور شوافع وغیرہم جو مجتہدین کے واسطے سے قرآن وحدیث کو سمجھتے ہیں، وہ جرأت علی اللہ نہیں کرتے، جرأت علی اللہ وہ کرتے ہیں، جو محض قرآن وحدیث کا ترجمہ دیکھ کر مجتہد بنے بیٹھے ہیں، حالانکہ وہ محض مطالعہ ترجمہ سے نہ طبیب وڈاکٹر بن سکتے ہیں، نہ وکیل وبیرسٹر، یہ محض دین سے بے اعتنائی ہی تو ہے کہ ہر شخص اس میں اپنی رائے کو دخل دیتا ہے۔

آیت ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۴) میں فخر بالانساب کی ممانعت ہے، مسئلہ کفاءت کی نفی کہاں ہے؟ اور جو شخص مسئلہ کفاءت کو فخر بالانساب سمجھتا ہے، وہ جاہل ہے۔مسئلہ کفاءت کا مدار اسی تعارف پر ہے، جس کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾ (۵) جس سے معلوم ہوا کہ شعوب وقبائل کو تعارف میں دخل ہے اور نکاح کی بنیاد ہی تعارف پر ہے، بدون تعارف کے جو نکاح ہوگا، اس میں مقصد نکاح فوت ہوگا، زوجین میں الفت ومحبت نہ ہوگی؛ (۶) اس لیے نکاح میں تعارف کی ضرورت ہے، جو شعوب وقبائل پر مبنی ہے، اس سے کسی خاندان پر کسی

(۱) أحكام القرآن: ۲۷۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲،۳) ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (سورة النور: ۳۲، انيس)

(۴،۵) ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (سورة الحجرات: ۱۳، انيس)

(۶) حدیث میں ہے: الأرواح جنود مجندة ما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف، فلا دليل على كون التعارف فى الآية مخصوصاً بتعارف الأشخاص بل هو عام لتعارف الأرواح والاشخاص جميعاً. ظفر

خاندان کی ایسی فضیلت لازم نہیں آتی کہ عمل ہی سے استغنا ہو جائے، ﴿إن أكرمكم عند الله أتقكم﴾ کا یہی مطلب ہے۔ پس جو لوگ اس آیت سے ابطال کفاءت پر استدلال کرتے ہیں، وہ قرآن میں اپنی رائے سے زیادتی کرتے ہیں، اگر وہ تدبر سے کام لیتے تو اسی آیت سے کفاءت کے مسئلہ کو سمجھ لیتے۔

"فاظفر بذات الدين" میں مردوں کو خطاب ہے کہ دیندار عورت کو تلاش کرو اور مردوں کے واسطے فقہا نے کفاءت کی شرط کہاں لگائی ہے؟ مرد جس مسلمان عورت سے چاہے، نکاح کر سکتا ہے۔ کفاءت کی شرط عورتوں کے واسطے ہے، اس سے اس حدیث میں کوئی تعرض نہیں اور جو شخص اس سے عورتوں کے لیے خطاب سمجھے، وہ عربیت سے محض نابلد ہے، البتہ "إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه" میں عورتوں کی بابت مردوں کو خطاب ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیغام لائے، جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی عورتوں کی شادی کر دو؛ مگر یہاں فقط دین پر اکتفا نہیں کیا گیا؛ بلکہ "خلقه" بھی فرمایا گیا ہے اور مشاہدہ ہے کہ شعوب وقبائل کے اخلاق میں باہم زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک قریشی سید کے جو اخلاق عالیہ ہوں گے، وہ کسی جلاہے، یا تیلی کے نہیں ہو سکتے، اس قید سے خود کفاءت کے اعتبار پر اشارہ موجود ہے؛ مگر کوئی نہ سمجھے تو اس کا کیا علاج ہے؟ نیز اس حدیث میں لفظ "فزوجوه" اس بات کو بھی بتلا رہا ہے کہ نکاح میں ولی کی رضا کافی ہے؛ کیوں کہ یہاں اولیاء ہی کو خطاب ہے، پس نابالغ لڑکیوں کی رضا کو شرط بنانا حدیث میں رائے کو دخل دینا ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحب ہدایہ نے جو کچھ کہا ہے، حدیث وقرآن سے سمجھ کر کہا ہے؛ مگر یہ اس چودھویں صدی کی حریت اور آزادی کا اثر ہے کہ اخلاف امت سلف کو تو بُرا کہتے ہیں اور اپنی رائے سے دین کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر بالانساب کی ضرور مذمت کی ہے؛ مگر اعتبار کفاءت کی مذمت نہیں فرمائی اور دونوں کو ایک سمجھنا سراسر جہالت ہے، کیا حدیث میں یہ نہیں ہے: "الناس معادن كمعادن الذهب والفضة خيارهم في الجاهلية خيارهم في الإسلام إذا فقهوا" (۱) اور حدیث میں یہ نہیں ہے: "الأئمة من قريش" (۲) اور کیا قرآن میں نہیں ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ﴾ (۳) جس میں مہاجرین

---

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِحَدِيثٍ يَرْفَعُهُ، قَالَ: النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا، وَالْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ. (صحيح لمسلم، بناب الأرواح جنود مجندة، رقم الحديث: ٢٦٣٨، انيس)

(۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ، إِذَا حَكَمُوا فَعَدَلُوا، وَإِذَا عَاهَدُوا فَوَفَوْا، وَإِذَا اسْتُرْحِمُوا فَرَحِمُوا. (مسند أبي يعلى الموصلي، سعد بن ابراهيم عن أنس، رقم الحديث: ٣٦٤٤، انيس)

(۳) وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (سورة الحديد: ١٠، انيس)

کو غیر مہاجرین سے افضل کہا گیا ہے، کیا قرآن میں نہیں ہے: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾(۱) جس میں عالم کو جاہل سے افضل کہا گیا ہے، کیا قرآن میں نہیں ہے: ﴿أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾(۲) جس میں صلحا کو فاسقوں سے افضل کہا گیا ہے، یہی وہ امور ہیں، جن کی کفاءت میں رعایت ہے۔

اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ مسئلہ کفاءت صرف احادیث ہی نہیں ؛ بلکہ نص قرآن سے بھی ثابت ہے ؛ مگر کوئی نہ سمجھے تو اس کا کیا علاج ؟ کفاءت کے متعلق جو احادیث ہیں، ان میں سے ایک آدھ بھی قابل عمل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد کیا کافی نہیں؟ پھر اس کا انکار کرنے والا منکر حکم رسول ہوگا، یا نہیں؟

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾(۳) جو تفسیر آپ نے سمجھی ہے، وہ تفسیر بالرائے ہے، یقیناً قرآن عربی فصیح وبلیغ ہے، اس کا سمجھنا فصحا و بلغا عرب ہی کا منصب ہے، محض ترجمہ جاننے سے قرآن سمجھ میں نہیں آ سکتا، چناں چہ اوپر آیات و احادیث گزر چکی ہیں، جن کے سمجھنے میں آپ نے غلط فاحش کا ارتکاب کیا ہے، پھر قرآن اگر ذکر کے لیے آسان ہے تو کیا استنباط احکام کے لیے بھی آسان ہے؟ جو اس کا دعویٰ کرے، یقیناً جرأت علی اللہ کا ارتکاب کرتا ہے، ذکر و استنباط میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا﴾ میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ کافروں سے مسلمان عورتوں کا نکاح نہ کرو، اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ اسلام لانے کے بعد سب کے سب برابر ہیں، جو یہ دعویٰ کرتا ہے، وہ قرآن میں اپنی رائے سے اضافہ کرتا ہے، پھر ﴿ولا تنکحوا﴾ میں صاف اشارہ ہے کہ عورتوں کا نکاح کرنا، نہ کرنا مردوں کے ہاتھ ہے؛ اسی لیے تو مردوں کو خطاب کیا گیا کہ تم شعوب و قبائل کے اخلاق میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

حضرات صحابہ تو سب کے سب ایسے ہی تھے کہ کفر سے اسلام میں داخل ہوئے تھے؛ اس لیے وہ سب کفو تھے، ان میں کسی کے باپ کے کافر ہونے سے دوسرے پر فوقیت لازم نہ تھی، لہذا وہاں ابوان فی الاسلام معیار کفاءت کیوں کر ہوتا؟ اس کا ثبوت دینا چاہیے کہ صحابہ نے نکاح میں عرب و عجم کا بھی لحاظ نہیں کیا اور حنفیہ کے پاس اس کی دلیل موجود ہے کہ اس کا لحاظ کیا گیا ہے۔

روى البزاز بسنده عن سلمان رضى الله عنه قال: نفضلكم يا معاشر العرب لتفضيل رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم إياكم فلا ننكح نسائكم ولا نؤمكم فى الصلاة، قال الحافظ ابن تيمية فى اقتضاء الصراط المستقيم وهذا إسناد جيد ورواه الثورى عن أبى اسحق عن ابى ليلىٰ عن سلمان أنه قال: فضلتمونا يامعاشر العرب باثنين: لانؤمكم ولا ننكح نسائكم. (ص:٦٧)

---

(۱) ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾(سورة الزمر:٩،انيس)

(۲) ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾(سورة ص:٢٨،انيس)

(۳) ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾(سورة القمر:١٧،انيس)

(۴) إقتضاء الصراط المستقيم،النهى عن بغض العرب: ٤٤٤/١ـ٤٤٥،دار عالم الكتب بيروت،انيس

حافظ ابن تیمیہ نے بتلایا ہے کہ یہ حدیث ان فقہاء کی حجت ہے، جو کفاءت میں عربیہ کا عجمی کے مقابلہ میں لحاظ کرتے ہیں اور جو شخص احادیث صحیحہ کو صرف صحاح ستہ میں منحصر کرتا ہے، وہ اپنی جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔ مؤطا مالک، مسند احمد، مسند شافعی، مسند ابی حنیفہ، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند بزار، مسند ابی یعلی، جامع سفیان ثوری، جامع وکیع و مستدرک حاکم وغیرہ میں ہزار ہا احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

آریہ سماج کے مسئلہ کفاءت پر اعتراض کرنے سے اگر یہ مسئلہ غلط ہو جائے گا تو ستیا تھ پرکاش اٹھا کر دیکھو، اس میں اسلام کے عقائد و عبادات کا بھی مضحکہ اڑایا گیا ہے تو کیا دوسروں کے اعتراض سے اپنے سارے گھر ہی کو برباد کر دو گے، تم تو یہ کہتے ہو کہ مسئلہ کفاءت کفار کو اسلام سے روک رہا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ قربانی ان کو اسلام سے روکتی ہے، تیسرا کہتا ہے کہ ختنہ کا مسئلہ مانع ہو رہا ہے، چوتھا کہتا ہے کہ نماز کا حکم مانع ہو رہا ہے تو بس اسلام ہی ان کی خاطر مٹا دو۔

پھر مسئلہ کفاءت کا یہ مطلب کس نے بتلایا ہے کہ عورت مسلمہ کا نکاح غیر کفو میں ہو ہی نہیں سکتا، اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں نہ کیا جائے؛ کیوں کہ نابالغ لڑکی کے نکاح میں تمام مصالح کی رعایت ضروری ہے؛ کیوں کہ وہ خود اپنی مصالح کی رعایت ضروری ہے؛ کیوں کہ وہ خود اپنی مصالح کو نہیں سمجھ سکتی اور بالغ عورت کا نکاح غیر کفو میں بدون اس کی مرضی کے نہ کیا جائے، تراضی طرفین کی ضرورت کا تم کو خود اعتراف ہے، نیز عورت بالغہ غیر کفو مین بدون اولیاء کی رضا کے خود نکاح نہ کرے؛ کیوں کہ "**إذا أتاكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه**" سے رضائے اولیاء کی ضرورت بھی ثابت ہے۔ نیز ترمذی کی حدیث ہے: "**أيما امرأة نكحت نفسها من غير ولي، فنكاحها باطل باطل باطل**" (۱) حیرت ہے کہ اہل حدیث نکاح بدون ولی کو جائز نہیں کہتے اور غیر کفو میں بدون ولی کی مرضی کے نکاح کو جائز کرنا چاہتے ہیں اور اگر عورت اور اس کے اولیاء غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو اس سے حنفیہ نے کب منع کیا ہے؟ پس آریہ کا اعتراض حنفیہ کے مذہب پر نہیں ہو سکتا، حنفیہ تو صرف اتنا کہتے ہیں کہ تراضی عورت و اولیاء شرط ہے، یہ نہیں کہتے کہ نکاح مطلقاً صحیح نہیں، یا عورتوں اور مردوں کو غیر کفو سے راضی نہ ہونا چاہیے۔

سفیان زہری کون ہیں؟ آپ کو نام بھی صحیح نہ آیا اور اگر کوئی ہو تو میں بتلا چکا ہوں کہ کفاءت کا ثبوت احادیث صحیحہ اور قرآن کی دلالت سے موجود ہے، اس کے مقابلہ میں حنفیہ پر کسی کا قول حجت نہیں۔

"**الناس سواسية كأسنان المشط**" یہ حدیث صحاح میں ہے تو اس سے احتجاج کا آپ کو کیا حق ہے؟ پھر اس سے مسئلہ کفاءت کی نفی کیوں کر ہو گئی، آدمی آدمی سب برابر ہیں؛ مگر پھر بھی علم و جہل صلاح و فسق اخلاق وغیرہ کا فرق موجود ہے، اس فرق سے کیوں کر آنکھیں بند کی جائیں گی، پھر شعوب و قبائل کا تعارف کے لیے ہونا نص قرآن میں موجود ہے

---

(۱) عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لاَ وَلِيَّ لَهُ. (سنن الترمذي، باب ماجاء في لا نكاح إلا بولي، رقم الحديث: ۱۱۰۲، انيس)

اورتعارف ہی مدار کفاءت ہے؛ کیوں کہ تعارف کی تفسیر حدیث میں ''ما تعارف منها ائتلف'' (۱) آئی ہے، جس کے لیے ائتلاف لازم ہے اور وہ کفاءت ہی میں ہوتا ہے، إلا نادراً والنادر کالمعدوم، حدیث میں جس مساوات کا ذکر ہے، وہ اخوت دینی کی مساوات ہے، اس میں واقعی سب برابر ہیں، اس سے مساوات نکاح کیوں کر معلوم ہوئی۔

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا﴾ کی تفسیر آپ نے غلط کی ہے اوپر تنبیہ کر چکا ہوں، خلق مرضی کی قید مسئلہ کفاءت پر دال ہے، کما مر۔

یہاں آپ نے استطاعت بالمال والباءۃ کی ضرورت بھی تسلیم کی ہے، ذرا بتلایا جائے کہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ میں مال اور باءۃ کا کہاں ذکر ہے؟ تم قرآن پر جو چاہو، زیادہ کرو، تم مجرم نہیں، حنفیہ کفاءت کو زیادہ کریں تو مجرم؟ سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔ اب ذرا یہ بھی بتلا دیا جائے کہ مال اور باءت کی ضرورت جب آپ کو تسلیم ہے تو اس کی کوئی حد ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی حد نہیں تو مہمل قانون ہے، اگر کوئی حد ہے؟ تو حدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے؟ اور جب مال کی ضرورت باب نکاح میں مسلم ہے تو مسئلہ کفاءت ہی پر کیوں اعتراض ہے، حنیفہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ فقیر مرد عورت غنیّۃ کا کفو نہیں؛ کیوں کہ وہ اس کے مناسب حال اس پر مال خرچ نہیں کر سکتا اور ایک گنوار لٹھ کسی شریف زادی کا کفو نہیں؛ کیوں کہ وہ اس کی قوت کا تحمل نہیں کر سکتی مثلاً۔

فخر بالانساب کی مذمت مسلم ہے، مگر اس کو مسئلہ کفاءت سے کوئی تعلق نہیں، کما مر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت حاجرہ سے نکاح ثابت نہیں؛ بلکہ وہ ان کی باندی تھیں اور ثابت بھی ہو تو اس کو مسئلہ کفاءت سے کیا تعلق؟ کفاءت کی ضرورت عورت کے لیے ہے، مرد کے لیے نہیں، مرد جس عورت سے چاہے شادی کر سکتا ہے، اس سے خاندان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حضرت امام زین العابدین کی والدہ شہر بانو باندی تھیں؛ مگر اس سے سادات کے نسب پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ افسوس ہے کہ آپ مسئلہ کفاءت کو سمجھے بھی نہیں ہیں اور بدون سمجھے اعتراض کرنے لگے، کیا اسی کا نام دین اور دیانت ہے؟

﴿هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي﴾ سے حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مراد نہیں؛ بلکہ اسی قوم کی عورتیں مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ مردوں سے مشغول نہ ہوں؛ بلکہ اپنی عورتوں سے منتفع ہوں، جو میری بہو بیٹیاں ہیں۔ امت کی عورتیں نبی کے لیے بمنزلہ اولاد کے ہوتی ہیں اور جب اس وقت نکاح کے لیے اسلام بھی شرط نہ تھا، جیسا آپ کو مسلم ہے کہ بعد میں اسلام نے اس کو شرط کیا تو یہ کیوں ممکن نہیں کہ بعد میں کفاءت کی بھی شرط ہو گئی ہو۔

جن آیات واحادیث سے تم نے ابطال کفاءت سمجھا ہے، میں بتلا چکا ہوں کہ کفاءت پر دال ہیں، کما مر۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی دوسری بیوی غیر خاندان سے تھی، یا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے قبطی

---

(۱) تقدم من صحيح لمسلم، بناب الأرواح جنود مجندة، رقم الحديث: ۲۶۳۸، انیس

عورتوں سے نکاح کیا، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی (احادیث سے تو یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں؛ مگر اہل حدیث کی حدیث دانی ملاحظہ ہو کہ اس کو صرف مشہور کہہ کر ٹالا جاتا ہے) کس خاندان کی تھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم قبیلہ میں شادی کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اقوام کی عورتوں سے نکاح کیا، اس کو مسئلہ کفاءت سے کیا تعلق؟ یہ سب کچھ دلیل ہے اس کی آپ نے کفاءت کے مسئلہ کو مطلق نہیں سمجھا، اس کا ثبوت دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی نابالغ لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کیا ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی لڑکی نے بدون آپ کی رضا کے غیر کفو سے نکاح کیا ہے؟

قرون اولی میں اس کی ہزاروں لاکھوں مثالیں ہیں کہ مردوں نے ہر خاندان کی عورتوں سے شادی کی؛ مگر اس سے مسئلہ کفاءت کے خلاف کچھ ثابت نہیں ہوتا، اس کا ثبوت دیا جائے کہ قرون اولی کے مسلمانوں نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا نکاح غیر کفو سے کیا ہے، یا ان کی بالغ لڑکیوں نے بدون رضائے اولیاء غیر کفو سے نکاح کیا ہے اور اس کو جائز سمجھا گیا۔ بدون اس کے جو کچھ تم نے لکھا ہے، اس سے مسئلہ کفاءت کے خلاف نہ تعامل انبیاء کا ثبوت ہوسکتا ہے، نہ تعامل خیر القرون کا۔

کفار کی رسم بد تو یہ ہے کہ ان کے مرد بھی اپنی گوت کے سوا نکاح نہیں کرتے۔ مسئلہ کفاءت کا یہ مطلب جس نے سمجھا ہے، وہ جاہل ہے۔ حنفی مرد ہر خاندان میں نکاح کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں، ہزاروں کے گھر میں نومسلم عورتیں موجود ہیں، جن کو مسلمان کر کے نکاح میں داخل کیا گیا ہے، مسئلہ کفاءت کا جو مطلب ہے، وہ بار بار مذکور ہو چکا ہے، اس کو اعتصام بحبل اللہ کے خلاف سمجھنا سراسر نادانی ہے؛ کیوں کہ تعارف کا مدار اسی پر ہوسکتا۔

﴿لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ﴾ کو مسئلہ کفاءت سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر مسئلہ کفاءت کو کوئی جاہل فخر بالانساب کا ذریعہ بنائے، وہ خود اس کا ذمہ دار ہے، یہ مسئلہ اس کا ذمہ دار نہیں، اگر کوئی شخص نماز پڑھ کر اپنے کو بزرگ اور ولی سمجھنے لگے اور بے نمازیوں کو حقیر جاننے لگے تو کیا اس سے نماز کو کہہ دو گے؟ اگر جولاہا، دھنیا، موچی وغیرہ پیشہ کی وجہ سے کسی قوم کا لقب ہے تو جو لوگ ان القاب سے برا مانتے ہیں، وہ اپنے جائز پیشہ کو برا سمجھتے ہیں اور جائز پیشہ کو برا سمجھنا خود بُرا ہے اور اگر یہ لقب پیشہ کی وجہ سے نہیں ہے، کسی اور وجہ سے ہے تو اس وجہ کو ظاہر کر کے بتلایا جائے کہ یہ الفاظ غیبت میں کیوں کر داخل ہو گئے؟ کسی پیشہ ور کو اس کے پیشہ کے نام سے یاد کرنا ہرگز غیبت نہیں، کتب رجال دیکھو: حلاج، نداف، خیاط، اسکاف وغیرہ القاف بلاتکلف محدثین نے استعمال کئے ہیں؛ بلکہ وہ تو اعمی، اعمش، اعرج وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں، جب کہ کسی کا لقب مشہور ہو جائے اور اس کو غیبت نہیں سمجھا گیا۔ کسان کو کسان، بھنگی کو بھنگی، چمار کو چمار ہی کہا جائے گا اور کہا جائے گا۔ **فاعتبروا یا أهل الحدیث مدعی الاجتهاد.**

آریہ سماج، یا عیسائی کسی قوم کو اپنی لڑکیاں دیتے ہیں، دنیا کو معلوم ہے وہ لڑکیاں تو کیا دیتے، کسی کو اپنا حقہ بھی نہیں دے سکتے، غلط باتیں لکھنے سے واقعات نہیں بدلا کرتے، ہمارے یہاں سیکڑوں ہندو نومسلم کو اس کے مناسب مسلمان

عورتیں ہمیشہ مل جاتی ہیں، اگر تمہاری طرف نومسلموں کو مسلمان عورتیں نہ ملتی ہوں تو ان کو ہمارے پاس بھیج دو، اگر وہ واقعی سچے مسلمان ہوں گے، ان کو مسلمان عورتیں ضرور مل جائیں گی۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ ہندوں کو نکاح کا بہانہ ہے، نہ عیسائیوں کو، سب کو اس کا یقین ہے کہ مسلمانوں کی برابر کسی قوم میں مساوات نہیں؛ مگر جن لوگوں کو اپنے جائز پیشے کا نام بھی ناگوار ہے، یہ سب ان کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

پھر اگر حنفیوں کے مسئلہ کفاءت سے ہندوؤں کو اسلام سے رکاوٹ ہے تو ہندوستان میں کڑوڑوں جلاہے، تیلی غیر مقلد موجود ہیں، وہ کیوں ان کے سامنے اپنی لڑکیاں پیش نہیں کر دیتے؛ تاکہ ان کو شکایت کا موقعہ نہ رہے، آخر اسلام تو سب ہی کا ہے، فقط شریفوں کا نہیں ہے، نہ فقط حنفیوں کا ہے، میں بتلا چکا ہوں کہ مسئلہ کفاءت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر کفو میں شادی نہ کرو، صرف اتنا مطلب ہے کہ غیر کفو میں بدون رضائے اولیاء و رضائے عورت کے نکاح نہ کیا جائے۔

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا﴾ سے یہ استدلال کرنا کہ قرون اولی کے مسلمان اپنی لڑکیاں ہر مسلمان کے نکاح میں دے دیا کرتے تھے، غلط استدلال ہے، آیت کے کسی لفظ سے اس کا ثبوت نہیں ہوسکتا، میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ حنفیہ نے جو شروط کفاءت کے لیے ذکر کی ہیں، نصوص قرآن واحادیث اس کی مؤید ہیں، پس جھوٹ اور افترا وہ کرتا ہے، جو نہ مسئلہ کفاءت کی حقیقت کو سمجھتا ہے، نہ قرآن وحدیث کو۔

جب کہ تم کو بھی یہ تسلیم ہے ''ما بعث نبی إلا فی أحساب قومه'' کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ شریف خاندانوں میں مبعوث ہوا کرتے تھے، کوئی نبی چھوٹے گھرانے میں پیدا نہیں ہوا تو اس سے خود یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء کے خاندان کی لڑکیاں چھوٹے خاندانوں میں نہ جاتی تھیں، ورنہ ان کے خاندان دوسروں سے بڑے کیوں کر رہتے، اختلاط اور بڑے خاندان کا امتیاز باہمی اختلاط کے بعد باقی نہیں رہ سکتا، پس تمہارا وہ قول غلط ہوگیا کہ انبیاء کا تعامل مسئلہ کفاءت پر نہ تھا۔ نیز جب اللہ تعالی نے انبیاء کے لیے بڑے گھرانوں کو منتخب فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ کسی خاندان کا بڑا ہونا، چھوٹا ہونا، خدا کی طرف سے ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب خاندان برابر تھے تو اس حدیث کے کچھ معنی ہی نہیں رہتے کہ انبیاء کے لیے بڑے گھرانے تجویز کیے گئے۔ پس مسئلہ کفاءت کا ثبوت خود حق تعالیٰ کے فعل سے ہوگیا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ کفاءت کو تفریق بین الامم کا سبب سمجھنا غلط ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے خود تفریق کی ہے کہ بڑے گھرانوں میں تو انبیاء بھیجے، جلاہوں، تیلیوں میں انبیاء نہ بھیجے۔

تم نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس انتخاب کا سبب یہ تھا کہ حسن صوری اور حسن معنوی اور دیگر کمالات مرغوبہ ان میں زیادہ ہوتے ہیں اور صفات حسنہ ان میں زیادہ پائے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ایک مقدمہ یہ بھی ملا لو کہ نکاح میں الفت اور محبت اور تعلق دائم کی ضرورت ہے اور وہ بدون توافق طبائع کے نہیں ہوسکتا اور توافق طبائع کا مدار انہی صفات کے اشتراک پر ہے، جس کا انکار مکابرہ ہے تو اس سے خود مسئلہ کفاءت کا ثبوت ہوگیا اور یہ مقدمہ ہر چند کہ عقلی اور

بدیہی ہے؛ مگر حدیث "إذا أتاكم من ترضون خلقه ودينه فزوجوه" سے بھی ثابت ہے؛ کیوں کہ شریف خاندان والی کو چھوٹے خاندان والے کے اخلاق پسند نہیں ہو سکتے، اگر انصاف سے غور کیا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ مسئلہ کفاءت قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۶/رجب ۱۳۵۸ھ

تتمہ:

یہ تو اعتراضات کا جواب تھا، جس میں ضمناً کچھ دلائل بھی آ گئے ہیں، اب مستقلاً کفاءت کے دلائل ملاحظہ ہوں:

روى مسلم من حديث واثلة بن الأسقع: إن الله اصطفى كنانة من بني اسمٰعيل واصطفى من بني كنانة قريشا واصطفى من قريش بني هاشم، وزاد الترمذي: إن الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمٰعيل ومن ولد اسمٰعيل كنانة. (الحديث)

قال الحافظ في التلخيص: لايعارض هذا ما رواه الترمذي عن أبي هريرة مرفوعاً: لينتهين أقوام فيفتخرون بآبائهم الذين موتوا في الجاهلية. (الحديث) لأنه محمول على المفاخرة المفضية إلى احتقار المسلم وعلى البطر وغمض الناس وحديث واثلة تستفاد منه الكفاءة ويذكر على سبيل الشكر المنعم. (۱)

وروى الترمذي عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي لاتؤخر ثلاثاً: الصلاة إذا آنت والجنازة إذا حضرت والأيم اذا وجدت لها كفؤاً، رجاله موثقون، كما في الإعلاء.

وقال البيهقي: أمثل ما ورد في اعتبار الكفاءة حديث على هذا. (كذا في التلخيص: ۲۶۹/۱)(۲)

وصححه الحاكم في المستدرك وأقره عليه الذهبي (۱۶۲/۲)

وقال الشافعي: أصل الكفاءة في النكاح حديث بريرة لمّا خيّرت لأنها إنما خيّرت لأن زوجها لم يكن كفؤاً، انتهىٰ، أي لأن الراجح عند المحدثين أن زوجها كان عبداً. (كذا في التلخيص، ص: ۲۶۹)(۳) وحديث بريرة متفق عليه مشهور. (۴)

---

(۱) التلخيص الحبير، باب الأولياء وأحكامهم: ۳۰۴/۳-۳۰۵، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) التلخيص الحبير، باب أوقات الصلاة: ۴۷۵/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(۳) التلخيص الحبير، باب الأولياء وأحكامهم: ۳۰۶/۳، دارالكتب العلمية بيروت، انيس

(۴) حدّثنا أحمد قال: حدّثنا هُشيم قال: أخبرنا خالد عن عِكرمة عن ابن عبّاس قال: لما خُيِّرَت بربرةُ، رأيتُ زوجَها في سِكَك المدينة ودموعُه تسيلُ على لِحيته، فكُلِّمَ العبّاسُ لِيُكَلِّمَ فيه رسولَ اللّٰه -صلى اللّٰه عليه وسلم-، فقال رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لبريرة: إنّه زوجُك، قالت: تأمرُني به يا رسول اللّٰه؟ قال: إنّما أنا شافع، قال: فخَيَّرَها فاختارت نفسَها، وكان عبدًا لآل المغيرة يقال له مُغيث. [انفرد بإخراجه البخاري](جامع المسانيد لابن الجوزي، مسند عبداللّٰه بن العباس، رقم الحديث: ۲۸۷۰، انيس)

وقال أيضاً: روى الشافعي عن ابن أبي فديک عن ابن أبي ذئب عن ابن شهاب أنه بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "قدموا قريشاً ولا تقدموها"، ... ورواه البيهقي من حديث علي بن أبي طالب وجبير بن مطعم وغيرهما وقد جمعت طرقه في جزء كبير، آه. (ص: ۱۲۵)(۱)

وهذا مما احتج به الشافعية على الكفاء ة.

وقال ابن تيمية في اقتضاء الصراط المستقيم (ص: ۷٦): وأيضاً فإن عمر بن الخطاب رضي الله عنه لما وضع ديوان العطاء كتب الناس على قدر أنسابهم فبدأ بأقربهم فأقربهم نسباً الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما انقضت العرب ذكر العجم، هكذا كان الديوان على عهد الخلفاء الراشدين وسائر الخلفاء من بني امية وولد العباس إلى أن تغير الأمر بعد ذلک وسبب هذا الفضل [والله أعلم]ما اختصوا به في عقولهم وألسنتهم وأخلا قهم وأعمالهم، آه. (۲)

وفيه دلالة على اعتبار التقدم بالنسب بالإجما ع.

وروى الخلال بإسناده، عن عمر رضي الله عنه قال: لأمنعن فروج ذوات الأحساب إلا من الأكفاء، احتج به أحمد بن حنبل وهوالإمام في الحديث، فقال: إذا تزوج المولى العربية فرق بينهما وهو قول سفيان لقول عمر، فذكره. (كذا قاله الموفق في المغني: ۳۷۲/۷)(۳)

واحتجا ج مثل ابن حنبل بحديث تصحيح له.

واستدل ابن الجوزي في التحقيق على اعتبار الكفاء ة بحديث عائشة رضي الله عنها أنه عليه السلام قال: تخيروا لنطفكم وانكحوا الأكفاء، وله طرق عديدة من حديث أنس وعمر بن الخطاب، رواه ابن ماجة والحاكم والبيهقي، كذا في العزيزي وهو صحيح على قاعدة السيوطي وصحيه بالرمز في الجامع الصغير (ص: ۱۲۹)

کیا ان دلائل کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کا منہ ہے کہ بہشتی زیور میں جو مسئلہ کفاءت کا ذکر ہے، وہ ہندوستان کی ہندو اقوام کا اثر ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔ سوچنا چاہیے کہ یہ الزام کہاں تک پہنچتا ہے، جب کہ حدیث وقرآن سے کفاءت کا ثبوت موجود ہے۔ موفق الدین حنبلی امام الحنابلہ نے مغنی میں اعتبار کفاءت پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ اشتراط کفاءت میں تو علماء کا اختلاف ہے؛ مگر اعتبار کفاءت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سفیان ثوری کا قول وہی ہے، جو امام ابوحنیفہ وغیرہ کا ہے۔ ابن رشد نے بھی کفاءت کے اعتبار پر اجماع نقل کیا ہے، نفس اعتبار کفاءت میں کسی کا اختلاف نہیں، اگر کچھ اختلاف ہے تو اس کی تفصیلات وفروغ میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: ۱۰/۲)

---

(۱) التلخيص الحبير، كتاب صلاة الجماعة: ۹٦/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) اقتضاء الصراط المستقيم، النهي عن بغض العرب: ۴۴۵/۱-۴۴٦، دار عالم اكتب بيروت، انيس

(۳) المغني لابن قدامة، مسألة اشتراط الكفاء ة لصحة النكاح: ۳۳/۷، مكتبة القاهرة، انيس

علامہ ابن العربی مالکی نے آیت ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوف ﴾ کی تفسیر میں تصریح کی ہے کہ ﴿بالمعروف﴾ سے مراد کفاءت ہے، پھر فرمایا ہے کہ اعتبار کفاءت پر امت کا اجماع ہے اور یہ عورت کے اولیاء کا حق ہے۔ (ملاحظہ ہو:۸۵/۲)

ابن حزم ظاہری اگر چہ کفاءت فی الدین کے سوا کسی کفاءت کے قائل نہیں؛ مگر وہ بھی رعایت کفو کو مستحب اور مختار کہتے ہیں:

وإنما تخيرنا نكاح الأقارب؛لأنه فعل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لم ينكح بناته إلا من بني هاشم وبني عبد شمس.

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿لقد كان لكم في رسول اللّٰه أسوة حسنة﴾(الأحزاب: ۲۱)(۲۴/۱۰)(۱)

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ ﴾ سے کفاءت کا ابطال نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اس میں مردوں کو اختیار دیا گیا ہے، عورتوں کو اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ جس سے چاہیں نکاح کر لیں، ﴿**إنما المؤمنون إخوة فاصلحوا بين أخويكم**﴾ (۲) کو نکاح سے کچھ تعلق نہیں، یہاں اصلاح اور مصالحت کا ذکر ہے اور اس باب میں سب مسلمانوں کا بھائی بھائی ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے، دینی بھائی ہونا کفو ہونے کو مستلزم نہیں، فاسق فاجر بھی دینی بھائی ہے؛ مگر نص موجود ہے، ﴿**أ فمن كان مؤمناً كمن كان فاسقاً لا يستوون**﴾(۳)

مسئلہ اولیٰ بھی یعنی نابالغہ لڑکی کا نکاح باپ کر دے تو اس کو بلوغ کے بعد اختیار نہ ہوگا، اجماعی مسئلہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے، ابن حزم ظاہری بھی اس کے قائل ہیں، جو قیاس واستحسان سے بمراحل دور ہیں، اس کو حنفیہ کا استحسان کہنا جہالت ہے۔

قال في المحلي: وللأب أن يزوج ابنته الصغيرة البكر مالم تبلغ بغير إذنها ولا خيار لها إذا بلغت، ... قال أبو محمد: الحجة في إجازة إنكاح الأب ابنتي الصغيرة إنكاح أبي بكر رضي اللّٰه عنه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم من عائشة وهي بنت ست سنين وهذا أمر مشهور غني عن إيراد الإسناد فيه، فمن ادعىٰ أنه خصوص لم يلتفت إلىٰ قوله، لقول اللّٰه عزوجل﴿لقد كان لكم في رسول اللّٰه أسوة حسنة﴾،الخ.(۴۶۰/۹)(۴)

ولم يثبت أنه صلى اللّٰه عليه وسلم خيّرها ولو فعل لنقل كما نقل تخييره لبريرة حين اعتقت، قال ابن المنذر: أجمع كل من نحفظ عنه أهل العلم أن نكاح الأب ابنته الصغيرة جائز إذا زوجها

---

(۱) المحلى بالآثار: ۱۵۲/۹،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) سورة الحجرات: ۱۰،انیس

(۳) سورة السجدة: ۱۸،انیس

(۴) المحلى بالآثار: ۳۸/۹-۴۰،دارالفکر بیروت،انیس

من كفء، ويجوز له تزويجها مع كراهتها وامتناعها، ثم ذكر حديث عائشة:تزوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا بنت ست سنين ... وزوّج علي ابنته أم كلثوم وهي صغيرة عمر بن الخطاب. (مغنى:۳۷۶/۷)(۱)

والبسط في المطولات، وفيما ذكرناه بالاختصار كفاية لأهل العلم والانصاف والدراية، والحمد ولي الحمد والهداية وصلى الله على سيدنا النبي محمد وعلى آله وأصحابه أولي الفضل والولاية والحمد لله الذي بعزته وجلالته ونعمته تتم الصالحات. (امدادالاحکام:۳/۳۴۷-۳۴۹)

مسئلہ کفاءت اور حضرت تھانویؒ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ امداد الفتاوی ۳۵۵/۲، باب کتاب النکاح ''کفاءت میں حرفت اور چال چلن کا معتبر ہونا'' کے عنوان میں درج سوال نمبر: ۴۵۰ کے جواب میں اپنے فتویٰ کے ذریعہ مسلمانوں کو دوطبقوں میں تقسیم کیا ہے، ایک شریف وبڑی قوم (سید، شیخ، مغل پٹھان) دوسرے ذلیل قومیں وچھوٹی قومیں مثل جولاہا وتیلی، سوال وجواب درج ذیل ہے:

سوال نمبر ۴۵۰: مسلمانوں میں جوتفریق ذاتوں کی ہے، مثلاً شیخ، سید، مغل، پٹھان، جولاہا، تیلی گوجر، جاٹ وغیرہ، معاملہ اُخروی میں، اگرچہ کچھ تفریق معتبر نہیں، عمل کی ضرورت ہے؛ مگر اُمور دنیوی مثلاً نکاح وغیرہ میں یہ سب ایک سمجھے جاویں گے، یا کچھ تفاخر کو اس میں دخل ہے۔ زید کہتا ہے کہ شیخ سید کے سوا سب ایک ذات ہے، کچھ تمیز نہ کرنی چاہیے۔ عمرو کہتا ہے کہ علاوہ شیخ سید ودیگر اقوام جو شریف ہیں، مثلاً مغل، پٹھان وہ ہم پلہ ہرگز ذلیل قوم مثل جولاہا وتیلی کے نہیں ہیں، نکاح وغیرہ میں سب کا معاملہ ایک ساتھ ہونا چاہیے اور کفو غیر کفو ہونا علاوہ شیخ سید دوسری قوموں میں باعتبار پیشہ اور چال چلن، دنائت وغیرہ کے دیکھا جاوے گا اور ایسا تفاخر اور چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے۔ اب علماء شرع سے سوال ہے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ اور نسب وحسب میں کیا فرق ہے، جیسا فخر نسب پر ہوسکتا ہے، کیا شرعاً حسب پر بھی جائز ہے؟

الجواب:**أخرج الدار قطني ثم البيهقي ... فيه التفاخر بالدنيا فافهم.** (سنن الدار قطني: ۵۲۸/۲)

ان روایات حدیثیہ وفقہیہ سے ثابت ہوا کہ قول عمرو کا صحیح ہے اور یہ کہ مبنی اس کا عرف پر ہے، جس کا حدیث میں بھی اعتبار کیا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم عجم میں جو نسباً کفاءت معتبر نہ ہونا فقہا نے لکھا ہے، یہ بھی مقید ہے، اس کے ساتھ کہ جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ ہو، ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب وقومیت کے معتبر ہوگا۔ کما مر من الاستثناء، الخ۔ (امدادالفتاویٰ)

(۱) **المغني لابن قدامة،مسألة زوج الرجل ابنته البكر فوضعها في كفاءة: ۴۰/۷،مكتبة القاهرة،انيس**

اَب مذکورہ سوال وجواب کی روشنی میں علماء شرع سے سوال ہے کہ:

سوال (۱) یہ فتویٰ قرآنِ حکیم وسرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کے خلاف ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو قرآنِ کریم کی کس آیتِ کریمہ اور کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟

(۲) قرآن حکیم اور حدیث شریف میں کن کن قوموں کو شریف وبڑی قومیں اور ذلیل وچھوٹی قومیں کہا گیا ہے؟ اگر نہیں تو مولانا تھانویؒ کا یہ فتویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے، یا نہیں؟

(۳) مثل جولاہا وتیلی میں مثل سے مراد کیا ہے؟ مولانا کے نزدیک اور کون کون قومیں ذلیل وچھوٹی قوموں میں شامل ہیں؟

(۴) شیخ، مغل اور پٹھان قوموں ومثل جولاہا وتیلی قوموں کا ظہور اسلام میں کب ہوا؟

(۵) اسلام میں کون کون قومیں شریف قوموں اور کون کون قومیں ذلیل وچھوٹی قوموں میں شامل ہیں؟ یا مولانا کا فتویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے؟

(۶) ''چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے''؟ پر فتویٰ دینا قرآن وحدیث کے مطابق صحیح ہے، یا غلط بیانی پر مبنی ہے؟

(۷) مولانا تھانویؒ کا فتویٰ ہندوستان کی تمام پیشہ ور برادریوں کی دل آزاری کرنے والا ہے، یا نہیں؟

(۸) مولانا تھانویؒ کا مسلمانوں کی تمام پیشہ ور برادریوں پر ذلیل وچھوٹی قوموں کا فتویٰ احترام آدمیت، اِسلام کے اُصول مساوات کو پارہ پارہ کرنے والا اور اشاعتِ اسلام میں رکاوٹ ہے، یا نہیں؟

(۹) آقاء نامدار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن پیشوں کو پسند فرمایا اور اُن پر عمل کر کے دکھایا ہے اور کن کن پیشوں کو ذلیل پیشہ فرمایا ہے اور کن کن پیشوں سے عار کرنے کے لئے فرمایا ہے؟

(۱۰) علماء دیوبند اور ہندوستان کے دارالفتاویٰ کو مولانا کے فتویٰ کو رد کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو مولانا تھانویؒ کے اسلام میں شریف قوم (سید، شیخ، مغل، پٹھان) اور ذلیل قوم (تمام جائز پیشہ کرنے والی برادریاں) کی تقسیم کے مشن اور تعلیمات کو آگے بڑھانے، اس کی تبلیغ کرنے اور اس تعلیم کو مسلمانوں کے گھر گھر میں پہنچانے کی سعی کرنی چاہیے، یا نہیں؟ اب تک علماء دیوبند نے اس سلسلہ میں کیا سعی فرمائی؟

(۱۱) مولانا تھانویؒ کا مسلمانوں کو شریف وذلیل قوموں میں تقسیم کرنا مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنا ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر میں انسانوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کا مدار خاندان نہیں ہے؛ بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری

ہے، نیز اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾

اس لیے کسی بھی انسان کو برادری، یا رنگ ونسل کی بنیاد پر حقیر سمجھنا قطعاً جائز نہیں ہے، البتہ عقدِ نکاح کا تعلق چوں کہ معاشرتی زندگی سے ہے اور معاشرتی زندگی میں کامیابی اور پائیداری کے لیے زوجین اور متعلقہ خاندانوں کے درمیان طبعی موافقت کی ضرورت ہوتی ہے؛ اس لیے شریعت نے انتظامی طور پر نکاح میں کفاءت کا لحاظ رکھا ہے، یہ کوئی ایسا ضروری امر نہیں کہ اس کو پیشِ نظر رکھے بغیر نکاح ہی صحیح نہ ہو؛ کیوں کہ اگر فریقین راضی ہوں تو کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والے زوجین میں نکاح منعقد ہوسکتا ہے، شرعاً اِس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کا تعلق بھی اسی انتظامی امر سے ہے، اس سے کسی برادری کی توہین مقصود نہیں ہے اور آپ نے سوال میں جن برادریوں کی نشان دہی کی ہے، اُن کا ذکر ''امداد الفتاویٰ'' میں حضرت کے جواب میں نہیں ہے؛ بلکہ سائل نے اپنے سوال میں اس کا ذکر کیا ہے، جس کی ذمہ داری حضرت حکیم الامتؒ پر نہیں ڈالی جاسکتی ہے۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يا بنی بياضة! أنكحوا أبا هند، وانكحوا إليه، قال: وكان حجاما. (السنن الكبریٰ للبيهقی،باب لا يرد نكاح غير الكفء،الخ:۱۳۶/۷، المستدرك للحاكم:۱۸۷/۲، المعجم الكبير: ۳۲۱/۲۲ رقم: ۸۰۸)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتاكم من ترضون خلقه ودينه فانكحوه إلا تفعلوا تكن فتنة فی الأرض وفساد عريض. (المستدرك للحاكم:۱۹۷/۲،رقم:۲۶۹۵)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كرم المؤمن دينه، ومروء ته عقله، وحسبه خلقه. (المستدرك للحاكم:۱۷۷/۲،رقم: ۲۶۹۱)

عن سماك بن حرب قال: جاء رجل إلى علی رضی الله عنه، فقال: امرأة أنا وليها تزوجت بغير إذنی، فقال علی رضی الله عنه: تنظر فيما صنعت إن كانت تزوجت كفوا أجزنا ذٰلك لها، وإن كانت تزوجت من ليس لها كفوا جعلنا ذٰلك إليك. (سنن الدار قطنی:۱۶۶/۳،رقم: ۳۵۳۱)

الكفاء ة معتبرة فی ابتداء النكاح للزومه أو لصحته. (الدر المختار مع الشامی: ۲۰۶/٤ زكريا)

وتعتبر الكفاء ة نسبا وحرية وإسلامًا وديانةً ومالًا وحرفةً. (الدر المختار مع الشامی: ۲۰۹/٤-۲۱۵، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۶/۷/۱۴۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۳/۸-۳۷۶)

کفو کا مسئلہ اور ذات برادری کی شرعی حیثیت:

سوال: کفو کے بیان میں صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب میں، ص، ۳۰۱ پر امام ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے، جس

کا مفہوم یہ ہے کہ ذلیل پیشوں کا کفو میں اعتبار کیا جائے گا اور ان کی نظیر میں جولاہا، حجام ودباغ وغیرہ ذلیل پیشہ ور ہیں اور یہ لوگ صراف وبزاز کے برابر نہیں ہیں اور حاشیہ شرح وقایہ پر بھی ہے:

''الحائک لیس کفؤاً لبنت الدھقان وإن کانت فقیرۃ''.

سوال یہ ہے کہ کیا شریعت میں بھی نیچ اونچ اور ذات پات کا اعتبار ہے؟ ہے تو کیسے اور کہاں سے؟ جب کہ علامہ شامی اور ابن ہمام نے اور ایک روایت میں خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پیشہ کا اعتبار نہیں ہے؛ پس آج تک کتب فقہ میں یہ عبارتیں کیوں مذکور ہیں، یہ الفاظ وحی تو نہیں ہیں کہ جن پر تنسیخ کا قلم اٹھانا خروج از اسلام کا باعث ہو،لہذ اجناب عالی سے گزارش ہے کہ جواب شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں؛ تا کہ اطمینان وسکون ہو جائے۔

نوٹ: اسباق میں یہ بتایا جاتا ہے کہ پہلے یہ باتیں تھیں، اب نہیں ہیں، پس فی زماننا یہ عبارتیں کیوں ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

شریعت میں ذات پات کا اعتبار نہیں ہے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾(سورۃ الحجرات:۱۳)

(یعنی بے شک تم لوگوں میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو متقی ہو۔)

حدیث شریف میں ہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا:

''يَا أَيُّهَا النَّاس،رَبُّكُمْ وَاحِدٌ، لا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى،إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ''. (الترغیب والترھیب:۶۱۲/۳)(۱)

(یعنی اے لوگو تمہارا رب ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے فضیلتِ تقویٰ کے۔)

اور کتب فقہ میں جو کفو کی روایتیں مذکور ہیں، وہ ضعیف بلکہ موضوع وساقط الاعتبار ہیں۔نصب الرایہ میں ہے:

قَالَ عليه السلام:أَلَا لَا تُزَوِّجُ النِّسَاءَ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ، وَلَا يُزَوَّجْنَ إِلَّا مِنْ الْأَكْفَاءِ،قُلْت:أَخْرَجَهُ

---

(۱) عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَقَالَ:يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى أَبَلَّغْتُ "، قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ:أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قَالُوا بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ بَيْنَكُمْ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ ،قَالَ: وَلَا أَدْرِي قَالَ: أَوْ أَعْرَاضَكُمْ، أَمْ لَا كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَبَلَّغْتُ،قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ:لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ.(مسند الإمام أحمد،حدیث رجل من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،رقم الحدیث:۲۳۴۸۹،انیس)

الدَّارَقُطْنِيُّ، ثُمَّ الْبَيْهَقِيُّ فِي سُنَنَيْهِمَا عَنْ مُبَشِّرِ بْنِ عُبَيْدٍ حَدَّثَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عَنْ عَطَاءٍ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا تُنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ، وَلا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ، وَلا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ، انْتَهَى، قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: مُبَشِّرُ بْنُ عُبَيْدٍ مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، أَحَادِيثُهُ لا يُتَابَعُ عَلَيْهَا، انْتَهَى، وَأَسْنَدَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ أَنَّهُ قَالَ: أَحَادِيثُ مُبَشِّرِ بْنِ عُبَيْدٍ مَوْضُوعَةٌ كَذِبٌ، انْتَهَى. (۱۷/۲)(۱)

نیز اسی کتاب میں ہے:

قَالَ عليه السلام: قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ بعض، بَطْنٌ بِبَطْنٍ، وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ، قَبِيلَةٌ بِقَبِيلَةٍ، وَالْمَوَالِي بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ، رَجُلٌ بِرَجُلٍ، قُلْت: رَوَى الْحَاكِمُ حَدَّثَنَا الْأَصَمُّ ثنا الصَّغَانِيُّ ثنا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ ثَنَا بَعْضُ إخْوَانِنَا عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ، قَبِيلَةٌ بِقَبِيلَةٍ، وَرَجُلٌ بِرَجُلٍ، وَالْمَوَالِي بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ، قَبِيلَةٌ بِقَبِيلَةٍ، وَرَجُلٌ بِرَجُلٍ، إلَّا حَائِكٌ أَوْ حَجَّامٌ، انْتَهَى، قَالَ صَاحِبُ التَّنْقِيحِ: هَذَا مُنْقَطِعٌ، إذْ لَمْ يُسَمِّ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْضَ أَصْحَابِهِ، انْتَهَى، وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ طَرِيقٌ آخَرُ: رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ فِي مُسْنَدِهِ مِنْ حَدِيثِ بَقِيَّةَ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي الْفَضْلِ الْأَيْلِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا نَحْوَهُ سَوَاءً، قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ مَوْضُوعٌ. (۱۸/۲)(۲)

---

(۱) نصب الراية،باب في الأولياء والأكفاء: ۱۹٦/۳،مؤسسة الريان،انيس

ترجمہ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار! عورتوں کا ان کے ولی ہی نکاح کریں اور صرف کفو میں ہی ان کی شادی کی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو دار قطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے، مبشر بن عبید کے حوالہ سے، اس نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے حجاج بن ارطاۃ نے، انہوں نے عطا و عمرو بن دینار سے انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح صرف کفو میں کرواور ان کی شادی صرف ان کے ولی کریں اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ ہو۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ مبشر بن عبید متروک الحدیث ہے، اس کی احادیث کے لیے متابع نہیں۔ بیہقی نے معرفۃ میں امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ امام محمد فرماتے ہیں کہ مبشر بن عبید کی حدیثیں موضوع اور جھوٹی ہیں۔

(۲) نصب الراية،باب في الأولياء والأكفاء: ۱۹۷/۳۔۱۹۸،مؤسسة الريان،انيس

ترجمہ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قریش، بعض، بعض کے کفو ہیں، ایک بطن دوسرے بطن کے لیے اور عرب بعض بعض کے کفو ہیں، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے لیے، اور عجمی بعض بعض کے کفو ہیں، ایک آدمی دوسرے آدمی کے لیے۔ میں کہتا ہوں کہ روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے، انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے اصم نے، انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے صنعانی نے، انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے شجاع بن ولید نے، انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہمارے بعض بھائیوں نے انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے عبد اللہ بن ملیکہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرب ان میں کے بعض بعض کے کفو ہیں، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے لیے اور ایک آدمی دوسرے آدمی کے لیے اور عجمی ان میں کے بعض بعض کے کفو ہیں، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے لیے اور ایک آدمی کے لیے، سوائے بنائی کے پیشہ والے اور پچھنا لگانے کے پیشہ والے کے۔ ==

کفت فقہ میں یہ روایتیں نہیں کرنی چاہیے تھیں؛ لیکن بجز انبیاء علیہم السلام کے کوئی معصوم نہیں ہے، غلطی ہوسکتی ہے؛ اس لیے ایسا ہوگیا اور علما نے اس کی طرف توجہ نہیں کی کہ دوسری کتاب ہدایہ کے مقابل میں لکھتے، یا ان کو موقع نہیں مل سکا؛ کیوں کہ یہ کام آسان نہیں ہے، باقی بہیترے مدرسین درس میں ان روایتوں کا حال ظاہر کردیتے ہیں۔

چنانچہ مجھے جب جب ہدایہ پڑھانے کا اتفاق پڑا تو ان روایتوں کی حقیقت طلبہ کے سامنے رکھ دی اور یہ ظاہر کردیا کہ اصل کفو دینداری ہے، مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی شریف مذکور ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُم مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ، وَفَسَادٌ عَرِيضٌ. (۲۶۷/۲:)(۱)

اور دینداری کے علاوہ کفاءت کا اعتبار اولویت کا درجہ ہے کہ امور خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں خوشگواری حاصل ہو اور حسن معاشرت کے ساتھ کام کاج میں سہولت پیدا ہو، اگر قرآن وحدیث سے اس کی بڑی اہمیت ہوتی تو کیوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت زید جو غلامی سے آزاد کئے گئے تھے، ان کا نکاح حضرت زینب قریشہ سے کردیتے، جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہند جو آزادشدہ غلام تھے، ان کے متعلق بنی بیاضہ سے فرمایا کہ ان کا نکاح اپنی لڑکی سے کردو، ابوداؤد شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن أبا هند حجم النبي صلى الله عليه وسلم في اليافوخ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا بني بياضة انكحوا أبا هند وانكحوا إليه. (بذل المجهود: ۲۹/۳)(۲)

(فتاویٰ احیاء العلوم، ص: ۲۰۷-۲۱۲) ☆

== صاحب تنقیح کہتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے؛ اس لیے کہ شجاع بن ولید نے اپنے بعض اصحاب کا نام نہیں بتایا، نہ بیہقی نے اس روایت کو ایک دوسری سند سے بھی بیان کیا ہے، روایت کیا اس کو ابویعلی موصلی نے اپنی مسند میں بقیہ بن ولید اور زرعہ بن عبداللہ زبیدی کی سند سے، انہوں نے عمران بن ابی الفضل الایلی سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا حدیث مذکورہ کے مثل، علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر وموضوع ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ، وَفَسَادٌ عَرِيضٌ. (سنن الترمذی، أبواب النكاح، باب ماجاء إذا جاء كم من ترضون دينه، رقم الحديث: ۱۰۸۴، انیس)

ترجمہ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تمہارے پاس ایسے شخص کا پیغام آئے، جس کی دینداری واخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو فوراً اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کردو، اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور لمبا چوڑا فساد پھیل جائے گا۔

(۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو ہند جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں پچھنا لگایا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بنو بیاضہ سے فرمایا کہ ابو ہند سے رشتہ مناکحت قائم کرو۔

☆ **نوٹ:** مذکورہ فتویٰ میں حضرت مولانا الحاج مفتی یٰسین صاحب سے تسامح واقع ہوا ہے، کفاءت کا مسئلہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے، تفصیل کے لیے امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام وغیرہ کتب فتاویٰ کا مطالعہ کریں۔ انیس الرحمٰن قاسمی

کیا کفاءت شرعی حکم نہیں:

سوال: ایک عورت نے خود اپنا نکاح کر لیا ہے کہ خدا اور رسول، کلمہ، قرآن سب ایک ہیں۔ ہندوستان میں صرف ۱۷ر مسلمان آئے تھے، یہاں کے پیشوں سے ذات برادری بن گئی، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ سب کھانے کمانے کے لیے گروہ بنا لیے؛ کیوں کہ مرد غیر برادری ہے۔ کیا عورت کا کہنا درست ہے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

عورت کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ مسلمانوں کا خدا اور رسول، کلمہ اور قرآن سب ایک ہے؛ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ برادری کس چیز کا نام ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ حدیث شریف میں نکاح کے متعلق برادری کا اعتبار کیا گیا ہے،(۱) اگر عورت اپنے سے کم درجہ کے خاندان میں اپنا نکاح بغیر ولی کی رضامندی کے کرے، جس سے اس کے خاندان کو عار لاحق ہو تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ کتب فقہ شامی،(۲) بحر،(۳) فتح القدیر،(۴) وغیرہ(۵) میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، مدرسہ دار العلوم دیو بند، ۱۳۸۵/۱۰/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۱۴)

دفع شبہات از مسئلہ کفاءت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں: قرآن شریف میں کہیں ایسا بھی حکم ہے کہ عجم کے نومسلموں سے آبائی مسلمان زیادہ شریف ہیں اور اگر ہے تو کون سے پارہ میں اور کون سے رکوع میں ہے؟ یا صحاح ستہ کی کتابوں میں سے اس مضمون کی حدیث بھی ہے کہ عجم کے نومسلم سے آبائی مسلمان زیادہ شریف ہیں اور اگر ہے تو کون سی کتاب اور کون سے صفحہ میں یہ حکم ہے؟

(۱) "عن علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال له: "یا علی! ثلث، لا تؤخرها: الصلاة إذا أتت، والجنازة إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لها كفواً". (جامع الترمذی، أبواب الجنائز، باب ما جاء فی تعجیل الجنازة: ۱/۲۰۵، سعید)

(۲) قال العلامة الحصكفی رحمه اللّٰہ تعالیٰ: "(ویفتی) فی غیر الكفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان)". (الدر المختار)

"وهذا إذا كان لها ولی لم یرض به قبل العقد ... لأن وجه عدم الصحة علی هذه الروایة دفع الضرر عن الأولیاء". (ردالمحتار: ۳/۵۶-۵۷، كتاب النكاح، باب الولی، سعید)

(۳) البحر الرائق: ۳/۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولیاء والأكفاء، رشیدیه

(۴) فتح القدیر: ۳/۲۹۴، كتاب النكاح، فصل فی الكفاءة، مصطفی البابی الحلبی مصر

(۵) حاشیه الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۲۷، كتاب النكاح، باب الولی، دار المعرفة بیروت

(۲) آبائی مسلمان شریف ہیں ان نومسلموں سے جوخود مسلمان ہوا ہو، یا اس کا باپ مسلمان ہوا ہو۔ یہ قول معصوم کا ہے، یا علما کا ہے؛ کیوں کہ یہ قول کافر مشرکوں کو ایمان لانے سے روک رہا ہے تو قول قابل عمل کرنے کے ہے، یانہیں؟

(۳) عجم کے آبائی مسلمان کے مقابلہ میں عرب شریف کے نومسلم زیادہ شریف ہیں؟

الجواب

ان سوالات کے ضمن میں سائل نے چند دعوے سے بھی کئے ہیں، ان میں سے بعض بطور نمونہ کے مع مناقشہ کے ذکر کئے ہیں، قولہ: قرآن شریف میں کہیں ایسا بھی حکم سے، الخ، وقولہ: صحاح ستہ میں اس مضمون کی حدیث بھی ہے، الخ، اس میں دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث خصوصی صحاح ستہ کی حدیث حجت ہے، کتب ستہ کے علاوہ دوسری احادیث اوراجماع اور قیاس حجت نہیں؟ قولہ: یہ قول معصوم کا ہے، یا علماء کا ہے؟ ظاہراً معصوم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تب تو اس میں بھی وہی دعویٰ ہے، جو اوپر گزرا؛ لیکن اگر معصوم میں اہل اجماع کو بھی داخل کیا ہے، اس بنا پر کہ ان میں گو ہر ہر واحد معصوم نہیں؛ لیکن مجموعہ معصوم ہے، لحدیث: ''إن اللّٰه لایجمع أمتی علی الضلالة''، (۱) تو قیاس کی حجت کی نفی کا دعویٰ اب بھی باقی ہے، قولہ: کیوں کہ یہ قول کافر مشرکوں کو ایمان لانے سے روک رہا ہے، الخ، اگر یہ محذور دونوں تقدیروں پر لازم کیا ہے، خواہ وہ معصوم کا قول ہو، یا علماء کا، تب تو بڑا شنیع دعویٰ ہے کہ معصوم کے قول محض ایک رائے سے رد ہے، اگر خصوص معصوم سے مراد پیغمبر ہوں تو اس کی شناعت کی کوئی حد نہیں کہ نص کا انکار ہے اور اگر صرف علماء ہی کے قول پر یہ محذور لازم کیا ہے تو اول نفس مسئلہ تفاضل بالاسلام وبالعربیۃ میں کسی متبوع کا خلاف منقول نہیں، گو بعض جزئیات میں اختلاف ہو تو مسئلہ اجماعی ہوا تو اجماع کا رد ہے اور اگر اجماع بھی نہ ہوتا، تب بھی اس میں علماء کے عدد کثیر کی تحقیق وتجہیل ہے کہ انہوں نے اتنی بڑی مضرت کا احساس نہیں کیا اور یہ سب لوازم دعاویٰ ہیں، علاوہ اس کے اس میں جو مانعیت کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ قول کافر مشرکوں کو ایمان لانے سے روک رہا ہے، الخ، سو یہ مانعیت کل کفار کے اعتبار سے ہے، یا بعض کے اعتبار سے شق اول تو مشاہدۃً باطل ہے؛ کیوں کہ باوجود اس مسئلہ کے مشہور ہونے کے ہر زمانہ میں ہزاروں کفار برابر اسلام قبول کرتے رہے ہیں اور جن کو بعد میں معلوم ہوتا ہے، وہ بھی سب مرتد نہیں ہوتے اور شق ثانی پر اس مسئلہ کی کیا تخصیص ہے، بعض نقل کے لیے تو دوسرے ایسے مسائل بھی مانع عن الاسلام ہورہے ہیں، جو قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ نص سے ثابت ہیں، مثلاً جہاد، واسترقاق، وتعدد نکاح ومشروعیۃ طلاق وذبح حیوانات **وغیرها من الأحكام التی لاتتناهی** تو کیا سائل صاحب ان سب مسائل کے ابطال کا

---

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَةِ أَبَدًا، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ. (المعجم الكبير للطبرانی، عمروبن دينار عن ابن عمر، رقم الحديث: ۱۳۶۲۳، كذا فی المستدرک للحاكم، رقم الحديث: ۳۹۶، انیس)

التزام کر سکتے ہیں ؛ بلکہ خود اس مسئلہ کا مقابل مساوات مطلقہ بعض کفار کے لیے مانع عن الاسلام ہوسکتا ہے، مثلاً اگر کسی ہندو رئیس مقرر راجپوت کو یہ معلوم ہو جاوے کہ میں مسلمان ہو کر شرافت میں ایک نو مسلم بھنگی، یا چمار کی برابر سمجھا جاؤں گا اور اگر وہ میری لڑکی کے لیے پیام دے تو خاندانی تفاضل ؛ یعنی عدم کفاءت کا عذر کرنا میرے لیے موجب معصیت وموجب عقوبت آخرت ہوگا تو کیا ممکن نہیں کہ یہ معلوم کر کے وہ اسلام سے رک جاوے تو یہ محذور دونوں جانب برابر رہا، پھر اس مانعیت کے کیا معنیٰ؟

بہر حال یہ سوالات اس عنوان سے اتنے دعووں کو مستلزم ہیں، اگر اب بھی اس عنوان کو باقی رکھا جاتا ہے تو ان دعوؤں کو ثابت کیا جاوے، ورنہ عنوان بدلا جاوے، جس میں کسی غیر مسلم مقدمہ کا دعویٰ نہ ہو۔ فقط

۱۷ /جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ (النور، ص ۷، ۱۳۵۲ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۳۵۱-۳۵۲)

کیا مسئلہ کفاءت شریعت سے متصادم ہے:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کفو کا مسئلہ شریعت سے متصادم ہے؛ کیوں کہ یہ نصوص کے مخالف ہے، شریعت تو تقویٰ کو معیار بتاتی ہے، حسب ونسب وغیرہ کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں، اسی طرح حدیث میں ''فاظفر بذات الدین'' دینداری کو مدار بتانے کی ترغیب ہے، نیز قرونِ اولیٰ کے واقعات ہیں کہ ایک کم حسب ونسب والے نے ایک اعلیٰ نسب لڑکی سے نکاح کرلیا؛ بلکہ غلاموں کے نکاح امیر زادیوں سے ہوئے ہیں، چناں چہ یہ حضرت اس معاملے میں بہت تشدد کرتے ہیں اور مسئلہ کفوء پر عمل کرنے والے کو کافر تک کہہ دیتے ہیں، لہٰذا آپ سے مسئلے کا تفصیلی حل مطلوب ہے از راہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی صحیح کیفیت اور مسلکِ اعتدال تحریر فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شرعی مسائل میں حدّ سے تجاوز اور ایک دوسرے پر کفر وضلال کا اطلاق نہایت جرأت اور حماقت کا مظاہرہ ہے، ہم سب کو مسائل شرعیہ میں علماء اور مفتیان کرام سے معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے، نہ کہ اپنے ذہن سے ہی ایک مسئلہ تجویز کر کے اسے شریعت کا جز بنانے کی کوشش کرنا، یہ انتہائی خطرناک اقدام ہے، جس کے عواقب برے ہیں۔

کفو کا مسئلہ روایۃً اور درایۃً دونوں طرح ثابت ہے، ترمذی شریف کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا:

''**ثلاث لاتؤخرها ... والأيم إذا وجدت لها كفؤاً**''. (سنن الترمذی: ۱/ ۲۰۵)

(تین چیزوں کو مؤخر نہ کرو۔۔۔ان میں سے ایک یہ کہ بے نکاحی لڑکی کا نکاح کرنے میں جب اس کے کفوء کا رشتہ مل جائے۔)

نیز بیہقی میں حضرت جابر کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں:

”**لاتنکحوا النساء إلا الأکفاء**“. (سنن البیهقی: ۱۳۳/۷) (عورتوں کا نکاح غیر کفوء میں نہ کرو۔)

نیز ابن ماجہ، مستدرک حاکم، اعلاء السنن اور دیگر کتب میں مسئلہ کفائت سے متعلق اور احادیث بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ شریعت نے کفاءت میں چند اوصاف کا لحاظ کیا ہے، بہتر یہی ہے کہ نکاح کفو میں کیا جائے؛ کیوں کہ غیر کفو کے اولاً اخلاق و عادات میں موافقت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے ہمیشہ آپس میں ناچاقی رہتی ہے۔ میاں بیوی کے معاملات اتنے وسیع نوعیت کے ہوتے ہیں کہ اس میں بہت سے مواقع پر ایک دوسرے کی باتوں کا تحمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور غیر کفو میں انسان تحمل نہیں کرسکتا، نتیجتاً ایسے افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں، جو گناہ اور اذیت کا سبب بنتے ہیں، لہٰذا شریعت نے نکاح جیسے معاملے میں ابتداءً ہی برابری کو ملحوظ رکھا ہے۔

سوچنے کا مقام ہے، ایک لڑکی ناز و نعم میں پلی ہو، اس کے گھر میں تمام سہولیاتِ زندگی وافر ہوں اور اس کا نکاح کسی غریب اور گھٹیا پیشے کے انسان سے کردیا جائے تو کیا وہ لڑکی نباہ کرسکے گی؟ اور کیا لڑکی کیا زخود ایسے لڑکے سے نکاح کرلینے کی صورت میں سرپرست قعرِ مذلت میں نہیں دھنس جائیں گے؟

اس سے آگے اگر یہ نکاح منعقد قرار دیا جائے تو بعد میں اس سے پیدا شدہ اولاد کی شادی ایک مسئلہ بن جائے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿**وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَّإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ**﴾ (سورة الحديد: ٢٦)

(اور تحقیق ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو بھیجا اور نبوت اور کتاب کو ان کی اولاد میں رکھ دیا۔)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد نبوت اور کتاب کو ان کی اولاد میں منحصر کردیا گیا اور یہ شرف پھر کسی غیر ابراہیمی کو نہ مل سکا، اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

”**الناس معادن کمعادن الفضة والذهب خیارهم في الجاهلیة خیارهم في الإسلام إذا فقهوا**“. (الصحیح لمسلم: ۳۳۱/۲، کتاب البر والصلة)

(یعنی سونے چاندی کی کانوں کی طرح انسانوں کی بھی مختلف کانیں ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جاہلیت (قبل از اسلام) اچھے شمار ہوتے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے ہیں جب کہ تفقہ [علم] حاصل کرلیں۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال اس سلسلے میں واضح ہے، آپ جاہلیت میں بھی بہادر، دلیر اور امتیازی شان کے مالک تھے، اسی طرح اسلام میں بھی آپ کا درجہ امتیازی رہا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

”**الأئمة من قریش**“. (مسند أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالک، ص: ۴۰۰)

(یعنی ائمہ صرف قریش سے ہوں گے۔)

اس حدیث سے متعلق حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں:

''کوئی تو وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو قریش کے ساتھ مخصوص فرمایا (یعنی) امامت کبری میں قریشیت کو شرط ٹھہرایا اور امامتِ صغریٰ میں خاندانی شرافت کو مرجحات میں سے کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل انساب میں شانِ قبوعیت (سرداری کی شان) دوسروں سے زیادہ ہے، الائمۃ من قریش ایک انتظامی مصلحت ہے، قدرتی طور سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو فضیلت دی ہے تو جب ائمہ اور امراء ان میں سے ہوں گے تو اوروں کو ان کی اتباع سے عار نہ ہوگا اور ان کو دوسروں کی اتباع سے عار ہوتا۔'' (اسلامی شادی، حسب ونسب کا بیان، ص:۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حسب نسب بھی کرم سے مطلق خالی نہیں، البتہ اتنا ہے کہ صاحب نسب کا کریم ہونا لازم بھی نہیں؛ کیوں کہ اکرمیت کا اصل مدار تقوی پر ہے۔ (ایضا، بتغیر، ص:۶۲)

نیز آیت ﴿إن أكرمكم عند الله أتقكم﴾ میں مدارِ کرامت تقویٰ کو بنایا گیا ہے؛ لیکن شادی کا معاملہ ایسا نہیں کہ اس میں صرف تقویٰ کو دیکھا جائے، دیگر اشیاء (پیشہ، رہن سہن، مال وغیرہ) کا دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے؛ کیوں کہ یہ معاملہ ایک یا دو دن کا نہیں؛ بلکہ دو زندگیوں کا تاحیات بندھن ہے۔ اسی وجہ سے حضرت فاطمہ کے نکاح کا پیغام اولاً سیدنا و سید المتقین جناب ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر نے بھیجا تھا۔ روایت میں ہے:

وعن بريدة، قال: خطب أبو بكر وعمر فاطمة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنها صغيرة، ثم خطبها على فزوجها منه. (رواه النسائي) (مشكاة: ۵۶۵/۲)

(حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ ابوبکر اور عمر نے فاطمہ کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور ارشاد ہوا کہ نہیں فاطمہ چھوٹی ہیں۔)

ظاہر ہے شیخین کا تقوی وطہارت میں درجہ علی سے بڑھ کر تھا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے (جن میں سے عمر کا تفاوت بھی ہے) یہ نکاح منع فرمادیا۔

مسئلہ کفاءت کو بالکلیۃ نہ ماننا بہت سے مصالح کو فوت کر دیتا ہے، جس کا نتیجہ لازما تلخ نکلے گا، لڑکی کو برداشت کرتے کرتے مہلک امراض کا سامنا کرنا پڑے گا، لڑکا طلاق کی دھمکیاں دیتا رہے گا، البتہ اتنا ہے کہ بسا اوقات لڑکے میں کوئی ایک صفت (مثلاً عالم ہونا) وغیرہ ایسی ہوتی ہے کہ جو باقی تمام صفات کو پس پشت ڈالنے کے لیے کافی ہوتی ہے، لہٰذا لڑکا اگر کسی ایسی صفت کا مالک ہے تو پھر وہ کفو ہے اور اولیاء کے لیے باعث عار نہیں۔

سوال میں ذکر کردہ حدیث مشکوۃ شریف میں مکمل یوں منقول ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك. (مشكوة، ص: ۲۶۷)

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے، اس کے مال، حسب، حسن اور دین کی وجہ سے (اور اے ابو ہریرہ) دیندار کو ترجیح دو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔)

اس حدیث میں رشتہ کے وقت لڑکی میں دینداری کو ترجیح دینے کا ذکر ہے۔ علامہ ابن حجر فتح الباری (۹/۱۱۰) میں اس حدیث سے متعلق فرماتے ہیں: "**وبهٰذا الحديث تمسک من اعتبر الكفاءة بالمال**" (اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے، جو کفاءت میں مالداری کا اعتبار کرتے ہیں۔)

نیز فرماتے ہیں: "**والمعنى أن اللائق بذي الدين والمروءة أن يكون الدين مطمح نظره في كل شيء لا سيما فيما تطول صحبته**" (یعنی دیندار صاحب مروّت شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ دین اس کا مقصود ہو، ہر چیز میں بالخصوص جس سے طویل صحبت ہونی ہے۔)

نیز سوال میں ذکر کردہ واقعات بظاہر اولیاء کی اجازت سے ہوئے ہیں، یا لڑکا باوجود غریب ہونے کے علم وفضل میں لائق ہے؛ اس لیے ہوئے ہیں اور یہ دونوں نکاح منعقد ہیں، لأن شرف العلم فوق شرف النسب وغیرہ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس بات کا انکار ناممکن ہے کہ ہر برادری کا رہن سہن، مزاج، سوچ، عادتیں اور معاشرت سب مختلف ہوتی ہیں، ان کی رعایت نہ کرنا لڑکی کے ساتھ انصاف نہیں؛ بلکہ ظلم ہے، لہٰذا اسلام نے ان چیزوں کو ملحوظ رکھا ہے، البتہ حسب ونسب کی بنا پر تکبر کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس میں شک نہیں؛ لیکن شادی میں زبان، نسل وغیرہ کا دیکھنا عین مصلحت ہے، یہی شریعت کا حکم ہے اور یہی قرآن وحدیث نیز فقہا کے استنباطات سے ثابت ہے۔ امید ہے کہ اتنی تفصیل سے بات سمجھ آ گئی ہوگی؛ لیکن اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو مسئلہ کفاءت (فی ضمن مسائل النکاح) سے متعلق اکابر کی کتابوں کا مطالعہ کریں، امید ہے تشفی نصیب ہوگی۔ (نجم الفتاویٰ: ۵/۱۱۸-۱۲۱)

کیا مسئلہ کفاءت لڑکی پر ظلم ہے:

سوال: میں کراچی یونیورسٹی میں ماسٹرز کا طالب علم ہوں، عنقریب میری شادی ہونے والی ہے؛ لیکن ایک مسئلہ میرے ذہن میں اٹکا ہوا ہے، وہ یہ کہ ہمارے ہاں برابری (کفو) کا اعتبار باپ کے لیے تو کیا جاتا ہے کہ باپ کو عار نہ ہو؛ اس لیے لڑکی کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، اگر وہ باپ کی رضا کے بغیر غیر کفو میں اپنا نکاح کرنا چاہے؛ لیکن دوسری طرف باپ اگر نابالغہ کا نکاح کردے تو وہ ہر حالت میں منعقد کر دیتے ہیں، چاہے وہ غیر کفو میں کردے، یا کہیں بھی کردے اور بالغہ میں بھی لڑکی کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے کہ باپ کی بات مان لے، کیا یہ عورت پر ظلم نہیں کہ جس کو وہ غیر کفو، یا عار سمجھ رہی ہے، آپ اس کی شادی میں اس کی ہی نہیں سن رہے؛ لیکن باپ کی حد سے زیادہ سنی جارہی ہے۔ یہ تفریق دل کو نہیں لگ رہی۔ حضرت زینب کے نکاح پر اعتراض کرنا مقصود نہیں؛ لیکن وہاں بھی ادباً وہ خاموش رہیں؛ لیکن کفو نہ ہونے کے سبب نوبت طلاق تک آ گئی تو یہ بہتر نہ تھا کہ لڑکی کو بھی کفو میں کچھ اختیار دیا جاتا۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مسئلہ کفاءت عورت پر ظلم ہرگز نہیں؛ بلکہ عورت اپنے افعال میں ایک حد تک خودمختار ہے، یہاں تک کہ کفو میں اپنا

نکاح خود کرواسکتی ہے، البتہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے چونکہ باپ کو عار کا خدشہ ہے؛ اس لیے یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور یہ نص صریح سے ثابت ہے۔

باوجود اس آزادی کے عورت کو اتنا بے مہار اور بے لگام بھی نہیں چھوڑا گیا کہ وہ سارے معاملات از خود ہی طے کرتی پھرے؛ اس لیے کہ یہ اپنی عقل اور دین کے ناقص ہونے کی وجہ سے ولی کے مشورے کے بغیر جو کام بھی کرے گی، اس میں خیر اور پائیداری کی امید بہت کم ہے، فساد کے امکانات زیادہ ہیں، یہی تو وجہ ہے کہ باپ کو (باوجود غیر کفو کا علم ہونے کے) بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کرانے کا اختیار حاصل ہے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ باپ غیر کفو میں بیٹی کے لیے وہ مصلحتیں اور حکمتیں دیکھ رہا ہو، جو کہ کفو میں نہیں پائی جارہی ہوں۔ ہاں اگر باپ فاسق و بددیانتی میں مشہور ہو، بیٹی کی زندگی تباہ کرنے پر تُلا ہوا ہو تو پھر اس کی ولایت کا اعتبار بھی نہیں کیا جائے گا۔ نیز باپ کو اتنے اختیارات دینے کے باوجود بھی شریعت جبراً بالغہ لڑکی کا نکاح کرانے کی اجازت ہرگز نہیں دیتی۔

باقی جہاں تک بات ہے حضرت زینب کے طلاق کی سو وہ عدم کفو کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی؛ بلکہ ایک تکوینی امر تھا، جس سے عرب کی بہت سے غلط رسومات کو تار تار کرنا مقصود تھا، من جملہ ان رسوم کیا یک رسم یہ تھی کہ عرب منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار دے کر اس کے لیے حقیقی بیٹے کے احکامات ثابت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے (حضرت زید) کی بیوی تھیں، ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروا کر اس رسم کو باطل کیا۔ اسی طرح حسب ونسب، خاندانی تفاخر اور غلامی آزادی کی تفریق کو ختم کر کے فضیلت کی بنیاد صرف اور صرف تقویٰ پر رکھی۔ یہ مقاصد بغیر اس امر کے حاصل نہیں ہوسکتے تھے۔

لما فی فتح الملهم (٥٦٨/٦،باب استئذان الثيب فی النكاح،دارإحياء التراث العربی): **أن لها في النكاح حقا ولوليها حقا وحقها أوكد من حقه فإنه لو أراد تزويجها كفؤاً وامتنعت لم تجبر ولو أرادت أن تتزوج كفوا فامتنع الولی أجبر فإن أضر زوّجها القاضی تدل علٰی تأكيد حقها ورجحانه.**

وفيه أيضاً: "أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل" لأن الولی إنما يرد ليختار كفوا لدفع العار وذلک يحصل باذنه.

وفی الهندية (٢٩٢/١،الباب الخامس فی الاكفاء): **ثم المرأة إذا زوجت نفسها من غير كفء صح النكاح فی ظاهر الرواية عن أبی حنيفة رحمه اللّٰه تعالٰی ... وروی الحسن عن أبی حنيفة رحمه اللّٰه تعالٰی أن النكاح لا ينعقد وبه أخذ كثير من مشايخنا رحمهم اللّٰه تعالی، كذا فی المحيط والمختار فی زماننا للفتوی رواية الحسن.**

وفيه أيضاً(ص:٢٨٥): **فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما.**

وفی الدرالمختار (٥٥/٣): **فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا الولی.**

وفی الشامیة (۸٤/۳،باب الکفاءة) :قوله (من جانبه الخ) أی یعتبر أن یکون الرجل مکافئا لها فی الأوصاف الآتیة بأن لا یکون دونها فیها ولا تعتبر من جانبها بأن تکون مکافئة له فیها بل یجوز أن تکون دونه فیها... فإن حاصله أن المرأة إذ زوجت نفسها من کفء لزم علی الأولیاء وإن زوجت من غیر کفء لا یلزم أو لا یصح بخلاف جانب الرجل فإنه إذا تزوج بنفسه مکافئة له أو لا فإنه صحیح لازم.

وفیه أیضاً(۹٤/۳):لو تزوجت غیر کفء فالمختار للفتوی روایة الحسن أنه لا یصح العقد.

وفیه أیضاً(ص:۸۵):الأب یصح تزویجه الصغیرة من غیر الکفء لمزید شفقته وأنه إنما فوت الکفائة لمصلحة تزید علیها وهذا إنما یصح إذا علمه غیر کفء. (نجم الفتاویٰ:۱۲۱/۵-۱۲۳)

کفاءت کی علت دفعِ عار ہونے پر ایک اشکال اور اس کا مفصل جواب:

سوال: بندہ کو ایک مسئلہ میں الجھن ہے، امید ہے کہ آپ حضرات رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بعض مخصوص چیزوں میں کفو یعنی برابری کی علت کیا ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ اس کی علت دفع العار عن الاولیاء ہے [جیسا کہ اکثر کتب میں اس کو علت قرار دیا گیا ہے] تو بظاہر یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ مال میں کفو اور برابری کی جو تفصیل فقہائے احناف نے فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت یہ نہ ہو؛ کیوں کہ فقہائے کفاءت فی المال کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے، وہ یہ ہے: کأن یکون قادراً علی المهر والنفقة ،اور بعض کتابوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ اگر اتنا مال ہو تو وہ کفو ہوگا اور اس قول کو تقریباً تمام فقہائے ظاہر الروایۃ اور مذہب کا صحیح قول قرار دیا ہے۔

اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ایک کروڑ پتی باپ کی بیٹی چوکوں پر بیٹھے تین چار سو روپے کمانے والے مزدور سے نکاح کر لیتی ہے تو فقہاء کرام کی تفصیل کے مطابق یہ نکاح درست ہوگا (کیوں کہ روزانہ کے چار پانچ سو روپے میں وہ بیوی کا نان نفقہ ادا کر سکتا ہے) جب کہ علت یعنی عار موجود ہے؛ اس لیے کہ ایک کروڑ پتی باپ کے لیے موجودہ زمانے میں اس سے بڑی کیا عار ہوگی کہ اس کی بیٹی ان کے سامنے ایک نوکر کی حیثیت رکھنے والے آدمی سے شادی کر لے، یہاں عار ہے؛ لیکن پھر بھی فقہا کی تصریحات کے مطابق نکاح درست ہے، معلوم ہوا کہ علت عار نہیں ہے، ورنہ اس صورت میں نکاح جائز نہیں ہونا چاہیے، اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ ہی علت ہے تو اس صورت میں پھر عار کے باوجود نکاح کیوں جائز قرار دیا جا رہا ہے؟

جب کہ علت انتہائی قوت کے ساتھ پائی جا رہی ہے اور اگر آپ یہ کہیں کہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے تو فقہاء کرام نے کفاءت فی المال کی جو تفصیل بیان کی ہے، اس کا کیا جواب ہوگا؟ کیوں کہ ان کی تفصیل کے مطابق یہ نکاح منعقد ہونا چاہیے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جمہور فقہاء کرام حضرت امام خصاف کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

بیوی کے نفقہ میں بیوی کی حالت کا اعتبار ہوگا اور دوسری طرف اس مزدور سے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں تو کیا یہ اس مزدور کے ساتھ ظلم اور ناانصافی نہیں ہے، کیا وہ اپنی جان بیچ کر اسے اعلیٰ نفقہ میسر کرے گا، یا ڈاکے اور چوریاں کر کے اس کے لیے اعلیٰ کھانوں کا انتظام کرے گا؟ اور اگر اُدھار لینے کی بات کی جائے تو کیا اس زمانہ میں اس مزدور کو کوئی ہزاروں اور لاکھوں کا قرض دے گا؟ جب کہ اس سے واپس ملنے کی امید بھی نہ ہو۔ برائے مہربانی محقق اور مدلل جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

کفاءت کی علت "**دفع العار عن الأولياء**" ہی ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"**الكفاءة في النكاح معتبرة، قال عليه الصلاة والسلام: ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء ولا يزوجن إلا من الأكفاء ولأن انتظام المصالح بين المتكافئين عادة لأن الشريفة تأبى أن تكون مستفرشة للخسيس فلا بد من اعتبارها بخلاف جانبها لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دنائة الفراش وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء فللأولياء أن يفرقوا بينهما دفعا لضرر العار عن أنفسهم**". (الهداية: ۲/۳ ٤ ،فصل في الكفاءة، كتاب النكاح، مكتبه البشرىٰ)

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ مال کی وہ کون سی مقدار، یا حد ہے کہ جس سے مال والے کے ساتھ شادی کی وجہ سے عورت کے اولیاء کو ضرر عار لاحق ہوتا ہے؟ اس سے پہلے یہ بات سمجھنی چاہیے "کفاءت فی المال" اور "کفاءت فی الغنیٰ" دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ فقہاء نے "کفاءت فی المال" کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ مرد عورت کا مہر اور نفقہ ادا کر سکتا ہو تو وہ اسکا کفو ہے؛ یعنی "کفاءت فی المال" میں عورت کے اولیاء کو عار لاحق ہونے کا اعتبار اس وقت ہوگا، جب وہ ایسے مرد کے ساتھ شادی کرلے کہ جو اس کے نفقے اور مہر پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو، چوں کہ شریعت نے مال کو "**قوام الحياة**" اور "**قوام الازدواج**" کی حد تک اہمیت دی ہے، لہٰذا فقہاء نے عدم "کفاءت فی المال" (نفقے اور مہر پر عدم قدرت) کی وجہ سے اولیاء کو لاحق ہونے والی عار کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ "کفاءت فی المال" ضروری ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

"**والثالث: الكفاءة من حيث المال فإن من لا يقدر على مهر امرأة ونفقتها لا يكون كفؤا لها لأن المهر عوض بضعها والنفقة تندفع بها حاجتها وهي إلى ذلك أحوج منها إلى نسب الزوج فإذا كانت الكفائة تنعدم بضعة نسب الزوج فبعجزه عن المهر والنفقة أولى**". (المبسوط للسرخسي: ٥/٢٥، كتاب النكاح باب الاكفاء، دار الفكر)

دوسری اصطلاح "کفاءت فی الغنیٰ" کا معنی فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ مرد عورت کے ساتھ کثرت مال میں برابر ہو، چوں کہ شریعت نے کثرت مال کی حوصلہ افزائی نہیں کی، لہٰذا فقہاء نے "کفاءت فی الغنیٰ" کا اعتبار نہیں کیا اور عدم

کفاءت فی الغنیٰ (عدم برابری در کثرت مال) کی وجہ سے لاحق ہونے والی عار کا اعتبار نہ کرتے ہوئے فتویٰ اس بات پر دیا ہے کہ ''کفاءت فی الغنیٰ'' ضروری نہیں، چناں چہ علامہ سرخسی آگے فرماتے ہیں:

''وبعض المتأخرين اعتبروا الكفاءة في كثرة المال لحديث عائشة رضى الله عنها رأيت ذا المال مهيبا ورأيت ذا الفقر مهينا وقالت ان أحساب ذوى الدنيا المال والأصح أن ذلك لا يعتبر لأن كثرة المال في الأصل مذموم قال صلى الله عليه وسلم: ''هلك المكثرون إلا من قال بماله هكذا وهكذا'' يعنى تصدق به''. (المبسوط للسرخسي: ۲۵/۵، كتاب النكاح باب الأكفاء، دارالفكر)

البتہ یہ بات فقہاء نے اپنے عرف کے مطابق لکھی ہے، جس میں مادیت کا اتنا اعتبار نہیں تھا، جیسا کہ آج کل ہے، چوں کہ آج کل مادیت کا غلبہ ہے اور شادی بیاہ میں مرد کی معاشی حیثیت کو سب سے زیادہ ترجیح دی جاتی ہے تو آج کل کفاءت فی المال (محض نفقہ اور مہر پر قدرت) کافی نہ ہوگی؛ بلکہ ضروری ہے کہ دونوں کی معاشی حیثیت میں بہت زیادہ فرق نہ ہو؛ کیوں کہ آج کل اس بات کو بھی عار سمجھا جاتا ہے کہ اپنے سے کم معاشی حیثیت کے لوگوں میں لڑکی دی جائے۔

''کفاءت فی المال'' کے علاوہ دوسری چیزوں جیسے دین داری، حرفت وغیرہ میں عموماً کفاءت ہو ہی جاتی ہے کہ لڑکا اور لڑکی کا باپ دینداری میں کفو ہوں اور دینی لحاظ سے ان کی سطح برابر ہو، اسی طرح حرفت میں بھی برابری ہو جاتی ہے کہ دونوں کسی بھی ادارے میں ملازم ہوں، یا کسان ہوں، اسکول ٹیچرز ہوں وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ آج کل اصل دار و مدار کفاءت فی الغنیٰ پر ہوتا ہے؛ یعنی مالداری کے اعتبار سے دونوں میں کتنا تفاوت ہے؟ اسی اعتبار سے عار محسوس کی جاتی ہے، لہٰذا اگر لڑکی والوں کے پاس مال کم ہو تو اس صورت میں ''عار'' قوت کے ساتھ پائی جائے گی اور یہ مذکورہ مثالوں میں بھی ہوگا کہ مثلاً دونوں کسی ادارے میں ملازم ہوں؛ لیکن لڑکی کا باپ اعلیٰ عہدے پر ہے اور اس کی تنخواہ دو لاکھ ہے اور لڑکا ادنی عہدے پر ہے اور اس کی تنخواہ تیس ہزار روپے ہے تو دونوں کی تنخواہوں میں بہت زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے، گویا لڑکی کا والد لاکھوں کی مالیت رکھتا ہے، جب کہ لڑکا چند ہزار کی۔ یہی صورت حال کسان، اسکول ٹیچرز وغیرہ ہونے کی صورت میں بھی ہوگی، لہٰذا اگر ''کفاءت فی الغنیٰ'' (یعنی معاشی حالت اور مالداری میں کفاءت) کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو یہ لڑکا اس شخص کا کفو ہے؛ کیوں کہ کفاءت میں معتبر تین چیزیں: اسلام، نسب اور آزادی تو پہلے ساقط ہیں، دینداری اور پیشے میں یہ کفو ہے، باقی فقط مال اور غنیٰ میں کفاءت تھی، اسے بھی اگر ہم فقط مال؛ یعنی نان ونفقہ اور مہر تک مقید کریں تو یہ لڑکا اس شخص کا کفو بن جائے گا، جو کہ علت کفاءت یعنی عار کے بھی منافی ہے۔

لہٰذا اس ضرورت کو سامنے رکھ کر علامہ اسکاف کے قول کو لیا جائے گا اور وہ یہ کہ ''مرد کی معاشی سطح عورت کی معاشی سطح سے بہت زیادہ متفاوت نہ ہو'' تو دونوں کا نکاح درست ہو جائے گا، ورنہ نہیں اور ''کفاءت فی الغنیٰ'' کے اعتبار کا قول کیا جائے گا۔

''وأما الخامس فالمال أطلقه فأفاد أنه لا بد من التساوى فيه وهو قول أبى بكر الإسكاف قال

في النوازل عنه إذا أن للرجل عشرة آلاف درهم يريد أن يتزوج امرأة لها مائة ألف وأخوها لا يرضى بذلك قال: لأخيها أن يمنعها من ذلك ولا يكون كفؤا وجعله في المجتبى قول أبي حنيفة وقيده في الهداية بأن يكون مالكا للمهر والنفقة وهذا هو المعتبر في ظاهر الرواية حتى إن من لا يملكهما أو لا يملك أحدهما لا يكون كفؤا لأن المهر بدل البضع فلا بد من إيفائه و بالنفقة قوام الازدواج ودوامه والمراد بالمهر قدر ما تعارفوا تعجيله لأن ما ورائه مؤجل عرفا اه وصححه في التبيين. ودخل في النفقة الكسوة كما في المعراج والعناية". (البحر الرائق: ۲۳۳/۳)

آپ کی دوسری بات (کہ جمہور فقہاء کرام امام خصاف کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیوی کے نفقہ میں بیوی کی حالت کا اعتبار ہوگا) محل نظر ہے۔ امام خصاف کا مذہب یہ نہیں کہ بیوی کے نفقہ میں بیوی کی حالت کا اعتبار ہوگا؛ بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی حالت کا اعتبار ہوگا، چنانچہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"وأما الثاني وهو بيان من يقدر به هذه النفقة فقد اختلف فيه أيضاً ذكر الكرخي أن قدر النفقة والكسوة يعتبر بحال الزوج في يساره وإعساره لا بحالها وهو قول الشافعي أيضاً وذكر الخصاف أنه يعتبر بحالهما جميعا حتىٰ لو كانا موسرين فعليه نفقة اليسار وإن كانا معسرين فعليه نفقة الإعسار وكذلك إذا كان الزوج معسرا والمرأة موسرة ولا خلاف في هٰذه الجملة وأما إذا كان الزوج موسراً والمرأة معسرة فعليه نفقة اليسار علىٰ ما ذكره الكرخي. وعلىٰ قول الخصاف عليه أدنى من نفقة الموسرات وأوسع من نفقة المعسرين حتىٰ لو كان الزوج مفرطا في اليسار يأكل خبز الحوارى ولحم الجمل والدجاج والمرأة مفرطة في الفقر تأكل في بيتها خبز الشعير لا يجب عليه أن يطعمها ما يأكله ولا يطعمها ما كانت تأكل في بيت أهلها أيضاً و لٰكن يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة وكذلك الكسوة علىٰ هٰذا الاعتبار". (بدائع الصنائع: ۲٤/٤، كتاب النكاح، باب النفقة، رشيدية)

سو کسی بہت غریب شخص کا نکاح (ولی کی رضامندی کے ساتھ) بہت امیر عورت سے ہو جائے تو عورت کو مالدار عورت اور غریب عورت کے نفقے کے درمیان جو نفقہ بنتا ہو، وہ ملے گا۔ پھر اگر زوج میں اتنا نفقہ دینے کی صلاحیت نہ ہو تو جتنا دے سکتا ہے، دے گا، باقی اس کے ذمہ دین ہوگا، جب کشادگی ہو جائے گی تو وہ بھی ادا کرے گا۔

چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

" فتستحق النفقة، (بقدر حالهما)، به يفتى، ... ويخاطب بقدر وسعه، والباقي دين إلى الميسرة، ولو موسراً وهي فقيرة لا يلزمه أن يطعمها مما يأكل بل يندب".

علامہ شامی اس کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"قوله: (به يفتى) كذا في الهداية وهو قول الخصاف وفي الولوالجية وهو الصحيح وعليه

الفتوی وظاهر الرواية اعتبار حاله فقط وبه قال جمع كثير من المشايخ ونص عليه محمد وفي التحفة والبدائع أنه الصحيح بحر لكن المتون والشروح على الأول وفي الخانية وقال بعض الناس يعتبر حال المرأة قال في البحر واتفقوا علىٰ وجوب نفقة الموسرين إذا كانا موسرين و علىٰ نفقة المعسرين إذا كانا معسرين وإنما الاختلاف فيما إذا كان أحدهما موسراً والآخر معسراً فعلىٰ ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل فإن كان موسرا وهي معسرة فعليه نفقة الموسرين وفي عكسه نفقة المعسرين وأما على المفتى به، فتجب نفقة الوسط في المسألتين وهوفوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة اه(تنبيه) صرحوا ببيان اليسار والإعسار في نفقة الأقارب ولم أرمن عرفهما في نفقة الزوجة ولعلهم وكلوا ذلك إلى العرف والنظر إلى الحال من التوسع في الإنفاق وعدمه ويؤيده قول البدائع حتى لو كان الرجل مفرطا في اليسار يأكل خبز الحوارى ولحم الدجاج والمرأة مفرطة في الفقر تأكل في بيت أهلها خبز الشعير يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة قوله (ويخاطب إلخ) صرح به في الهداية وقد غفل عنه في غاية البيان فقال إذا كان معسرا وهي موسرة وأوجبنا الوسط فقط كلفناه بما ليس في وسعه قوله (والباقي) أي ما يكمل نفقة الوسط". (شامية: ٥٧٤/٣، كتاب النكاح باب النفقة)

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیش کردہ مثال کو درج بالا قواعد کی روشنی میں دیکھا جائے، سو آپ نے جو یہ کہا کہ چند سو کمانے والے مزدور کے ساتھ کروڑ پتی باپ کی بیٹی کی شادی کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔آپ نے اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ فقہاء نے مزدو کو کروڑ پتی باپ کی بیٹی کا کفو مان کر یہ نکاح جائز قرار دیا ہے، حالانکہ بات یوں نہیں ؛ بلکہ فقہاء نے یہ نکاح اس وقت جائز قرار دیا ہے کہ جب (باوجود عدم کفائت کے) ولی نکاح کو نافذ کردے؛ کیوں کہ مزدوری کرنے والا شخص دو وجہ سے کروڑ پتی باپ کی بیٹی کا کفو نہیں ہے، ایک یہ کہ وہ ایسی عورت کے مہر مثل کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتا (لہٰذا کفاءت فی المال نہیں)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دیاڑھی دار مزدور کروڑ پتی شخص کے ساتھ پیشے میں بھی برابر نہیں ہوتا (سو کفاءت فی الحرفہ بھی مفقود ہے)۔ نیز ایک اور بڑی وجہ کفاءت فی الغنی مالداری میں تساوی کا نہ پایا جانا بھی ہے، لہٰذا یہ آدمی کفو نہیں۔

اب اگر اس کی ممکنہ صورت لے لی جائے (یعنی ولی نے اس نکاح کو نافذ کردیا) تو بھی آپ کا اشکال (کہ نفقے میں بیوی کی حالت کا اعتبار ہوگا، جو مزدور اپنی جان بیچ کر بھی ادا نہیں کرسکتا) درست نہیں؛ کیوں کہ یہ بات باحوالہ بیان ہوچکی کہ نفقے میں مرد اور عورت دونوں کا اعتبار ہوگا۔ اب اگر آپ یہ کہیں کہ مزدور تو درمیانہ نفقہ بھی ادا نہیں کرسکتا تو فقہاء نے اس کا بھی یہ حل لکھا ہے کہ جتنا ابھی دے سکتا ہے، دے دے باقی اس کے ذمے دین ہوگا۔ نیز اگر (بالفرض) یہ بھی مان لیا جائے کہ نفقے میں عورت ہی کا اعتبار ہوگا تو بھی آپ کا یہ کہنا کہ شریعت نے ظلم کیا ہے، درست نہیں؛ کیوں کہ شریعت نے مزدور کو اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ وہ کروڑ پتی باپ کی بیٹی سے شادی کرے۔

لمافی الدر المختار (۹۰/۳)(ومالا) بأن يقدر على المعجل ونفقة شهر لو غير محترف، و إلا فإن كان يكتسب كل يوم كفايتها لو تطيق الجماع (وحرفة) فمثل حائك غير كفء لمثل خياط ولا خياط لبزاز وتاجر ولا هما لعالم وقاض.

وفي الرد تحته:قوله (ومالا) أي في حق العربي والعجمي كما مر عن البحر لأن التفاخر بالمال أكثر من التفاخر بغيره عادة وخصوصا في زماننا هذا، بدائع قوله (بأن يقدر على المعجل الخ) أي على ما تعارفوا تعجيله من المهر وإن كان كله حالا فتح، فلا تشترط القدرة على الكل ولا أن يساويها في الغنى في ظاهر الرواية وهو الصحيح زيلعي... قوله (ونفقة شهر) صححه في التجنيس وصحح في المجتبى الاكتفاء بالقدرة عليها بالكسب فقد اختلف التصحيح و استظهر في البحر الثاني ووفق في النهر بينهما بما ذكره الشارح وقال إنه أشار إليه في الخانية ... قوله (وحرفة) ذكر الكرخي أن الكفائة فيها معتبرة عند أبي يوسف وأن أبا حنيفة بنى الأمر فيها على عادة العرب أن مواليهم يعملون هٰذه الأعمال لا يقصدون بها الحرف فلا يعيرون بها وأجاب أبو يوسف على عادة أهل البلاد وأنهم يتخذون ذلك حرفة فيعيرون بالدنى منها فلا يكون بينهما خلاف في الحقيقة بدائع فعلى هذا لو كان من العرب من أهل البلاد من يحترف بنفسه تعتبر فيهم الكفائة فيها وحينئذ فتكون معتبرة بين العرب والعجم. قوله (فمثل حائك إلخ) قال في الملتقى وشرحه فحائك أوحجام أوكناس أودباغ أوحلاق أو بيطار أوحداد أو صفار غير كفء لسائر الحرف كعطار أو بزاز أو صواف وفيه إشارة إلٰى أن الحرف جنسان ليس أحدهما كفؤا للآخر لكن أفراد كل منها كفء لجنسها وبه يفتى، زاهدى اه أي إن الحرف إذا تباعدت لا يكون أفراد إحداها كفؤا لأفراد الأخرى بل أفراد كل واحدة أكفاء بعضهم لبعض وأفاد كما في البحر أنه لا يلزم اتحادهما في الحرفة بل التقارب كاف فالحائك كفء لحجام والدباغ كفء لكناس والصفار كفء لحداد والعطار كفء لبزاز قال الحلواني و عليه الفتوى.وفي الفتح أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه وعلى هٰذا ينبغي أن يكون الحائك كفؤا للعطار بالإسكندرية لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصا البتة اللهم إلا أن يقترن بها خساسة غيرها،آه. (نجم الفتاویٰ:۱۲۳/۵-۱۲۷)

برات، برادری اور کفاءت:

سوال: قانونِ اسلام میں برات کا کیا درجہ ہے، چونکہ بعض اہل علم بھی اس میں شریک ہوتے ہیں اور اسلام میں برادری کی کیا اصل ہے؟ اچھی طرح تشریح فرمائیں، چونکہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ایک آیت ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''ایک گھر جنتی ہے، ایک گھر دوزخی ہے'' اور حضرات علماء بھی برادریوں سے ہوتے ہیں، لہذا شادی بھی برادری کے طریقہ پر کرتے ہیں اور برادری کے رواج کو ادا کرتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح ایک عبادت ہے، اس کو سنت طریقہ پر ادا کرنا چاہیے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ چند متعارف ومخصوص لوگوں کو بلاکر ان کے مجمع میں ایجاب وقبول کرادیا جائے، مسجد میں ہوتو اور اچھا ہے، (۱) پھر لڑکی کو دولہا کے مکان پر پہونچا دیا جائے، اگر دوسرے بستی میں پہونچانا ہوتو حفاظت کی خاطر حسبِ موقع دولہا اور دولہن کے مکان پر پہونچا دیا جائے، اگر دوسرے بستی میں پہنچانا ہوتو حفاظت کی خاطر سب حسبِ موقع دولہا اور دلہن کی طرف سے لوگ ہمراہ ہوں تو مناسب ہے، پہلے عامۃً بیل گاڑی کا سفر ہوتا تھا اور سامانِ جہیز کے متعلق چور ڈاکوں کا خطرہ ہوتا تھا؛ اس لیے اس وقت کے مدبرین نے تجویز کیا تھا کہ ہر گھر سے ایک آدمی ساتھ جائے؛ تاکہ کسی گھر کے مصالح فوت نہ ہوں اور سامان وغیرہ کی حفاظت بھی ہوجائے اور سہولت سے سفر پورا ہوجائے، اس مجمع کا نام برات تھا۔

جب وہ لڑکی کے مکان پر آتے تھے اور شادی کے مصالح کے لیے آتے تھے تو ان کو کھانا بھی کھلایا جاتا تھا۔ مستقلاً لڑکی والے کے مکان پر کھانا لازم کرنا، جیسا کہ آج کل عام دستور ہوگیا ہے، یہ ثابت نہیں کہ جس شان سے لڑکے والے کھلاتے ہیں، اسی شان سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلایا جائے، اس طریقہ کو ترک کرنا چاہیے۔ (۲)

نسبی حیثیت سے جداعلیٰ کی اولاد برادری کہلاتی ہے اور نجابت کا دارمدار اس پر نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند اللّٰہ أتقاکم﴾

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فریق فی الجنة وفریق فی السعیر﴾ (الشوری: ۷)

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "سددوا وقاربوا، فإن صاحب الجنة یختم له بعمل أهل الجنة، وإن عمل أی عمل، وإن صاحب النار یختم له بعمل أهل النار وإن عمل أی عمل"، ثم قال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ... ثم قال: بالیمنی فنبذ بها فقال: "فریق فی الجنة" ونبذ بالیسری، وقال: "فریق فی السعیر". (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۰/۱۱)

---

(۱) "لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلی الآن، ثم تستمر فی الجنة إلا النکاح والإیمان ... (ویکون واجباً عند التوقان، وسنة حال الاعتدال) ... ویندب إعلانه ... وکونه فی مسجد ... وشهود عدول ... (وینعقد بإیجاب وقبول) ... (و)شرط (حضور) شاهدین (حرین) أو حر وحرتین (مکلفین سامعین قولهما معاً)". (الدر المختار: ۳/۳، ۶، ۹، ۲۱، کتاب النکاح، سعید)

(۲) "ومن الأعذار (المستقطة للوجوب أو الندب أن یکون فی الطاع شبهة ... أو لا تلیق به مجالسة أو یدعی لدفع شره ... أو لیعاونه علی باطل ونحو ذلک". (مرقاة المفاتیح: ۲۵۳/۶، کتاب النکاح، باب الولیمة، رشیدیه)

"من أصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال". (مرقاة المفاتیح: ۳۵۳/۲، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول، رشیدیه)

(۳) تفسیر ابن کثیر: ۱۰۷/۴، سهیل اکادمی لاهور

غیر برادری میں شادی کرنے کو برا سمجھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سبھی اپنی لڑکی، یا لڑکے کی شادی اپنی برادری میں ہی کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا اسلام میں ہے؛ کیوں کہ جو لوگ دوسری برادری میں شادی کردیتے ہیں، ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ ایسے نکاح کرنا کیسا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

نکاح کے لیے برادری کی شرط لگانا انتظامی اُمور میں سے ہے؛ تاکہ زوجین میں ہم مزاجی اور ہم فکری پائی جائے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری برادری میں رضامندی سے نکاح کرنا برا ہے؛ کیوں کہ اگر فریقین راضی ہوں تو برادری سے باہر نکاح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس کو برا سمجھنا غلط ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۰۵-۲۱۰ ڈابھیل، کفایت المفتی: ۵/۲۰۳، جدید پاکستان)

لا يزوج بنته من غير كفء أو بغبن فاحش إلا لمصلحة تزيد على هٰذا الضرر، كعلمه بحسن العشرة معها، وقلة الأذى ونحو ذٰلک. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۶۷، كراچی، البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة: ۳/۲۳۷، زكريا)

ولزم النكاح إن كان الولي أبًا أو جدًا لم يُعرف منهما سوء الاختيار، وإن عرف لا يصح. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۶۷، كراچی)

ولو زوج طفله من غير كفء أو بغبن فاحش صح، ولم يجز ذٰلک لغير الأب والجد ... و أطلق في الأب والجد، وقيده الشارحون وغيرهم بأن لايكون معروفًا بسوء الاختيار ... إذا كان عالـمًا بأنه ليس بكفء، علم أنه تأمل غاية التأمل، وعرف هٰذا العقد مصلحة في حقها. (البحر الرائق، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ۳/۲۳۷-۲۳۸، زكريا)

إذا زوجها من غير كفء فعند أبي حنيفة رحمه اللّٰه يجوز؛ أن الأب كامل الشفقة وافر الرأي، فالظاهر أنه تأمل غاية التأمل ووجد غير الكفء أصلح من الكفء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ۱/۲۹۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۶/۸/۱۴۳۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۸۲-۳۸۳)

نکاح کی ویب سائٹ کے فارم پر برادری کے خانہ میں صرف مسلمان لکھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص خالص مسلمان لڑکے ولڑکیوں کا رشتہ طے کرانے کے لیے ایک ویب سائٹ چلاتا ہے اور باضابطہ نظم ونسخ کے ساتھ یہ کام انجام پاتا

ہے، اسی کے لیے انہوں نے ایک فارم بنا رکھا ہے، اس پر خاندان کے خانہ میں صرف مسلمان لکھا تھا، جس کی وجہ سے رشتہ کے خواہش مند لوگوں کو بے حد پریشانی ہوتی تھی؛ کیوں کہ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ لڑکا، یا لڑکی کا حسب ونسب کیا ہے؟ کس برادری اور خاندان سے تعلق رکھتی ہے؛ اس لیے ان لوگوں کی پریشانی کا لحاظ رکھتے ہوئے برادری سسٹم کو واضح کر دیا گیا ہے، اب آسانی سے لوگ یہ جان سکتے ہیں کہ لڑکا لڑکی کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟ لیکن کچھ لوگ یہ کہہ کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اسلام کی تقسیم ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ اعتراض کرنا درست ہے؟ کیا اس صورت میں اسلام کو تقسیم وتفریق کرنا مانا جائے گا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

شرعی اعتبار سے نکاح ایسا عقد ہے، جس میں مضبوطی اور استحکام مطلوب اور پسندیدہ ہے؛ اس لیے زوجین میں کفو یعنی خاندانی برابری وغیرہ کا لحاظ رکھنے کا حکم ہے؛ کیوں کہ ہم مزاج افراد میں رشتہ جتنا کامیاب ہوتا ہے، نامانوس لوگوں میں اتنا کامیاب نہیں ہو پاتا۔ بریں بنا اگر اِس قصد سے مسئولہ صورت میں معلوماتی فارم میں حسب ونسب کی صراحت کر دی جائے، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسے مسلمانوں کو بانٹنا نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ یہ صرف تعارف کی ایک شکل ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ (الحجرات: ۱۳)

عن علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال له: یا علیّ! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لها کفوا. (سنن الترمذی، النکاح، باب ما جاء فی تعجیل الجنازة: ۲۰٦/۱، رقم: ۱۰۸۱)

قوله علیه السلام: ألا لا یزوج النساء إلا الأولیاء ولا یزوجن الأکفاء. (حاشیة: ردالمحتار ۲۰٤/۳)

الکفاء ة معتبرة فی إبتداء النکاح للزومه، أو لصحته. (الدر المختار: ۲۰٦/۳)

نوٹ: واضح رہنا چاہئے کہ شریعت کی نظر میں رشتہ ناطہ کے لیے باقاعدہ کمیٹی بنانا مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے اور موجودہ زمانہ میں اس کام میں بڑے مفاسد پائے جاتے ہیں؛ اس لیے اصولی طور پر ایسے کاروبار سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۱۰/۲۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۴-۳۸۳/۸)

ہندوستان میں کفاءت:

سوال: ہندوستان میں بین الاقوامی شادی کے بارے میں فقہائے امت کی کیا رائے ہے؟ "**لأن العجم ضیعوا أنسابهم**" کے تحت مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شرح وقایہ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:

"**لأن العجم المراد بهم من لم ینتسب إلی إحدی قبائل العرب، وعامة أهل الأمصار والقری**

في بلا دنا في زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أوغيرها، إلا من كا ن له منهم نسب معروف كالمنتسبين إلى أحد الخلفاء أو إلى الأنصار وغيرهم". (۱)

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں نسب کا خیال کرنا چاہیے۔ اگر انساب کا ہندوستان میں کوئی اعتبار نہیں تو کیا بین الاقوامی شادی کی تحریک چلانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

جو قبائل عرب سے آ کر یہاں آباد ہوئے اور انہوں نے اپنے انساب کو محفوظ رکھا تو ان میں بھی کفاءت نسباً معتبر و ملحوظ ہے، (۲) جو قبائل ایسے نہیں، ان میں کفاءت کی دوسری صورت جہات ملحوظ ہوں گی، دیانت، حرفت وغیرہ۔ (۳) حرفت میں مدار عار وعدم عار پر ہوگا، جیسا کہ شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں (۴) اور ابن نجیمؒ نے بحر میں (۵) اور ابن عابدینؒ نے ردالمحتار میں (۶) لکھا ہے کہ بین الاقوامی شادی کا مفہوم بظاہر یہ ہے کہ مذہب کی رعایت بھی ختم کر دی جائے، ایسا کرنا نصوصِ قطعیہ صریحہ کے خلاف ہے۔ (۷)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۱۵)

اعتبار کفاءت در بعض اقوام عجم وعدمہا اعتبار نسب ما در کفاءت:

سوال: ہندوستان میں جو اقوام پٹھان راجپوت وغیرہ ہیں، ان کے یہاں سخت عار ہے کہ ایک قوم دوسرے کے یہاں نکاح کرے، مثلاً قوم افغان اگر تیلی کتنا ہی امیر ہو، کبھی نکاح نہیں کرتا ہے، اگر ایسا واقعہ ہوجاتا ہے تو اسے خاندان سے گرا ہوا سمجھتے ہیں۔ ہاں شہروں میں جہاں آبادی پنچ میل ہے، مثل دہلی وغیرہ کے، وہاں کے لوگ جتھ اور برادری کا کچھ خیال نہیں کرتے ہیں اور فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ نسب کا اعتبار سوائے عرب کے اور قوم میں نہیں ہے؛

---

(۱) عمدة الرعاية على شرح الوقاية، كتاب النكاح، باب الولي والكفؤ: ۲۶/۱، (رقم الحاشية: ٦)، سعيد

(۲) "(وتعتبر) الكفاءة ... (نسباً، فقريش) بعضهم (أكفاء) بعض (و) بقية (العرب) بعضهم (أكفاء) بعض". (الدرالمختار)

"(قوله: وهذا في العرب): أي اعتبار النسب إنما يكون في العرب... وإنما يتفاخرون بالنسب ... فعلى هذا، فالنسب معتبر في العرب فقط". (ردالمحتار: ۳/۸۶-۸۷، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(۳) "(و) أما في العجم، فتعتبر (حرية وإسلاماً ... وديانة ومالاً وحرفة". (الدر المختار: ۳/۸۷-۹۰، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(۴) "فإن الموجب هو استنقاض أصل العرف، فيدور معه". (فتح القدير: ۳/۳۰۲، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۵) "لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرف، ويتعيرون بدناءتها، وهي وإن أمكن تركها يبقى عارها". (البحر الرائق: ۳/۲۳۵، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۶) "إن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه". (ردالمحتار: ۳/۹۰، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(۷) ﴿ولا تنكحوا المشركات﴾، الخ. (سورة البقرة: ۲۲۱)

کیوں کہ عجمی ضائع النسب ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ جوقوم عجمی ہیں،اپنے نسب پر فخر بمقابلہ دوسری قوم کرتے ہیں اور دوسرے کو اپنے برابر نہیں سمجھتے ہیں،بموجب رواج اور عرف ان میں کفاءت کا مسئلہ جاری ہوگا اور جوشخص ماں باپ کی جانب سے اشرف ہواور ایک شخص باپ تو اس کا اچھا ہے اور ماں ادنیٰ خاندان کی ہو،اگر چہ نسب میں باپ کے اعتبار سے وہ اچھا شمار ہوگا؛مگر نجیب الطرفین کا غیر کفو شمار ہوگا،یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار،باب الکفاءۃ:(و)أما فی العجم فتعتبر(حربة و إسلاماً)،الخ.

فی رد المحتار: أَفَادَ أَنَّ الْإِسْلَامَ لا يَكُونُ مُعْتَبَرًا فِي حَقِّ الْعَرَبِ كَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَبُو حَنِيفَةَ وَصَاحِبَاهُ لِأَنَّهُمْ لا يَتَفَاخَرُونَ بِهِ، وَإِنَّمَا يَتَفَاخَرُونَ بِالنَّسَبِ.(۱)

وفی ردالمحتار:وَيُؤْخَذُ مِنْ هَذَا أَنَّ مَنْ كَانَتْ أُمُّهَا عَلَوِيَّةً مَثَلًا وَأَبُوهَا عَجَمِيٌّ يَكُونُ الْعَجَمِيُّ كُفُؤًا لَهَا، وَإِنْ كَانَ لَهَا شَرَفٌ مَا لِأَنَّ النَّسَبَ لِلْآبَاءِ وَلِهَذَا جَازَ دَفْعُ الزَّكَاةِ إلَيْهَا فَلا يُعْتَبَرُ التَّفَاوُتُ بَيْنَهُمَا مِنْ جِهَةِ شَرَفِ الْأُمِّ وَلَمْ أَرَ مَنْ صَرَّحَ بِهَذَا وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.(۵۲۳/۲)(۲)

وفی ردالمحتار عن الفتح تحت قول الدرالمختار (فمثل حائک،الخ) ما نصه: أَنَّ الْمُوجِبَ هُوَ اسْتِنْقَاصُ أَهْلِ الْعُرْفِ فَيَدُورُ مَعَهُ، وَعَلَى هَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْحَائِكُ كُفُؤًا لِلْعَطَّارِ بِالْإِسْكَنْدَرِيَّةِ لِمَا هُنَاكَ مِنْ حُسْنِ اعْتِبَارِهَا وَعَدَمِ عَدِّهَا نَقْصًا أَلْبَتَّةَ اللَّهُمَّ إلَّا أَنْ يَقْتَرِنَ بِهَا خَسَاسَةُ غَيْرِهَا،آه.(۵۲۷/۲)(۳)

وفی رد المحتار تحت قول الدرالمختار (وأما أتباع الظلمة فأخس من الکل) ما نصه:لَا شَكَّ أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَتَعَيَّرُ بِهِ فِي الْعُرْفِ كَتَعَيُّرِهَا بِدَبَّاغٍ وَحَائِكٍ وَنَحْوِهِمَا فَضْلًا عَنْ سَرَابَاتِيٍّ يَنْزِلُ كُلَّ يَوْمٍ إلَى الْكَنِيفِ، وَيَنْقُلُ نَجَاسَتَهُ فِي بَيْتِ مُسْلِمٍ وَكَافِرٍ، وَإِنْ كَانَ قَاصِدًا بِذَلِكَ تَنْظِيفَ النَّاسِ أَوْ الْمَسَاجِدِ مِنْ النَّجَاسَاتِ وَكَانَ الْأَمِيرُ أَوْ تَابِعُهُ آكِلًا أَمْوَالَ النَّاسِ لِأَنَّ الْمَدَارَ هُنَا عَلَى النَّقْصِ وَالرِّفْعَةِ فِي الدُّنْيَا.(۵۲۸/۲)(۴)

پس جب مدار عار وعدم عار ہے اور اقوام مذکور میں ایک کو دوسرے سے تعلق عقد کرتے ہوئے عار ہے،پس مسئلہ کفاءت کا جاری ہوگا اور روایت ثالثہ سے معلوم ہوا کہ ماں فی نفسہ اعتبار نہیں اور نیز ہمارے عرف میں ایسا زیادہ اعتبار نہیں کیا جاتا،چناں چہ مشاہد ہے۔واللہ اعلم

۵/ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ(امداد:۴۰/۲)(امدادالفتاویٰ جدید:۳۵۸/۲-۳۵۹)

(۱،۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الکفاءۃ:۸۷/۳،دارالفکر بیروت،انیس

(۳) ردالمحتار،باب الکفاءۃ:۹۰/۳،دارالفکر بیروت،انیس

(۴) ردالمحتار،باب الکفاءۃ:۹۰/۳،دارالفکر بیروت،انیس

عجمیوں کے درمیان نسب میں کفاءت کا اعتبار نہیں:

سوال: ایک آدمی نے عاقلہ بالغہ لڑکی کو اغوا کیا اور اسے ڈرا دھمکا کر نکاح کرلیا، لڑکی کے والدین اس نکاح پر ناراض ہیں؛ کیوں کہ لڑکی آرائیں قوم سے ہے اور لڑکے کا تعلق شیخ قوم سے ہے، (شیخ سے مراد کھوجہ قوم ہے) اور دونوں قوموں کی شرافت میں فرق ہے، آرائیں معزز سمجھے جاتے ہیں اور شیخ ذلیل تو اس صورت میں نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب ________________

آرائیں اور کھوجہ دونوں عجمی نسلیں ہیں اور عجمیوں کے درمیان نسب میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے، (۱) اور مذکورہ نکاح چوں کہ عاقلہ بالغہ نے اپنی اجازت ورضامندی سے کیا ہے؛ اس لیے نکاح شرعا منعقد ہوگیا، اب اگر لڑکی، یا اس کے رشتہ دار نکاح ختم کرنا چاہتے ہیں تو سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ وہ لڑکے سے طلاق حاصل کریں۔

"قال في الدر المختار: وأما في العجم فتعتبر حرية و إسلاما". (شامی: ۳۱۹/۲) (۲) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۴/۵/۱۳۹۱ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۸۰/۲)

نومسلم کی کفاءت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صورت مسئلہ میں: ایک غیر مسلم مسلمان ہوا، اس نے ترجمہ ومطلب کے ساتھ پورا کلمہ "لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا۔ اس کے بارے میں ہمارے یہاں اختلاف پیدا ہوگیا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے، ہم اس کو اپنی سوسائٹی کا فرد تصور کریں گے اور اسے وہ سب حقوق دیں گے، جو اسلام نے مسلم کو دیا ہے۔ دوسرا گروہ جو اکثریت میں ہے، اس کا کہنا ہے کہ جب تک وہ پورا مسلمان نہ ہولے۔ نماز، روزہ وغیرہ سیکھ کر عمل کرنے نہ لگے، تب تک ہم اس کے ساتھ مسلمانوں کے سا معاملہ نہ کریں گے۔ ہم اسے اپنی بیٹی اس وقت نہ دیں گے، نہ حقہ پانی میں شریک کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ یہ شخص مسلمان سمجھا جائے گا، یا نہیں؟ اور یہ کہ اسے مسلم سوسائٹی کا فرد جان کر حقوق دیئے جائیں گے، یا نہیں؟ ممکن ہو تو مختصراً دلائل بھی پیش کردیئے جائیں۔

الجواب ________________ حامداً و مصلياً

یہ شخص شرعاً مسلمان ہے، اس کے جان مال کی اسی طرح حفاظت کی جائے گی، جس طرح قدیم الاسلام اور پورے دین پر عمل کرنے والے کے جان مال کی حفاظت کا حکم ہے، اسلام کی وجہ سے گزشتہ معاصی معاف ہوگئے۔

"عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أمرت

---

(۱) وفى الشامية (۸۷/۳، طبع سعيد): فالنسب معتبر فى العرب فقط وإسلام الأب و الجد فى العجم فقط، والحرية فى العرب و العجم، إلخ.

(۲) فتاویٰ شامية: ۸۷/۳ (طبع ايچ ايم سعيد)

أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لا إله إلا اللّٰه، فمن قال: لا إله إلا اللّٰه، فقد عصم، منى نفسه وماله إلا بحقه، وحسابه على اللّٰه،آه". (كذا فى البخارى فى كتاب الجهاد)(۱)

محض کلمہ پڑھنے والے کو اگر کسی شخص نے عین جہاد میں قتل کر دیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پر عتاب فرمایا ہے،(۲) اور معاوضہ قتل کا حکم فرمایا ہے۔ رہا بیٹی دینا تو شرعاً اس کی ممانعت نہیں، جو شخص مسلمان ہوا اور وہ پورے دین پر عمل کرتا ہو، اس کا وہ شخص برضائے اولیاء کفو بن سکتا ہے، جو کہ آج ہی اسلام لایا ہے اور بجز شہادتین کے اس کو دین کا کوئی علم حاصل نہیں، فقہا نے باب الکفاءت میں اس کو ذکر کیا ہے،(۳) البتہ عورت کے اولیا کی رضامندی سے نکاح درست ہوگا؛ کیوں کہ رضامندی اولیا کی صورت میں کفاءت معتبر نہیں۔

"وإنما تحل فى الصورة الرابعة، وهى رضا الولى بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك،آه ... إن الولى لو قال لها: أنا راض بما تفعلين، أو زوجى نفسك ممن تختارين ونحوه أنه يكفى،وهو ظاهر؛ لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط ... فلا يثبت حق الفسخ حال وجود الرضا بعدم الكفء من وجه". (۴)

ایسے شخص کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ وہ مسلم سوسائٹی کا فرد نہیں ہے، غلط ہے اور تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ربیع الاول ۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۵۲)

---

(۱) (صحيح البخارى: ۱/۴۱۴،باب دعاء النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم إلى الإسلام، قديمى)"عن عبد اللّٰه بن عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:"أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأن محمداً رسول اللّٰه ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوه عصموا منى دمائهم وأموالهم،وحسابهم على اللّٰه".

عن أبى مالك عن أبيه رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال:سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يقول:"من قال: لا إله إلا اللّٰه، وكفر مما يعبد من دون اللّٰه، حرم ماله ودمه، وحسابه على اللّٰه". (الصحيح لمسلم: ۱/۳۷،كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس، قديمى)(وسنن ابن ماجة،ص: ۲۸۱،أبواب الفتن، باب الكف عمن قال:لاإله إلا اللّٰه،قديمى)

(۲) "عن أسامة بن زيد بن حارثة يحدث قال: بعثنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم إلى الحرقة من جهينة، فصبحنا القوم، فهزمنا هم، قال: ولحقت أنا ورجل من الأنصار رجلاً منهم، فلما غشيناه، قال: لا إله إلا اللّٰه، قال فكف عنه الأنصارى، وطعنته برمحى حتى قتلته، قال: فلما قدمنا، بلغ ذلك النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فقال لى:"يا أسامة! أقتلته بعد ما قال: لا إله إلا اللّٰه"؟ قال: قلت: يارسول اللّٰه ! إنما كان متعوذاً، قال:قال: "أقتلته بعد ما قال: لا إله إلا اللّٰه"؟ قال: فما زال يكررها على حتى تمنيت أنى لم أكن أسلمت قبل ذلك اليوم". (الصحيح للمسلم: ۱/۶۸، باب تحريم قتل الكافر بعد قول: لا إله إلا اللّٰه، قديمى)

(۳) جدید الإسلام شخص قدیم الإسلام عورت کا کفو نہیں ہوتا:"ومن أسلم بنفسه لا يكون كفؤاً لمن له أب واحد فى الإسلام". (الهداية: ۲/۳۲۰،فصل فى الكفاءة، إمداديه ملتان)

(۴) ردالمحتار: ۳/۸۶، كتاب النكاح ، باب الكفاءة سعيد

هذا (أى عدم جواز النكاح فى غير الكفء)إذا كان لها ولى ولم يرض به قبل العقد ... وأما إذ الم يكن لها ولى، فهو صحيح نافذ مطلقاً إتفاقاً". (ردالمحتار: ۳/۵۷،كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

کفاءت کن اشیا میں معتبر ہے:

سوال: کفاءت کیا ہے؟ اور کن چیزوں میں کفاءت معتبر ہے؟ کیا شریعت میں قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے؟ ازراہِ کرم مفصل جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

کفائت کہتے ہیں برابری کو؛ یعنی شادی کے وقت لڑکے اور لڑکی کا مخصوص اشیا میں ہم پلہ ہونا کفاءت کہلاتا ہے۔ وہ چیزیں درج ذیل ہیں:

(۱) نسب (۲) آزادی (۳) اسلام (۴) دین داری (۵) مال (۶) پیشہ

علامہ حموی نے ان چھ کو عربی کے ان اشعار میں جمع کردیا ہے:

إن الكفاءة في النكاح تكون في ست لها بيت بديع قد ضبط نسب وإسلام كذلك حرفة حرية وديانة مال فقط

(ترجمہ: نکاح میں کفاءت کا اعتبار چھ چیزوں میں ہے، جسے ایک انمول شعر میں جمع کیا گیا ہے: نسب اور اسلام اسی طرح پیشہ، آزادی اور دین داری، مال صرف [یہ چھ ہیں]۔)

ان چھ چیزوں میں شرعاً لڑکے کا لڑکی کے برابر، یا اعلیٰ ہونا ضروری ہے، اسے ہی کفاءت کہا جاتا ہے۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ کفاءت کا اعتبار لڑکے کی طرف سے ہے، لڑکی کی جانب میں نہیں۔ لڑکی اگر کفاءت میں لڑکے سے کمتر ہو تو یہ احکام جاری نہ ہوں گے؛ کیوں کہ حقِ کفاءت لڑکی کو (یا اس کے اولیا کو) عار سے بچانے کے لیے ہے اور جب لڑکا ان اشیا میں برتر ہے تو وجہِ عار موجود نہیں۔

الغرض لڑکی اگر اپنے سے کم درجہ کے لڑکے سے نکاح کرلیتی ہے اور اولیا اس پر راضی نہ ہوں تو یہ نکاح عدمِ کفو میں کہلائے گا اور علی التحقیق مفتی بہ قول کے مطابق یہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، چاہے نکاح کے بعد اولیا راضی بھی ہوجائیں؛ کیوں کہ بوقتِ عقد ایجاب وقبول جب لغو ہوں تو بعد از عقد اولیا کی رضامندی کارگر نہیں ہوسکتی۔

نیز ان اشیا میں برابری کا اعتبار بوقتِ عقد ہے، اگر لڑکی اپنے ہم پلہ لڑکے سے بغیر رضامندی اولیا کے نکاح کرلیتی ہے تو یہ نکاح منعقد ہوگا، چاہے عقد کے بعد لڑکا کفو نہ رہے، مثلاً لڑکے کا مال ضائع ہوجائے، یا وہ گھٹیا پیشہ اختیار کرلے تو بعد از عقد سقوط کفاءت کا اعتبار نہیں۔ مسئلہ کفائت کا ثبوت احادیثِ مبارکہ اور فقہا کے استنباطات سے ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے:

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي ثلاث لا تؤخرها الصلاة إذا أتت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفؤا. (جامع الترمذي: ۱/۲۰۵)

(علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشادفرمایا: اے علی تین چیزوں کو مؤخر نہ کرنا، ایک نماز کو جب اس کا وقت ہوجائے، دوسرا جنازے کو جب وہ حاضر ہوجائے، تیسرا بے نکاحی لڑکی کے نکاح کو جب اس کے کفو کا رشتہ تجھے مل جائے۔)

سنن بیہقی میں یہ روایت ہے:

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تنكحوا النساء إلا الأكفاء ولا يزوجهن إلا الأولياء ولا مهردون عشرة دراهم". (سنن البيهقي: ١٣٣/٤)

(حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: عورتوں کا نکاح غیر کفو میں نہ کرواوران کا نکاح سرپرستوں کے علاوہ کوئی نہ کرے اورمہر دس درہم سے کم مقرر نہیں ہوسکتا۔)

مستدرک حاکم کی روایت ہے:

عن عائشة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تخيروا لنطفكم، فانكحوا الأكفاء وانكحوا إليهم. (المستدرك للحاكم: ٣٦١/٢)

(حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نطفوں (سے پیدا شدہ) کے لیے بہترین انتخاب کرو، کفو میں نکاح کرواورانہیں سے نکاح کراو۔)

علامہ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن میں اس روایت کو لیا ہے اور فرمایا ہے کہ ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ابن الجوزی نے اس روایت کی بنا پر نکاح میں کفاءت کو شرط قرار دیا ہے۔ (إعلاء السنن: ۸۸/۱۱ باب مراعاۃ الکفاءۃ)

ان مذکورہ بالا روایات نیز کتب حدیث میں مذکور دیگر احادیث سے نکاح میں کفاءت کے ملحوظ رکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ کفاءت کے معاملے میں مزید تفصیلات اور تعینات فقہا کے استنباط اور اجتہاد کا نتیجہ ہیں، جس میں لڑکی کے سرپرستوں کی عار کو سب سے زیادہ مدنظر رکھا گیا ہے، جو ظاہر ہیں کہ قرآن وحدیث کے نصوص کو سامنے رکھ کر کئے گئے ہیں۔

لمافي الدر المختار (٨٤/٣، باب الكفاءة): **(الكفاءة معتبرة) في ابتداء النكاح للزومه أولصحته (من جانبه) أى الرجل لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشا للدنىء ولذا (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دنائة الفراش وهذا عند الكل فى الصحيح كما فى الخبازية.**

وفى (ص: ٥٦/٣): **(ويفتى) فى غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان).**

وفيه أيضاً (٨٦/٣): **(وتعتبر) الكفاءة للزوم النكاح خلافا لمالك (نسبا فقريش) بعضهم (أكفاء) بعض (و) بقية (العرب) بعضهم (أكفاء) بعض... (و) أما فى العجم فتعتبر (حرية و إسلاما)... (وأبوان فيهما كالآباء) ... (و) تعتبر فى العرب والعجم (ديانة)... (ومالا)... (وحرفة)... (و) الكفائة (اعتبارها عند) ابتداء (العقد فلا يضر زوالها بعده) فلو كان وقته كفؤا ثم فجر لم يفسخ وأما لو كان دباغا فصار تاجرا فإن بقى عارها لم يكن كفؤا وإلا لا.** (نجم الفتاویٰ: ۵/۹۴-۹۵)

کفاءت کا اعتبار کن کن چیزوں میں ہے:

سوال: شریعت اسلامیہ نے نکاح میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے تو کفاءت کا اعتبار کن کن چیزوں میں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عندالاحناف کفاءت کا اعتبار نسب، نسل، اسلام، آزادی، مال ودولت، دیانت اور پیشہ میں ہے، کتب فقہ حنفی میں ایسا ہی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۲/۲/۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۱۴/۴)

نسب میں کفاءت کے مسئلہ کی تحقیق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے اندر کفو میں نسب کا اعتبار کیا جاتا ہے، کیا یہ صرف عرب والوں کے ساتھ خاص ہے، یا عجم میں بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح کے اندر کفو کا اعتبار جس طرح عرب میں ہے، ویسے ہی عجم میں بھی ہے، البتہ کفو کے اعتبار سے عرب اور عجم میں کچھ فرق ہے۔ اس میں سب سے اہم ''نسب'' ہے کہ عرب میں کفو میں نسب کا اعتبار کیا جاتا ہے، بخلاف عجم کے کہ ان میں نسب میں کفو کا اعتبار نہیں، ہاں اگر کوئی لڑکی سیدزادی ہے، یعنی جس کا سلسلہ نسب واقعۃً اہل بیت تک پہنچتا ہو، یا عرب قبائل میں سے کسی قبیلہ کی طرف اس کا سلسلہ نسب معروف ومشہور اور ثابت ہو تو ایسی لڑکی کا ایک غیر سید شخص کفو نہ ہوگا اور ولی کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح منعقد نہیں ہوسکتا، البتہ اگر لڑکی کا ولی خود اس نکاح پر راضی ہو تو اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا۔

لمافی البحر الرائق (۱۳۰/۳): قوله (الكفاءة تعتبر نسبا فقريش أكفاء والعرب أكفاء وحرية وإسلاما وأبوان فيهما كالآباء وديانة ومالا وحرفة) لأن هٰذه الأشياء يقع بها التفاخر فيما بينهم فلابدمن اعتبارها... وقدذكر المصنف اعتبارها فى ستة أشياء الأولٰى النسب وهو معروف وأما العرب فهم خلاف العجم۔

وفى (۱۳۱/۳): والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب وأما العجم فلا يعتبر فى حقهم ولذا كان بعضهم كفئا لبعض... وأما الثانى والثالث أعنى الحرية والإسلام فهما معتبران فى حق العجم لأنهم يفتخرون بهما دون النسب.

وفى الشامية (۸۷/۳): قوله (وأما فى العجم) المراد بهم من لم ينتسب إلٰى إحدى قبائل

---

(۱) الكفاءة تعتبر فى أشياء (منهاالنسب) ... (ومنها إسلام الآباء) ... (ومنها الحرية) ... (ومنها الكفاءة فى المال) ... (ومنها الديانة) ... (ومنهاالحرفة)(الفتاوىٰ الهنديه الباب الخامس فى الكفاءة: ۲۹۰/۱)

العرب ويسمون الموالي والعتقاء كما مر وعامة أهل الأمصار والقرى في زماننا منهم سواء تكلموا بالعربية أوغيرها إلا من كان له منهم نسب معروف كالمنتسبين إلٰى أحد الخلفاء الأربعة أو إلى الأنصار ونحوهم. (نجم الفتاویٰ:۵/۹۵-۹۶)☆

نکاح کے لیے برادری کی شرط:

سوال: ایک لڑکی جس کا نام زینت ہے، اس کا نکاح قبیلہ، یا برادری میں طے نہیں ہو پا رہا ہے اور وہ عمر دراز ہوتی چلی جا رہی ہے، جس سے فتنہ میں پڑنے اور بہکنے کا اندیشہ ہے، کیا اس صورت میں جب کہ قوم کا اٹل فیصلہ ہے کہ لڑکی کی شادی برادری ہی میں ہوگی، یا پھر اسے زندہ در گور کر دیا جائے گا تو کیا فتنہ اور بہکنے کو مدنظر رکھتے ہوئے اس

☆ **نسب میں کفاءت کا حکم:**

سوال: میرے ایک کزن نے مجھے یہ بتا کر حیران کر دیا کہ اسلام میں دین داری کے علاوہ نسب میں بھی لڑکا لڑکی کے برابر ہونا ضروری ہے۔ میں بہت حیران ہوا کہ یہ تو ممکن نہیں، اسلام تو نام ونسب کو مٹا کر تقویٰ کو معیار بناتا ہے، پھر یہ کیا بات ہے کہ نسب اچھا ہوالبتہ مسئلہ کی صحیح وضاحت آپ حضرات کا میدان ہے تو بتائیں کہ یہ بات ٹھیک ہے؟ اور آج کل جو برادریوں کا چکر ہے کہ ایک برادری دوسری کو اپنے سے کم ہی نہیں؛ بلکہ ذلیل ترین سمجھتے ہیں تو کیا یہ کفو ہوں گے؟ ان برادریوں میں عار اور تفاخر کا سلسلہ بھی واضح ہے تو اگر اسلام میں نسب کی وجہ سے کفو اور غیر کفو میں فرق ہو تو اس میں بھی فرق معتبر ہونا چاہیے۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے لڑکے اور لڑکی کے درمیان نسب میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے اور یہ بات مختلف احادیث اور فقہا کرام کی عبارات سے ثابت ہوتی ہے؛ مگر یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ نسب میں کفاءت اہل عرب کے درمیان معتبر ہے، اہل عجم میں وہ لوگ جو حقیقی معنوں میں عرب خاندان کی طرف منسوب ہیں اور ان کو اپنا شجرہ معلوم ہے تو ان میں بھی نسب میں کفاءت کا اعتبار ہے، یہ بات صحیح ہے کہ عزت ومرتبہ کا اصل دارومدار اللہ کے ہاں دین داری وتقویٰ ہی پر ہے؛ مگر نسب کا بھی شرافت وکرامت میں دخل ضرور ہے اور خود شریعت نے بھی اس کا لحاظ کیا ہے، البتہ اعلیٰ نسب کی بنا پر فخر، تکبر کرنا جائز نہیں۔ جہاں تک برادری کا تعلق ہے تو برادری کا نسب سے کوئی تعلق نہیں؛ بلکہ برادری قومیت کی بنا پر ہوتی ہے، جس کی بنا پر نہ تفاخر جائز ہے اور نہ تکبر کرنا؛ بلکہ یہ شرعاً ایک مذموم حرکت ہے اور اس کا کفاءت میں کوئی اعتبار نہیں۔

لمافي الهندية (۲۹۰/۱، كتاب الكفاءة): الكفائة تعتبر في اشياء منها النسب... والصحيح أن العرب كلهم أكفاء كذا ذكره أبو اليسر في مبسوطه كذا في الكافي والموالي وهم غير العرب لا يكونون أكفاء للعرب والموالي بعضهم أكفاء لبعض كذا في العتابية.

وفي الشامية (۸۷/۳): قوله (وهذا في العرب) أي اعتبار النسب إنما يكون في العرب فلا يعتبر فيهم الإسلام كما في المحيط والنهاية وغيرهما... قوله (وأما في العجم) المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب ويسمون الموالي والعتقاء كما مر وعامة أهل الأمصار والقرى في زماننا منهم سواء تكلموا بالعربية أو غيرها إلا من كان له منهم نسب معروف كالمنتسبين إلٰى أحد الخلفاء الأربعة أو إلى الأنصار ونحوهم. (نجم الفتاویٰ:۵/۹۶-۹۷)

کا نکاح غیر برادری میں کردینا بہتر ہے، اگر فتنہ کے خوف سے اس کی شادی غیر برادری میں کردی گئی تو کیا اس کے والدین اور لڑکی کو برادری سے نکالنا صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شادی کے لیے برادری کی شرط لگانا شرعاً غلط ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں کسی بھی مسلمان پابند شرع اور مناسب لڑکے سے اس کی شادی شرعاً صحیح ودرست ہے؛ بلکہ جب فتنہ کا اندیشہ ہے تو فوراً دوسری جگہ مناسب جوڑا مل جائے تو نکاح کردیا جائے۔ برادری کے بندھن ہی میں جڑے رہنا اور معصیت میں مبتلا ہونا قطعاً اس کی اجازت نہیں ہوگی، جولوگ اس پر شدت سے عمل کررہے ہیں، وہ گنہگار ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے باعزت اور قابل احترام وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں:

﴿إِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ (القرآن) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۲/۴/۱۴۲۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۱۵/۴-۳۱۶)

امام صاحب کے نزدیک کفاءت میں دینداری کے اعتبار سے متعلق تحقیق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نیک صالحہ لڑکی فاسق شخص کا کفو بن سکتی ہے، یا نہیں؟ اگر یہ نکاح منعقد نہ ہو تو قاضی خان میں موجود اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

قال الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالى لم ينقل عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ في ظاهر الرواية في هٰذا شيء والصحيح أن عنده الفسق لا يمنع الكفاءة. (الخانية: ۱۶۳/۱)

آیا امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے، یا نہیں؟ نیز اگر یہ امید ہو کہ عورت کے نیک ہونے کی وجہ سے اس کا خاوند بھی توبہ کرلے گا تو اس صورت میں ان کا نکاح کرنا درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

دینداری اور تقویٰ کا کفاءت میں اعتبار ہے، یا نہیں؟ اس بارے میں امام صاحب سے دوطرح کی روایتیں منقول ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ دینداری کا کفاءت میں کوئی دخل نہیں، جیسا کہ مبسوطِ سرخسی میں ہے:

ولم ينقل عن أبي حنيفه رحمه الله شيء من ذلك والصحيح عنده أنه غير معتبر لأن هٰذا ليس بلازم حتى لا يمكن تركه. (المبسوط: ۲۵/۵)

(امام صاحب سے (دینداری کے بارے میں) کچھ منقول نہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک دینداری غیر معتبر ہے؛ کیوں کہ یہ کوئی ایسی لازم چیز نہیں کہ اسے چھوڑا نہ جاسکے۔)

(۱) ﴿يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ (سورة الحجرات: ۱۳)

اسی طرح خانیہ میں ہے:

قال الشیخ الإمام شمس الأئمة السرخسی رحمه اللّٰه لم ینقل عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه فی ظاهر الروایة فی هٰذا شیء والصحیح أن عنده الفسق لا یمنع الکفاءة. (الخانیة علیٰ هامش الهندیة: ۳۵۰/۱)

(شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ظاہر الروایۃ میں امام صاحب سے کچھ منقول نہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک فسق کفو ہونے سے مانع نہیں۔)

یہ تو امام صاحب سے ایک روایت تھی، دوسری روایت امام صاحب سے یہ منقول ہے کہ فسق کا کفاءت میں اعتبار ہے اور غیر فاسق شخص صالحہ کا کفو نہیں، جیسا کہ محیط برہانی میں ہے:

والخامس: التقوی والحسب حتیٰ لا یکون الفاسق کفئاً للعدلة عند أبی حنیفة رحمه اللّٰه سواء کان معلن الفسق أولم یکن، هٰکذا ذکرشیخ الإسلام رحمه اللّٰه. (المحیط البرهانی: ۲۸/٤)

(پانچواں تقویٰ اورحسب ہے یہاں تک کے فاسق عادلہ کا کفو نہ ہوگا، امام صاحب کے نزدیک چاہے وہ علانیہ فاسق ہو، یا غیر علانیہ، یہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے۔)

اسی طرح ہدایہ میں ہے:

قال: وتعتبر أیضاً فی الدین أی الدیانة، وهٰذا قول أبی حنیفة وأبی یوسف رحمهما اللّٰه، هو الصحیح؛ لأنه من أعلی المفاخر، والمرأة تعیر بفسق الزوج فوق ما تعیر بضعة نسبه. (الهدایة علی صدر فتح القدیر: ۲۹۹/۳)

(کفاءت کا دینداری میں اعتبار کیا جائے گا، یہ امام صاحب اور امام ابو یوسف کا قول ہے اور یہی صحیح ہے؛ کیوں کہ دینداری تو اعلیٰ ترین مفاخر میں سے ہے اور عورت کوشوہر کے فاسق ہونے پر، اپنے نسب کے ضائع ہونے سے زیادہ عار دلائی جاتی ہے۔)

فتح القدیر میں علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں:

(قوله: هو الصحیح) أی أن الصحیح اقتران قولی أبی حنیفة وأبی یوسف فإنه روی عن أبی حنیفة أنه مع محمد ورجحه السرخسی وقال الصحیح من مذهب أبی حنیفة أن الکفاءة من حیث الصلاح غیر معتبرة. (فتح القدیر: ۲۹۹/۳)

([صاحبِ ہدایہ کا قول: یہی صحیح ہے] یعنی صحیح یہ ہے کہ امام صاحب اور امام ابو یوسف کا ایک ہی مسلک ہے (کہ دیانت کا کفاءت میں اعتبار ہے) ماتن نے یہ اس لیے کہا؛ کیوں کہ امام صاحب سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ امام صاحب امام محمد کے ساتھ ہیں (یعنی کفاءت میں دینداری کا اعتبار نہیں کرتے) سرخسی نے اسے ہی ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ امام صاحب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کفائت میں صلاح کا کوئی اعتبار نہیں۔)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

ومنها الدیانة تعتبر الکفاءة فی الدیانة وهٰذا قول أبی حنیفة وأبی یوسف رحمهما اللّٰه تعالیٰ

وهو الصحيح، كذا في الهداية، فلا يكون الفاسق كفئاً للصالحة، كذا في المجمع، سواء كان معلن الفسق أو لم يكن، كذا في المحيط، وذكر السرخسي أن الصحيح من مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن الكفاءة من حيث الصلاح غير معتبرة، كذا في السراج الوهاج. (الهندية: ۱/ ۲۹۱)

(انہی میں سے ایک دینداری میں کفاءت ہے اور یہ (دینداری میں کفاءت کا اعتبار) امام صاحب اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، پس فاسق شخص صالحہ کا کفوء نہ ہوگا، یہی مجمع میں ہے، چاہے علانیہ فاسق ہو، یا غیر علانیہ، یہی محیط میں ہے اور سرخسی نے ذکر کیا ہے: امام صاحب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کفاءت صلاح کے اعتبار سے غیر معتبر ہے۔)

درج بالا عبارات میں ذکر کردہ حوالوں سے واضح ہوگیا کہ امام صاحب سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں اور صحیح اور مفتی بہ قول کے درمیان فقہاء کا اختلاف ہے۔ محیط برہانی میں امام محمد کے قول (کہ کفاءت میں دینداری کا کوئی اعتبار نہیں اور امام صاحب سے بھی ایک روایت یہی ہے) پر ان الفاظ میں فتویٰ منقول ہے:

قيل وعليه الفتوى. (المحيط: ٤/ ٢٨)

(کہا گیا ہے کہ امام محمد کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔)

نیز علامہ ابن الہمام نے بھی فتح القدیر میں محیط کے حوالے سے امام محمد کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے؛ لیکن البحر الرائق میں علامہ ابن نجیم نے ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھ کر دوسری روایت (جس کے مطابق کفائت میں دینداری کا اعتبار ہے) پر فتویٰ نقل کیا ہے؛ کیوں کہ متون میں امام صاحبؒ سے منقول اسی روایت کو لے کر دیانت کو کفاءت میں معتبر قرار دیا گیا ہے تو یہ (اصحابِ متون کا اس روایت کو لینا) اس روایت کے صحیح اور مفتی بہ ہونے کی دلیل ہے، صاحب بحر کی عبارت درج ذیل ہے:

واعتبار التقوى فيها قول أبي حنيفة وأبي يوسف وهو الصحيح لأنه من أعلى المفاخر والمرأة تعير بفسق الزوج فوق ما تعير بضعة نسبه وقال محمد: لا تعتبر لأنه من أمور الآخرة فلا تبتنى أحكام الدنيا عليه إلا إذا كان يصفع ويسخر منه ... لأنه مستخف به، كذا في الهداية، وفي فتح القدير معزيا إلى المحيط إن الفتوى علىٰ قول محمد ولعله المحيط البرهاني فإنه لم أجده في المحيط الرضوي وهو موافق لما صححه في المبسوط من أنها لا تعتبر عند أبي حنيفة وتصحيح الهداية معارض له فالإفتاء بما في المتون أولىٰ فلا يكون الفاسق كفئا للصالحة بنت الصالحين. (البحر الرائق: ۳/ ۲۳۲)

(کفاءت میں تقوی کا اعتبار امام صاحب اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے؛ کیوں کہ یہ اعلیٰ ترین مفاخر میں سے ہے اور عورت کو شوہر کے فاسق ہونے پر اپنے نسب کے ضائع ہونے سے زیادہ عار دلائی جاتی ہے اور امام محمد فرماتے ہیں: دینداری کا اعتبار نہیں؛ کیوں کہ یہ تو اخروی امور میں سے ہے تو دنیاوی احکام اس پر مرتب نہ ہوں گے؛ الا یہ کہ اسے تھپڑ مارے جاتے ہوں اور مذاق بنایا جاتا ہو۔۔۔ کیوں کہ وہ حقیر انسان بن چکا ہے (اب ایسا شخص بہرحال امام محمد کے نزدیک بھی کفوء نہ

ہوگا) یہی ہدایہ میں ہے اور فتح القدیر میں ہے محیط کے حوالے سے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے، شاید مراد المحیط البرہانی ہے؛ کیوں کہ محیط رضوی (جو کہ میرے پاس ہے) میں مجھے یہ مسئلہ نہیں ملا اور یہ موافق ہے، اس روایت کے جس کی تصحیح سرخسی نے کی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کفاءت میں دینداری کا اعتبار نہیں؛ لیکن ہدایہ کی تصحیح اس (محیط کی تصحیح، یا نقل فتویٰ) کے معارض ہے، پس جو متون میں ہے، اس پر فتویٰ دینا اولیٰ ہوگا اور ایک فاسق صالحہ بنت صالح کا کفو نہ ہوگا۔)

اسی طرح خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار میں اس ساری بحث کو ذکر کر کے البحر الرائق کی طرح کفاءت میں دینداری کے اعتبار والے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ علامہ کی عبارت درج ذیل ہے:

(قوله: ديانة) أي عندهما وهو الصحيح، وقال محمد: لا تعتبر إلا إذ كان يصفع ويسخر منه ... ونقل في الفتح عن المحيط أن الفتوى علىٰ قول محمد لكن الذي في التاترخانية عن المحيط قيل وعليه الفتوى وكذا في المقدسي عن المحيط البرهاني ومثله في الذخيرة قال في البحر وهو موافق لما صححه في المبسوط وتصحيح الهداية معارض له فالإفتاء بما في المتون أولىٰ. (ردالمحتار على الدرالمختار: ۸۹/۳)

([درمختار کا قول دیانۃً] یعنی امام صاحب اور امام ابو یوسف کے نزدیک (دینداری کا اعتبار ہے) اور یہی صحیح ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ دینداری کا اعتبار نہیں؛ الا یہ کہ اسے طمانچے مارے جائیں اور مذاق بنایا جاتا ہو۔۔۔ فتح القدیر میں محیط سے نقل ہے کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے؛ لیکن تاتارخانیہ میں محیط کے حوالے سے (امام محمد کے قول کے بارے میں ہے کہ) کہا گیا ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور بحر میں ہے کہ یہ مبسوط والی روایت کے تو موافق ہے؛ لیکن ہدایہ کی تصحیح اس کے معارض ہے، پس جو متون میں ہے (کہ دینداری کا کفائت میں اعتبار ہے) اسی پر فتویٰ دینا بہتر ہے۔)

نیز سوال میں قاضی خان کے حوالے سے امام صاحب سے منقول پہلی روایت کو صحیح قرار دیا گیا ہے، اس کا جواب علامہ رافعی نے التحریر المختار میں یہ دیا ہے:

الإفتاء بما في المبسوط أولى إلا أن يقال: إن تصحيح ما فيه قد ضعف بما في المحيط والذخيرة حيث عبر عنه بقيل. (التحرير المختار: ۱۹۰/۳)

(مبسوط (یا خانیہ وغیرہ کی روایت) پر فتوی دینا اولیٰ ہوتا؛ مگر یہ کہا جائے گا کہ مبسوط کی تصحیح کردہ روایت کو محیط اور ذخیرہ (میں موجود "قیل وعلیہ الفتویٰ" کہا گیا ہے کہ اسی پر فتوی ہے) کے الفاظ نے ضعیف کر دیا [کیوں کہ کہا گیا ہے کہنا قول کے ضعف پر دالّ ہوتا ہے]۔)

لہٰذا صورت مسئولہ میں تحریر کردہ دلائل اور بحر اور شامیہ کی دوسری روایت کو ترجیح دینے اور اصحابِ متون کا بھی امام صاحب سے منقول دوسری روایت (کہ کفاءت میں دینداری) کو لینا نیز پہلی روایت پر محیط برہانی میں "قیل" (کہا گیا ہے) کے الفاظ سے ضعف کی طرف اشارہ اور آخر میں شامیہ کا یہ کہہ دینا "**فالافتاء بما في المتون أولىٰ**" (متون

میں موجود روایت پر فتوی دینا اولی ہے۔) یہ سب باتیں یہ نتیجہ دیتی ہیں کہ امام صاحب سے منقول دونوں روایتوں میں سے صحیح ترین اور مفتی بہ دوسری روایت ہے اور کفاءت میں دینداری کا اعتبار ہے اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہے؛ لیکن اس روایت پر نہیں، جو سوال میں ذکر ہے؛ بلکہ دوسری روایت پر جس کے مطابق کفاءت میں دینداری کا اعتبار کیا گیا ہے اور امام ابو یوسف بھی اس مسئلے میں امام صاحب کے ساتھ ہیں۔

البتہ سوال میں سائل کا یہ کہنا ''صالحہ لڑکی فاسق شخص کا کفو بن سکتی ہے، یا نہیں'' درست نہیں؛ کیوں کہ کفاءت کا اعتبار مردوں میں ہوتا ہے، عورتوں میں نہیں، لہٰذا سوال یوں ہونا چاہیے ''کیا فاسق شخص صالحہ لڑکی کا کفو بن سکتا ہے، یا نہیں؟'' نیز سوال میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ اس نیت سے نکاح کرانا کہ شوہر نکاح کے بعد فسق و فجور سے تائب ہو جائے، کیسا ہے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ مسئلہ شوہر کے تائب ہونے، یا نہ ہونے سے نہ بدلے گا، اصل مدار سرپرستوں کی اجازت پر ہے، اگر سرپرست اپنی بیٹی کا نکاح کسی فاجر شخص سے کراتا ہے، چاہے توبہ کی امید سے کرائے، یا کوئی اور نیت ہو، لڑکی کی رضامندی کے ساتھ یہ نکاح درست ہے اور اگر لڑکی خود سرپرستوں کی رضامندی کے بغیر فاسق سے نکاح کرتی ہے تو وہ نکاح مفتی بہ قول کے مطابق غیر کفو میں ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے، چاہے اس نیت سے کرے کہ لڑکا توبہ کر لے گا، یا کسی بھی نیت سے، بغیر اجازت ولی غیر کفو میں نکاح بہر حال کالعدم ہے، البتہ اتنا ہے کہ اگر سرپرست خود اس نیت سے کہ لڑکا گناہوں سے توبہ تائب ہو جائے، اپنی بیٹی کا نکاح کراتے ہیں تو یہ ایک خیر کا کام ہوگا۔

لمافی الدر المختار(۵۴/۳): (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا).

وفی اللجنة الدائمة (۱۸۸/۱۸): ج: تشرع مساعدته فی الزواج لأن هٰذه المذکورات لا تمنع ذلک، وتنصحه بتوفیر لحیته وإعفائها، وترک التدخین، ونرجو أن یکون تزویجک له من أسباب صلاحه وطاعته لک لأن الخیر یأتی بالخیر وباللّٰه التوفیق وصلی اللّٰه علٰی نبینا محمد وآله وصحبه وسلم. (نجم الفتاویٰ: ۱۰۱/۵-۱۰۴) ☆

☆ **لڑکی میں دین داری کو ترجیح دینے کا مطلب:**

سوال (۱) مجھے ایک حدیث کے بارے میں معلوم کرنا ہے، شریعت کا حکم ہے کہ دین دار لڑکی کو نکاح کے لیے ترجیح دی جائے، نیز جمال کی رعایت سے زیادہ دین کی رعایت کی جائے، میں ایک طرف یہ حکم دیکھتا ہوں، دوسری طرف صحیح حدیث کہ ''جب تم میں سے کوئی پیغام نکاح بھیجے تو اگر وہ دیکھ سکتا ہے، لڑکی کے اس حسن و جمال کو جو اسے نکاح کی طرف دعوت دے تو وہ دیکھ لے''۔ (مفہوم حدیث)

مفتی صاحب! (۱) جب اصل دین کی رعایت ہے تو حسن و جمال دیکھنے کا کیا فائدہ؟

(۲) کیا دین کی رعایت چھوڑ کر فقط جمال دیکھتے ہوئے نکاح کیا جائے تو گناہ ہوگا، یا نہیں؟

(۳) شادی سے قبل جب اس لڑکی کو دیکھنا بصراحت نص جائز ہے تو اس کے بارے میں کہ وہ کیسی ہے، دین دار ہے، جمیل ہے، سگھڑ ہے، الخ، یہ سوچنا بھی قبل النکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

براہ کرم تمام پہلوؤں کا شافی جواب عنایت فرمائیں؛ تا کہ میرے ذہن کی تشویش دور ہو؛ کیوں کہ مذکورہ بالا امور سے تو منگنی کے بعد لڑکی سے بات کرنا اور سوچنا جائز لگتا ہے۔ ==

غیر عالم دین کا عالم دین کی لڑکی سے نکاح کرنا:

سوال: کسی عالم دین، یا پیش امام کی لڑکی سے غیر عالم کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ کیا جاہل آدمی عالم دین کی بیٹی کا کفو ہے، یا نہیں؟

==

الجواب ــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) شریعت مطہرہ میں نکاح کے لیے عورت کے دین دار ہونے کا زیادہ اعتبار کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اصل دین ہی ہے، جس لڑکی کو پیغام نکاح بھیجنے کا ارادہ ہوتو جہاں تک اس کے دیکھنے کی اجازت کا تعلق ہے، وہ ایک عارض کی وجہ سے تھا کہ انصار کی بعض عورتیں بھینگی ہوا کرتی تھیں، ہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کی اجازت دی کہ بعد میں نہ دیکھنے کی وجہ سے کوئی عارض ازدواجی زندگی کو متاثر نہ کرے، جس کی وجہ سے آپس کی محبت میں کمی آئے۔ ہاں عورت کو پہلے دیکھ لینا اگر وہ خوبصورت ہوتو اس سے محبت بڑھ جاتی ہے اور یہ دیکھنا محبت کے بڑھنے کا ذریعہ ہوگا تو اگر ایک طرف خوبصورتی کے ساتھ دین داری بھی ہے اور دوسری طرف صرف خوبصورت ہے، یا صرف دین دار ہے تو اس تقابل میں جو عورت خوبصورت اور دین دار ہو، اس سے نکاح کرنا بہتر ہے؛ لیکن اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ دوسری عورت کی تذلیل نہ ہو اور اس عورت کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، نیز یہ نیت کرے کہ میں خوبصورت دین دار عورت سے جو نکاح کررہا ہوں، وہ محض اس وجہ سے نہیں کہ وہ خوبصورت ہے؛ بلکہ میرا دل چاہتا ہے اور دل میں عفت وپاکدامنی کا عزم رکھے۔

(۲) اگر فقط جمال کو دیکھتے ہوئے نکاح کیا جائے، باوجود اس کے کہ وہ دین دار نہ ہو تو اس عمل سے گناہ گار تو نہ ہوگا، البتہ یہ فعل خلاف اولیٰ ہے؛ اس لیے کہ بعض احادیث میں اس سے نہی وارد ہے۔

(۳) حدیث مبارکہ میں صرف دیکھنے کی اجازت ہے، مقصود اس سے حاصل ہو جاتا ہے، جہاں تک بات ہے سوچنے کی تو اگر خود ذہن میں خیال آئے تو حرج نہیں، ورنہ ذہن میں بتکلف خیال لانا درست نہیں۔ منگنی نکاح نہیں؛ بلکہ وعدۂ نکاح ہے، لہٰذا یہ اجنبیہ ہی ہوئی، جو حکم عام اجنبیہ کا ہے، وہی اس کا ہے۔

لمافي المشكاة (٢٦٧/٢): وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك.

وفي مرقاة المفاتيح (٢٥٥/٦):[فإن استطاع أن ينظر إلى ما] أي عضو [يدعوه] أي يحمله ويبعثه [إلى نكاحها فليفعل] فإنه مندوب لأنه سبب تحصيل النكاح وهو سنة مؤكدة والتحصين المطلوب بالنكاح لا يحصل إلا بالرغبة في المنكوحة والنهي أن يكون المقصود الجمال فقط كذا ذكره ابن الملك وفيه إن قصد الجمال مباح والنهي لأنه خلاف الأولٰى لأن الأولٰى أن يقصد بالمباح نية حسنة ليصير عبادة ... وأن ما روى أن المرأة لا تنكح لجمالها ليس زجراً عن رعاية الجمال بل هو زجر عن النكاح لأجل الجمال المحض مع الفساد في الدين.

وفي عون المعبود(١٥١/٤):(ولجمالها) يؤخذ منه استحباب تزوج الجميلة إلا أن تعارض الجميلة الغير دينة والغير الجميلة الدينة نعم لو تساوتا في الدين فالجميلة أولٰى ويلتحق بالحسنة الذات الحسنة الصفات.

وفي الشامية (١١/٣):قال في شرح الطحاوي لو قال هل أعطيتنيها فقال أعطيت إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح اه

وفي الفقه الإسلامي (٦٥٨/٩، كتاب النكاح، إدارة الفكر):بينا أن الخطبة ليست زواجا وأن هي مجرد وعد بالزواج. (نجم الفتاویٰ:۱۰۴/۵-۱۰۶)

الجواب

علم وجہالت کفو بننے کی صفات نہیں؛ اس لیے اگر کفاءت کے دیگر اقسام موجود ہوں تو ولی کی رضامندی سے غیر عالم عالم دین کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔

قال العلامة الکاسانی: لأن فی الکفاء ة حقًا للأولیاء لأنھم ینتفعون بذٰلک ... ولو کان التزویج برضاھم یلزم حتٰی لایکون لھم حق الاعتراض. (بدائع الصنائع: ۳۱۸/۲، فصل فاالنکاح الذی الکفاء ة)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳۷۵/۴)

غیر حافظ لڑکے کا نکاح حافظہ لڑکی سے:

سوال: غیر حافظ لڑکا حافظ قرآن لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ ہمارے یہاں ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن پر کسی اور چیز کو رکھنا جائز نہیں، لہٰذا نکاح نہیں ہوسکتا، آپ وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

غیر حافظ لڑکا جب کہ دیندار متشرع ہو تو وہ حافظہ لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے، لڑکی کے حفظ اور اس کی دینداری کی وجہ سے اس کے مرتبہ میں اضافہ ہوجائے گا اور حفظ قرآن کی نسبت سے اس کا احترام بھی کرنا ہوگا؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے نکاح جائز نہ ہو اور عورت مرد پر حاکم ہوجائے اور ﴿**الرجال قوامون علی النساء**﴾ (۲) کا حکم بدل جائے۔ سوال میں جو دلیل ذکر کی گئی ہے، وہ اس صورت میں ہے جب کہ قرآن مجید محسوس صورت میں ہو تو اس وقت قرآن مجید پر کوئی اور کتاب، یا کوئی اور چیز رکھنا جائز نہ ہوگا اور صورت مسئولہ میں یہ بات نہیں ہے، ورنہ اس شخص کی دلیل کے پیش نظر اس حافظہ لڑکی کا بیت الخلا جانا، استنجا کرنا بھی جائز نہ ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کو بیت الخلا میں لے جانا اور قرآن مجید کے سامنے ستر کھولنا لازم آئے گا، حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں، بلا تکلف اس کے لیے یہ چیزیں جائز ہیں۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۸)

غیر برادری میں عالم سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید عالم ہے، وہ ایک گاؤں کے مدرسہ میں تعلیم دیتا تھا اور جو مدرسہ کے صدر تھے، وہ دین دار اور شریف تھے اور شیخ برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک

---

(۱) قال ابن نجیم: تحت قول النسفی: ورضا البعض کالکل أی ورضا بعض الأولیاء المستوین فی الدرجة کرضا کلھم حتی لا یتعرض أحد منھم بعد ذلک. (البحر الرائق: ۱۲۹/۳، باب الأولیاء والأکفاء) ومثلہٗ فی ردالمحتار: ۳۴۴/۲، باب الأولیاء)

(۲) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾ (سورة النساء: ۳۴، انیس)

لڑکی جوان ہے اور وہ لڑکی مدرسہ میں درجہ حفظ میں پڑھنے والی دو لڑکیوں کا پارہ سبق اور آموختہ بھی سن لیا کرتی تھی تو زید نے شریف گھرانا دیکھ کر غائبانہ طور پر لڑکی کو شادی کا پیغام دیا تو اس لڑکی نے تحریری طور پر رضامندی کا اظہار کیا اور اس رضا مندی کا علم اس لڑکی کی پھوپھی زاد بہن کو بھی تھا، جو عاقلہ و بالغہ تھی، زید نے مطالبہ کیا کہ آپ اس رضامندی کو تحریری شکل میں پیش کریں تو زیادہ معتبر ہوگا کہ میں نے آپ کے ساتھ شادی کی، یا نکاح کیا تو اس لڑکی نے یہ الفاظ تحریر کئے کہ ''میں نے آپ کے ساتھ شادی کی'' شادی کی، شادی کی تو اس لڑکی کی تحریر پر زید نے دو گواہ بنا لیے اور زید نے لڑکی کے پاس فون کیا اور یہ لفظ کہا کہ میں نے قبول کرلیا اور پھر اسی وقت زید نے لڑکی سے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ نکاح کیا تو اس لڑکی نے ہاں کر دیا۔ جب ان تمام باتوں کا علم لڑکی کے والدین کو ہوا تو انہوں نے کہا یہ تو بہت غلط ہوا اور ان کے خاندان اور دیگر اعزا و اقربا طعن و تشنیع کرنے لگے کہ زید غیر برادری کا ہے تو کیا اس لڑکی کے والدین کا اور خاندان اور دیگر اعزا و اقربا کا غصہ کرنا اور طعن و تشنیع کرنا اور اس کو معیوب سمجھنا نکاح کے نافذ ہونے میں دخل انداز ہوگا، یا نہیں؟ اور کیا اس کا عالم ہونا شیخ زادی لڑکی کے لیے کفو بن سکتا ہیں، یا نہیں؟ (المستفتی: حافظ طفیل احمد، بھاگووالا، بجنور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نوجوان لڑکی کے یہ الفاظ تحریر کرنے کی وجہ سے کہ میں نے شادی کی، شادی کی، شادی کی اور اس پر زید کے دو گواہ بنانے کی وجہ سے نکاح ہو جائے گا۔

ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب وصورته أن یکتب إلیها یخطبها فإذا بلغها الکتاب احضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت: زوجت نفسی منه، أوتقول: إن فلانا کتب إلی یخطبنی فاشهدوا عنی إنی زوجت نفسی منه. (شامی، کتاب النکاح، زکریا: ۷۳/٤، کراچی: ۱۲/۳، الموسوعة الفقهیة الکویتیة: ۲٤۱/٤۱، فتح القدیر، دارالفکر مصری: ۱۹۷/۳، زکریا: ۱۸۹/۳، کوئٹه: ۱۹۷/۳)

عالم بڑی سے بڑی برادری کا کفو بن سکتا ہے، اس کے بعد والدین اعزا و اقربا و دیگر خاندان کے لوگوں کا طعن و تشنیع کرنا اور اس کو معیوب سمجھنا نکاح کے نافذ ہونے میں دخل انداز نہ ہوگا۔

والسلطان، والعالم کان کفؤاً وإن لم یملک ما ینفق. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کوئٹه: ٦۰/۳، زکریا: ۱۳٤/٤، رقم: ٥۷٤۰)

وإن بالعالم فکفء لأن شرف العلم فوق شرف النسب، والمال، کما جزم به البزازی وارتضاه الکمال وغیرهم والوجه فیه ظاهر، ولذا قیل أی لکون شرف العلم أقویٰ أن عائشة أفضل من فاطمة. (شامی، زکریا دیوبند: ۲۸۱/٤، کراچی: ۹۲/۳، البنایة، اشرفیة دیوبند: ۱۱٤/٥، مجمع الأنهر مصری قدیم: ۳٤۰/۱، دارالکتب العلمیة بیروت: ٥۰۱/۱) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۹۱۳/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۴/۲/۱۹ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۶۰۶-۶۰۸)

کفاءت میں حرفت اور چال چلن کا معتبر ہونا:

سوال: مسلمانوں میں جو تفریق ذاتوں کی ہے، مثلاً: شیخ، سید، مغل، پٹھان، جولاہہ، تیلی، گوجر، جاٹ وغیرہ معاملہ اخروی میں اگر چہ کچھ تفریق معتبر نہیں، عمل کی ضرورت ہے؛ مگر امور دینوی میں مثلاً نکاح وغیرہ یہ سب ایک سمجھے جاویں گے، یا کچھ تفاخر کو اس میں دخل ہے؟ زید کہتا ہے کہ شیخ سید کے سوا سب ایک ذات ہے، کچھ تمیز نہ کرنی چاہیے۔ عمرو کہتا ہے کہ علاوہ شیخ سید دیگر اقوام جو شریف ہیں، مثلاً: پٹھان، مغل وہ ہم پلہ ہرگز ذلیل قوم مثلاً جولاہہ، تیلی کے نہیں ہیں، نکاح وغیرہ میں سب کا معاملہ ایک سا نہ ہونا چاہیے اور کفو، غیر کفو ہونا علاوہ شیخ، سید دوسری قوموں میں باعتبار پیشہ اور چال چلن، دنائب وغیرہ کے دیکھا جاوے گا اور ایسا تفاخر اور چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے۔ اب علماء شرع سے سوال ہے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے اور نسب اور حسب میں کیا فرق ہے؟ جیسا فخر نسب پر ہوسکتا ہے، کیا شرعاً حسب پر بھی جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

أخرج الدارقطني ثم البيهقي في سننهما، عن جابربن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتنكحواالنساء إلا من الأكفاء. (الحديث)، كذا في تخريج الز يلعي.

وفي فتح القدير: لكنه حجة بالتضافر والشواهد، ثم قال بعد ذكر الشواهد: فوجب ارتفاعه إلى الحجية بالحسن لحصول الظن بصحة المعنى وثبوته عنه صلى الله عليه وسلم، آه. (۱)

وفي فتح القدير: وروى الدارقطني عن ابن عمرمرفوعاً: "الناس أكفاء قبيلة لقبيلة وعربي لعربي ومولى لمولى إلاحائكاً أوحجاماً"، وضعف ببقية بن الوليد وهو مخيل إن عنعن الحديث لا غير. (۲)

وفيه: وبعض طرقه كحديث بقية [هوالذي روى رافعا] ليس من الضعف بذلك، فقدكان شعبة معظما لبقية وناهيك باحتياط شعبة وأيضا تعدد طرق الحديث الضعيف يرفعه إلى الحسن، آه. (۳)

في الدرالمختار: (وحرفة)، الخ. في ردالمحتار: ذكرالكرخي أن الكفاء ة فيها معتبرة عند أبي يوسف وأن أباحنيفة رحمه الله بنى الأمر فيها على عادة العرب أن مواليهم يعملون هذه الأعمال لايقصدون بها الحرف فلا يعيرون بها، وأجاب أبويوسف على عادة أهل البلاد وأنهم يتخذون ذلك حرفةً، فيعيرون بالدنيء منها فلايكون بينهماخلاف في الحقيقة، بدائع، فعلى هذا لوكان من العرب من أهل البلاد من يحترف بنفسه، تعتبر فيهم الكفاء ة فيها وحينئذ فتكون معتبرة بين العرب والعجم. (۵۲۶/۲-۵۲۷) (۴)

(۱) فتح القدير، فصل في الكفاء ة: ۲۹۲/۳، دارالفكربيروت، انيس
(۲) فتح القدير، فصل في الكفاء ة: ۲۹۵/۳، دارالفكربيروت، انيس
(۳) فتح القدير، فصل في الكفاء ة: ۲۹۶/۳، دارالفكربيروت، انيس
(۴) ردالمحتار، باب الكفاء ة: ۹۰/۳، دارالفكربيروت، انيس

وفی ردالمحتار بعد الکلام فی التکافؤ حرفةً عن الفتح:أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فیدور معه.(۵۲۷/۲)(۱)

وفی ردالمحتار: أن المعتبرفی کل موضع ما اقتضاه الدلیل من البناء علی أحکام الآخرة وعدمه ... قلت:ولعل ما تقدم عن المحیط من أن تابع الظالم أخس من الکل کان فی زمنهم الذی الغالب فیه التفاخربالدین والتقویٰ دون زماننا الغالب فیه التفاخر بالدینا، فافهم.(۵۲۸/۲)(۲)

ان روایات حدیثیہ وفقہیہ سے ثابت ہوا کہ قول عمرو کا صحیح ہےاور یہ کہ مبنیٰ اس کا عرف پر ہے،جس کا حدیث میں بھی اعتبار کیا گیا ہےاور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم عجم میں جونسباً کفاءت معتبر نہ ہونا فقہا نے لکھا ہے، یہ بھی مقید ہےاس کے ساتھ کہ جب عفو میں اس تفاوت کا اعتبار نہ ہو، ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب وقومیت کے معتبر ہوگا، کما مر من الاستثناء فی الحدیث:''مولی لمولٰی''(أی عجمی لعجمی) بقوله: إلاحائکاً وحجاماً ومرمن قول الفتح أن الموجب هواستنقاص أهل العرف،الخ، چنانچہ خودعرب میں باہم باوجودتشارک فی شرف النسب کے ان ہی عوارض عرفیہ کے سبب بنو باہلہ کو تکافؤ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

کما فی الهدایة: والعرب بعضهم أکفاء لبعض قبیلة بقبیلة والموالی بعضهم أکفاء لبعض رجل برجل ... وبنوباهلة لیسو باکفاء لعامة العرب لأنهم معروفون بالخساسة.(۳)

اوراسی عوارض عرفیہ کے مدار ہونے سے صاحب فتح نے اس اطلاق استثناء میں نظر کی، حیث قال:

وقد أطلق ولیس کل باهلی کذلک بل فیهم الأجود وکون فضیلة منهم أوبطن صعالیک فعلو ذلک (أی أخذ عظام المیتة وطبخهاوأخذ دموماتها) لایسری فی الکل.(۴)

اوراسی اعتبار عرف کی بنا پر اس قول متون''والعرب أکفاء فلا یکأفیهم غیرهم'' کے اطلاق کو اہل فتاویٰ نے مقید کیا، چناں چہ ردالمحتار میں ہے:

ولکن قیده المشائخ بغیر العالم [إلٰی وقوله] وکیف یصح لأحد أن یقول إن مثل أبی حنیفة أوالحسن البصری وغیرهما ممن لیس بعربی أنه لایکون کفؤاً لبنت قریشی جاهل أو لبنت عربی بوال علی عقبیه.(۵۳۰/۲)(۴)

اورنسب نسبت الیٰ الآباء ہےاورحسب لغۃً عام ہے، کمافی القاموس؛لیکن عرفاً خاص ہے شرف نفس کے ساتھ،خواہ

(۱) ردالمحتار،باب الکفاء ة:۹۰/۳،دارالفکربیروت،انیس
(۲) ردالمحتار،باب الکفاء ة:۹۱/۳،دارالفکربیروت،انیس
(۳) الهدایة،فصل فی الکفاءة:۱۹۵/۱-۱۹۶،دار إحیاء التراث العربی بیروت،انیس
(۴) فتح القدیر،فصل فی الکفاءة:۲۹۸/۳،دارالفکربیروت،انیس
(۵) ردالمحتار،باب الکفاء ة:۹۲/۳-۹۳،دارالفکربیروت،انیس

دنیوی ہو، یا دینی اور کفاءت میں یہ بھی معتبر ہے مثل نسب کے، چناں چہ فقہاء کا دیانۃً و مالاً و حرفۃً کہنا اس کی صریح دلیل ہے اور مدار اس کا بھی عرف پر ہی ہے، **كما يظهر من التصريحات الفقهية. والله أعلم**

۲۵ / رمضان ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولی، ص: ۵۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۳۵۵-۳۵۷)

حرفت میں کفاءت:

سوال: ایک شخص کا پیشہ درودگری کا ہے، (۱) اور سہ پشت سے درودگری کے ہمراہ زراعت اور کھیتی کا کام بھی ان کی پشت میں چلا آتا ہے، قانونِ رائج میں چوں کہ کمی ہیں، وہ اراضیات خرید نہیں سکتا؛ مگر وہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے، وہ شخص بغیر اجازت ولی جائز ایک عورت ردانی کو نکاح کرتا ہے، جو کہ علاقہ پنجاب میں شریف قوم سمجھی جاتی ہے اور مالک اراضیات کے اور زراعت کا کام بھی کرتے ہیں۔ اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ ناکح قوم کا درودگری غیر زراعت پیشہ ہے، درودگری کا کام بھی کرتا ہے اور زراعت کا کام بھی کرتا ہے اور عورت منکوحہ ردانی قوم کی جو کہ زراعت پیشہ ہے اور اس کے اولیا بھی زراعت کا کام کرتے ہیں، کیا ناکح بغیر رضامندی ولی اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، حرفت درودگری قلبہ رانی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

صورت مسئولہ میں عورت مرد ہر دو پیشہ زراعت میں مشترک ہیں، مرد پیشہ درودگری بھی کرتا ہے، عورت اس سے خالی ہے، پس اگر دونوں عجمی ہیں کہ کسی قبیلہ عرب کی طرف منسوب نہیں تو بظاہر ایک دوسرے کے کفو ہیں؛ کیوں کہ عجم میں کفاءت حرفت کے اعتبار سے ملحوظ ہوتی ہے۔ اگر دونوں، یا ایک کسی قبیلہ عرب کی طرف منسوب ہیں تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جا سکتا ہے۔

"وأما في العجم فتعتبر حرية وإسلاماً ومالاً وحرفة، فمثل حائك غير كفء لمثل خياط، الخ". (الدر المختار ملخصاً) (۲)

---

(۱) درودگرز: بڑھئی"۔ (نور اللغات ۳/ ۳۰، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

(۲) العبارة بأسرها: "أما في العجم فتعتبر حرية وإسلاماً ... وحرفة، فمثل حائك غير كفؤ مثل خياط، الخ". قال في الملتقى وشرحه: فحائك أو حجام أو كناس أو دباغ أو حلاق أو بيطار أو حداد أو صفار غير كفء لسائر الحرف كعطار أو بزاز أو صواغ ... وفي الفتح: أن الموجب هو استنقاص أهل العرف، فيدور معه، وعلى هذا ينبغي أن يكون الحائك كفواً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً البتة، اللّهم! إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، آه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۸۷-۹۰، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم كفؤا لبعض ... الحرية والإسلام فهما معتبران في حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب ... وأما السادس فالكفاءة في الحرفة ... لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرف، ويتعيرون بدناءتها، وهي وإن أمكن تركها يبقى عارها ... والحائك يكون كفواً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً البتة، إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، آه". (البحر الرائق: ۳/ ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، رشيديه)

وہ خاندانی لڑکا لڑکی، بہن بھائی مانتے ہوئے نکاح کرنا بُرا و نا جائز جانتے ہیں، خواہ تایا و چچا زاد لڑکا حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو، دوسرے گوت وقبیلہ میں ناخواندہ کو اچھا و جائز سمجھ کر کرتے ہیں، آیا ایسی صورت میں غیر کفو میں یعنی گوت میں نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟ جبکہ بموجب ارشاد واجب العلم والاعتقاد نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :"من تشبه بقوم، الخ"(۱) غیر گوت میں کرنا ہندووانہ رسم ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۳۲)

حصول کفاءت در مال با قدرت:

سوال: بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ سترہ میں لکھا ہے کہ جو مہر معجّل دے دے، وہ بڑے دولت مند کا کفو ہے۔ کیا صرف مہر معجّل پر قدرت کافی ہے، یا اس کے ساتھ نان ونفقہ کی قدرت بھی ضرورت ہے؟ کتب درسیہ میں نفقہ کی قدرت کو بھی شرط لکھا ہے۔

الجواب

مراد یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل مہر پر قدرت شرط نہیں، پس مقصود نفی کرنا ہے اشتراط قدرت مہر مؤجل کی، نہ کی نفقہ کی؛ اس لیے تعارض نہیں، البتہ اگر صحت نامہ میں بعد لفظ مہر معجّل کے لفظ "اور نفقہ" بڑھا دیا جائے تو زیادہ توضیح ہو جائے۔

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۵۲-۳۵۳)

کفایت میں مالداری کے اعتبار کا حکم:

سوال: چچا نے اپنی نابالغہ یتیم بھتیجی کا نکاح اپنے عدیم المال بیٹے سے کر دیا تو کیا یہ نکاح شرعاً معتبر ہے، یا نہیں؟

الجواب

بنابر روایت مختار کفاءت صحت نکاح کے لیے شرط ہے اور جن چیزوں میں کفاءت شرط ہے، ان میں سے ایک مال بھی ہے، پس صورت مسئولہ میں اگر لڑکا مہر معجّل اور محترف نہ ہونے کی صورت میں ایک ماہ کے نفقے پر قادر ہو اور لڑکی بھی بلوغ کے بعد راضی ہو تو نکاح درست ہے، ورنہ نہیں۔

قال ابن عابدين: تحت قول الحصكفي (الكفاء ة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه أو الصحته) وهذا بناء علىٰ ظاهر الرواية من أن العقد صحيح وللولي الاعتراض، أما على رواية الحسن المختارة للفتوىٰ من أنه لايصح فالمعنى معتبرة في الصحة. انتهىٰ.

وقال الحصكفي: ومالاً بأن يقدر على المعجل ونفقة شهر لوغيره محترف. (رد المحتار: ۳/۸٤، باب الكفاء ة) (۲) (فتاویٰ حقانیہ:۴/۳۸۰)

---

(۱) سنن أبي داؤد: ۲/۲۰۳، كتاب اللباس، باب ما جاء في الأقبية، إمداديه ملتان

(۲) وقال ابن نجيم المصري: الفقير لايكون كفوءا للغنية كبيرة كانت أوصغيرة إلا يكون عالمًا أو شريفًا. (الأشباه والنظائر: ۲/۱٦، كتاب النكاح) ومثلهٗ في بدائع الصنائع: ۲/۳۱۹، فصل ما تعتبر فيه الكفاء ة

کفاءت میں پیشے سے متعلق برابری پر تحقیقی فتوی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں کفو کے معاملے میں پیشے کے اندر بھی برابری ضروری ہے؟ آج کل تو بعض قصائی کروڑ پتی ہوتے ہیں تو کیا ایسا شخص ایک ڈاکٹر کی بیٹی کا کفو ہوگا؛ یعنی پیشے میں کفو کا کیا مطلب ہے؟ بعض اچھے پیشوں والے غریب ہوتے ہیں اور بعض جاہل قصائی اور دیگر پیشوں والے امیر ہوتے ہیں، لہٰذا آپ اس مسئلے کی صحیح تشریح کردیں۔ نیز ایک کمپنی میں اگر ایک شخص ملازم اور ایک کلرک ہے تو کیا کلرک ملازم کی بیٹی کا کفو ہوگا۔ نیز صرف لڑکے کا پیشہ دیکھا جائے گا، یا باپ دادا کا بھی؟ مسئلے کی ہر پہلو سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت اسلامیہ میں نکاح کے معاملے میں کفاءت؛ یعنی برابری کا لحاظ رکھنا ایک بہت ہی اہم امر ہے۔ برابری کا لحاظ رکھنے کی بنیادی وجہ لڑکی کے سرپرستوں کو لاحق ہونے والی عار ہے؛ کیوں کہ نکاح ایک ایسا معاملہ ہے، جو دو اجنبی خاندانوں کو بھی ایک نسبت، ایک پہچان دیتا ہے۔ لڑکی کا رشتہ جس قسم کے لڑکے سے ہو، اس اعتبار سے لڑکی والوں کی وجاہت اور لیاقت کا اندازہ لگایا جاتا ہے، اس کفاءت کے سلسلے میں شرعاً چھ چیزوں میں برابری کا لحاظ رکھا گیا ہے، جس میں سے ایک پیشہ بھی ہے؛ کیوں کہ انسان کا پیشہ اس کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بعض پیشے معاشرے میں انتہائی معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ لڑکی کا از خود کسی گھٹیا پیشے والے سے نکاح لڑکی کے اولیا کی معاشرے میں ذلت اور رسوائی کا سبب بنتا ہے۔

پیشے میں اصل مدار عار کا ہے، نہ کہ پیسوں کا، چاہے اس پیشے والے کے پاس لاکھوں روپے ہوں؛ لیکن اگر معاشرے میں وہ پیشہ عار کا سبب ہے تو ایسا شخص کفو نہیں کہلائے گا اور اگر معاشرے میں عار کا سبب نہیں تو وہ شخص کفو ہے، اگرچہ اس پیشے میں مال زیادہ نہ ہو۔

پیشے کا اعلیٰ ہونا، یا نہ ہونا یہ ہر زمانے کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کبھی ایک جگہ کے عرف میں ایک پیشہ اعلیٰ ہوتا ہے تو کبھی وہی پیشہ دوسری جگہ کے عرف میں ذلت اور عار کا سبب ہوتا ہے، لہٰذا ہر جگہ کے اپنے عرف کا لحاظ ہوگا، البتہ ایک عالم اپنی علمی شرافت کی بنا پر سب کا کفو ہے؛ کیوں کہ عالم کا علم اس کی وجاہت اور لیاقت کے بیان کے لیے خود ہی کافی ووافی ہے۔ قصائی اور ڈاکٹری کا پیشہ اگر کسی عرف میں برابر ہوں تو انہیں کفو شمار کیا جائے گا اور اگر قصائی کے پیشے کو گھٹیا سمجھا جاتا ہو تو پھر یہ دونوں آپس میں کفو نہ ہوں گے، اسی طرح کلرک اور ملازم سے متعلق بھی عرف میں معیوب سمجھنے پر مدار ہوگا۔

پیشے میں اصل اعتبار لڑکے کا ہے، البتہ پیشہ تب ہی کہا جاتا ہے، جب وہ آباء سے چلا آرہا ہو اور اس پر التزام کیا گیا ہو اور اگر کوئی شخص ہر کام کرتا ہو، کوئی خاص کام اس کا نہ ہو تو ایسے شخص کا کوئی پیشہ نہیں اور اگر بیٹے نے باپ کا پیشہ چھوڑ

دیا؛لیکن لوگ باپ کے پیشے کو بھولے نہیں؛ بلکہ وہ بیٹے کو اسی کی طرف منسوب کرتے ہیں تو باوجود کام بدل لینے کے عار باقی رہے گی اور اگر بھول گئے ہوں تو پھر فی الحال لڑکے کا جو کام ہو،اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

کفاءت سے متعلق ایک اہم بات یہ ملحوظ رہے کہ لڑکی اگر بغیر سرپرستوں کی اجازت کے ازخود اپنا نکاح کرے تو ان مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے،البتہ اگر لڑکی کے سرپرست لڑکی کا نکاح کراتے ہیں تو وہ کسی بھی قسم کے لڑکے سے نکاح کرا سکتے ہیں، جہاں ان کی صواب دید ہو،اس میں کفو ہونا بہتر تو ہے؛لیکن ضروری نہیں،کسی خاص مصلحت ، یا حکمت کے پیشِ نظر سرپرست کا کیا نکاح منعقد ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم (الحجرات:٢٦)﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

وفی مبسوط السرخسی (٢٤/٥):والرابع: الکفاء ة فی الحرف والمروی عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی أن ذلک غیر معتبر أصلا وعن أبی یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی أنه معتبر حتٰی أن الدباغ والحجام والحائک والکناس لا یکون کفؤا لبنت البزاز والعطار.

وفی المحیط البرهانی (١٢٧/٤):والسادس: الکفائة فی الحرف فقد اعتبرها أبو یوسف و محمد رحمهما اللّٰه وهو إحدی الروایتین عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه،وعن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه أن الناس بعضهم أکفاء لبعض إلا حائک أو حجام، وفی روایة أودباغ .قال مشایخنا: ورابعهم الکنّاس، فواحد من هؤلاء الأربعة لا یکون کفئاً للصیرفی والجوهری وعلیه الفتوی.

وفی بدائع الصنائع (٥٨٠/٣): وذکر أن أبا حنیفة بنی الأمر فیها علی عادة العرب أن موالیهم یعملون هذه الأعمال لا یقصدون بها الحرف فلا یعیرون بها وأجاب أبو یوسف علی عادة أهل البلاد أنهم یتخذون ذلک حرفة فیعیرون بالدنیئمن الصنائع فلا یکون بینهم خلاف فی الحقیقة.

وفی البحرالرائق (٢٢٤/٣): وکل ما اشتغل الإنسان به وهی تسمی صنعة وحرفة لأنه ینحرف إلیها،آه، فأفاد أنهما سواء وقد حقق فی غایة البیان أن اعتبار الکفائة فی الصنائع هو ظاهر الروایة عن أبی حنیفة وصاحبیه لأن الناس یتفاخرون بشرف الحرف ویتعیرون بدنائتها وهی وإن أمکن ترکها یبقی عارها کما فی المجتبی.

وفی الشامیة (٩٠/٣): قوله (فمثل حائک الخ) قال فی الملتقی وشرحه فحائک أوحجام أو کناس أو دباغ أوحلاق أو بیطار أو حداد أو صفار غیر کفء لسائر الحرف کعطار أو بزاز أو صواف وفیه إشارة إلی أن الحرف جنسان لیس أحدهما کفؤا للآخر لکن أفراد کل منها کفء لجنسها وبه یفتی زاهدی اه أی إن الحرف إذا تباعدت لا یکون أفراد إحداها کفؤا لأفراد الأخری بل أفراد کل واحدة أکفاء بعضهم لبعض وأفاد کما فی البحر أنه لا یلزم اتحادهما فی الحرفة بل التقارب کاف فالحائک کفء لحجام والدباغ کفء لکناس والصفار کفء لحداد

والعطار كفء لبزاز، قال الحلواني: وعليه الفتوى، وفي الفتح أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه وعلى هذا ينبغي أن يكون الحائك كفؤا للعطار بالإسكندرية لماهناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصا البتة اللهم إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، آه، فأفاد أن الحرف إذا تقاربت أو اتحدت يجب اعتبار التكافوء من بقية الجهات فالعطار العجمي غير كفء لعطار أو بزاز عربي أو عالم، بقي النظر في نحو دباغ أوحلاق عربي هل يكون كفؤاً لعطار أو بزاز عجمي والذي يظهر لي إن شرف النسب أوالعلم يجبر نقص الحرفة بل يفوق سائر الحرف فلا يكون نحو العطار العجمي الجاهل كفؤا لنحو حلاق عربي أوعالم ويؤيده ما في الفتح أنه روى عن أبي يوسف أن الذي أسلم بنفسه أو عتق إذا أحرز من الفضائل ما يقابل نسب الآخر كان كفؤا له، آه، فليتأمل.

وفيه أيضاً (۹۲/۳): قوله (وأما لو كان دباغا الخ) هذا فرعه صاحب البحر على ما تقدم بأنه ينبغي أن يكون كفؤا ثم استدرك عليه بمخالفته لقولهم إن الصنعة وإن أمكن تركها يبقى عارها ووفق في النهر بقوله ولو قيل إنه إن بقي عارها لم يكن كفؤا وإن تناسى أمرها لتقادم زمانها كان كفؤا لكان حسنا، ا ھ. (نجم الفتاویٰ: ۵/۹۷-۹۹)

گوت نہ ملنے پر داماد سے ملازموں کی طرح خدمت لینا:

سوال (۱) اپنے قبیلہ وگوت کو چھوڑ کر غیر قبیلہ میں نکاح کرتے ہیں۔ یہ صورت کہ لڑکی کے بدلہ میں لڑکی بمحاورۂ دیہات ''آٹا ساٹا کرنے'' کو لازم؛ بلکہ لازم سمجھ کر کرنا، اگر ایک طرف لڑکے والے کے یہاں لڑکی نہ ہوتو دس ہزار سے بیس بائیس ہزار روپے تک حسب عمر وحسن وجمال نقد لینا ضروری سمجھتے ہیں، یہ امر بوقتِ خطبہ ہے، بروقتِ نکاح برادری کے حسب دستور مہر معجّل علاحدہ ہے، جو لڑکی کا حصہ ہے۔

(۲) مہر کے علاوہ رقمِ مقررہ مذکورہ بالا بھی اگر کسی کے پاس دینے کو نہیں ہے تو آخری درجہ یہ ہے کہ لڑکے یعنی داماد کو آٹھ دس سال تک سسرال رہ کر خسر کے گھر کا کام نوکروں اور مزدوروں کی طرح کرنا ہوگا، صرف شبانہ روز کھانا اور ششماہی، یا سالانہ پوشش کپڑا، اس کے علاوہ کچھ روپے نہیں دیتے۔ اگر کسی لحاظ سے رعایتاً ادھار ہو جائے تو آئندہ نسل میں لین دین کی وصولیابی بذریعہ پنچائب ضروری ہے، (بطور یاددہانی مستثنیٰ ہے، جو اپنی جگہ میں ہے، مذکورہ بالا سے کچھ علاوہ نہیں۔) کیا یہ مذکورہ شکلیں بیع وشرا نہیں بنتیں، جبکہ بیوہ مطلقہ کے بالعوض بھی دس بیس ہزار روپے جبراً لیا جاتا ہے؟ پنچایتیں ہوتی ہیں، وصولیابی ضروری ہے، کیا اس صورت میں نکاح کرنا درست ہے؟

ایسی تقریبات میں میاں جی ومعلم کی شرکت:

(۳) جو میاں جی ومعلم ان کے یہاں رہتے ہوئے، پند ونصیحت کرتے ہوں، ان کی بات نہ ماننے پر بموجب

قولہ سبحانہ تعالیٰ ﴿فلا تقعد بعد الذكر مع القوم الظالمين﴾ (۱) ایسی ناقص کے سبب غلطی وخامی سے متنبہ کیا جائے، ﴿إن اريد إلا الإصلاح﴾ (۲) امید ہے کہ جلد از جلد جواب سے نوازیں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) یہ رسم ورواج غلط اور غیر اسلامی ہے، اس کو توڑنا واجب ہے، (۱) خدائے پاک کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے؛ مگر اس کے باوجود نکاح دوسرے خاندان میں شرعی طریقہ پر ہوگا، اس کو ناجائز اور حرام نہیں کہا جائے گا، (۴) ورنہ دوسری جہالت ہوگی۔

(۲) آٹا ساٹا تو ناجائز نہیں ہے، جبکہ دونوں طرف مہر مستقل ہو؛ (۵) لیکن اس کو لازم سمجھنا غلط ہے اور الزم سمجھنا اغلط ہے، (۶) اگر بدلہ میں لڑکی نہ ملے تو روپیہ لینا رشوت ہے، (۷) جو کہ حرام ہے، جس پر جہنم کی وعید ہے، (۸)

---

(۱) سورة الأنعام:٦٨

(۲) سورة الهود:٨٨

(۳) "من أحدث في أمرنا هذا ليس منه فهورد". "(ما ليس منه) :أى رأياً ليس له فى الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفى ملفوظ أو مستنبط (فهورد) :أى مردود على فاعله لبطلانه ... وكلما كان كذلك فهو رد بهذا العمل". (فيض القدير: ٥٥٩٤/١١، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۴) "وإنما تحل فى الصورة الرابعة، وهى رضا الولى بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك، آه ... إن الولى لو قال لها: أنا راض بما تعلين، أو زوجى نفسك ممن تختارين ونحو أنه يكفى، وهو ظاهر؛ لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط ... فلا يثبت حق الفسخ حال وجود الرضا بعدم الكفء من وجه". (ردالمحتار: ٨٦/٣، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"هذا (أى عدم جواز النكاح فى غير الكفء) إذا كان لها ولى ولم يرض به قبل العقد ... وأما إذا لم يكن لها ولى، فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً". (ردالمحتار: ٥٧/٣، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

(۵) "إنما نهى عنه لخلوه عن المهر، وقد أوجبنا فيه مهر المثل، فلم يبق شغاراً، قيد بالشعار؛ لأنه لوزوج بنته من رجل على مهر مسمىٰ على أن يزوجه الأخر بنته على مهر مسمىٰ، فإن زوجه، فلكل واحد منهما ما سمى لها من المهر". (البحر الرائق: ٢٧٣/٣، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(۶) "وكل جائز أدى إلى اعتقاده ذلك، كره". (رد المحتار: ٣٧١/١، كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، سعيد)

"من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال". (مرقاة المفاتيح: ٣١/٣، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الأول، رشيديه)

(۷) "(أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده)؛ لأنه رشوة". (الدر المختار)

"أى بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيأ، وكذا لو أبى أن يزوجها، فللزوج الاسترداد قائماً أو هالكا، لأنه رشوة". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ١٥٦/٣، سعيد)

(۸) "عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنه، قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الراشي والمرتشي". (الحديث) (سنن أبى داؤد، كتاب القضاة، باب فى كراهة الرشوة: ٥٠٤/٢، دارالحديث ملتان) ==

پھر روپیہ نہ ہونے کی صورت میں داماد سے مزدوروں کی طرح مدتِ متعینہ تک کام لینا انتہائی تحقیر وتذلیل ہے، (۱) ادھار ہونے کی صورت میں آئندہ نسلوں سے وصول کرنا بڑا ظلم ہے، بیعِ حر باطل ہے۔ (۲) مسئولہ رواج صریح بیع تو نہیں ہے، ہاں صورت بیع کے مشابہ ہے اور بے شمار مفاسد پر مشتمل ہے، اجتماعی حیثیت سے سب قوم کومل کر اس کی اصلاح لازم ہے۔

(۳) میاں جی اور معلم بھی ایک درجہ کا مصلح ومقتدا ہے، اس کو بھی اصلاح کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے، ان کے ساتھ رل مل کر غلط اور خلافِ شرع رسم ورواج میں شرکت کرنا ان کی تقویت وتائید ہے، جس کی وجہ سے وبال میں شریک شمار ہوگا اور وبال سے نہیں بچ سکے گا، وہاں کے مطابق جو تدابیر اصلاح کی مناسب ہوں، اس کو اختیار کیا جائے۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳، ۶/ ۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۶/ ۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۶۳۶)

اپنے خاندان میں نکاح نہ کرنا (گوت بچانا):

سوال: ایک خاندان کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے اندر اگر آپس میں لڑکے اور لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں تو وہ

== "الراشي والمرتشي كلاهما في النار. (فيض القدير: ۷/ ۳۴۲۰، نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

(۱) "(و) في (خدمة زوج حر) سنة (للإمهار) لحرة أو أمة، لأن فيه قلب الموضوع". (الدرالمختار)

"لأن موضوع الزوجية أن تكون هي خادمة له، لا بالعكس، فإنه حرام من الإهانة والإذلال". (رد المحتار، كتاب النكاح، با ب المهر، مطلب: نكاح الشغار، سعيد)

(۲) "(بطل بيع ما ليس بمال)... (كالدم والميتة والحر والبيع به)". (الدرالمختار على التنوير: ۵/ ۵۱-۵۲، كتاب البيع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال، سعيد

(۳) "نهى الله تعالىٰ ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾ وذلك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرك وأهل الملة، لوقوع الإسم عليهم جميعاً، وذلك إذا كان في تقية من تغيره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة على الظالمين بقبح ما هم عليه، فغير جائز ... لأن النهي عام عن مجالسة الظالمين؛ لأن في مجالستهم مختاراً مع ترك النكير دلالة على الرضا بفعلهم". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۲، سورة الأنعام، باب النهي عن مجالسة الظالمين، دار الكتب العربي، بيروت)

﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ وهذه الآية هي المشار إليها في قوله: ﴿وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ... أنكم إذا مثلهم﴾ (الآية) إنكم إذا جلستم معهم وأقررتموهم على ذلك فقد ساويتموهم فيما هم فيه، وقوله: ﴿وما على الذين يتقون من حسابهم من شيء﴾: أي إذا تجنبوهم فلم يجلسوا معهم في ذلك، فقد برؤا من عهدتهم وتخلصوا من إثمهم". (تفسير ابن كثير: ۲/ ۱۴۴، سورة الانعام، الجزء: ۷، سهيل اكادمي لاهور)

راس نہیں آتا ہے اور یہ عمل پہلے سے چلا آرہا ہے، اس کی وجہ سے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض وقت باہر سے لڑکیاں اپنے خاندان کے لڑکوں کے لیے نہیں ملتیں، اگر ملتی ہیں تو دوسرے خاندان کی لڑکیاں باہر سے لڑکیاں اپنے خاندان کے موافق تربیت یافتہ نہیں ہوتیں، جس کی وجہ سے اختلافات جھگڑے اکثر ہوتے ہیں اور لڑکے اور لڑکیاں دوسرے خاندان میں جانا نہیں چاہتی ہیں؛ لیکن والدین مجبوراً شادیاں کردیتے ہیں۔

اسی طرح لڑکیوں کا حال ہے کہ ان کی شادی دوسری جگہ کرنے میں وہ کیوں کہ راضی نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے شریف لڑکیاں اس قلبی تکلیف کو تمام عمر کے لیے برداشت کرنے کے لیے تیار ہوجاتی ہیں اور جس کی وجہ سے ان کی زندگی مایوس کن اور زندگی کی تمام تمناؤں کا خون پہلے ہی ہوجاتا ہے؛ مگر عقیدہ یہی ہے کہ اپنے رشتے راس نہیں آتے۔ اگر اس بارے میں خاندان کے بزرگوں سے دلیل پوچھی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ چند واقعات مثلاً یہ کہ فلاں رشتہ ہوتے ہی فلاں تکلیف اس گھر کے اندر شروع ہوگئی، فلاں رشتہ سے فلاں جھگڑا شروع ہوا، ان کے دو جوڑے میں لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، یا فلاں آدمی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

اس قسم کے واقعات کو پیش کرکے دلیل بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کسی بزرگ نے ہمارے خاندان کو بددعا دی تھی، جس کی وجہ سے رشتے راس نہیں آتے، جس کی وجہ سے راضی نہیں ہیں، آپ فرمائیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ اور رکھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ اوہام تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہیں، ان کو ترک کرنا واجب ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اپنے ہی خاندان میں کی ہے، (۱) اور تمام امتِ مسلمہ کا تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے؛ لیکن ہندوستان کی بعض اقوام نے قبول اسلام کے بعد بھی اپنی خاندانی گزشتہ رسوم کو جہالت کی بنا پر باقی رکھا، ان میں سے یہ بھی ایک چیز ہے۔ مسلمانوں کے لیے کسی رملی وغیرہ کا قول ہرگز قابلِ التفات نہیں، وہ اپنی اس جہالت سے توبہ کریں، دینی کسی منفعت کے فوت ہوجانے پر ایسی بددعا دینا جس کا پشتہا پشت تک اثر باقی رہے اور سنت پر عمل کرنے سے خاندان کے خاندان محروم ہوجائیں، بزرگوں کی شان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر خاندان میں جائز ومسنون طریقہ پر شادی کرنا شروع کریں۔ راس آنے نہ آنے کا فکر نہ

---

(۱) ”عن عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه ،أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال:”إن علياً منى وأنا منه): أى فى النسب“،الخ. ”وعن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه قال:”خطب أبو بكر وعمر رضى الله تعالىٰ عنهما فاطمة رضى الله تعالىٰ عنها فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:”إنها صغيرة“، ثم خطبها على، فزوجها منه“. (مرقاة المفاتيح: ۱۰/۴۶۱، ۴۶۷، كتاب المناقب والفضائل ، باب مناقب على بن أبى طالب رضى الله تعالىٰ عنه ، الفصل الثانى والثالث ، رشيديه)(وسنن النسائى: ۲/۶۹، كتاب النكاح، تزوج المرأة مثلها فى السن،قديمى)

کریں۔ موت ومرض ونقصان سب کچھ پہلے سے مقدر میں لکھا ہوا ہے، وہ ہوکر رہے گا (۱) ان کی بالغ ہوکر اپنا نکاح مہر مثل پر اپنے خاندان میں گواہوں کے سامنے خود کرلیں، تب بھی درست ہے، (۲) خاص کر غیر کفو میں جس سے بسا اوقات پوری زندگی برباد ہوتی ہے اور مصالح نکاح حاصل نہیں ہوتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم محرم الحرام/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۳۹)

بہن بیٹی کی اولاد ہم کفو ہے، یا نہیں:

سوال: بہن بیٹی کی اولاد کفو ہے، یا نہیں؟

الجواب

بہن بیٹی کی اولاد کفو ہے، بشرطیکہ ان کی شادی کفو میں ہوئی ہو۔ (۳) فقط

کتبہ احقر الطلبہ رشید احمد غفرلہ۔ الاجوبۃ صحیحۃ: بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۲۴۶)

احکام کفاءت اور اس بات کا بیان کہ نسب مرد میں معتبر ہے، نہ کہ عورت میں:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کفاءت نسب شرعاً کن کن امور میں قابل اعتبار ہے؟

(۲) ایک شخص زید نے ایک عورت نومسلمہ سے جس کا باپ مشرک ہے، نکاح کیا اس کی اولاد ہوئی، وہ اولاد اور ایک شخص والدین کی جانب سے صدیقی ہے، ان میں کون از روئے نسب افضل ہے اور ایک شخص سید ہو کہ جس کی ماں نومسلمہ ہو تو اس کی لڑکی کا کفو عربی النسل غیر قریشی ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور قریشی اس کا کفو ہے، یا نہیں؟

(۳) جس جگہ عربی النسل غیر قریشی باعزت سمجھا جاتا ہے، اس جگہ وہ شخص کہ جس کی ماں مشرکہ ہے، بعد میں مسلمان ہوگئی اور باپ سید ہے، باعزت از روئے نسب ہے، یا نہیں؟

(۴) ایک شخص کہ جس کے والدین سید ہیں اور ایک شخص کہ باپ سید ہے، وہ اس کا کفو ہوسکتا ہے، یا نہیں، مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) کفاءت نسب واسلام وحریت ودیانت ومال وحرفت میں معتبر ہے۔

(۲) نسب کا اعتبار مرد سے ہوتا ہے، نہ کہ عورت سے اگر عورت عجمی ہو اور باپ عربی ہو تو اولاد عربی صاحب

---

(۱) "(نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي) لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهله، لكونها عاقلة بالغة ... وروى الحسن: إن كان الزوج كفؤاً، نفذ نكاحها". (البحر الرائق:۳/۱۹۲، ۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدر المختار:۳/۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۳) الكفاءة معتبرة من جانبه لا من جانبها. (تنوير الأبصار على الشامي:۲/۴۳۶، جميل الرحمٰن)

نسب ہوگی اور کفاءت میں وہ ان لوگوں کے برابر ہے، جن کے ماں باپ دونوں عربی النسل ہیں۔

قال العلامة عبد الحی فی فتاواه ناقلا عن شرح الغرر: الولد يتبع الأب فی النسب لأنه للتعريف والأم لا تشتهر، آه، ونقل عن البحر: حتى لو تزوج ها شمی أمة إنسان، فأتى بولد، فهو هاشمی تبعاً لأبيه رقيق تبعاً لأمه، كما فی فتح القدير. (۱)

وعن حاشية الدر للطحطاوی (قوله: ولا فی نسب) أی لا يتبع أمه فی نسب، هذا نص صريح فی أن ابن الشريفة ليس بشريف وإن كان له شرف نسبی، حموی، آه. (۲/۲۹۳)(۲)

وعن رد المحتار لابن عابدين: من كان أمها علوية مثلا، وأبوها عجمی، يكون العجمی كفؤاً لها وإن كان لها شرف ما، لأن النسب للآباء، ولذا جاز دفع الزكاة إليها، فلا يعتبر التفاوت بينهما من جهة شرف الأم ولم أر من صرح بهذا والله أعلم، آه. (۲/۵۲۳)(۳)

وفيه أيضاً: (الكفاء ة معتبرة) ... (من جانبه) أی الرجل؛ لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنیء، ولذا (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دناء ة الفراش، وهذا عند الكل فی الصحيح، آه. (۲/۵۲۰)(۴)

پس جس صدیقی کی ماں نومسلمہ ہے، وہ اس صدیقی کا کفو ہے، جس کے ماں باپ صدیقی ہیں، گو اس کو فی الجملہ ایک شرف حاصل ہے؛ مگر کفاءت میں اس کا اعتبار نہیں اور وہ سید جس کی ماں نومسلمہ ہے، نسباً سید ہے اور اس کی اولاد بھی سید ہے، لہذا اس کی بیٹی کا کفو عربی النسل غیر قریشی نہیں ہوسکتا، ہاں قریشی اس کا کفو ہوسکتا ہے۔

(۳) بعض مشائخ کے نزدیک حسیب معزز کا کفو ہے؛ مگر یہ قول ضعیف ہے، صحیح یہ ہے کہ حسیب نسیب کا کفو نہیں۔

قالوا: الحسيب كفء للنسيب، حتى أن الفقيه يكون كفؤاً للعلوية، ذكر فی قاضی خان والعتابی فی جوامع الفقه، وفی الينابيع: العالم كفء للعربية والعلوية والأصح أنه لايكون كفء للعلوية، كذا فی غاية السروجی، آه. (الفتاویٰ الهندية: ۲/۱۵)(۵)

پس سیدہ جس کی ماں نومسلمہ ہے، اس کا کفو عربی النسل غیر قریشی نہیں ہے، گو معزز کیسا ہی ہو۔

(۴) ہاں کفو ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاجوبۃ کلہا الاحقر ظفر عفی عنہ بامر سیدہ حکیم الامۃ دام مجدہم، ۲۹ / ذی القعدہ ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۳/۲۸۹)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب العتق: ۴/۲۵۲، دار الكتاب الإسلامی بيروت، انيس

(۲) حاشية الطحطاوی على الدر المختار، كتاب العتق: ۲/۲۹۳، انيس

(۳) ردالمحتار، باب الكفاء ة: ۳/۸۷، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) الدر المختار، باب الكفاء ة: ۳/۸۴-۸۵، دار الفكر بيروت، انيس

(۵) الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس فی الأكفاء فی النكاح: ۱/۲۹۰، دار الفكر بيروت، انيس

نسب باپ سے شمار ہوتا ہے، ماں سے نہیں:

سوال: ایک عورت نومسلمہ نے ایک نور باف سے شادی کرلی؛ اس سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک لڑکی کی شادی اس نے اسی برادری میں کردی، جس سے لڑکے کے عزیز واقارب بے حد خوش ہیں۔ لڑکی نہایت پرہیز ہے؛ لیکن اب کچھ لوگ اس کی دوسری لڑکی سے شادی کرنے میں گریز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے کفو نہیں ہے اور اس سے کفاءت ونسل خراب ہوجائے گی۔ پس اس صورت میں چند امور دریافت طلب ہیں:

نسب باپ سے شمار ہوتا ہے، یا ماں سے؟ ہندوستان میں کون کس کا کفو ہے؟ کیا محض زبانی دعوے سے کفو کا اعتبار ہوگا، دراں حالیکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دو تین پشت کا حال معلوم کرکے اپنے کو اہل برادری شمار کرنے لگتے ہیں؟ نو مسلمہ، یا وہ لڑکی جس کی ماں صرف ساتھ مناکحت اور اچھے سلوک سے پیش آئے، وہ عنداللہ ماجور ہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۳۶۷، مولانا محمد یاسین صاحب، مدرس مدرسہ احیاء العلوم، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ)

الجواب

نسب کا شمار باپ سے ہوتا ہے۔(۱) ماں نومسلمہ ہے اور باپ قدیم الاسلام تو یہ لڑکی غیر کفو نہیں ہے۔(۲) اس سے شادی کرنا نہ صرف جائز؛ بلکہ ترغیباتی قبول الاسلام بہتر ہے، جو لوگ اس میں مزاحم ہیں، وہ ایک اہم اسلامی مصلحت کو نقصان پہنچانے کی ذمہ دار ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۰۲/۵)

کفاءت کا اعتبار مرد کی جانب سے ہے:

سوال: معروض آنکہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی، پھر زید نے ہندہ کو بعد طلاق مغلظہ رکھ لیا، اب وہ دونوں رہنے لگے، بعدہ چند اولاد پیدا ہوئیں، ایک لڑکا اور دو لڑکیاں: زینب و بتول، جب دونوں لڑکیاں بالغ ہوئیں تو زید نے ان دونوں کی شادی کردیا، زینب کے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے بعد اس کا شوہر انتقال کرگیا۔ اب عمرو ایک ایسا شخص جس کی خاندان ایسے فعل شنیع اور ایسی نفسانیت سے بالکل پاک ہے؛ بلکہ پشتہا پشت سے اس کی خاندان میں سنا جاتا ہے کہ بہت ہی لوگ سلیم الطبع و دیندار تھے، وہ زینب مذکورہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کا نکاح اس سے بکراہت ہوگا، یا بلاکسی کراہت کے؟ اور جو اولاد اس سے پیدا ہوگی، اس کے نسب میں نقصان رہے گا، یا نہیں؟ اور آئندہ نسل خراب ہونے کا ڈر ہے، یا نہیں؟

---

(۱) "وعلى المولود له" يعني الأب فإن الولد يولد له وينسب إليه. (تفسير المظهري: ۳۲۳/۱)

(۲) لمن له أب وجد في الإسلام أو الحرية كفو لمن له آباء. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب في الكفاءة: ۸۷/۳، سعيد) ان دونوں عبارات سے معلوم ہوا کہ نسب کا اعتبار باپ سے ہوتا ہے، ماں سے نہیں۔

الجواب

فی العالمگیریة (۱۵/۲): الکفارة معتبرة فی الرجال للنساء للزوم النکاح، کذا فی محیط السرخسی ولا تعتبر فی جانب النساء للرجال، کذا فی البدائع، فإذا تزوجت رجلاً خیراً منها فلیس للولی [أی لولی الرجل] أن یفرق بینهما، فإن الولی لا یتعیربأن یکون تحت الرجل من لا یکافئوه، کذا فی شرح المبسوط للإمام السرخسی، آہ.(۱)

وفی الدرالمختار: (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلا تغیظه دناءة الفراش وهذا عند الکل فی الصحیح، کما فی الخبازیة. (شامی: ۵۲۰/۲)(۲)

وفی تنقیح الفتاوی الحامدیة (۱۲/۱): وجزم بعدم حصوله علی أحکام القرشیین لتصریح الفقهاء بأن الولد یتبع أباه بیقین. (۳)

ان عبارتوں سے معلوم ہوگیا کہ اگر کم درجہ کی عورت سے نکاح کرلیا جاوے تو یہ موجب عار نہیں اور نہ اس سے نسب میں کچھ فرق آوے گا؛ کیوں کہ نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۸/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ

البتہ اس صورت میں جو اولاد پیدا ہوگی، وہ نجیب الطرفین نہ ہوگی، اس سے نسب میں تو فرق نہ ہوگا، البتہ عمدگی نسب کی کم ہوجائے گی۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ (امداد الاحکام: ۳۰۲/۳) ☆

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس فی الأکفاء فی النکاح: ۲۹۰/۱، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار، باب الکفاءة: ۸۴/۳-۸۵، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، باب الزکاة والعشر: ۱۲/۱، دارالمعرفة بیروت، انیس

☆ **کفاءت ایک جانب سے ہونی ضروری ہے:**

سوال: کیا کفوت جانبین سے ہونی چاہیے یا کہ صرف مرد کے لیے عورت کا کفو ہونا ضروری ہے؟

الجواب

ائمہ کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نکاح میں صرف مرد کا عورت کا کفو ہونا ضروری ہے، باقی عورت کے لئے یہ شرط لازمی نہیں اس لئے کہ نکاح کے بعد بیوی شوہر کا کفو بن جاتی ہے۔

قال العلامة الجزری: أنَّ الکفاءَة معتبرةٌ فی جانب الرجل لا فی جانب المرأة فللرجل أن یتزوج من یشاء ولوامةً أوخادمةً، الخ. (الفقه علی المذاهب الأربعة: ۵۷/۴، کتاب النکاح، مبحث الکفاءَة فی الزواج)(قال العلامة وهبة الزحیلی: یری جمهور الفقهاء أن الکفاء أن الکفاءة تطلب للنساء لاللرجال بمعنی أن الکفارة بعد فی جانب الرجال النساءِ، فهوحق فی صالح المرأة لافی صالح الرجل... الخ(الفقه الإسلامی وأدلّته: ۳۲۹/۷، الفصل الخامس الکفاءة فی الزواج، المبحث الرابع من تطلب الکفاءة فی جانبه)ومثلهٔ فی الأحوال الشخصیة، ص: ۱۴۱-۱۷۱، الجانب الذی تشترط فیه الکفاءة) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۸۶/۴)

کفو میں وقت کا اعتبار ہے:

سوال: ایک شخص جو کہ نیک، پرہیزگار اور صاحب ثروت تھا، اس نے ایک مالدار گھرانے میں شادی کی تو چند سال بعد وہ آدمی دیوالیہ ہوگیا اور اب وہ ایک ایک پائی کا محتاج ہے اور اس کے سسرال والے اپنی بیٹی کو اس سے چھڑانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے کفو نہیں رہے، یہ ہمارے لیے عار کا سبب ہے۔ کیا اتنی مدت گزرنے کے بعد اس بہانے وہ لوگ بذریعہ عدالت اپنی بیٹی کو آزاد کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

شریعت اسلامیہ نے نکاح کے لیے اگر چہ کفو کا اعتبار کیا ہے؛ مگر یہ یاد رہے کہ اس کا اعتبار ایک خاص وقت میں کیا جائے گا اور جب وہ مدت ختم ہوجائے تو پھر اس کا کوئی اعتبار نہیں؛ اس لیے صورت مسئولہ میں لڑکی کے والدین کو اتنی مدت کے بعد یہ حق حاصل نہیں اور نہ ہی عدالت میاں بیوی میں تفریق کرنے کی مجاز ہے۔

قال العلامة الحصكفي:(والكفاءة اعتبارها عند) ابتداء (العقد فلايضر زوالها بعده) فلو كان وقته كفؤاً،ثمّ فجر،لم يفسخ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار:۳۵۰/۲،كتاب النكاح،باب الكفاءة)(۱) (فتاویٰ حقانیہ:۳۸۹/۴)

سید و شیخ کفو ہیں، یا نہیں:

سوال: غیر کفو مرد اور عورت میں نکاح بغیر اجازت عورت کے باپ کے ہوسکتا ہے، یا نہیں، خواہ عورت بیوہ، یا کنواری عورت سیدانی ہو اور مرد شیخ ہو، یہ غیر کفو ہے، یا نہیں؟

الجواب

سید اور شیخ ہم کفو ہیں غیر کفو نہیں ہیں، جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ قریش باہم کفو ہیں اور سید اور شیوخ خواہ صدیقی ہوں، یا فاروقی، یا عثمانی سب قریش ہیں، (۲) پس اگر عورت سیدانی بالغہ خواہ باکرہ ہو، یا ثیبہ شوہر شیخ سے نکاح اپنا برضاء خود کرے تو وہ نکاح صحیح ہے، باپ اس کو توڑ نہیں سکتا۔

كما في الدرالمختار:(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا)رضا (ولي). (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۷/۸)

---

(۱) **قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله:ولا يخفى أن اعتبارهٰذه الكفاءة بين الزوج وأبيها وأن الظاهر اعتبارها وقت التزوج.الخ (البحرالرائق:۱۳۳/۳، كتاب النكاح، فصل في الأكفاء)**

ومثلهٗ في الفتاوىٰ قاضي خان:۱٦۳/۲،فصل في الكفاءة

(۲) **فقريش بعضهم أكفاء لبعض ... وبقية العرب بعضهم أكفاء لبعض الأنصاري والمهاجري فيه سواء،كذافي فتاوى قاضي خان.(الفتاوىٰ الهندية،مصطفائي،الباب الخامس في الأكفاء:۱۵/۲،ظفير)**

(۳) **الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولي:۴۰۷/۲،ظفير**

ہاشمی اور بنی فاطمہ ہم کفو ہیں، یا نہیں:

سوال: قریشی ہاشمی اور سادات بنی فاطمہ ہم کفو ہیں، یا نہیں؟ اور دیگر قریش عرب، پس ان کے مابین نکاح شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

قریشی ہاشمی وسادات بنی فاطمہ باہم کفو ہیں اور قریش بقیہ عرب غیر قریش کے کفو نہیں ہیں۔

درمختار میں ہے:

(فقريش) بعضهم (أكفاء) لبعض. قال في الشامي: أشار به إلى أنه لاتفاضل فيما بينهم من الهاشمي والنوفلي والتيمي والعدوي وغيرهم ولهذا زوج علي وهو هاشمي أم كلثوم بنت فاطمة لعمر وهوعدوي، قهستاني، فلو تزوجت هاشمية قرشياً غير هاشمي لم يرد عقدها، وإن تزوجت عربيا غير قريشي لهم رده كتزويج العربية عجميا، بحر. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آل رسول ہے اور کیا سید کا نکاح غیر سید میں ہوسکتا ہے:

سوال: زید کہتا ہے کہ سید کوئی قوم نہیں؛ کیوں کہ نسب نرینہ اولاد سے چلتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی لڑکا صاحب اولاد نہیں تھا، کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے؟ اور کیا سید کا نکاح غیر سید میں ہوسکتا ہے؟

الجواب

زید کا خیال غلط ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آل رسول ہے اور غیر سید تو بہت سی قومیں ہوسکتی، بعض سادات کی کفو ہیں اور بعض نہیں، (۲) اور غیر کفو میں لڑکی اور اولیا دونوں کی مرضی سے نکاح تو ہوجاتا ہے؛ (۳) مگر بہتر یہ ہے کہ نکاح کفو میں ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۰/۵/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۸۱)

قریشی سادات کے کفو ہیں:

سوال: کیا غیر سید قریشی سادات کے کفو ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۲/۴۳۸، ظفير

(۲) سادات کی کفو قوموں میں صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، زبیری، یعنی شیوخ، قریش وغیرہ شامل ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: کفایت المفتی: ۵/۱۰۲، طبع دارالاشاعت جدید ایڈیشن)

(۳) **وفي المبسوط (كتاب النكاح: ۵/۲۶، دارالمعرفة بيروت): وإذا تزوجت المرأة غير كفء فرضي به أحد الأولياء جاز ذلك.**

الجواب

قریش کے جملہ خاندان؛ یعنی شعوب آپس میں برابر ہیں، کسی کو دوسرے پر نکاح کے معاملے میں کوئی فوقیت حاصل نہیں؛ اس لیے قریشی سادات کا نکاح غیر قریشی سے جائز ہے۔

قال ابن عابدين: (تحت قول الحصكفي) فقريش بعضهم أكفاء بعض، أشار به إلٰى أنهٗ لا تفاضل فيما بينهم من الهاشمي والنوفلي والتيمي والعدوي وغيرهم ولهٰذا زوج علي وهو هاشمي أم كلثوم بنت فاطمة لعمر وهو علوي. (ردالمحتار: ۸٦/۳، باب الأكفاء) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۷۵/۴)

کفاءت درمیان قریش وانصار:

سوال: بہشتی زیور، حصہ چہارم، صفحہ: ۱۵، میں انصاری کو کفو شیخ وسید وعلوی لکھا ہے۔ فقہانے قریش کے علاوہ دیگر قبائل کو آپس میں ایک دوسرے کے لیے کفو لکھا ہے اور قریش کے علاوہ دیگر قبائل کو آپس میں شیخ، سید، علوی، قریشی ہیں۔ کیا انصاری بھی قبیلہ قریش سے تھے، اگر قریش ہیں تو خیر، ورنہ مشکل ہے؟

الجواب

انصاری قریش میں سے تو نہیں ہیں، چناں چہ عالمگیری کی عبارت سے بھی تائید ہوتی ہے:

وغير القرشي من العرب لايكون كفؤاً للقرشي والعرب بعضهم أكفاء لبعض الانصاري والمهاجري فيه سواء، كذافي فتاوىٰ قاضي خان. (۲)

لیکن باوجود قریشی نہ ہونے کے چوں کہ عالمگیری میں قول صحیح اسی کو کہا ہے کہ عرب سب باہم کفو ہیں؛ اس لیے قریشی وانصاری کفو سمجھے جائیں گے۔ **عبارته هكذا:**

والصحيح أن العرب كلهم أكفاء، كذا ذكر أبواليسر في مبسوطة، كذافي الكافي. (۳)

اس کے تھوڑی دور آگے یہ جزئیہ ہے: **قالوا: الحسيب كفؤاً للنسيب.** (۴)

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اعتبار کفاءت کا دفع عار کے لیے ہے اور مدار عار کا عرف پر ہے اور عرفاً انصاری برابر قریشی کے سمجھا جاتا ہے اور متقدمین کے زمانہ میں مساوات نہ ہوگی؛ اس لیے اختلاف زمان سے یہ حکم بدل گیا، بہر حال مسئلہ بہشتی زیور کا صحیح ہے۔

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ (امداد: ۱۷/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۵۹/۲)

---

(۱) قال في الهندية: فقريش بعضهم أكفاء لبعض، كيف كانوا حتىٰ أن القريشي الذي ليس بهاشمي كفء الهاشمي. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۹۰/۱، الباب الخامس في الأكفاء)

ومثلهٗ في البحر الرائق: ۱۳۰/۳، فصل في الأكفاء، وبدائع الصنائع: ۳۱۹/۲

(۲،۳) الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح: ۲۹۰/۱، دارالفكربيروت، انيس

(۴) الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح: ۲۹۷/۱، دارالفكربيروت، انيس

بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح دوسری اقوام سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح دوسری قوم میں حلال اور جائز ہے، یا حرام؟ بصورت جواز جو شخص حرمت کا قائل ہو، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ان لوگوں کا یہ خیال غلط اور بے دلیل ہے کہ بنی ہاشم کو عورتوں کا نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیا کی اجازت سے تو ہر قوم کے مسلمانوں میں ہوسکتا ہے؛ لیکن بغیر رضاء اولیا قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں کرنا درست نہیں اور اگر کرلیا گیا تو وہ نکاح قول مفتی بہ کے موافق درست نہ ہوگا، **علی ما اختارہ صاحب الدرالمختار الشامی وغیرہ.**

البتہ قریش کے خاندان خواہ وہ بنی ہاشم میں سے ہوں، یا نہ ہوں، بنی ہاشم کے کفو ہیں، ان میں نکاح بلا اجازت اولیا بھی جائز ہے اور یہ حکم فقط بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں؛ بلکہ جملہ اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے پر اولیا کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔

قال فی الهداية وغيره: وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء فللأولياء أن يفرقوا بينهما دفعاً لضرر العار عن أنفسهم، انتهى. (۱)

والفتوى على رواية الحسن من أنه لا ينعقد، كما صرح به في الدرالمختار. (۲)

جو لوگ بنی ہاشم کی عورتوں کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے حرام کہتے ہیں، سخت گنا گار ہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام﴾ (۳)

لیکن **من حرم حلالا** کا جو فتوی کتب عقائد سے نقل کیا گیا ہے، وہ مقید بقیود ہے، یہاں اس کا حکم نہیں کیا جا سکتا اور ان لوگوں کا اسلام سے خارج کہنا جائز نہیں۔ (امداد المفتین: ۴۵۹/۲)

شیخ اور خاں باہم کفو ہیں:

سوال: شیخ، خاں کا کفو ہے، یا نہیں؟ اور خان، شیخ کا کفو ہے کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ **حامداً ومصلیاً**

ہندوستان کا شیخ اور خان کفو ہیں۔ (۴)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۷/۱۱)

---

(۱) الهداية، باب في الأولياء والأكفاء: ۱۹۵/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸٤/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) سورة النحل: ۱۱٦، انيس

(۴) "(و) أما في العجم فتعتبر (حرية وإسلاماً)". (الدرالمختار) ==

سیدزادی کا نکاح شیخ، مغل پٹھان کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: سیدزادی کا نکاح شیخ، مغل پٹھان سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

سیدزادی کا نکاح ان شیوخ سے جو شیخ صدیقی، یا فاروقی، یا عثمانی کہلاتے ہیں؛ یعنی جن کا سلسلہ نسب قریش کے ساتھ ملتا ہے، بدون اولیاء بھی جائز ہے، ان کے علاوہ دوسرے عجمی لوگ جو شیخ کہلانے لگے، اسی طرح مغل، پٹھان وغیرہ اقوام کا نکاح سیدزادی سے بلا اجازت اولیا صحیح نہیں، البتہ ان لوگوں میں سے اگر کوئی شخص عالم ذی منصب ہو تو اس کے نکاح کو سیدزادی اور دیگر قرشیات کے ساتھ قاضی خان نے جائز قرار دیا ہے۔ (ومثلہ فی الاشباہ والنظائر) لیکن ابن ہمام نے قاضی خان کو قول نقل کرنے اور اس کا استدلال ابو یوسفؒ کے قول سے پیش کرنے کے ساتھ ینابیع سے عدم کفاءت کی تصحیح نقل کی ہے۔

ولفظه: والأصح أنه ليس كفؤاً للعلوية. (فتح القدير،مصرى:۳/ ۱۹۰)

اس لیے عالم ذی منصف نہ ہونے کی صورت میں تو مختار للفتویٰ یہی ہے کہ انعقاد نکاح ہی بغیر اجازت ولی نہ ہوگا، کما صرح بہ فی الدرالمختار والشامی اور عالم ہونے کی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ انعقاد نکاح تسلیم کر کے اولیا کو فسخ کا اختیار دیا جائے۔

أما الدليل على ما قلنا أولا فما قال فى الدرالمختار: (وتعتبر) الكفاءة ... (نسباً فقريش) بعضهم (أكفاء) بعض (و) بقية (العرب) بعضهم (أكفاء) بعض ... وهذا فى العرب (و) أما فى العجم فيعتبر (حريةً وإسلاماً، الخ. (۱)

قال الشامى: (قوله وأما فى العجم) المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب ... إلا من كان له منهم نسب معروف كالمنتسبين إلى أحد الخلفاء الأربعة أو إلى الأنصار ونحوهم. (شامى، باب الكفاءة) (۲)

وأيضا فى الدرالمختار، باب الولى: (ويفتى) فى غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهوالمختار للفتوىٰ (لفساد الزمان)، وأقره الشامى أيضاً. (۳)

خلاصہ حکم یہ ہے کہ سیدزادی کا نکاح سید اور ان کے شیوخ سے جو شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی وغیرہ ہیں، بلا اجازت ولی

== "المراد بهم من ينتسب إلى إحدى قبائل العرب، ويسمون الموالى والعتقاء، وعامة أهل الأمصار والقرى فى زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أو غيرها، إلا من كان له منهم نسب معروف". (ردالمحتار: ۸۷/۳، كتاب النكاح، باب فى الكفاءة، سعيد)

(۱) الدرالمختار، باب الكفاءة: ۸۶/۳-۸۷، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) ۸۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، باب الولى: ۵۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

بھی جائز ہے اوران کے علاوہ دوسری اقوام شیخ اور مغل پٹھان وغیرہ سے بلا اجازت ولی جائز نہیں، البتہ اگران میں سے کوئی عالم ہوتو نکاح بلا اجازت بھی منعقد ہوجائے گا؛ مگر اولیا کو فسخ کرانے کا پھر بھی اختیار رہے گا۔ واللہ تعالی اعلم (امداد المفتین:۲/۴۶۰)

ترک اورانصاری کفو ہیں، یانہیں:

سوال: ہماری طرف ایک جھگڑا چل رہا ہے کہ ایک جولا ہے انصاری کی لڑکی نے ایک دوسرے قوم کے آدمی سے نکاح کرلیا ہے، وہ آدمی قوم کا ترک ہے۔ اب لڑکے والے کہتے ہیں کہ نکاح درست نہیں ہوا ہے، اب انصاری حضرات کہتے ہیں کہ تمہاری قومیت سے ہماری قومیت اعلیٰ ہے اور ترکی حضرات کہتے ہیں کہ ہماری قومیت تمہاری قومیت سے اعلی ہے۔ اب دونوں میں جھگڑا چل رہا ہے، ہماری طرف ترکی حضرات کھیتی یعنی کاشتکاری کرتے ہیں، ان کے یہاں کاشتکاری ہی کا کام ہوا کرتا ہے تو اس بارے میں مکمل جواب مطلوب ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

”أما فی العجم فتعتبر حرية وإسلاماً ... وحرفة، فمثل حائک غير کفء مثل خياط،الخ“.

قال فی الملتقی وشرحه: فحائک أو حجام أو کناس أو دباغ أو حلاق أو بيطار أو حداد أو صفار غير کفء لسائر الحرف کعطار أو بزاز أو صواغ ... وفی الفتح:أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه، وعلى هذا ينبغی أن يکون الحائک کفؤاً للعطار بالإسکندرية، لما هناک من حسن اعتبار ها وعدم عدها نقصان ألبته، اللّٰهم إلا أن يقترن بها خساسة غيرها،آه“. (ردالمحتار:۲/۴۳۲)(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر وہاں کے عرف میں یہ شادی موجب عیب ونقص نہیں ہے تو لڑکی کے اولیا کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۲۹)

شیخ اورانصاری دونوں کفو ہیں، یانہیں:

سوال: کفو کے مسئلہ پر مجھے اپنی بیٹی کے مقدمہ کے سلسلہ میں جو اس وقت مقامی عدالت میں زیر غور ہے، ایک فتویٰ درکار ہے: لڑکی شیخ فاروقی نسب کی ہے اور لڑکا انصاری (جولاہا) نسب کا ہے، کیا دونوں ہم کفو ہیں؟

---

(۱) **الدر المختار مع ردالمحتار:۳/۸۷۔۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءة،سعيد)**

”والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر فی حقهم، ولذا کان بعضهم کفواً لبعض ... الحرية والإسلام، فهما معتبران فی حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب ... وأما السادس فالکفاءة فی الحرفة ... لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرف، ويتعيرون بدناء تها، وهی وإن أمکن ترکها يبقى عارها ... والحائک يکون کفؤاً للعطار بالإسکندرية، لما هناک من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً ألبتة، إلا أن يقترن بها خساسة غيرها،آه“. (البحر الرائق: ۳/۲۳۱، ۲۳٤، ۲۳۵، کتاب النکاح، باب الأولياء،والأکفاء، فصل فی الکفاءة، رشيديه)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق نسب میں کفاءت کا اعتبار ہے، چناں چہ انصاری (جولاہا) لڑکا شیخ فاروقی لڑکی کا کفو نہیں ہوسکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الكفاءة في النكاح معتبرة ... ثم الكفاءة تعتبر في النسب لأنه يقع به التفاخر فقريش بعضهم أكفاء لبعض والعرب بعضهم أكفاء لبعض. (فصل في الكفاءة: ۲/ ۳۱۹-۳۲۰)

اورشامی میں بھی اس بات کی صراحت موجود ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفاءت فی النسب کا اعتبار ہے:

(وتعتبر) الكفاءة للزوم النكاح خلافا لمالك. (الدرالمختار)

(قوله: خلافاً لمالك) في اعتبار الكفاءة خلاف مالك والثوري والكرخي من مشائخنا، كذا في فتح القدير، فكان الأولٰى، ذكرالكرخي وفي حاشية الدرر للعلامة نوح أن الإمام أبا الحسن الكرخي والإمام أبابكر الجصاص وهما من كبارعلماء العراق ومن تبعهما من مشائخ العراق لم يعتبروا الكفاءة في النكاح ولولم تثبت عندهم هذه الرواية عن أبي حنيفة لما اختاروها وذهب جمهور مشائخنا إلى أنها معتبرة فيه. (ردالمحتار: ۲/ ۳۱۸)

آج کل ہندستان میں نسب کے سلسلہ میں معلومات فراہم کرنا بہت مشکل اوراہم مسئلہ ہے، خود کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ عجمیوں کا نسب اب محفوظ نہیں رہا؛ بلکہ یہ نسب عربیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

الحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب وأما العجم فلا يعتبر في حقهم ولذا كان بعضهم أكفاء لبعض. (البحرالرائق، فصل في الكفاءة: ۳/ ۱٤۱)

اس لیے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کفو ہوسکتا ہے، جیسا کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے کہ نسب میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے۔

هذا في اعتبار الكفاءة خلاف مالك والثوري والكرخي من مشائخنا، لما روى عنه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: "الناس سواسية كأسنان المشط، لا فضل لعربي على عجمي إنما الفضل بالتقوىٰ". (فتح القدير: ۳/ ۲۹۳)

لہٰذا ضرورۃً امام مالکؒ کے مسلک اورفتویٰ پرعمل کرنا اولیٰ اورانسب معلوم ہوتا ہے، اس وقت ان کے قول پرعمل ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۹/۲/۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/ ۳۱۶-۳۱۷)

انصاری لڑکے کا نکاح سیدہ لڑکی سے ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید جو کہ انصاری ہے، وہ فاطمہ سے جو کہ سیدہ ہے، نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا یہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نسب میں بھی کفاءت کا اعتبار ہے، لہٰذا ان کے نزدیک انصاری لڑکا سیدہ لڑکی کا کفو نہیں ہوسکتا،(۱) اور امام مالکؒ کے نزدیک نسب میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے،(۲) چوں کہ آج کل ہندستان میں نسب کے سلسلہ میں معلومات فراہم کرنا بہت مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔ کتب فقہ میں صراحت موجود ہے کہ عجمیوں کا نسب اب محفوظ نہیں رہا؛ بلکہ نسب اہل عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔(۳) لہٰذا ضرورۃً امام مالکؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے صورت مسئولہ میں زید انصاری لڑکے کی شادی سیدہ فاطمہ سے شرعاً جائز و درست ہے۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۳۰/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۱۷-۳۱۸)

نعل بند قوم کی عورت کا نکاح شیخ مرد سے:

سوال:　زبیدہ قوم نعل بند کی عورت ہے، اس نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد ایک شیخ برادری کے مرد سے نکاح کرلیا ہے؛ اس لیے اس کی برادری کے لوگ اس سے ناراض ہیں، اس کے نکاح پر معترض اور اس کی لڑکیوں کی منسوب (جو شوہر اول سے ہے) چھڑا دیا کرتے ہیں۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زبیدہ کا نکاح شیخ سے جائز و درست ہے، اس کو ناجائز کہنے والے گنہگار ہیں،(۴) اس کا بائیکاٹ کرنے والے بھی گنہگار ہوں گے، اس کی اولاد کی نسبت چھڑانے والے بھی گنہگار ہوں گے۔(۵) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱/۱۱/۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۱۸)

ڈفالن کا نکاح خان سے:

سوال:　مسماۃ خاتون بیوہ نے دوسرے موضع میں جاکر مسمّٰی عبداللطیف خان سے اپنا نکاح کرلیا، مسماۃ خاتون

---

(۱)　الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ ... ثم الکفاءۃ تعتبر فی النسب لأنه یقع به التفاخر فقریش بعضهم أکفاء لبعض والعرب بعضهم أکفاء لبعض. (الهدایة، فصل فی الکفاءۃ: ۲/ ۳۱۹-۳۲۰)

(۲)　(وتعتبر) الکفاءۃ للزوم النکاح خلافاً لمالک. (الدر المختار: ۲/۳۱۸)

(۳)　الحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب وأما العجم فلا یعتبر فی حقهم ولذا کان بعضهم أکفاء لبعض. (البحر الرائق فصل فی الکفاءۃ: ۳/۱۴۱)

(۴)　(الکفاءۃ معتبرۃ) فی ابتداء النکاح للزومه أو لصحته (من جانبه) أی الرجل لأن الشریفة تأبی أن تکون فراشاً للدنی ولذا (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلا تغیظه دناءۃ الفراش وهذا عند الکل فی الصحیح. (الدر المختار باب الکفاءۃ: ۲/۳۱۷)

(۵)　عن أبی بکر الصدیق قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ملعون من ضار مؤمنا أو مکربه. (السنن للترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الخیانة والغش: ۲/۱۶)

ذات کی ڈفالن ہے، خاتون کے باپ اور خاندان والے مصر ہیں کہ ہماری لڑکی واپس کردی جائے، کسی نے کہا نکاح چوں کہ غیر کفو میں ہوا ہے؛ اس لیے موقوف اذن ولی پر ہے۔ شرعاً اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

فقہاء حنفیہ کے نزدیک کفاءت کا اعتبار عورتوں کے لیے ہے کہ وہ اپنے سے نیچے مرد سے اگر نکاح کرلیں تو ان کے اولیاء کو حق رہتا ہے کہ وہ تفریق کا دعویٰ کریں، یا اولیاء نابالغہ کا نکاح اس سے ادنیٰ مرد سے کردیں تو بلوغ کے بعد اس کو بھی عدم کفاءت کی بنا پر تفریق کرانے کا حق ہوتا ہے؛ لیکن اگر عورت سے مرد کسی حیثیت سے بہتر ہو تو اس کے اولیاء کو اعتراض کا حق نہیں ہے اور وہ تفریق کا دعویٰ نہیں کرسکتے، اس طرح نابالغہ بھی بلوغ کے بعد دعویٰ نہیں کرسکتی۔ غیر کفو میں نکاح صحیح ومنعقد ہوتا ہے، باطل نہیں ہوتا، جب تک مسلمان حاکم، یا قاضی کے ذریعہ تفریق کراکر اس کو باطل نہ کردیا جائے، زوجین کے تعلقات جائز ودرست ہوتے ہیں۔ صورت مسئولہ میں ڈفالن کا نکاح پیٹھان سے جائز ودرست ہوا ہے اور چوں کہ ڈفالیوں سے پیٹھان معزز سمجھے جاتے ہیں؛ اس لیے اس عورت کے اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۲/۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۱۸/۴-۳۱۹)

سیدزادی کا نکاح غیر سید سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: سیدزادی کے ساتھ غیر سید کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے: (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازه أصلا). (۲)

اگر سیدزادی بالغہ اپنا نکاح اپنی رضا واجازت سے غیر کفو میں کرے بدون اجازت اپنے ولی کے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور اگر ولی کی اجازت سے کرے تو وہ نکاح صحیح ہے۔ (کذا فی الشامی، جلد: ۲) (۳) فقط

(یہ واضح رہے کہ غیر سید سے مراد اگر شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی ہے تو یہ نکاح درست ہے؛ کیوں کہ یہ سید کے ہم کفو ہیں، ہاں عجمی النسل ہو تو جائز نہ ہوگا۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۷/۸)

---

(۱) (الکفاءة معتبرة) فی ابتداء النکاح للزومه أو لصحته (من جانبه) أی الرجل لأن الشریفة تأبی أن تکون فراشاً للدنیّ ولذا (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلاتغیظه دناءة الفراش وهذا عندالکل فی الصحیح (الدر المختار باب الکفاءة: ۳۱۷/۲)

(۲) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۸/۲، ظفیر

(۳) هذا إذا کان لها ولی ولم یرض به قبل العقد ... أما إذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا إتفاقا. (رد المحتار، باب الکفاءة: ۴۰۹/۲، ظفیر)

غیر سید کا سیدہ سے نکاح کرنا:

سوال: کیا سید عورتوں سے دوسرے مسلمانوں کا شادی کرنا حرام ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

حرام نہیں ۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳۸۸/۳/۳۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۲۲)

سیدہ عورت کا غیر سید مرد سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہوسکتا ہے، یانہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سیدہ عورت کا نکاح غیر سید سے ہوہی نہیں سکتا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر فریقین راضی ہوں تو سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہونے میں کوئی حرج نہیں، مذکورہ صاحب کا یہ کہنا کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہوہی نہیں سکتا، غلط ہے۔

(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولى) والأصل أن كل من تصرف فى ماله تصرف فى نفسه. (شامی: ۴/۱۵۵، زکریا)

فإذا تزوجت المرأة رجلاً خيرًا منها، فليس للولى أن يفرق بينهما، فإن الولى لا يتعيّر بأن يكون تحت الرجل من لا يكافؤه. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس: ۱/۲۹۰، زكريا)

وإنما تحل فى الصورة الرابعة، وهى رضا الولى بغير الكفؤ مع علمه بأنه كذلك. (شامی: ۴/۱۵۷، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۴/۲۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۸۸-۳۸۹)

---

(۱) "وإنما تحل فى الصورة الرابعة، وهى رضا الولى بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك". (رد المحتار: ۳/۵۷، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

"هذا (أى "عدم جواز نكاحها فى غير الكفء) إذا كان لها ولى، فإن لم يكن صح النكاح اتفاقاً". (الفتاویٰ العالمگيرية: ۱/۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس فى الأكفاء، رشيديه)

☆ غیر سید کا سیدزادی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کسی غیر سید کا نکاح سیدزادی سے ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر سیدہ لڑکی کا باپ کسی غیر سید لڑکے کو رشتہ دینے میں عار محسوس نہیں کرتا ہو اور لڑکی بھی راضی ہو تو سیدزادی کا نکاح غیر سید لڑکے سے کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ ==

جس جگہ سید کا نکاح غیر سید کے ساتھ عار سمجھا جاتا ہو، وہاں سید اور غیر سید میں کفاءت کا نہ ہونا:

سوال: جس ملک میں عورت سیدہ کے نکاح کرنے سے ساتھ غیر سید کے اس قدر فتنہ ہوتا ہو کہ ناکح اور اس کے اخوان شہود وغیرہ کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑتے، ایسے حالت سے کہ تمام اقوام مسلمانان عورت سیدہ کو مثل ماں، بہن، پھوپھی وغیرہ محرمات ابدیہ کے خیال کرتے ہیں، ابتداء پیدائش سے تا حال اس جگہ سیدہ کا نکاح کسی غیر شخص سے نہ کیا اور نہ کرنے کا آئندہ ارادہ، ایسے حالت میں ''فقریش بعضهم أكفاء بعض'' پر عمل کر کے فتوی جواز نکاح سیدہ با غیر سیدہ دے کر اس کو قتل کرایا جائے، یا کہ بنا بر قول محمدؒ بعد عبارت مذکور ''إلا أن يكون نسباً مشهوراً كأهل بيت الخلافة'' جس پر علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: ''حتى لا يكافؤ أهل بيت الخلافة غيرهم من القرشيين هذا إن قصد به عدم المكافأة لا إن قصد به تسكين الفتنة'' اور ایک حدیث کی تحقیق کر کے فرماتے ہیں: ''فيدور الحكم مع العرف حتى يكون الحائک كفؤاً للعطار بالإسكندرية لما هناک من حسن اعتبارها وعدم عدّها نقصاً''. غرض بنا پر عرف الناس کا فتنہ وایثار عدم جواز کا حکم ہوگا، یا نہ؟ اور پھر اسے باب الکفاء میں فرماتے ہیں: ''وبالجملة فللحديث أصل فإذا ثبت فيمكن تفصيلها بالنظر إلى عرف الناس فيما يحقرونه ويعيرون به''. جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے ملک میں سیدہ کا نکاح ساتھ غیر سید کے نہ ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قال فی الهداية: ولا يعتبر التفاضل فيما بين قريش لما روينا وعن محمد كذلک إلا أن يكون نسباً مشهوراً كأهل بيت الخلافة كأنه قال تعظيماً للخلافة وتسكيناً للفتنة، آه.(۱)

قال فی العناية: قَوْلُهُ (وَعَنْ مُحَمَّدٍ كَذَلِکَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ) يَعْنِي قَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِيمَا بَيْنَ قُرَيْشٍ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ) النَّسَبُ (نَسَبًا مَشْهُورًا) فِي الْحُرْمَةِ (كَأَهْلِ بَيْتِ الْخِلَافَةِ) فَحِينَئِذٍ يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ، حَتَّى لَوْ تَزَوَّجَتْ قُرَشِيَّةٌ مِنْ أَوْلَادِ الْخُلَفَاءِ قُرَشِيًّا لَيْسَ مِنْ أَوْلَادِهِمْ كَانَ لِلْأَوْلِيَاءِ حَقُّ الِاعْتِرَاضِ، قَالَ الْمُصَنِّفُ (كَأَنَّهُ) يَعْنِي مُحَمَّدًا (قَالَ ذَلِکَ تَعْظِيمًا لِلْخِلَافَةِ وَتَسْكِينًا لِلْفِتْنَةِ) لَا لِانْعِدَامِ أَصْلِ الْكَفَاءَةِ.(۲)

== قال ابن نجيم: تحت قول النسفی: (ورضاء البعض كالكل) أی ورضاء بعض الأولياء المستوين فی الدرجة كرضاء كلهم حتىٰ لايتعرض أحد منهم بعد ذٰلک. (البحر الرائق: ۱۲۹/۳، فصل فی الأكفاء) (قال العلامة الكاسانی: لأن فی الكفائة حقا للأولياء لأنهم ينتفعون بذٰلک ... ولو كان التزوج برضاهم يلزم حتىٰ لايكون لهم حق الاعتراض. (بدائع الصنائع: ۳۱۸/۳، فصل فالنكاح الذی الكفارة فيه شرط) ومثلهٗ فی ردالمختار: ۸۴/۳، فصل فی الأكفاء) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۷۶/۴)

(۱) الهداية، فصل فی الكفاءة: ۱۹۵/۱-۱۹۶، دار إحياء التراث العربی بيروت، انيس

(۲) العناية شرح الهداية، فصل فی الكفاءة: ۲۹۷/۳، دار الفكر بيروت، انيس

وفی فتح القدیر حکی قول الشافعي: أن الھا شمی والمطلبی أکفاء دون غیرھم بالنسبة إلیھم.(۱۹/۳)(۱)

جس ملک میں سیدہ کا نکاح غیر سید قرشی سے کیا جانا موجب عار شدید ہو، جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے، وہاں قول محمدؒ کے موافق تسکین فتنہ کے لیے یہ فتوی دے دینا جائز ہے کہ قرشی غیر سید سیدہ کا کفو نہیں، جس کی تائید امام شافعیؒ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۵/ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام:۲۹۰/۳)

سیدہ کا نکاح نعمانی سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک ہندیہ سیدہ بالغہ نے ایک ہندی نعمانی ابنائے ابوحنیفہؒ سے نکاح کیا، آیا اولیاء سیدہ کو فسخ نکاح کا حق ہے؟ کیا ابناء ابوحنیفہؒ حضرت فاطمہؓ اور حضرت صدیقؓ وغیرہما کے کفو ہیں، بعض نے کہا کہ کفو ہیں؛ کیوں کہ غیر قریش کے کفو ہیں اور نعمانی تو عجمی ہیں؟

الجواب

قال فی الدر المختار: (العجمی لایکون کفؤاً للعربیة ولو) کان العجمی (عالماً) أوسلطاناً (وھو الأصح)، فتح عن الینابیع، وادعی فی البحر أنه ظاھر الروایة وأقره المصنف؛ لکن فی النھر: فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفء للعلویة، کما فی الینابیع، وإن بالعالم فکفء ورجحه الشامی وقال: وکیف یصح لأحد أن یقول: إن مثل أبی حنیفة أو الحسن البصری وغیرھما ممن لیس بعربی أنه لایکون کفؤاً لبنت قرشي جاھل أو لبنت عربی بوّال علی عقبیه. (۲)

لیکن ظاہر ہے کہ یہ اختلاف وترجیح بصورت عالم ہونے عجمی کے لیے محض ابناء ہونے کی وجہ سے عجمی کی کفاءت عربیہ کے ساتھ ثابت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۰۷/۸)

سید کا اپنی لڑکی کو غیر کفو میں بیاہ ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر سید اپنی دختر دوشیزہ برضامندی خویش غیر کفو میں دینا چاہے تو شرعاً منع ہے، یا نہیں؟

الجواب

باپ دادا اگر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کریں تو صحیح ہے، (۳) اور بالغہ کا نکاح برضاء دختر صحیح ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۱۲/۸)

---

(۱) فتح القدیر، فصل فی الکفاءة:۲۹۷/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب الکفاءة:۴۴۳/۲-۴۴۴، ظفیر

(۳) (وللولی) ...(إنکاح الصغیر والصغیرة) ... (ولزم النکاح ولوبغبن فاحش) (أو) زوجھا (بغیر کفء ان کان الولی المزوج بنفسه بغبن (أبا أوجدا) ... (لم یعرف منھما سوء الاختیار). (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار، باب الولی:۴۱۸/۲، ظفیر)

سید کا نکاح دوسری برادری کی لڑکی سے:

سوال: کیا سید لڑکے کا نکاح سید لڑکی ہی سے ہوسکتا ہے؟ شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ سے نہیں ہوسکتا؟ اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہارے رب ایک ہیں اور تمہارے باپ بھی ایک ہی ہیں، لہٰذا تقویٰ کے علاوہ کسی اور وجہ سے کسی عربی کو کسی عجمی پر اور گورے کو کالے پر فضیلت حاصل نہیں''۔(۱)

نیز حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''تمہارا نسبی تعلق کہتری کا باعث نہیں'' ''**هذه ليست بمسبة على أحد**''(۲) اس لیے کسی بھی مسلمان کا نکاح دوسرے مسلمان سے ہوسکتا ہے۔

البتہ چوں کہ بعض اوقات مختلف خاندانوں کے رہن سہن اور معاشرت میں فرق ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اندیشہ رہتا ہے کہ آئندہ نکاح کا دوام واستحکام متاثر ہوجائے اور ناچاقی کی صورت پیدا ہوجائے؛ اس لیے معاشرتی مصلحت کے تحت فقہا نے کفاءت کی گنجائش رکھی ہے اور اس کا اعتبار عورت کی جانب سے رکھا ہے کہ اگر عورت کا نکاح کسی ایسے مرد سے ہوا، جسے سماج میں نسبتاً کمزور سمجھا جاتا ہو اور یہ نکاح لڑکی نے اپنے طور سے کیا ہو تو ولی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا، یا لڑکی اور اس کے اولیا کو غلط باور کرا کر نکاح کرلیا گیا ہو تو اس صورت میں بھی اس نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے؛ لیکن لڑکا جس عورت سے بھی نکاح کرے، خواہ سماجی اعتبار سے وہ کمزور سمجھی جاتی ہو، نکاح لازم ہوجائے گا؛ کیوں کہ مرد کے حق میں یہ بات باعث عار نہیں سمجھی جاتی ---- بہر حال بہتر یہی ہے کہ رشتوں میں دین اور تقویٰ کو معیار بنایا جائے، نہ کہ ذات پات اور برادری کو۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۷۴-۳۷۵)

پٹھان عورت کا نکاح شیخ زادہ سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت مسماۃ ہندہ بیوہ نے غیر کفو میں نکاح کرلیا ہے؛ یعنی عورت پٹھانی ہے اور شوہر شیخ زادہ ہے، مسماۃ کے علاتی چچا اوس میں خارج ہیں۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت بیوہ اپنا نکاح غیر کفو سے بلا رضامندی ولی نے کے کرے اور ولی اس کا اس نکاح راضی نہ ہو تو وہ نکاح نہیں ہوتا، فتویٰ اسی پر ہے اور پہلے یہ مسئلہ لکھا جاچکا ہے؛ لیکن اب توشیح سے معلوم ہوا کہ عورت پٹھانی ہے او

(۱) مجمع الزوائد، رقم الحدیث: ۱۳۵۹۷

(۲) مجمع الزوائد، رقم الحدیث: ۱۳۰۷

رشوہر شیخ زادہ ہے؛ یعنی قریش میں سے ہے، جو کہ افضل ہے عورت کی قوم سے، لہٰذا اگر صورت واقعی یہی ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگیا؛ کیونکہ کفاءت شوہر کی طرف سے معتبر ہے کہ شوہر عورت سے کمتر نہ ہو اور عورت کی طرف سے معتبر نہیں ہے؛ یعنی اگر عورت کم درجہ کی ہو اور شوہر باعتبار نسب کے اعلیٰ درجہ کا ہو تو نکاح ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں شرعاً وعرفاً عار نہیں ہے۔

قال في الدرالمختار: (الكفاءة معتبرة) في إبتداء النكاح للزومه أو لصحة (من جانبه) أى الرجل لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنيء ولذا (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلاتغيظه دناءة الفراش وهذا عندالكل فى الصحيح. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۰/۸-۲۲۱)

سیدہ کا نکاح پٹھان سے:

سوال: میری دو خالائیں پٹھان چچا، یا تایا کی دختر ہیں: بڑی خالہ مرحومہ رفیع الدین کی بیگم اور دوسری خالہ مرحومہ نواب عبدالرزاق کی بیگم، رفیع الدین کی بڑی لڑکی سید متین سے بیاہی گئیں، ان کی ایک دختر نفیسہ پروین عبد الرزاق کی دختر ننھیال میں رحمت اللہ خاں سے بیاہی گئیں، ان کا ایک صاحبزادہ عزیز اللہ خاں ہے، کچھ رشتہ دار عزیز اللہ خاں کا رشتہ نفیسہ سے کرنا چاہتے ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ سید کی بیٹی پٹھانوں میں نہیں دی جاتی ہے؛ کیوں کہ سید کا مرتبہ بڑا ہے۔ آپ کی رائے ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر پٹھان میں اچھی صفات، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ موجود ہوں اور سید کی لڑکی اور اس کے ولی پسند کریں تو اسے پٹھان سے شادی کرنا بھی درست ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۹/۴/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۶/۱۱)

سیدہ کا نکاح مغل پٹھان سے:

سوال: اہل سنت سیدزادی غیر سے منسوب ہوسکتی ہے؛ یعنی شیخ مغل پٹھان سے شادی جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۵۷۷، اسحاق علی بخاری، لاہور، ۷/صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۷/مارچ ۱۹۴۰ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

سیدزادی نسباً قریش کے قبیلہ سے ہے اور قریش باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں؛ اس لیے سیدزادی کا نکاح

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۵/۲-۴۳۶، ظفير

(۲) "وإنما تحل فى الصورة الرابعة، وهى رضا الولى بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك". (رد المحتار: ۵۷/۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

"هذا (أى "عدم جواز نكاحها فى غير الكفء) إذا كان لها ولى، فإن لم يكن صح النكاح اتفاقاً". (الفتاوىٰ العالمگیریة: ۲۹۲/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس فى الأكفاء، رشيديه)

صدیقیوں، فاروقیوں، عثمانیوں، عباسیوں اورزبیریوں، جعفریوں اوردیگر قبائل قریش کی طرف منسوب جماعتوں کے افراد سے ہوسکتا ہے۔قریش کے علاوہ کسی دوسرے عربی، یا عجمی مسلمان سے اگر خود عورت (سیدزادی) اوراس کے اولیا راضی ہوں تو ہوسکتا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۰۳/۵)

پٹھان مرد کا انصاری لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے لڑکے پرویز کے نکاح کی بات چیت ایک انصاری گھرانے میں لگی ہے، پورا گھر اس رشتہ کے لیے تیار ہے؛ لیکن میری بیوی اس رشتہ کے لیے تیار نہیں ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں دوسری قوموں کے یہاں رشتہ نہیں کروں گی، وہ کسی بھی حالت میں ماننے کو تیار نہیں ہے، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ مسلمانوں میں قوم کا کوئی سوال نہیں ہے، آپ سے گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں جواب دیں؟

(المستفتی: میاں جان، گھیر پیپل والا، رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

برادری کفو کا شریعت میں جو اعتبار ہے، وہ صرف لڑکی والوں کی طرف سے ہے، لڑکوں کی طرف سے ان کے اولیا اور وارثین کو کسی قسم کے اعتراض اور لڑکی والوں میں خامی اور کمی نکالنے کا حق نہیں ہے؛ اس لیے آپ کی بیوی کا لڑکی والوں میں خامی اور کمی نکالنا قطعاً جائز نہیں، پٹھان مرد کے لیے انصاری لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا بلا شبہ وبلا کراہت جائز اور درست ہے۔

الکفاءة معتبرة من جانبه أی الرجل؛ لأن الشریفة تأبی أن تکون فراشا للدنیء ولذا لا تعتبر من جانبها؛ لأن الزوج مستفرش فلا تغیظه دناءة الفراش، وهذا عند الکل فی الصحیح. (شامی، کتاب النکاح، باب الکفاءة، کراچی: ۸۳/۳، ۸٤، زکریا دیوبند: ۲۰۷/٤، وهکذا فی بدائع الصنائع، کراچی: ۳۳۰/۲، زکریا دیوبند: ٦۲۹/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۳۷۹/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۵/۵/۲۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۶۰۹/۱۳-۶۱۰)

---

(۱) وَإِنَّمَا الْخِلَافُ بَیْنَ أَبِی حَنِیفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی – وَصَاحِبَیْهِ فِیمَا إذَا زَوَّجَهَا مِنْ رَجُلٍ عَرَفَهُ غَیْرَ کُفْءٍ فَعِنْدَ أَبِی حَنِیفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَی – یَجُوزُ؛ لِأَنَّ الْأَبَ کَامِلُ الشَّفَقَةِ وَافِرُ الرَّأْیِ فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ تَأَمَّلَ غَایَةَ التَّأَمُّلِ وَوَجَدَ غَیْرَ الْکُفْءِ أَصْلَحَ مِنْ الْکُفْءِ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الخامس: ۲۹۱/۱، ماجدیة)

افغان اوراہیر ہم کفو ہیں، یانہیں اوران میں باہم نکاح درست ہے، یانہیں:

سوال: زید قوم کا افغان اورزراعت پیشہ ہے اور ہندہ قوم کی اہیر اوراس کے ورثاء زراعت پیشہ ہیں، زید ہندہ کا کفو ہے، یانہیں؟ دونوں صورتوں میں ہندہ کے ورثا کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے، یانہیں؟

الجواب

عجم میں نسب کا لحاظ نہیں ہے اور پیشہ فی الحال یکساں ہے، لہٰذا زید مذکور اس عورت ہندہ کا کفو ہے، اولیاء ہندہ نکاح مذکور کو فسخ نہیں کرا سکتے۔

قال فی الدرالمختار: وهذا فی العرب.

أی اعتبار النسب إنما یکون فی العرب. (شامی)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۸/۸)

افغان کا نکاح کمبوہ سے درست ہے، یانہیں:

سوال: ہندہ نے اپنا عقد بغیر اجازت ورضا اپنے حقیقی چچا زید سے کرلیا، ہندہ ایک دولت مند شریف خاندان قوم افغان سے ہے اور زید ایک غریب آدمی قوم کمبوہ سے ہے، جن کو قوم شریف نہیں جانتے تو ولی ہندہ کا نکاح شرعاً فسخ کرسکتا ہے، یانہیں؟

أخرجه الدارقطنی، ثم البیهقی فی سننهما ... عن جابر عن عبدالله رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لاتنكحوا النساء إلا من الأكفاء ولایزوجن إلا الأولیاء ولا مهر دون عشرة دراهم، انتهیٰ. (۲)

اور نیز یہ بھی موطا امام محمدؒ میں ہے:

ولوزوجت المرء لنفسها من غیر كفء فلها الفسخ. (۳)

الجواب

پٹھان اور کمبوہ باہم کفو ہیں اور عورت بالغہ خود بلا اجازت ولی کے اپنا نکاح کفو میں کرسکتی ہے اور نکاح بالغہ کا کفو میں بلا اجازت ولی کے صحیح اور نافذ ہوجاتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں ہندہ بالغہ کا نکاح زید سے صحیح اور منعقد ہوگیا اور چوں کہ نکاح کفو میں ہوا، لہٰذا ولی کو حق فسخ حاصل نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: **(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی).** (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۰/۸)

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۸/۲، ظفیر

(۲) نصب الرایة، باب فی الأولیاء والأكفاء: ۱۹۶/۳، مؤسسة الریان، انیس

(۳) حاشیة الموطأ للإمام محمد رحمه الله، ص: ۲۴۸، باب النكاح بغیرولی، ظفیر

(۴) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۷/۲، ظفیر

بالغہ پٹھان لڑکی کا نیلگر لڑکے کے ساتھ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۳۵/سال ہے اور جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور دماغی طور پر پوری طرح سے صحت مند ہے، اس نے ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً ۳۶/سال ہے اور جو دماغی طور پر صحت مند ہے اور جو الگ الگ برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں، اب سے دو سال قبل والدین کی اجازت کے بغیر شرعی طور پر نکاح کرلیا ہے اور رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے ہیں، لڑکی والدین کے ساتھ رہتی ہے؛ لیکن وقتاً فوقتاً موقعہ ملنے پر لڑکا اور لڑکی لطف زوجیت بھی اٹھاتے ہیں۔

اب لڑکی کے والدین کو اس نکاح کا علم ہوگیا ہے اور وہ اس نکاح کو ناجائز سمجھتے ہیں اور رخصتی سے انکار کررہے ہیں، لڑکی پٹھان برادری اور لڑکا نیلگر برادری سے ہے۔

(۱) قرآن وسنت کی روشنی میں یہ نکاح جائز ہے؟

(۲) ہندوستان جیسے ملک میں جبکہ پوری قوم اختلافات کا شکار ہو، اسلام میں ذات برادری کا کیا تصور موجود ہے؟

(المستفتی: نوشاد احمد، سہارن پور)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

تیس پینتیس سالہ لڑکی جب اس کی دماغی حالت صحیح ہے اور اب تک اس کا نکاح نہیں ہوسکا اور پھر اس نے اولیا کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے ایسے خاندان کے لڑکے سے نکاح کرلیا ہے کہ عام طور پر ان میں مناکحت نہ ہوتی ہو اور عار سمجھی جاتی ہو تو امام حسن بن زیادؒ کے قول کے مطابق نکاح منعقد نہیں ہوتا اور جائز نہیں ہوتا؛ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے نزدیک نکاح اس طور پر جائز ہوتا ہے کہ اولیا کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل رہتا ہے اور انہیں کے قول کو ظاہر الروایۃ سے تعبیر کرتے ہیں؛ یعنی باپ اور بھائی وغیرہ کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ قاضی کی عدالت سے اس نکاح کو فسخ کرادیں اور جہاں قاضی شرعی نہ ہو اور محکمہ شرعیہ، یا شرعی پنچایت موجود ہو، وہاں جاکر نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے اور اگر پنچایت بھی نہ ہو تو سرکاری عدالت میں جہاں مسلم جج ہو، اس کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے اور نکاح فسخ کرانے کا فیصلہ حاصل کرنے سے پہلے پہلے دونوں کے درمیان جنسی تعلق کو زنا کا ارتکاب نہیں قرار دیا جاسکتا۔

حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے کفایت المفتی قدیم: ۲۰۶/۵، جدید زکریا: ۱۹۷/۵ میں نہایت اعتدال سے ایک فتوی لکھا ہے، جس میں انہوں نے فقہاء کی عبارت کی وضاحت فرمائی ہے کہ متأخرین نے جو حسن بن زیادؒ کے قول پر فتوی دیا ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، وہ معلول بعلت فساد زمانہ ہے، جو خود بتاتا ہے کہ یہ ایک زجر وانتظام کا فتوی ہے، نہ یہ کہ حلت وحرمت کی بنیاد اس پر قائم کی جاسکتی ہے؛ لہٰذا اگر لڑکی کے والدین اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتے ہیں تو ان

کو مقامی شرعی پنچایت، یا محکمۂ شرعیہ، یا مسلم جج کے ذریعہ سے پہلے نکاح کو فسخ کرانا پڑے گا، یا لڑکا خود طلاق دے دے، اس کے بعد عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کا قول ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم: ۵/۲۰۶، جدید زکریا: ۵/۱۹۷)

ثم المرأة إذا زوجت نفسها من غير كفء صح النكاح في ظاهر الرواية، والمختار في زماننا للفتوىٰ رواية الحسن، (وقوله: في البزازيه) ذكر برهان الأئمة أن الفتوى في جواز النكاح بكراً كانت أوثيباً على قول الإمام الأعظم، وهذا إذا كان لها ولي، فإن لم يكن صح النكاح اتفاقاً بينهما. (عالمگيرى، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح، زكريا: ۲۹۲/۱، جديد: ۳۸۵/۱)

ولا يكون التفريق بذلك إلا عند القاضي، يريد به أنه ينبغي للولي أن يرفع إلى القاضي ليفسخ العقد بينهما، أما بدون فسخ القاضي لاينفسخ النكاح بينهما. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كوئٹه: ۶۴/۳، زكرياديوبند: ۱۴۰/۴، رقم: ۵۷۶۰)

وله أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء فيفسخه ويتجدد النكاح. (الدرالمختار)

و في الشامية: والظاهر أنه لاخلاف في صحة العقد، وإن هذا القول المفتي به خاص بغير الكفء كما أشار إليه الشارح. (شامي، زكريا: ۱۵۶/۴، كراچى: ۵۶/۳)

وله أي لكل من الأولياء إذا لم يرض واحد منهم الاعتراض أي ولاية المرافعة إلى القاضي ليفسخ. (مجمع الأنهر، مصرى قديم: ۳۳۳/۱، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۸۹/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ / جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۳۴۲/۳۸) (فتاوی قاسمیہ: ۶۱۱/۱۳-۶۱۴)

شاہ برادری کا لڑکا عالم دین، پٹھان زادی کا کفو ہوسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید شاہ برادری (جو لوگوں کی نظر میں ہلکے درجہ کی شمار ہوتی ہے) سے تعلق رکھتا ہے، زید عالم دین اور مفتی ہے، کیا زید پٹھان زادی کے لیے کفو ہوسکتا ہے؟ نفی کی صورت میں صاحبِ درمختار کی مندرجہ ذیل عبارت کی کیا توجیہ ہوگی:

كان شرف العلم أقوىٰ من شرف النسب. (الدرالمختار: ۴۹۸/۲)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ————————— وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں عالم ہونے کی وجہ سے زید شرعاً پٹھان زادی کا کفو ہوسکتا ہے۔

وإن بالعالم فكفء؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والمال، كما جزم به البزازي و ارتضاه الكمال وغيره. (الدرالمختار: ۹۲/۳، كراچى)

ذكر قاضي خان في جامعه، قالوا: الحسب كفوء للنسب، فالعالم العجمي يكون كفواً للجاهل العربي والعلوية؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومكارم الأخلاق

والمحيط عن صدر الإسلام: الحسيب الذى له جاه وحشمة ومنصب، الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة: ۲۳۰/۳، زكريا، وكذا في الشامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۹۲/۳، كراچی، حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۴۴/۲، دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۲/۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۷/۸-۳۸۸)

کیا انصاری درزیوں کے ہم کفو ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا یہ کہنا کہ جولاہے درزیوں کے جوڑ کے نہیں ہیں، گناہ ہے، یا یہ صحیح بات ہے؟

(المستفتی: تحسین خان سکندر آباد، بلند شہر)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

سید اور شیخ کے علاوہ شادی میں ہندوستانی تمام باشندے نسب کے اعتبار شرعاً برابر ہیں، وہ آپس میں ہم کفو اور ہم جوڑ ہیں، شادی بیاہ کے لیے برابر ہیں، اب رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کس کا مرتبہ اور کس کا درجہ بڑھا ہوا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

قال الله تعالىٰ: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورة الحجرات: ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں سب سے افضل سب سے اونچے مرتبہ کا وہ ہے، جو متقی پرہیز گار ہے، اللہ تعالیٰ سید، شیخ، جولاہہ، درزی کو نہیں دیکھتا؛ بلکہ تقویٰ ہی کو دیکھتا ہے؛ اس لئے نسب کا فخر کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب الناس يوم فتح مكة، فقال: يأيها الناس: إن الله قد أذهب عنكم عبية الجاهلية، وتعاظمها بآبائها، فالناس رجلان: بر تقى كريم على الله أو فاجر شقى هين على الله. (الحديث) (سنن الترمذي، كتاب التفسير، باب ومن سورة الحجرات، النسخة الهندية: ۱۶۲/۲، دار السلام رقم: ۳۲۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۲۴۲/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۴/۱۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۶۱۰/۱۳-۶۱۱)

سیفی برادری لڑکے کا انصاری برادری لڑکی کے ساتھ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نوید عامر سیفی ولد ابرار حسین مرحوم وشاہانہ پروین انصاری بنت صابر حسین انصاری نے اپنی مرضی سے ۲۶/فروری ۱۹۹۴ء بروز پیر کو شرعی طور پر نکاح کرلیا تھا، کچھ وقت گزرنے کے بعد جب اس نکاح کا دونوں فریقین کے گھر کے افراد کو علم ہوا تو وہ لوگ کافی فکر

منداور پریشان ہوگئے، دونوں فریقین کے متعلقین نے اس نکاح کی تصدیق ہونے پر کچھ ذمہ دار افراد کو بیچ میں ڈال کر اس سلسلہ میں بات چیت کرائی؛ مگر کوئی حل نہ نکل سکا اور دونوں فریقین کے گھر والوں میں ٹکراؤ اور جھگڑے کی نوبت آپہونچی، لڑکی کے والد کو کافی سمجھایا گیا کہ بہتر ہوگا کہ لڑکی کی رخصتی کردیں؛ مگر وہ راضی نہیں ہوئے، ان کا کہنا تھا کہ ایک تو غلط قدم اور پھر برادری بھی الگ ہے، میں ایسا نہیں کروں گا۔ آخر کار متعلقین نے یہ طے کیا کچھ وقت خاموشی اختیار کرلی جائے، حالات سازگار ہونے کے بعد ہی کچھ کیا جائے گا، وقت گزرتا گیا اور دونوں کو ایک ساتھ زندگی گزارنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔ آخر کار ۲۰/ مارچ ۲۰۰۰ء کو لڑکی کے بھائی محمد سلیم ومحمد فہیم کی موجودگی میں برمکان اختر حسین، پکا باغ، مراد آباد نوید عامر نے گواہان اختر کمال ندیم ولڑکی کے بھائیوں کی موجودگی میں شاہانہ پروین کو اپنی زوجیت سے بذریعہ فون پر آزاد کردیا، جس کو خود شاہانہ پروین نے اپنے کانوں سے سنا، اس کی تصدیق لڑکی کے بھائی محمد فہیم نے کی شاہانہ پروین ہی فون پر موجود تھی، کوئی دوسرا نہیں؟

(المستفتی: محمد محبوب عالم، دیندار پورہ، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سیفی اور انصاری اگرچہ الگ الگ برادری سمجھی جاتی ہیں؛ لیکن شریعت کے نزدیک یہ دونوں برادری ایک دوسرے کی ہم کفو بن سکتی ہیں؛ اس لیے بالغ لڑکے اور لڑکی نے گواہوں کی موجودگی میں جو نکاح کیا ہے، وہ شریعت کے نزدیک درست ہوگیا، بشرطیہ مہر بھی مناسب انداز میں باندھا گیا ہو اور اس نکاح کے بعد دونوں نے کسی بھی طریقہ سے آپس میں جنسی تعلق قائم کرلیا تھا اور اس کے بعد خاندانی اختلافات کے دوران لڑکے نے لڑکی کو فون پر سوال نامہ میں مذکورہ طریقہ سے آزادی دے دی ہے تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی۔

فإذا قال: رها كردم أى سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية وماذاك إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (شامی، کتاب الطلاق، باب الكنايات، قبيل مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا، کراچی: ۲۹۹/۳، زکریا: ۵۳۰/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰/ ربیع الاولیٰ ۱۴۲۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۲۱۴/۳۸) (فتاوی قاسمیہ: ۶۱۴/۱۳-۶۱۵)

سیفی برادری لڑکے کا فقیر برادری لڑکی کے ساتھ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی جو عاقل بالغ ہے اور اپنے اچھے برے سے بخوبی واقف ہے، لڑکی کا ننہال شیخ برادری سے تعلق رکھتا ہے، جب کہ لڑکی کا ددھیال فقیر برادری یعنی میاں صاحب ہے؛ لیکن والد اپنے آپ کو سید کہلواتے ہیں اور والدہ بھی جو کہ غلط اور دھوکہ ہے، لڑکی نے اپنی مرضی سے ایک لڑکا جو کہ سیفی برادری سے تعلق رکھتا ہے سے نکاح کر رکھا ہے اور آئین ملک نے بھی ان کے نکاح کو

منظوری دے رکھی ہے اور دونوں فریقین خوشی خوشی ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں اور لڑکی حق زوجیت بھی ادا کر رہی ہے؛ لیکن لڑکی کی والدہ والد اس نکاح کو غلط اور ناجائز کہتے ہیں، جب کہ لڑکی کی چھوٹی بہن کی شادی بنجارہ برادری میں کی گئی ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

نوٹ: لڑکی کے عزیز دار مختلف برادریوں میں شادی کر چکے ہیں، ماموں چچا وغیرہ شیخ، پٹھان، بنجارے وغیرہ۔

(المستفتی: محمد نعیم سیفی، کسرول مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سیفی برادری، فقیر برادری سے نیچی اور کمتر نہیں ہے؛ اس لیے کہ فقیر خاندان کی لڑکی جو عاقل بالغ ہے، اس کا اپنی مرضی سے سیفی خاندان کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا مسئلہ کفو کے خلاف نہیں ہے؛ اس لیے نکاح درست ہے، جب کہ اس کا مہر اس کی دوسری بہنوں سے کم نہ ہو۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي والاعتراض في غير الكفء الخ. وفي الشامية: وكذا له الاعتراض في تزويجها نفسها باقل من مهر مثلها حتى يتم مهر المثل،الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا: ١٥٥/٤-١٥٦، كراچی: ٥٥/٣-٥٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹ ؍ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۹۸۰/۲۸) (فتاوی قاسمیہ: ۶۱۵/۱۳-۶۱۶)

سلمانی برادری کا قریشی میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں ایک لڑکے سے پیار کرتی ہوں ایک دن مسجد میں جا کر ہم دونوں نے خدا کو حاضر وناظر مان کر قرآن وحدیث کی روشنی میں بنا کسی خطبہ نکاح کے دو گواہوں کے سامنے جس لڑکے سے میں پیار کرتی ہوں، اس نے مجھے اپنی بیوی قبول کر لیا ہے اور مجھ سے بھی کہا کہ آپ بھی کہو تو میں نے ہاں کہہ دیا؛ یعنی میں نے بھی اسے اپنا شوہر تسلیم کر لیا، خوشی خوشی موجودہ دونوں گواہوں کے سامنے بعد میں میں نے کہا کہ اس میں میرے والدین خوش نہیں ہیں، میں چاہتی ہوں کہ والدین بھی خوش ہوں تو اچھا ہوتا کہ ہمارا نکاح دنیا کی نظر میں صحیح ہو، یہ بات جب تک والدین خوش نہ ہوں صحیح نہیں ہے؛ مگر میں نے تو دو گواہوں کے سامنے ہاں کہہ دیا ہے تو کیا یہ ہمارا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ جیسا کہ ہم دونوں کا مذہب ایک ہی ہے؛ یعنی اسلام تو کیا میرا دوسرے سے نکاح جائز ہوگا؟

نوٹ: میری برادری قریشی ہے اور میرے شوہر کی برادری سلمانی ہے، ہم دونوں ہم پیشہ ہیں، پولس ڈپارمنٹ میں کام کرتے ہیں، میرے شوہر کا نام محمد نسیم ہے۔

(المستفتیة: نور سحر، ایس پی آفس، جی، آر، پی، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

عجم میں نسب کا اعتبار نہیں؛ بلکہ پیشہ کا اعتبا ہے اور قریشی کا خاندانی پیشہ قصابی ہے اور سلمانی کا خاندانی پیشہ حلاقی ہے اور دونوں قریب قریب ایک درجہ کے پیشے ہیں؛ اس لیے دونوں ہم کفو ہیں؛ لہٰذا نور سحر نے والدین کی مرضی کے بغیر اپنی خوشی سے محمد نسیم کے ساتھ جو نکاح کیا ہے، وہ شرعی طور پر صحیح ہوگیا۔ اب نور سحر کے لیے دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا، اگر دوسرے مرد سے نکاح کرلے گی تو وہ زنا کاری ہوتی رہے گی، لہٰذا نور سحر کو اپنے حقیقی شوہر محمد نسیم کے ساتھ رہنا لازم ہے۔

(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي) والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه، الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا: ٤/١٥٥، كراچی: ٣/٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶ر محرم الحرام ۱۴۱۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۲۸۲) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۶۱۷-۶۱۸)

غیر خاندان (یعنی سیفی) میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری بیٹی نشاط پروین جس کی عمر تقریبا پچیس سال شمسی برادری سے تعلق رکھتی ہے۔ عرض یہ ہے کہ اب سے دو ماہ قبل میری بیٹی اچھی صحت مند تھی کہ اچانک عید الاضحیٰ سے دس بارہ دن قبل طبیعت خراب ہوگئی، حتی کہ پیشاب پاخانہ تک کا ہوش نہ رہا، یعنی دماغی توازن درست نہ رہا، دوا کے ساتھ ساتھ دعا کے واسطے بھی مظفر نگر باغوں والی حضرت جی میاں موسیٰ صاحب جن سے میں علاج ومعالجہ کے تعلق سے پہلے بھی وابستہ رہی ہوں، ان کے پاس مذکورہ بیٹی کو لے کر حاضر ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ اس لڑکی کا دل ودماغ اور ناف باندھ رکھی ہے، جب تک اس کا علاج نہ ہوجائے، نہ اس کے اوپر نماز فرض اور نہ ہی اس کا نکاح واجب ہے؛ کیوں کہ ہوش وحواس درست نہیں ہیں، اسی دوران ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چھبیس سال سیفی برادری سے تعلق رکھتا ہے، اس لڑکی سے محبت کرتا تھا، اس لڑکے نے اپنے گھر کی عورتوں کو بھی رشتہ کے سلسلہ میں میرے گھر بھیجا تھا، ان عورتوں نے رسم ورواج کے مطابق میری بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیار کیا اور کہنے لگیں کہ رشتہ اچھا ہے، لڑکا اچھا ہے تو اس سے نکاح کرلے، ورنہ یہ لڑکا تجھے بھگا کرلے جائے گا؛ لیکن میں لڑکی کی والدہ اور میرے دونوں لڑکوں کی قطعاً مرضی نہیں تھی، صرف برادری کی وجہ سے اور میرے شوہر لڑکی کے والد کی بھی بالکل مرضی نہیں تھی کہ میں اپنے بچوں کا رشتہ کسی غیر برادری میں کروں، ہرگز نہیں، میرے شوہر لڑکی کے والد کا انتقال ہوچکا ہے، اب گھر کی ذمہ داری میرے اور میرے دونوں بیٹوں پر عائد ہوتی ہے، محمد عدنان جن کی عمر ۲۳ر سال اور محمد امان ۲۰ر سال ہے اور مذکورہ میری بیٹی ایک اسکول میں ٹیچر ہے، اس لڑکی سے محبت کرنے والا لڑکا محمد ندیم اسکول کے داخلی وقت؛ یعنی چھٹی سے قبل بستی سے ۵، ۶ر کلومیٹر دوری پر لے جاکر مسجد میں ایک امام صاحب سے نکاح پڑھوا کر خاموشی سے اسکول

کی چھٹی کے وقت لڑکی میرے گھر پہنچ گئی، اس نکاح کی کسی کو بھی خبر نہ ہوئی، اس کے بعد روزانہ اسکول اور گھر آتی جاتی رہی، اسکول کے وقت کے علاوہ کسی دن، یا کسی رات میں تنہائی کا کوئی موقع بھی نہیں ملا، مذکورہ لڑکا نکاح کے دس دن کے بعد سعودی عرب چلا گیا اور میری بیٹی نشاط پروین میرے گھر ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ جیسا کہ بہشتی زیور، حصہ چار، ص:٦، ولی کا بیان، مسئلہ:۳، میں مرسوم ہے: ''البتہ اپنے سے کم ذات والے سے نکاح کرلیا اور ولی ناخوش ہے تو نکاح درست نہ ہوگا''، لہٰذا لڑکی اور لڑکی کا خاندان شمسی برادری سے تعلق رکھتا ہے، لڑکا سیفی برادری کا ہے، سیفی برادری شمسی برادری سے نیچی سمجھی جاتی ہے اور یہ نکاح خفیہ طریقہ سے ہو چکا ہے، گھر میں کسی کی مرضی نہیں ہے کہ اس نکاح کو برقرار رکھا جائے۔ مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اور اس نکاح کو توڑا جائے، تو شریعت کی رو سے کوئی حرج ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح لڑکی کے ہوش وحواس کی درستگی کی حالت میں رضامندی سے ہوا ہے اور لڑکی خود عاقلہ بالغہ ہے، لہٰذا نکاح شرعاً منعقد ہو گیا اور چوں کہ شمسی اور سیفی دونوں برادریاں عجمی ہیں، لہٰذا دونوں ایک دوسرے کی کفو بن سکتی ہیں، ولی کو اعتراض کا حق نہیں اور زیر بحث معاملہ میں بہشتی زیور میں لکھا گیا مسئلہ منطبق نہیں ہوگا۔

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولي بكرا كانت أو ثيبًا عند أبي حنيفة وأبي يوسف في ظاهر الرواية. (الهداية باب في الأولياء والأكفاء: ٢٩٣/٢ ،رشيدية، ٣٣٥/٢، بلال ديوبند)

ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الخ ... ولاتجبر البالغة البكر على النكاح، الخ. (الدر المختار، باب الولي: ٥٥/٣، كراچي)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي. (النهر الفائق ،باب الأولياء: ٢٠٢/٢ ،بيروت)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهله لكونها عاقلةً بالغةً ... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح: أي لا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا، الخ. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ١٩٢/٣ ،زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع في الأولياء: ٢٨٧/١ ،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۵/۲/۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۷/۸-۳۷۹)

سیدزادی کا امتی سے نکاح:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۰/جون ۳۴ء)

سوال (۱) کیا ایک سیدزادی ایک امتی کے عقد میں آسکتی ہے؟

(۲) اگر نہیں آسکتی تو کیوں؟

(۳) اگر آسکتی ہے تو پھر سید کا امتی سے نسب ہونا کیسے ہوسکتا ہے؟

(۴) اگر سید زادی امتی کے نکاح میں آسکتی ہے تو خدائے کریم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امت پر کیوں حرام فرمایا اوران کو امت کی مائیں کیوں کہا؟

(۵) جب رسول اکرم فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امتی کے نکاح میں نہیں آسکتیں تو آپ کی اولاد امتی کے نکاح کے لیے کیسے حلال ہوگئی؟

(۶) اگر امتی کے نکاح میں سید زادی نہ آسکتی ہو اور ایک امتی نے ایک سید زادی سے نکاح کرلیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۷) اگر سید زادی امتی کے لیے حلال نہیں تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور طلاق کی ضرورت پڑتی ہے، یا نہیں؟

(۸) اگر طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی تو بغیر طلاق لیے نکاح ثانی ہوسکتا ہے؟

(۹) اگر سید زادی مذہباً شیعہ اور امتی حنفی ہو، یا امتی شیعہ اور سید زادی حنفی ہو؟

(۱۰) اگر امتی کے ساتھ نکاح جائز ہے تو کیوں بڑے بڑے عالم بھی رشتہ نہیں کرتے؟

الجواب

سید زادی کسی امتی کے عقد میں آسکتی ہے، خواہ امتی سید ہو، یا نہ ہو۔(۱)

(۲) آسکتی ہے؛ کیوں کہ کفاءت شرائط صحت نکاح میں داخل نہیں ہے۔(۲)

(۳) سید کا غیر سید سے نسب کے لحاظ سے اشرف ہونا مسلم؛ لیکن شرف کی کمی زیادتی اور نسب میں تفاوت ہونا اس کا موجب نہیں ہے کہ نکاح درست نہ ہو۔(۳)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے لوگوں سے نکاح ناجائز تھا، اس کی وجہ قرآن مجید کا صریح حکم ہے: ﴿ولا ان تنكحوا أزواجه من بعده ابداً﴾ (۴) ایسا حکم حضور کی اولاد کے لیے موجود نہیں، نہ قرآن پاک میں، نہ حدیث میں۔ نیز ازواج کے لیے دوسرے سے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح آپ کی وفات سے ٹوٹنے والا نہ تھا تو آپ کی ازواج آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے نکاح میں تھیں؛ اس لیے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی تھیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ

(۱) ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء﴾ (سورة النساء:۳)

(۲) وإذ زوجت المرأة من غير كفء ورضى به أحدا الأولياء جاز ذلك. (المبسوط، كتاب النكاح: ۲٦/۵، بيروت)

(۳) جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کرایا تھا، زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن تھیں اور زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

(۴) سورة الأحزاب: ۵۳

وسلم کی وفات ظاہری تھی، ویسے آپ حیات ہیں؛ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کو بعد وفات بھی ایک زندگی حاصل ہے، جو شہداء کی زندگی سے اقویٰ ہے؛ اس لیے آپ کی ازواج گویا زندہ خاوند کی بیویاں تھیں، جو دوسرا نکاح نہیں کر سکتی تھیں، امت کی مائیں احترام کے طور پر کہا گیا،(۱) نمبر ۴ میں وجہ بیان کی گئی۔

(۶) آسکتی ہے اور جائز ہے، جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، باوجود یہ کہ حضرت عثمان ہاشمی نہ تھے۔

(۷) محض اس وجہ سے کہ خاوند غیر ہاشمی ہے، نکاح نہیں ٹوٹتا۔

(۸) نہیں! بغیر طلاق کے سیدزادی دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔(۲)

(۹) اگر سیدزادی شیعہ ہو اور شوہر غیر ہاشمی سنی ہو تو نکاح جائز ہے۔(۳) اور اگر سیدزادی سنی ہو اور شوہر غالی شیعہ ہو، خواہ ہاشمی ہو، یا غیر ہاشمی ناجائز،(۴) غالی سے مراد یہ ہے کہ اس پر حکم کفر عائد ہو سکے۔

(۱۰) عالموں کا سیدزادیوں سے احتراماً نکاح نہ کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ نکاح ناجائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۱۳/۵-۲۱۴)

سیدہ کا نکاح غیر کفو میں:

سوال: غلام حسین گوجر اپنے لڑکے کا نکاح اپنے سید بہنوئی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے، اس کا بہنوئی بھی راضی ہے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سالے کے لڑکے سے کروں گا، کشمیری علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ بہت بُرا کیا، ایک گوجر نے سید کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا، ترک موالاۃ اور کفر کا فتویٰ دے دیا تو کیا از روئے شرع سید سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ ان علماء کا کفر کا فتویٰ دینا کس حد تک صحیح ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والا سخت گنہگار اور کافر ہوتا ہے؟

---

(۱) ﴿وأزواجه امهٰتهم﴾(سورة الاحزاب: ٦) أى فى الحرمة والاحترام والتوقير والإكرام والاعظام، ولكن لا تجوز الخلوة بهن ولا ينتشر التحريم إلى بناتهن وأخواتهن بالاجماع.(تفسير ابن كثير: ٤٦٨/٣، سهيل اكادمى لاهور) وفى أحكام القرآن: قيل فيه وجهان: إنهن كامهٰتهم فى وجوب الإجلال والتعظيم، والثانى: تحريم نكاحهن، وليس المراد أنهن كالأمهات فى كل شئ لأنه لو كان كذلك لما جاز لأحد من الناس أن يتزوج بناتهن ... وقد زوج النبى صلى الله عليه وسلم بناته.(أحكام القرآن للجصاص: ٣٥٥/٣، بيروت)

(۲) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث: ٢٨٠/١، ماجدية)

(۳) اس سے وہ شیعہ عورت مراد ہے، جو کفریہ عقائد نہ رکھتی ہو۔(وفى الدر: تجوز مناكحة المعتملة، لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة وإن وقع الزامًا فى المباحث.(الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ٤٥/٣، سعيد) اور اگر ضروریات دین میں سے کسی جزئی کی منکر ہو تو کافر ہونے کی وجہ سے اس سے نکاح ناجائز ہے۔وأما قذف عائشة فكفر بالإجماع وكذا إنكار صحبة الصديق لمخالفة نص الكتاب.(مجموعه رسائل ابن عابدين: ٣٦٧/١، سهيل اكادمى لاهور

(۴) ﴿والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب﴾(سورة المائدة: ٥)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اتنی بات صحیح ہے کہ سیدہ لڑکی کا کفو گوجر نہیں ہے،(۱) اور غیر کفو میں اگر لڑکی اپنا نکاح خود کر لے تو وہ صحیح نہیں ہوتا؛(۲) لیکن اگر وہ غیر کفو علم واخلاق وشرافت سے نوازا گیا ہو اور لڑکی کا دل بھی اس کو پسند کرتا ہو تو شرعاً نکاح منعقد وصحیح ہو جائے گا۔

"ذكر قاضي خان في جامعه قالوا: الحسيب كفء للنسب، فالعالم العجمي يكون كفواً للجاهل العربي والعلوية؟ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومكارم الأخلاق، وفي المحيط عن صدر الإسلام: الحسيب الذي له جاه وحشمة ومنصب، آه". (البحر: ۱۳٤/۳)(۳)

"(قوله: ولو زوج طفله غير كفء وبغبن فاحش صح، ولم يجز ذلك لغير الأب والجد) يعني لوزوج الأب الصاحي ولده الصغير أمة، الخ". (البحر: ۱۳٤/۳)(۴)

جن حضرات نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، اس کو بغیر دیکھے کیا لکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۴/۱۱)

ایضاً:

سوال: میں نے اس سے قبل ایک فتویٰ ارسال کیا تھا؛ مگر جواب نہیں آیا، سوال یہ ہے کہ ظریفہ دختر عمر بٹ چپراسی جس کا اس نے پہلے نکاح کیا تھا، اس سے طلاق ملی اور ایک بچہ بھی تھا، بچہ ۲، ۳/سال کا ہے اور دو سال تک باپ کے پاس رہی، اس نے شادی کا کوئی بندوبست نہیں کیا، پھر ظریفہ نے اپنی پسند سے عبدالوہاب سید کے ساتھ عدالت اور شرعی نکاح باضابطہ کیا، اس کے ساتھ رہی۔ ایک ماہ بعد زید کو گوجری کی لڑکی ہے، اگر عبدالوہاب سید اور ظریفہ میں کفو وغیرہ ہے تو ایک امام اور سید خاندان میں ایک گوجر کی لڑکی پھر کیسے؟ اس میں بھی کفو اور غیر کفو ہے۔

میں اس وقت بھی غصہ میں ہوں، جب تک کہ جواب نہ مل جائے، مجھے خطرہ ہے کہ آگر آپ جلد جواب روانہ نہ کریں گے تو میں خودکشی کرلوں گا۔ اس وقت مجھے کتابوں کی بھی ضرورت ہے، غصہ میں دکھائی نہیں دیتا کہ کیا کروں۔ برائے مہربانی جلد جواب دیں؟

---

(۱) "العجمي لا يكون كفؤاً للعربية". (الد المختار: ۹۲/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(۲) "(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان)". (الدرالمختار) "أما على رواية الحسن المختار للفتوىٰ من أنه لايصح، الخ". (ردالمختار، كتاب النكاح، باب الولي وباب الكفاءة: ۸٤/۳-۹٤، سعيد

(۳) البحر الرائق: ۲۳۰/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه

(۴) البحر الرائق: ۲۳۷/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة رشيدية

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

آپ نے اس سے پہلے کب سوال بھیجا، میرے علم میں نہیں، اگر تاریخ، مہینہ لکھتے تو رجسٹر میں تلاش کیا جاتا، آپ نے اس خط کو لکھتے وقت بھی اپنے غصہ میں ہونے کا اقرار کیا ہے اور خودکشی کی دھمکی بھی دی ہے۔ میرے محترم! بے جا غصہ قدر مصیبت اور خطرناک ہے کہ آدمی کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے، ایمان کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ غور تو کیجئے کہ اگر خودکشی کریں گے تو کسی کا کیا بگاڑیں گے، مالکِ حقیقی کی دی ہوئی امانت (جان) کو ضائع اور ہلاک کریں گے، جس کی وجہ سے خود بھی سخت عذاب کے مستحق ہوں گے، دنیا بھی برباد، آخرت بھی برباد۔ (اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون) آپ توبہ کریں۔

مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ سید اگر کسی گوجر کی لڑکی سے نکاح کر لے تو کفاءت کی وجہ سے اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔(۱) ہاں! سید کی لڑکی اگر بغیر ولی کی اجازت کے کسی گوجر وغیرہ سے نکاح کر لے تو اس کو ناجائز کہا جائے گا،(۲) کفاءت کی رعایت لڑکی کے حق میں ہے،(۳) یہ شریعت کا مسئلہ ہے، فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۵/۱۱)

سید و شیخ کی لڑکی کا نکاح نومسلم کائستھ سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص قوم کا کائستھ ہندو تھا، وہ مسلمان ہو گیا، نماز روزہ کا پابند ہے، وہ کفو شیخ و سید کی دختر ان کا ہے، یا نہیں؟ اور جو لوگ سے نماز ہیں، ان کو نومسلم پسند نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

شیخ سید کی لڑکی کفو اس نومسلم کی نہیں ہے،(۴) البتہ کوئی نومسلمہ دیگر اقوام کی دختر سے نکاح ہو سکتا ہے، اگر بے نمازی ہو، اس کو سمجھا کر نمازی بنایا جاوے، نکاح صحیح ہو جاوے گا؛ کیوں کہ وہ مسلمان ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۴/۸)

(۱) "بخلاف جانب الرجل، فإنه إذا تزوج بنفسه مكافئة له أولا، فإنه صحيح لازم". (رد المحتار: ۸۵/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

" فإذا تزوجت المرأة رجلاً خيراً منهما ،فليس للولي أن يفرق بينهما ، فإن الولي لا يتعير بأن يكون تحت الرجل من لا يكافوه ". (الفتاوىٰ العالمگيرية : ۲۹۰/۱، كتاب النكاح ، الباب الخامس ،رشيديه)

(۲) قال العلامة الحصكفي: (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان)". (الدر المختار) "أما على رواية الحسن المختار للفتوى من أنه لا يصح". (ردالمحتار، باب الولي: ۵۶/۳-۵۷، سعيد)

"فان المختار للفتوىٰ رواية الحسن أنه لا يصح العقد ". (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۴/۳-۹۴، سعيد)

(۳) "(الكفاءة معتبرة من جانبه): أي الرجل؛ لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنيء ". (الدر المختار: ۸۴/۳، كتاب النكاح ،باب الكفاءة، سعيد)

(۴) من أسلم بنفسه وليس له أب في الإسلام لايكون كفؤاً لمن له أب واحد في الإسلام، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس في الكفاءة: ۱۵/۲، ظفير)

جو اسلام قبول کرلے، اس کے لڑکے کا نکاح خاندانی مسلمانوں کی لڑکی سے:

سوال: ایک عورت مسلمان جو اپنی بسر اوقات کے لیے حرام وحلال کا خیال نہیں کرتی تھی، اب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتی ہے اور ایک ہندو کو مسلمان کر کے اپنا عقد کرتی ہے اور شرع کی پابندی کرتی ہے۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا ہے، اس کا عقد وہ کرنا چاہتی ہے، شرعی ودنیاوی حیثیت سے اس کے لڑکے کے ساتھ کسی خاندانی مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شرعاً مسلمان لڑکی کا کسی شخص کے ساتھ عقد نکاح ہونے کے لیے شرط ہے کہ لڑکا مسلمان ہو؛ اس لیے صورت مذکورہ میں اس لڑکے کے ساتھ خاندانی مسلمان لڑکی کا عقد نکاح پڑھانا جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد حفیظ الحسن، ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ۔ الجواب صواب: ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۰/۴)

سیدہ کا نکاح نومسلم حجام سے ہوگیا اور قبول دوسرے نے کیا، کیا حکم ہے:

سوال (۱) ہندہ بالغہ کے نکاح کی اجازت اس کی ماں نے ایک شخص کو دی کہ خالد سے کردے، بجز ماں کے ہندہ کا کوئی ولی نہیں ہے، وکیل بالنکاح نے ہندہ کا عقد یوں کیا کہ خالد خاموش رہا اور کسی دوسرے نے قبول کیا اور کسی تیسرے نے مہر کی تعیین کی اور مجلس مناکحت ختم ہوئی او وکیل بالنکاح وغیرہ بھی اٹھ گئے، پھر بعد عقد خالد و ہندہ یکجا ہوئے اور دو ماہ تک ساتھ رہے، اتفاقاً ہندہ کو معلوم ہوا کہ میرا خاوند نومسلم حجام ہے، اس کو سخت صدمہ ہوا؛ کیوں کہ یہ نطفہ سادات سے تھی، ہندہ اپنے گھر چلی آتی اور اس سے ملنا نہیں چاہتی اور وہ بھی طلاق دینا چاہتا، اس میں کیا حکم ہے؟

مرد کی خاموشی ہے، یا نہیں:

(۲) کیا مرد کی خاموشی ایجاب وقبول سے ثبوت نکاح کے لیے کافی ہے؟

غیر کفو سے علاحدگی کی صورت:

(۳) کیا تفریق کفو میں افتراق کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟

دو ماہ تک ناجائز طریقہ سے ساتھ رہنے کے کا حکم:

(۴) اگر دو ماہ، یا زائد غلطی سے زن وشوہر میں ناجائز طریقہ سے باہم صحبت رہے تو کیا حکم ہے؟

---

(۱) ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلايجوز إنكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع: ۱۴۱۷/۳) (فصل إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة: ۲۷۱/۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

الجواب

(۱،۲) مرد کی خاموشی ایجاب وقبول سے کافی نہیں ہے، اس صورت میں نکاح نہ ہوگا؛(۱) لیکن جب کہ خالد کی طرف سے کسی دوسرے شخص نے قبول کیا تو یہ قبول کرنا فضولی کا ہوا، لہذا یہ موقوف ہے خالد کی اجازت پر، اگر خالد نے اس کے قبول کرنے کو جائز رکھا اور زبان سے کہہ دیا کہ میں نے اس کے قبول کو تسلیم کیا تو نکاح صحیح ہو جائے، کما ھو حکم نکاح الفضولی۔

(۳) اگر بوقت نکاح ہندہ کو اور اس کی ماں کو جو اس کی ولی ہے خالد کے غیر کفو ہونے کا علم نہ تھا تو موافق روایت درمختار ان کا نکاح نہیں ہوا، (۲) اور اگر خالد نے اپنا نسب خلاف ظاہر کیا اور بعد میں ہندہ کو معلوم ہوا تو بعد علم کے اس کو اختیار فسخ نکاح کا ہے۔(۳)

(۴) جو فعل غلطی سے ہوا، وہ معاف ہے، آئندہ عورت کو اختیار علاحدہ ہو جانے کا ہے۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۲۳۴-۲۳۵)

قوم حجام کی لڑکی قصاب سے نکاح کر سکتی ہے:

سوال: ایک عورت ہندہ نے خلاف واقعہ باغواء چند اشخاص جو بدنیتی سے اپنے کسی عزیز کے پاس عقد کرنا چاہتے ہیں، اپنے شوہر پر مظالم وعدم ادائے حقوق زوجہ کا دعویٰ عدالت منصفی میں کہ فسخ نکاح کی درخواست کی ہے، جب کہ عورت اس دعوے میں بالکل خلاف واقع اور جھوٹ کہتی ہیں تو ایسی صورت میں کیا بحکم حاکم فسخ نکاح شرعاً ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور درصورت فسخ نکاح اگر وہ عورت از قوم حجام ہو، پھر وہ اپنا نکاح بلا مرضی اولیاء غیر کفو مثلاً قصاب سے کرے، ایسی صورت میں اولیا کو فسخ نکاح کا حق ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۶۶۳، چودھری عبدالعزیز صاحب امروہ، مرادآباد، ۲۴/صفر ۱۳۶۰ھ، مطابق ۲۳/مارچ ۱۹۴۱ء)

الجواب

اگر عورت کا دعویٰ غلط اور خلاف واقع ہے تو شوہر کو لازم ہے کہ وہ حاکم پر وہ بات واضح کر دے اور عورت کے بیان کی

(۱) قال في البزازية: أجاب صاحب البداية في امرأة زوجت نفسها بألف من رجل عند الشهود فلم يقل الزوج شيئا لكن أعطاها المهر في المجلس أنه يكون قبولا وأنكره صاحب المحيط وقال الإمام: مالم يقل بلسانه قبلت. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير)

(۲) (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) أصلا وهو المختار للفتوىٰ (لفساد الزمان). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/٤٠٨-٤٠٩، ظفير)

(۳) لو تزوجته على أنه حر أو سني ... فبان بخلافه، أو على أنه فلان بن فلان، فإذا هو لقيط أو ابن زنا، كان لها الخيار. (رد المحتار، باب الكفاءة: ۲/٤٣٦، ظفير)

غلطی ثابت کردے؛ تاکہ حاکم عورت کو ڈگری نہ دے؛لیکن اگر حاکم پر عورت کے بیان کی غلطی واضح نہیں ہوئی اور اس نے عورت کو سچا سمجھتے ہوئے نکاح کو فسخ کر دیا تو قضاءً یہ فسخ صحیح ہوگا؛(۱) مگر خدا کے نزدیک عورت اور جھوٹا دعویٰ کرنے والے اور اغوا کرنے والے سب گنہگار ہوں گے اور اگر فسخ کے بعد عورت عدت گزار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے تو نکاح بشرط کفاءت ومہر مثل صحیح ہوگا، پیشہ کے لحاظ سے کفاءت کا فقہا نے اگرچہ اعتبار کیا ہے مگر متقارب پیشوں کو باہم کفو بھی مانا ہے،(۲) اور اس صورت میں عورت کے اولیا عدم کفاءت کے عذر سے نکاح کو فسخ نہ کرا سکیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۰۴/۵)

قوم چمار کی لڑکی کا سید سے نکاح:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۲۶ ستمبر ۱۹۳۷ء)

سوال: ایک عورت قوم چمار سے تھی اور ایک سید سے اس کی قریب بیس سال سے ملاقات تھی اور اسی کے گھر میں رہتی تھی۔اس کے بلا نکاح سات بچے پیدا ہوئے۔اب ایک ماہ سے اس کی ناراضگی ہوگئی تھی۔اب اس کے حمل بھی موجود ہے۔اب اس کا نکاح اسی شخص سے ہوگیا، جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ یہ نکاح ہونا ہمارے مذہب میں جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب

اگر یہ عورت مسلمان ہوگئی ہے اور بیس سال سے کسی مسلمان کے پاس تھی تو اس کا نکاح اس مسلمان سے خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو جائز ہے؛(۳) یعنی صرف اس وجہ سے کہ وہ قوم کی چماری ہے، نکاح ناجائز نہیں ہوسکتا اور کوئی وجہ عدم جواز کے شبہ کی ہو تو اس کو بیان کر کے حکم دریافت کیا جائے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۲۰۹/۵،۲۱۰)

نداف مسلمان لڑکی سے نکاح:

سوال: نداف لڑکی سے سید، شیخ، یا پٹھان لڑکا کا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ (محمد انور خاں، مقطعہ مدار صاحب)

---

(۱) وینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهراً فقط أی ینفذ ظاهراً لا باطنًا، لأن شهادة الزور حجة ظاهراً لا باطنًا فینفذ القضاء كذلك، لأن القضاء ینفذ بقدر الحجة. (رد المحتار، كتاب القضاء: ۴۰۶/۵، سعید)

(۲) ان الحرف متى تقاربت لا یعتبر التفاوت وتثبت الكفاءة. (الفتاویٰ الهندیة، كتاب النكاح، الباب الخامس فی الأكفاء: ۲۹۲/۱، ماجدیة)

(۳) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳)

الجواب

نکاح کے درست ہونے کے لیے صرف اس قدر ضروری ہے کہ مسلمان لڑکی کا شوہر مسلمان ہو اور مسلمان مرد کے لیے بہتر ہے کہ مسلمان بیوی ہو، اگر عیسائی یا یہودی عورت ہو اور نبوت و آخرت وغیرہ پر ایمان رکھتی ہو تو اس سے بھی نکاح درست ہے؛ لیکن مکروہ ہے، البتہ دوسری مشرکہ خواتین ہندو، بدھس، سکھ، قادیانی عورت سے نکاح حرام ہے، نکاح کے درست ہونے کے لیے مسلمانوں کی کسی خاص برادری سے ہونا ضروری نہیں، جو لوگ نداف برادری سے ہوں اور مسلمان ہوں، وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ہمارے دینی بھائی ہیں، ہمیں چاہیے کہ ان بھائیوں کو بھی اپنے سماج میں عزت و مقام دیں، ان سے سماجی روابط رکھیں اور ان کے ساتھ اچھوتوں کا سلوک نہ کریں، اس سلسلہ میں دوسرے مسلمانوں کے غلط رویہ کی وجہ سے ارتداد کا فتنہ پھوٹ جاتا ہے اور باطل طاقتوں کو انہیں اچک لینے کا موقع ملتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۸۳)

نومسلم کی اولاد کی شادی ہر مسلمان سے جائز ہے:

سوال: کمترین کو مع اہلیہ دین اسلام قبول کئے ہوئے ۲۳/سال ہوئے، اسی مدت میں کمترین کے دو لڑکے ہوئے، جن کی عمر ۱۷-۱۹/سال کی ہے۔ ان کی شادی کے لیے مسلمانوں میں پیام بحیثیت مسلمان ہونے کے دیا گیا تو بعض حضرات جن کو اپنی علمیت دینی کا دعویٰ فرماتے ہیں کہ نومسلم کی اولاد کا نومسلم کی اولاد سے ہی رشتہ ہونا چاہیے، چنانچہ اس فتوے سے شادی کالعدم ہوگئی۔

(المستفتی: ۲۵۸۴، عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۲۲/صفر ۱۳۵۹ھ، مطابق یکم اپریل ۱۹۴۰ء)

الجواب

نومسلم کی اولاد کی شادی ہر مسلمان کی اولاد سے ہوسکتی ہے۔(۱) یہ بات نہیں ہے نومسلم کی اولاد کی شادی نومسلم کی اولاد کے ساتھ ہو، جو مسلمان یہ کہتا ہے کہ نومسلم کی اولاد کی شادی نومسلم کی اولاد سے ہونا چاہیے، وہ جاہل اور اسلامی احکام سے ناواقف ہے۔ شریعت مقدسہ اسلام نے ہر مسلمان کو خواہ وہ موروثی مسلمان ہو، یا نومسلم ہو، بھائی بھائی قرار دیا ہے،(۲) اور ہر مسلم اور نومسلم ایک دوسرے سے مناکحت کا رشتہ کر سکتے ہیں کوئی ممانعت نہیں ہے، جو مسلمان اپنے نو مسلم بھائی کو رشتہ دے گا، وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۲۰۴)

---

(۱) (قوله: وأبوان فيهما كالآباء): فمن له أب وجد في الإسلام أو الحرية كفء لمن له آباء، قال في فتح القدير: والحق أبو يوسف الواحد بالمثنى، كما هو مذهبه في التعريف أي في الشهادات والدعوى. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۳/۸۷-۸۸، سعيد)

(۲) ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (سورة الحجرات: ۱۰)

گاڑیبان رودگر کا کفو ہے، یانہیں:

سوال: جو گاڑیبان بیل گاڑی چلاتا ہے، رودگر کا کفو ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۸/۸)

خاندانی مسلمان لڑکی کا نکاح نومسلم سے درست ہے، یانہیں:

سوال: ایک لڑکی خوردسالہ جس کے باپ دادا مسلمان تھے، اس کا نکاح اس کے ماموں نے، حالانکہ باپ زندہ باہر فاصلہ پر رہتا ہے، ایک شخص نومسلم سے جس کے باپ دادا غیر مسلم تھے، کردیا، اگر اس کا باپ اس عقد پر اعتراض کرے تو شرعاً اس عقد پر موثر ہوسکتا ہے؟

الجواب

چوں کہ یہ نکاح غیر کفو میں ہوا؛ اس لیے بلا اجازت ولی اقرب؛ یعنی باپ کے صحیح نہیں ہوا۔(۱) فقط

(اور اس لیے بھی نابالغہ کا ولی جب باپ موجود ہے تو ماموں کو حق ولایت حاصل نہیں ہے، باپ کے رد کردینے سے وہ نکاح درست نہیں رہا۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۱/۸)

شریف عورت نومسلم مرد کی کفو ہے، یانہیں:

سوال: عورت مسلمہ شریف خاندان نومسلم کی کفو ہوکر نکاح دونوں میں ہوجاوے گا، یانہ؟

الجواب

شریف عورت جس کے آباء واجداد مسلمان چلے آرہے ہیں، نومسلم کی کفو نہیں ہے، لہٰذا اگر ولی اس عورت کا راضی نہ ہو، نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اگر ولی اور وہ عورت راضی ہوں تو نکاح ہوجاتا ہے۔

(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوىٰ. (الدرالمختار)

وهذا إذا كان لها ولي ولم يرض به قبل العقد. (شامی) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۶/۸-۲۲۸)

پٹھان عورت کا نکاح راجپوت مسلمان سے جائز ہے:

سوال: مسماۃ بندی بیوہ قوم پٹھان نے اپنا نکاح شمشاد علی خان راجپوت سے کرلیا ہے، اس پر مسماۃ بندی کی ماں

---

(۱) من أسلم بنفسه وليس له أب في الإسلام لايكون كفؤاً لمن لها أب واحد في الإسلام، كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس في الأكفاء: ۲/۱۵، ظفير)

(۲) ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۰۸-۴۰۹، ظفير

اور بھائی ناخوش ہیں، کہتے ہیں کہ اس نے غیر کفو میں نکاح کرلیا ہے۔ یہ نکاح ناجائز ہے اور قابل فسخ ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو قومیں عجمی ہیں، ان میں کفاءت معتبر نہیں ہے، لہذا صورت مسئولہ میں نکاح مسماۃ بندی بیوہ کا جوشمشاد علی خان کے ساتھ ہوا ہے، وہ صحیح اور نافذ ہے، (۱) اور بھائی اس نکاح کو فسخ نہیں کراسکتا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۸/۸-۲۲۹)

نومسلم مرد عورت کا نکاح درست ہے، ان میں کفاءت کا اعتبار نہیں:

سوال: ایک بھنگی نے اسلام قبول کیا اور ایک ہندوانی عورت نے اسلام قبول کیا، ان دونوں کا نکاح جائز ہے، یا کفو کا لحاظ ہوگا؟

الجواب

ان کا نکاح باہم جائز ہے، اس میں کفاءت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا؛ کیوں کہ دونوں نومسلم ہونے کی وجہ سے ایک درجہ میں ہوگئے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۸/۸)

معمار کی شادی نجار سے جائز ہے:

سوال: زید معمار کا پیشہ کرتا ہے اور عمر کی خاندانی حالت یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار اور بڑے نجاری کا پیشہ کرتے تھے؛ لیکن عمر عطاری کی دوکان اور پارچہ دوزی کا کام کرتا ہے، زید نے عمر کی سب حالت دیکھ کر اپنی ہمشیرہ کا نکاح عمر سے کردیا، زید کی ہمشیری بعد نکاح ایک ماہ تک عمر کے گھر رہی، بعد ایک ماہ کے زید ہمشیری کو اپنے مکان پر لے گیا، اب زید کہتا ہے کہ یہ نکاح جائز نہیں ہوا، یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ اور عمر نے جو بہت ایام تک زید کی ہمشیرہ سے ہم بستری کی وہ جائز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

عمر کا نکاح زید کی ہمشیرہ سے صحیح ہوگیا اور ہم بستری وغیرہ سب جائز ہوئی، زید کا انکار اب شرعاً معتبر نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۲/۸)

(۱) وهذا في العرب (و) أما في العجم فتعتبر (حريةً وإسلاماً). (الدر المختار)

أي اعتبار النسب إنما يكون في العرب، (قوله: وأما في العجم) المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب ... إلا من كان له منهم نسب معروف كالمنتسبين الى أحد الخلفاء الأربعة. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۸/۲-۴۳۹، ظفير)

(۲) (و) أما في العجم فتعتبر (حريةً وإسلاماً). (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۹/۲، ظفير)

(۳) وأفاد كما في البحر: أنه لايلزم اتحادهما في الحرفة بل التقارب كاف فالحائك كفء لحجام والدباغ كفء لكناس والصفار كفء لحداد والعطار كفء لبزاز، قال الحلواني: وعليه الفتوىٰ. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۴۲/۲، ظفير)

بنجارے اور رنگریز ایک دوسرے کے کفو ہیں، یا نہیں:

سوال: بنجارے اور رنگریز باہم کفو ہیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر یہ عرفاً برابر کے سمجھے جاتے ہوں تو کفو ہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۴۹)

عجمی کی تعریف اور عربی النسل عورت کا نکاح لوہار نجار اور نداف سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید کہتا ہے کہ اگر سیدزادی یا افغانی، یا اور کسی اعلیٰ قوم کی عورت کسی ادنیٰ قوم کی مسلمان باشندہ لوہار، بخار، نداف سے مثلاً نکاح کرے، بلا رضائے ولی کے تو بلا کراہیت درست ہے؛ کیوں کہ عجمیوں نے ذات کو ضائع کر دیا ہے، یہ کہنا درست ہے، یا نہ؟ اور کفو کتنی چیزوں میں پنجاب، ہند، سندھ، بنگالہ وغیرہ میں معتبر ہوگی؟ عجمی کس کو کہتے ہیں؟ زید یہ سند پکڑتا ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر قوم سے منع کرنا یہ مذہب شیعہ کا ہے، عینی، جلد:۲/ص:۱۰۲ کی عبارت پیش کرتا ہے:

وفی البسیط: ذهب الشیعة إلی أن نکاح العلویات ممتنع علی غیرهم مع التراضی، قال السروجی: وهی قولان باطلان، الخ.(۲)

اس عبارت کا کیا مطلب ہے اور کیا جواب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

عجمی کی تعریف ردالمختار میں یہ کی ہے:

(قوله: وأما فی العجم) المراد بهم من لم ینتسب إلی إحدیٰ قبائل العرب.(۳)

پس جو شخص منسوب الی قبائل العرب نہیں ہے، وہ عجمی ہے اور درمختار میں ہے:

(العجمی لایکون کفؤاً للعربیة).(۴)

اور جواب عینی کا یہ ہے: شیعہ یہ کہتے ہیں کہ نکاح سادات علویات کا غیر علویات کے لیے بالکل ممنوع ہے اور مذہب اہل السنّت و جماعۃ کا یہ ہے کہ اولاً علویات کا غیر علویات سے وہ مطلقا منع کرتے؛ بلکہ قریش غیر علویات کا سیدہ علویہ سے نکاح صحیح ہے۔

---

(۱) "إن الموجب هو استنقاص أهل العرف فیدور معه". (ردالمحتار:۳/۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(۲) البنایة شرح الهدایة، الکفاءة فی النکاح معتبرة:۵/۱۰۷، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

(۳) ردالمحتار، باب الکفاءة:۲/۴۳۹، ظفیر

(۴) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الکفاءة:۲/۴۴۳، ظفیر

كما في الدر المختار: (فقريش) بعضهم (أكفاء) بعض. (۱)

اور ثانیاً عجمیوں سے بھی علویات کا نکاح حرام نہیں ہے؛ بلکہ ولی اور وہ عورت راضی ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، **فاين هذا من ذلك. فقط** (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۴/۸-۲۱۵)

لڑکی کا نکاح غیر برادری میں:

سوال (۱) زید چھپائی کا کام کرنے والے چھپا برادری سے تعلق رکھتا ہے، یہ برادری عموماً بیاہ، رشتہ داری برادری کے لوگوں ہی تک محدود رکھتا ہے؛ مگر اس کے علاوہ بھی خاص مثالیں موجود ہیں۔ زید کی ایک لڑکی بیوہ مطلقہ ہے، زید نے اپنی برادری کے مفتی، پرہیز گار، عالم دین لڑکے کے ساتھ رشتہ کرنے کی بات سوچی، چند احباب سے مشورہ وذکر کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب نے بھی معاملات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اجازت دے دی؛ مگر ابھی رشتہ پختہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ برادری کے چند لوگوں نے شدید رخنہ اندازی اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی، انہوں نے سر راہ زید کی لڑکی اور ہونے والے داماد اور اس کی برادری کی تحقیر اور تضحیک کرنا شروع کر دیا اور جب بھی انہیں یہ بتلایا گیا کہ شریعت نے دوسری برادری میں نکاح کرنے سے منع نہیں کیا ہے تو کھل کر گالیوں اور بدتمیزی کا مظاہر کیا گیا۔ اس پر بھی بس نہیں کیا گیا اور ایک تحریر جمعیت چھپائی کے نام لکھی گئی، جس پر لوگوں کو ورغلا کر اس بات کے انفرادی دستخط کرائے گئے کہ یہ شادی غلط ہو رہی ہے، اسے روکنا ضروری ہے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر اگر زید اپنی لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے لڑکے سے کر دے تو یہ فعل جائز ہوگا، یا ناجائز؟

(۲) برادری میں رشتہ نہ ملنے پر لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے اور دیندار شخص سے محض برادری کے اختلاف کی وجہ سے نہ کرنے دینا اور لڑکی کو مجبوراً بیٹھائے رکھنے پر مجبور کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۳) برادری کے غیر متعلق اشخاص کا اس رشتہ کے بارے میں دوسرے لوگوں کو مخالفت پر اُبھارنا، اس فعل کو ناجائز اور غلط بتلانا، ورغلا کر تحریر میں دستخط کروانا اور جو لوگ ان کا ساتھ نہ دیں، انہیں گالیوں سے نوازنا اور برادری سے خارج کر دینے کی دھمکی دینا، زید اور زید کی لڑکی اور ہونے والے رشتہ دار اور اس کی برادری کی تحقیر وتضحیک کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟

(۴) مندرجہ بالا حرکتیں شرعاً کس زمرہ میں آتی ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کو نماز میں امامت کے لیے کھڑا کیا جا سکتا ہے؟ کیا ان لوگوں کے پیچھے پڑھی گئی نماز درست ہے؟

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۸/۲، ظفير

فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ عَلَى اخْتِلَافِ قَبَائِلِهِمْ حَتَّى يَكُونَ الْقُرَشِيُّ الَّذِي لَيْسَ بِهَاشِمِيٍّ كَالتَّيْمِيِّ، وَالْأُمَوِيِّ وَالْعَدَوِيِّ، وَنَحْوِ ذَلِكَ كُفْئًا لِلْهَاشِمِيِّ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ. (بدائع الصنائع، فصل في كفاءة الفقير للغنية في النكاح: ۲۱۹/۲، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) لڑکی بھی رضامند ہو، لڑکی کا والد بھی رضامند ہو تو مصلحت کے پیش نظر اس میں مضائقہ نہیں؛ بلکہ جائز اور درست ہے۔(۱)

(۲) یہ ظلم ہے، اس میں مفاسد ہیں۔(۲)

(۳) یہ غلط کام ہے، غلط کام کی اعانت ہے شرعاً جائز نہیں، اس کا انجام دنیا وآخرت میں برا ہے۔(۳)

(۴) مقتدی بھی ایسے ہی ہوں، امام بھی ایسے ہی ہوں تو پھر کیا پوچھنا؟ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح راستہ پر چلائے، غلط راستہ سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۶/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۴۷)

مسلمان لڑکی کا نکاح غلطی سے غیر برادری میں ہو گیا:

سوال: ایک مسلمان لڑکی نابالغہ کا نکاح ایک نہنگ قوم غیر پابند احکام اسلام سے غلطی سے وارثان نے کر دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو اسلام سے مس نہیں ہے، لہذا لڑکی ان کے گھر آباد ہونا نہیں چاہتی، نہ وارث بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر وہ شخص جس سے نکاح ہوا، مسلمان کلمہ گو تھا، اگر چہ فاسق تھا، دیندار نہ تھا تو نکاح صحیح ہو گیا،(۴) اور بدون طلاق دینے شوہر کے وہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا اور اگر کافر تھا اور دعویٰ اسلام کا نہ کرتا تھا اور کلمۂ توحید سے منکر تھا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۲۲-۲۲۳)

---

(۱) "وإنما تحل في الصورة الرابعة وهي رضا الولي بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك". (رد المحتار: ۳/۵۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"هذا (أي عدم جواز نكاحها في غير الكفء) إذا كان لها ولي، فإن لم يكن صح النكاح اتفاقاً". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۳۲)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿...وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۴) (ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لا خيار لأحد. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الكفاءة: ۲/۴۳۷، ظفير)

غیر کفو میں نکاح سے متعلق مختلف مقام کے فتاوی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری لڑکی نے خفیہ طور پر گھر سے فرار ہو کر محلّہ کے ایک ایسے لڑکے سے شادی کر لی، جو کسی بھی اعتبار سے ہم لوگوں کا کفو نہیں ہے، جس پر والدین اور اہل خاندان بے حد ناراض ہیں، لہٰذا الحیلۃ الناجزۃ ص: ۸۴، باب خیار کفاءت کے تحت اجازت ولی کے بغیر مذکورہ نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے معصیت اور حرام کاری ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو اہل خاندان اور اہل محلّہ کو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) واضح رہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ کے تعلق سے دوسری جگہ سے فتویٰ لیا جا چکا ہے (جس کی نقل ہمرشتہ ہے) جس کا لڑکے اور لڑکی دونوں نے انکار کر دیا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ علماء اور مفتیان کے فتوی کے منکر کا کیا حکم ہے؟ گزارش ہے کہ شرعی نصوص کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ (المستفتیة: عطیہ خاتون)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

از مفتی شفقت اللہ صاحب مفتی اشرف المدارس ہردوئی:

اگر لڑکی ولی (باپ) کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح غیر کفو میں کسی شخص سے کرلے تو وہ نکاح منعقد نہ ہوگا اور لڑکی کا ناجائز طریقہ پر رہنا قرار دیا جائے گا اور دونوں مرد وعورت سخت گنہگار رہوں گے، لہٰذا لڑکی کو سمجھایا جائے اور اس کو حکم شرعی بتلایا جائے؛ تاکہ لڑکی اس سے تعلق ختم کرلے اور گناہ سے محفوظ رہے؛ لیکن اگر اس کے باوجود لڑکی تعلق ختم کرنے پر آمادہ نہ ہو تو گناہ سے بچانے کے خیال سے ولی کو اجازت دے دینا چاہیے۔

وفي الدر المختار: والكفاءة هي حق الولي لا حقها.

وفي الشامية: فإن حاصله أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفئلا يلزم ولا يصح. (شامي، زكريا: ٢٠٧/٤، كراچي: ٨٣/٣-٨٤)

وقال اللّٰه تعالىٰ في القرآن المجيد: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (پ: ٦، ع: ٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: شفقت خادم التدریس والافتاء اشرف المدارس ہردوئی (یوپی)، ۲رذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد افضال الرحمٰن غفرلہ، خادم اشرف المدارس ہردوئی (یوپی)

از مولانا مفتی امام علی صاحب دانش، ادارہ محمودیہ محمدی لکھیم پور کھیری:

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي وله أي للولي إذا كان عصبة، ولو غير محرم كابن عم في الأصح، خانية، وخرج ذو الأرحام والأم، وللقاضي الاعتراض في غير الكفء مالم تلد منه (حتى قال) ويفتىٰ في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان، الخ. (وفي الدرالمختار بهامش رد المختار: ٢٩٤/٢)

وينعقد نكاح الحرة البالغة برضا ها، وإن لم يعقد عليها ولى بكراً كانت أوثيباً (إلى) وعن أبى حنيفة وأبى يوسف أنه لا يجوز فى غير الكفء. (الهداية: ١٩٣/٢)

ان فقہی روایات کی بناپر اکثر مشائخ نے اسی قول پرفتوی دیا ہے کہ بالغہ کا نکاح غیر کفؤ میں بلا اجازت ولی صحیح نہیں ہوتا۔ (امداد الفتاوی:۲۲۲/۴، واحسن الفتاوی، کتاب النکاح ۹۶/۵)

لہٰذا اہل خاندان کو چاہیے کہ مسئلہ کو واضح کر کے سمجھائیں اور نہ ماننے پر قطع تعلق کریں، یا یہ کہ اگر مناسب سمجھیں تو ولی سے اجازت دلوادیں اور نکاح صحیح کرادیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: امام علی عفی عنہ، صدر المدرسین ادارہ محمودیہ محمدی لکھیم پور، ۳/ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

دارالافتاء مدرسہ شاہی کا جواب:

سوال نامہ اور دوسری جگہ کے جوابات کو بغور دیکھا جاچکا، سوال نامہ میں محض یہ لکھا ہے کہ یہ نکاح ہر اعتبار سے غیر کفو میں ہوا ہے؛ مگر غیر کفو کی وضاحت نہیں کی گئی؛ تاکہ شرعی طور پر کہاں تک غیر کفو ہے؟ شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟ غور کیا جاسکتا؛ اس لیے سوال کو مجمل سمجھا گیا؛ تاہم اگر ایسے غیر کفو میں لڑکی نے نکاح کیا، جس میں ہر اعتبار سے لڑکی والے لڑکے والوں کے مقابلہ میں اعلی نسب سمجھے جاتے ہوں تو حکم شرعی حسب ذیل ہے کہ ایسی صورت میں متاخرین نے حسن بن زیادؒ کے قول پر زجر وانتظام کے طور پر یہ فتوی دیا ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ لیکن ظاہر الروایۃ اور جمہور فقہاء کی رائے کے مطابق نکاح منعقد ہو چکا ہے اور اولیا کو صرف اعتراض کا حق ہے؛ لہٰذا قاضی شرعی اور مسلم حاکم کے پاس فسخ نکاح کی اپیل کا حق حاصل ہے اور فسخ نکاح سے قبل دونوں کا ساتھ رہنا زنا کاری شمار نہ ہوگا۔

احقر کو اس مسئلہ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے اس فتوی سے اتفاق ہے، جو کفایت المفتی ۲۰۶/۵ میں موجود ہے:

الكفاء ة معتبرة. وفى الشامية: جاز للولى الفسخ، وهذابناء على ظاهر الرواية من أن العقد صحيح، وللولى الاعتراض أما على رواية الحسن. وهو المختار للفتوىٰ من أنه لا يصح. (شامى، كراچى:٨٤/٣، زكريا: ٢٠٦/٤)

يفتى فى غير الكفء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (الدرالمختار، كراچى:٥٦/٣، زكرياديوبند: ١٥٦/٤)

لہٰذا اگر کسی نے عدم جواز اور عدم صحت نکاح کے فتوی کا انکار کیا ہے تو اس کے سامنے ظاہر الروایۃ والا فتوی ہوگا؛ اس لیے اس پر شرعی طور پر کوئی الزام نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۸۷۵/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۱/۱۴۲۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ:۶۰۱/۱۳-۶۰۴)

غیر کفو میں نکاح کالعدم ہے:

سوال: زید کی ایک خوبصورت دیندار بیٹی ہے؛ لیکن اس نے والد کی رضامندی کے بغیر ایک جوا کھیلنے والے فاسق آدمی سے نکاح کرلیا ہے اور والد چاہتا ہے کہ اس نکاح کو فسخ کردے تو کیا والد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ نکاح فسخ کردے۔ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کوئی عورت ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو مفتی بہ قول کی مطابق اس کا نکاح منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مذکورہ میں عورت کا شخص مذکور کے ساتھ نکاح ہوا ہی نہیں، لہٰذا فسخ کی کوئی ضرورت نہیں۔

لما في الدرالمختار (۵۷/۳): (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان).

وفي الرد تحته: هذا القول المفتي به خاص بغير الكفء كما أشار إليه الشارح ... قوله (بعدم جوازه أصلا) هذه رواية الحسن عن أبي حنيفة وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده، بحر.

وفي (ص: ۹٤/۳): قوله (الاعتراض) أفاد أن العقد صحيح وتقدم أنها لو تزوجت غير كفء فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لا يصح العقد. (نجم الفتاویٰ: ۱۰۶/۵)

غیر کفو میں نکاح کے فاسد، یا باطل ہونے کی تحقیق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کے نزدیک ایک لڑکی کا ازخود غیر کفو میں نکاح کالعدم ہے تو یہ نکاح نکاحِ فاسد ہوگا، یا نکاحِ باطل؟ نیز اس پر تفریق، متارکت اور عدت وغیرہ احکام لازم ہوں گے، یا یہ زناءِ محض اور نکاحِ باطل ہے؟ نکاحِ فاسد اور باطل میں کیا فرق ہے؟ اگر فقہا نے تعیین کی ہو تو ازراہِ کرم تحریر فرمادیں۔

نیز میں نے اس مسئلے کے لیے فتاویٰ کی مراجعت کی تو مجھے احسن الفتاوی میں یہ بات ملی کے غیر کفو میں نکاح مفتی بہ روایت کے مطابق کالعدم اور باطل ہے۔ مفتی صاحب اس پر غور فرمائیں کہ کیا یہ نکاح باطل ہے، احسن الفتاوی میں یہ بھی ہے کہ اس میں کسی قسم کی تفریق، یا متارکت کی ضرورت نہیں؟ ازراہِ کرم مسئلے کی مفصل تشریح فرماویں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی کا ازخود غیر کفو میں کیا گیا نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں، اس سلسلے میں امام صاحب سے دوطرح کی روایتیں منقول ہیں: ایک ظاہر الروایۃ، اس کے مطابق غیر کفو میں اولیا کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد تو ہوجائے گا؛ لیکن اولیا کو حقِ

اعتراض ملے گا اور وہ بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرا سکتے ہیں اور امام صاحب سے دوسری روایت حسن بن زیاد کی ہے، اس روایت کے مطابق لڑکی کا از خود غیر کفو میں کیا نکاح سرے سے غیر منعقد ہوتا ہے، نیز زمانے میں پیدا ہوجانے والے بگاڑ کی وجہ سے حسن بن زیاد والی روایت پر ہی فتویٰ دیا جاتا ہے اور فقہا نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے کہ مسئلہ کفو میں ظاہر الروایہ کے بجائے مختلف مصالح کی بنا پر حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا اور یہ نکاح سرے سے غیر منعقد ہوگا، لہٰذا اولیا کو بھی عدالت سے فسخ کرانے کی ضرورت نہ پڑے گی، گویا حنفیہ کا مفتی بہ مذہب نکاح کے عدمِ انعقاد کا ہے۔

البتہ یہ نکاح، نکاحِ فاسد کہلائے گا، یا نکاحِ باطل اور اس پر کیا احکام جاری ہوں گے؟ تو اس سلسلے میں نکاح فاسد اور باطل کی تعریف، نیز فقہا کی تصریحات اور نکاح غیر منعقد ہونے کے باوجود اس پر مختلف احکام کا اجرا کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ نکاحِ فاسد شمار ہوگا، اسے نکاحِ باطل قرار دینا درست نہیں۔

نکاح فاسد اور باطل میں فرق:

اوّلاً: نکاح فاسد اور باطل میں کیا فرق ہے، اسے ملحوظ رکھا جائے۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

(قوله:وهو الذى فقد شرطا من شرائط الصحة) ومثله تزوج الأختين معا ونكاح الأخت فى عدة الأخت ونكاح المعتدة ... وفى المحيط تزوج ذمى مسلمة فرق بينهما لأنه وقع فاسدا. فظاهره أنهما لا يحدان وأن النسب يثبت فيه والعدة إن دخل، بحر. قلت:لكن سيذكر الشارح فى آخر فصل فى ثبوت النسب عن مجمع الفتاوى نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة لأنه نكاح باطل. وهٰذا صريح فيقدم على المفهوم فافهم. ومقتضاه الفرق بين الفاسد والباطل فى النكاح ... والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه ولذا لا يثبت النسب ولا العدة فى نكاح المحارم أيضاً كما يعلم مما سيأتى فى الحدود ... وسيأتى فى باب العدة أنه لا عدة فى نكاح باطل وذكر فى البحر هناك عن المجتبىٰ أن كل نكاح اختلف العلماء فى جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة... قال فعلىٰ هٰذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة. (ردالمحتار على الدر المختار: ۱۳۲/۳)

([صاحب درّ مختار کا قول: نکاح فاسد وہ ہے، جس میں صحت کی کوئی ایک شرط غیر موجود ہو] مثلاً گواہ نہ ہوں یا اسی طرح دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا یا ایک بہن سے اس حال میں نکاح کرنا کہ اس کی بہن اِس کی عدت میں ہو یا معتدہ عورت سے نکاح کرنا [تو یہ تمام نکاح، نکاح کی صحت کی کوئی ایک شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے فاسد ہیں] ۔۔۔اسی طرح محیط میں ہے کہ ایک ذمی نے مسلمان عورت سے شادی کرلی تو ان دونوں میں تفریق کرائی جائے گی؛ کیوں کہ یہ نکاحِ فاسد ہے بظاہر اس میں حدّ نہ لگے گی اور نسب ثابت ہوگا اور دخول کی صورت میں عدت گزارنا ہوگی، بحر۔ میں کہتا ہوں: شارح صاحب

درّ مختار عنقریب ثبوت نسب کی فصل کے اختتام پر ذکر کریں گے، مجمع الفتاوی کے حوالے سے کہ کافر اگر مسلمہ عورت سے نکاح کرلے اور بچہ پیدا ہو تو نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ عدت لازم آئے گی؛ کیوں کہ یہ نکاح باطل ہے، آہ، یہ صریح ہے تو مفہوم سے سمجھ آنے والی بات پر مقدم ہوگا، اسے ذہن نشین کرلو، اس کا متقضی یہ ہے کہ نکاح میں فاسد اور باطل کے درمیان فرق کیا جائے۔۔۔ بظاہر باطل سے مراد ایسا نکاح ہوگا، جس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو؛ اسی لیے محارم سے نکاح کی صورت میں نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ عدت لازم ہوتی ہے، جیسا کہ حدود کے باب میں معلوم ہوجائے گا۔۔۔ اور عدت کے باب میں آرہا ہے کہ نکاح باطل میں کوئی عدت نہیں۔ یہاں بحر نے مجتبیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ہر وہ نکاح جس کے جواز میں علما کا اختلاف ہو، وہ نکاح فاسد ہے، جیسا کہ بغیر گواہ کے نکاح پس اس کے مرتکب پر عدت گزارنا لازم ہوگا۔۔۔ پس نکاح فاسد اور باطل کے درمیان (بنیادی) فرق عدت کے اعتبار سے ہوگا۔)

شامیہ کے اس طویل اقتباس سے نکاح فاسد اور باطل کے درمیان دو طرح کے فرق ثابت ہوتے ہیں:

(۱) ہر وہ نکاح جس میں صحت کی کوئی ایک شرط نہ پائی جائے، وہ نکاح فاسد ہے۔

(۲) یا ہر وہ نکاح جس کے جواز میں کسی فقیہ کا اختلاف ہو، وہ نکاحِ فاسد ہے اور اگر سب کا اس کے عدمِ جواز پر اتفاق ہو تو وہ نکاح باطل ہے۔ مثالیں عبارت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یہاں مقصودی بات یہ ذکر کرنی ہے کہ بغیر گواہ کے نکاح نیز دو بہنوں کے ساتھ ایک ساتھ نکاح ان کی حرمت اتنی زیادہ سخت ہونے کے باوجود چوں کہ ان میں صرف شرائط صحت میں سے ایک ایک شرط مفقود ہے تو انہیں باطل کے بجائے فاسد قرار دیا گیا ہے، نیز بغیر گواہ کے نکاح میں امام مالک کا اختلاف ہے، اس غیر مذہب کے اختلاف کی وجہ سے عند الحنفیۃ اس بالاتفاق حرام نکاح کو فاسد قرار دیا جارہا ہے تو غیر کفو میں لڑکی کا نکاح از خود کرنا بدرجہ اولیٰ نکاح فاسد ہوگا؛ کیوں کہ ظاہر الروایۃ جو کہ اصل مذہب احناف ہے، اس کے مطابق یہ نکاح منعقد ہے، نیز اس میں صرف ایک شرط کفاءت (جو کہ خود مختلف فیہ ہے) مفقود ہے تو بغیر گواہ کے نکاح جس میں صرف امام مالک جواز کے قائل ہیں، اس وجہ سے حنفیہ کے نزدیک وہ فاسد ہورہا ہے تو یہاں غیر کفو میں نکاح جس کے امام صاحب خود اصل مذہب کے اعتبار سے قائل جواز ہیں، حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق نکاح فاسد شمار ہوگا، اسے نکاحِ باطل کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔

مسئلہ ھذا سے متعلق فقہاء حنفیہ کی تصریحات:

ثانیاً: اب تک ہم نے نکاحِ فاسد و باطل کی تعریف کے ذریعے غیر کفو میں لڑکی کے از خود نکاح کے فاسد ہونے کی وضاحت کی۔ اب فقہاء حنفیہ کی تصریحات ذکر کی جارہی ہیں

(۱) البحر الرائق میں علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں:

(قولہ: من نکحت غیر کفء فرق الولی) وإذا فرق القاضی بینھما فإن کان بعد الدخول فلھا

المسمى وعليها العدة ولها النفقة فيها... وهو تفريع علىٰ انعقاده وأما على المفتى به فينبغي أن يجب الأقل من المسمى ومن مهر المثل وأن لا نفقة لها في هذه العدة كما لا يخفى ... وينبغي أن يكون تفريعا على ظاهر الرواية أما على المفتى به فإنه لا يجب المهر الثاني بالاتفاق لأنه نكاح فاسد كما صرح به في الخانية فيما إذا كان النكاح الثاني فاسدا. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ۲۲۶/۳)

([ماتن کا قول جو لڑکی غیر کفو میں خود نکاح کرلے تو ولی تفریق کرادے]---جب قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کردے گا تو اگر یہ تفریق دخول کے بعد ہو تو اسے مہر مسمی ملے گا اور عدت گزارنا ضروری ہوگی اور نفقہ بھی ملے گا---یہ تفریع نکاح کے انعقاد کے اعتبار سے ہے اور مفتی بہ حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق مہر مسمی اور مہر مثل میں جو کم ہو وہ ملے گا اور اس عدت میں عورت کے لیے نفقہ نہ ہوگا، یہ مخفی بات نہیں---(چند سطر بعد لکھتے ہیں) اور یہ تفریع ظاہر الروایہ کے مطابق ہے اور مفتی بہ روایت کے مطابق دوسرا مہر شوہر پر ضروری نہ ہوگا اور اس پر سب ہی کا اتفاق ہے؛ کیوں کہ یہ نکاحِ فاسد ہے اور خانیہ میں تصریح ہے، جب کہ دوسرا نکاح اگر فاسد ہو [تو مہر ثانی نہ ملے گا]۔)

اس عبارت میں صاحبِ بحر نے روایت حسن کے مطابق نکاح کے فاسد ہونے کی تصریح کی ہے، نیز اس نکاح پر عدت، مہر مثل اور مہر مسمی میں سے اقل وغیرہ کے احکام مرتب کئے ہیں جبکہ نکاح باطل میں نہ عدت ہوتی ہے اور نہ دیگر احکام مرتب ہوتے ہیں؛ بلکہ اس کا وجود اور عدم برابر ہے۔

(۲) علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں روایت حسن کے مطابق اس نکاح کے فاسد ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ درمختار میں علامہ حصکفی نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے، جن میں فسخ کے لیے قضاء قاضی ضروری ہے، اس میں سے ایک [صورت ظاہر الروایہ کے مطابق] غیر کفو میں لڑکی کے نکاح کی صورت میں ولی کا اعتراض کرکے قاضی سے نکاح فسخ کرانے کی بھی ہے؛ لیکن علامہ شامی اس کی وضاحت فرماتے ہیں:

(وفقد الكفء) أي إذا نكحت غير الكفء فللأولياء حق الفسخ وهٰذا علىٰ ظاهر الرواية أما على رواية الحسن فالعقد فاسد ط، وتقدم أنها المفتى بها. (ردالمحتار على الدر المختار: ۷۲/۳)

([اور کفو کا نہ پایا جانا] یعنی جب لڑکی از خود غیر کفو میں نکاح کرلے تو اولیا کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا حق ہے اور یہ ظاہر الروایہ کے مطابق ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق یہ عقد فاسد ہے اور پیچھے گزر چکا کہ یہ ہی مفتی بہ ہے۔)

اس عبارت میں علامہ ابن عابدین نے اس عقد کے فاسد ہونے کی تصریح کی ہے۔

(۳) علامہ طحطاوی نے طحطاوی علی الدرّ میں درّ مختار کے اسی قول کے تحت فرمایا ہے:

(قوله: وفقد الكفء): أي اذا نكحت غير الكفء، فللأولياء حق الفسخ وهٰذا علىٰ ظاهر الرواية، أما على رواية الحسن فالعقد فاسد.

([اور کفو کا غیر موجود ہونا؛ یعنی لڑکی از خود غیر کفو میں نکاح کرلے تو اولیاء کو فسخ کرانے کا حق رہے گا اور یہ ظاہر الروایہ کے مطابق ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق یہ عقد فاسد ہے۔)

نیز علامہ طحطاوی ایک دوسری جگہ روایتِ حسن پر نکاحِ فاسد کے احکام کا اجراان الفاظ میں کرتے ہیں:

(ویفتی فی غیر الکفء) وعلٰی ھٰذا القول یحرم علیھا تمکینہ من الوطی کما یحرم علیہ الوطء لعدم انعقادہ وینبغی بعد الدخول أن یجب الأقل من المسمی ومھر المثل وأن لا نفقۃ لھا فی ھٰذہ العدۃ.

([اور غیر کفو میں فتویٰ دیا جائے گا] اور اس [روایتِ حسن] کے مطابق لڑکی کو اپنے اوپر لڑکے کو قدرت دینا حرام ہوگا جیسا کہ لڑکے پر وطی کرنا حرام ہے کیونکہ یہ نکاح غیر منعقد ہے اور دخول کے بعد مہر مثل اور مہر مسمی میں سے کم لازم ہوگا اور عدت میں عورت کو نفقہ نہ ملے گا۔)

ظاہر ہے کہ یہ تمام احکام نکاحِ فاسد پر لاگو ہوتے ہیں نکاحِ باطل کالعدم اور محض زنا ہے اس میں نہ عدت ہے اور نہ مہر مثل اور مہر مسمی میں سے کم کا حق۔

مسئلہ زیر بحث میں اکابرین علماءِ دیوبند کی آرا:

زیر بحث مسئلے میں جب ہم علماءِ دیوبند کے فتاوی اور تحریرات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں دونوں طرح کی آرا نظر آتی ہیں، ایک تو یہ کہ لڑکی کا ازخود غیر کفو میں نکاح باطل ہے اور دوسری یہ کہ یہ نکاح فاسد ہے۔ اس نکاح کو باطل قرار دینے والی آرا درج ذیل ہیں:

(۱) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ایک فتویٰ بعنوان ''ولی کی بلا رضامندی بالغہ نے غیر کفو میں نکاح کرلیا، درست ہوا، یا نہیں'' کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''فتاویٰ سراجیہ میں جو اعتراض کا حکم لکھا ہے، یہ اصل مذہب حنفیہ کا ہے؛ لیکن متأخرین حنفیہ کا فتویٰ بطلانِ نکاح مذکور کا ہے؛ یعنی غیر کفو میں نکاح بالغہ کا بلا اجازت ولی کے باطل ہوتا ہے، ولی کو فسخ کرانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ سب تفصیل درمختار اور ردّالمحتار میں ہے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۳۰/۸)

درمختار اور ردالمحتار کی عبارت کی وضاحت حاشیہ پر مخرج و مرتب علامہ ظفیر احمد مفتاحی صاحب نے یہ کی ہے:

ویفتی فی غیر الکفء بعدم جوازہ أصلاً وھو المختار للفتوی لفساد الزمان. (شامیۃ:۵٦/۳)

(۲) حضرت مولانا علامہ کشمیری فیض الباری (۲۸۳/۴) پر فرماتے ہیں:

لو نکحت فی غیر کفء بغیر إذن الولی بطل نکاحھا فی روایۃ الحسن بن زیاد عن أبی حنیفۃ وإن کان ظاھر الروایۃ خلافہ. (فیض الباری:٤/٢٨٣)

(اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرلے اور ولی کی اجازت نہ ہو تو حسن بن زیاد کی امام صاحب سے روایت کے مطابق یہ نکاح باطل ہے، اگرچہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہے۔)

(۳) حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی احسن الفتاویٰ میں ایک فتوی بعنوان ''بلا اذن ولی غیر کفو سے نکاح میں طلاق، یا متارکت کی حاجت نہیں'' کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''طلاق یا متارکت کی ضرورت نکاحِ فاسد میں ہوتی ہے بلا اذن ولی غیر کفو سے نکاح فاسد نہیں؛ بلکہ یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا؛ اس لیے اس میں طلاق یا متارکت کی حاجت نہیں۔

قال في العلائية: (ويفتى) في غير الكف (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان). (احسن الفتاوی: ۱۰۴/۵)

جب کہ مسئلہ زیر بحث میں اس نکاح کو فاسد قرار دینے والی آرا درج ذیل ہیں:

(۱) فتاویٰ محمودیہ میں ایک فتوے بعنوان ''غیر کفو میں نکاح اور نکاحِ فاسد میں عدت'' کے تحت حضرت مفتی محمود تحریر فرماتے ہیں:

''اس نکاح کے جواز میں اختلاف ہوا کہ ظاہر الروایت کے مطابق جائز ہے، روایت حسن کے مطابق ناجائز ہوا اور جس نکاح کے جواز میں علما کا اختلاف ہو، وہ نکاح فاسد ہوتا ہے۔ نیز روایتِ حسن (مفتی بہا) کے موافق شرطِ صحت (کفاءت) مفقود ہے اور جس نکاح میں کوئی شرط مفقود ہو، وہ نکاح فاسد ہوتا ہے اور نکاح فاسد میں مدخولہ پر عدت واجب ہوتی ہے۔۔۔ جمیع علماء حنفیہ اور امام شافعی و امام احمد متفق ہیں کہ بلا شہادت نکاح صحیح نہیں ہوتا، صرف امام مالک کا اختلاف ہے کہ وہ صحت کے قائل ہیں (گو اشاعت کو وہ بھی ضروری کہتے ہیں)؛ لیکن اس اختلاف کا اعتبار کرتے ہوئے بھی حنفیہ عدت کو واجب کہتے ہیں، کما مر۔ صورت مسئولہ میں تو حنفیہ کا خود اختلاف ہے تو یہاں وجوبِ عدت کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔۔۔ لہٰذا اس نکاح کو باطل کہنا بھی درست نہیں، پھر اس کو زنا کہنا بالکل بدیہی البطلان ہے اور انتہائی جرأت ہے۔'' (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۸/۱۱)

(۲) کفایت المفتی میں حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک سوال بعنوان ''غیر کفو کے ایک شخص نے لڑکی کو اغوا کر کے اس سے نکاح کر لیا، یہ فسخ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟'' کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر اعوان عورت سے بدون اجازت اولیا کے نکاح کر لیا اور عورت بالغہ تھی تو نکاح ظاہر الروایہ کی بنا پر منعقد ہو گیا، پھر اگر یہ شخص عورت کے خاندان سے اس قدر کم درجے کا ہو کہ عام طور پر ان میں مناکحت نہ ہوتی ہو اور عار سمجھی جاتی ہو تو اولیائے عورت کو اعتراض کا حق ہے، وہ نکاح کو بذریعہ حاکم مجاز کے، یا ایسی پنچائت کے جس کے فیصلے اس بارے میں نافذ و مقبول ہوں، فسخ کرا سکتے ہیں۔۔۔ فیصلہ فسخ سے پہلے وہ زنا کا مرتکب نہیں ہے، متاخرین کا فتویٰ کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، معلل بعلتِ فسادِ زمان ہے، جو خود بتاتا ہے کہ وہ ایک زجر و انتظام کا فتوی ہے، نہ یہ کہ حلت وحرمت کی بنیاد اس پر قائم کی جا سکتی ہے۔'' (کفایت المفتی: ۱۹۷/۵)

(۳) مفتی اعظم پاکستان شفیع امداد المفتین میں ایک فتویٰ بعنوان ''لڑکی کا نکاح والد کی رضامندی کے بغیر کرنا'' کے تحت فرماتے ہیں:

''سوال: زید مع چند شخصوں کے رات کے وقت بکر کے مکان پر جا کر بکر کی چودہ سالہ لڑکی کو اپنے دکان پر لے آیا اور راتوں رات قاضی کو بلا کر با قاعدہ عدم موجودگی لڑکی کے والد کے نکاح پڑھوالیا۔ آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب: اگر لڑکی بوقت نکاح بالغ تھی اور اس نے اپنے نکاح کی اجازت بھی اپنی زبان سے دی تھی، اگر چہ جبر و اکراہ کی وجہ سے دی ہو تو نکاح منعقد ہو گیا، کما صرح بہ الشامی من انعقاد النکاح مع الاکراہ اور اگر نابالغ تھی، یا اجازت نہ دی تھی تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ قال فی الدر المختار: (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی)، اگر زید کا لڑکا جس سے نکاح ہوا ہے، بکر کی لڑکی کے لیے کفو نہ ہو تو اس کا باپ اور دوسرے اولیاء قاضی، یا مسلمان حاکم، یا مسلمانوں کی پنچائت میں اپنا معاملہ پیش کر کے فسخ نکاح کرا سکتے ہیں، صرح بہ الھدایۃ والدر المختار۔ (امداد المفتین: ۵۲۸/۲)

اس فتوے میں مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع نے اگر چہ روایتِ حسن کی بنا پر نکاح کو فاسد قرار نہیں دیا؛ لیکن حضرت والا کا مختلف مصالح کی بنیاد پر ظاہر الروایہ کے مطابق فتوی دے کر اس نکاح کو منعقد قرار دینا اور روایتِ حسن مفتی بہا کو ترک کر دینا اس بات پر صریح دال ہے کہ غیر کفو میں لڑکی کے از خود نکاح کا مسئلہ اتنا سخت نہیں کہ اسے بالکل باطل اور زناءِ محض قرار دے دیا جائے؛ بلکہ بوقتِ ضرورت ظاہر الروایہ پر فتویٰ دینے کی بھی گنجائش ہے۔

نکاح کو باطل قرار دینے والے حضرات کے دلائل کا جائزہ:

لڑکی کے از خود غیر کفو میں نکاح کو جن حضرات نے باطل قرار دیا ہے، بظاہر وہاں کوئی صریح دلیل، یا عبارت موجود نہیں، جس میں اس نکاح کے بطلان کا ذکر ہو، البتہ روایت حسن کے مطابق جہاں کتب فقہ میں مطلقاً عدم انعقاد کا حکم مذکور ہے، وہاں یہ الفاظ درج ہیں:

(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان). (الدر المختار: ۷۵/۳)

(غیر کفو میں نکاح کی صورت میں اصلا عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا، یہی فتویٰ کے لیے پسندیدہ ہے، زمانے میں پیدا شدہ بگاڑ کی وجہ سے۔)

اس عبارت میں موجود ''بعدم جوازہ أصلا'' یعنی اصل کے اعتبار سے عدمِ جواز کے الفاظ یہ ایہام دیتے ہیں کہ روایت حسن کے مطابق یہ نکاح کالعدم اور باطل ہو اور بظاہر یہی قائلین بطلان کا محل استشہاد ہے؛ لیکن یہ استشہاد بوجوہ مخدوش ہے۔

(۱) شامی (۲۷/۳) پر علامہ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ یہ عقد فاسد ہے تو ایک مبہم عبارت کے بجائے صریح عبارت کو ترجیح دی جائے گی۔ علامہ کی عبارت گزر چکی ہے۔

(۲) ''بعدم جوازہ اصلا'' میں عدم جواز کو اصلاً؛ یعنی سرے سے ناجائز ہونے کے ساتھ صرف اس لیے مقید کیا گیا ہے؛ کیوں کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ نکاح منعقد، صحیح اور نافذ ہے، البتہ بعد میں اولیا فسخ کرا سکتے ہیں تو اس کے مقابلے میں سرے سے ناجائز کا مطلب یہ ہوا کہ اولیا کو فسخ کی ضرورت نہیں اور یہ نکاح غیر منعقد ہے۔ اس لفظ سے نکاح کے فاسد یا باطل ہونے پر استدلال درست نہیں۔

(۳) علامہ شامی نے دوجگہ شامیہ میں یہ عبارت ذکر کی ہے:

(قوله:وتعتبر الكفاء ة للزوم النكاح) أى علىٰ ظاهر الرواية ولصحته على رواية الحسن المختارة للفتوى. (شامية: ٦٨/٣)

([صاحب درمختار کا قول اور کفائت کا اعتبار نکاح کے لازم ہونے میں کیا جائے گا] یعنی ظاہرالروایۃ کے مطابق اور حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق صحت کیلئے کفائت شرط ہوگی اور یہی فتوے کیلئے پسندیدہ ہے۔)

اسی طرح ایک اور جگہ شامیہ میں عبارت ہے:

(قوله:الكفاء ة معتبرة فى ابتداء النكاح للزومه أولصحته) الأول بناء على ظاهر الرواية والثانى على رواية الحسن وقدمنا أول الباب السابق اختلاف الإفتاء فيهما وأن رواية الحسن أحوط. (شامية: ٨٤/٣)

([کفاءت کا اعتبار ابتداء نکاح میں نکاح کے لازم، یا صحیح ہونے کے اندر کیا جائے گا] پہلا [یعنی لازم ہونا: ظاہرالروایۃ کے مطابق اور دوسرا (یعنی صحیح ہونے میں) روایتِ حسن کے مطابق [کفائت کا اعتبار ہوگا]۔)

اس سے واضح ہوا کہ روایتِ حسن کے مطابق کفاءت فقط صحتِ نکاح کی شرط ہے اور کفاءت کی عدم موجودگی میں نکاح کی ایک شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے یہ نکاح فاسد ہوگا (جیسا کہ فتوے کی ابتدا میں نکاح فاسد و باطل کی تشریح گزر چکی ہے) اسے ہی غیر صحیح نکاح کہا جا سکتا ہے، البتہ اسے باطل کہنا محل نظر اور مشکل امر ہے۔

نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے ذکر کردہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن کا فتویٰ اور فیض الباری سے نقل کردہ حضرت مولانا انورشاہ کشمیری کی عبارت میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ ان حضرات نے نکاح کو فقط لفظاً باطل قرار دیا ہے، ورنہ حقیقتاً یہ بھی اس نکاح کو فاسد قرار دیتے ہوں؛ کیوں کہ فاسد اور باطل کا اطلاق ایک دوسرے پر بھی ہوتا رہتا ہے۔ان ہر دو حضرات نے اس پر نکاح باطل کے مطابق کوئی حکم نہیں لگایا اور عدت وغیرہ کی نفی نہیں کی ہے، فقط باطل کا لفظ استعمال کیا ہے، چنانچہ ان حضرات کی عبارات میں فاسد مراد لینے کا احتمال بہرحال موجود ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں ذکر کردہ دلائل [نکاح فاسد کی تعریف اور نکاح باطل اور فاسد میں فرق، نیز فقہاء کبار کی تصریحات کہ یہ نکاح بروایت حسن فاسد ہے، نیز اس پر نکاح فاسد کے احکام کا اجرا اور علماءِ دیوبند میں سے بعض کا اسے نکاح فاسد قرار دینا اور بعض کا ظاہرالروایہ کے مطابق اسے نافذ ہی قرار دے دینا یہ سب دلائل] یہ نتیجہ دیتے ہیں کہ لڑکی کا ازخود غیر کفو میں کیا گیا نکاح حسن بن زیاد کی مفتی بہ روایت کے مطابق نکاحِ فاسد ہے، اسے نکاحِ باطل، یا زناءِ محض قرار دینا درست نہیں اور فقہاء کا اسے سرے سے کالعدم کہنا بھی اسی معنی میں ہے کہ یہ نکاحِ فاسد ہے، جسے فسخ کرانے کے لیے قضاء قاضی کی ضرورت نہیں، نہ یہ کہ اس معنی میں کہ یہ نکاح باطل قرار دیا جائے، لہٰذا اس غیر کفو میں لڑکی کے ازخود نکاح پر روایت حسن کے مطابق فساد کا حکم لگایا جائے گا اور نکاحِ فاسد کے تمام احکام اس پر لاگو ہوں گے جن میں سے بڑے بڑے احکام درج ذیل ہیں:

(۱)　اگراس نکاح میں ہمبستری ہوجائے تو مہرِ مثل اور مہر مسمی میں سے جو کم ہو، وہ لڑکی کو دینا ضروری ہوگا اور اگر ہمبستری نہ ہوئی ہوتو پھر لڑکی کسی قسم کے مہر کی مستحق نہیں۔

(۲)　اگرلڑکی سے ہمبستری ہوجائے تو تفریق (متارکت، یا فسخ) کے بعد لڑکی کو ۳ر حیض بطورِ عدت گزارنا ضروری ہوں گے، بدون عدت گزارے دوسری جگہ لڑکی کا نکاح درست نہ ہوگا۔

(۳)　اگرنکاح فاسد میں ہمبستری سے بچہ پیدا ہوجائے تو اس کا نسب لڑکے سے ثابت ہوگا۔

(۴)　نکاحِ فاسد میں لڑکے کا لڑکی سے ہمبستری کرنا حرام ہے اور لڑکی کا لڑکے کو اپنے اوپر قدرت دینا بھی حرام ہے دونوں پر بذریعہ فسخ وغیرہ علاحدگی اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۵)　نکاح فاسد میں تفریق کی مختلف صورتیں ہیں، ایک یہ کہ لڑکا متارکت کے الفاظ مثلاً میں نے تجھے چھوڑ دیا وغیرہ زبان سے کہہ دے۔ دوسرا یہ کہ لڑکی، یا لڑکے میں سے کوئی ایک بھی اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے؛ یعنی یہ کہہ دے کہ میں یہ نکاح فسخ کرتا ہوں، یا کرتی ہوں، تب بھی یہ نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ تیسری صورت یہ کہ لڑکا لڑکی از خود فسخ وغیرہ نہ کررہے ہوں تو قاضی پر ضروری ہوتا ہے کہ ان کے درمیان تفریق کردے۔

نکاحِ فاسد کے یہ وہ بڑے بڑے احکام ہیں، جو ہر نکاحِ فاسد پر جاری ہوتے ہیں۔ نیز دلائل کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ غیر کفو میں نکاح فاسد ہے، لہٰذا روایت حسن کے مطابق اسے کالعدم قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ نکاح فاسد ہے اور اس پر نکاحِ فاسد کے تمام احکام جاری ہوں گے۔ تفریق سے قبل لڑکی کا کہیں اور نکاح کرانا جائز نہ ہوگا۔

لمافی الدرالمختار (۱۳۲/۳): (ویجب مهر المثل فی نكاح فاسد) وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود (بالوطء) فی القبل (لا بغيره) كالخلوة لحرمة وطئها (ولم يزد) مهر المثل (على المسمى) لرضاها بالحط ولو كان دون المسمى لزم مهر المثل لفساد التسمية بفساد العقد ولو لم يسم أوجهل لزم بالغا ما بلغ (و) يثبت (لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر عن صاحبه ودخل بها أو لا) فی الأصح خروجا عن المعصية فلا ينافی وجوبه بل يجب على القاضی التفريق بينهما (وتجب العدة بعد الوطء) لا الخلوة للطلاق لا للموت (من وقت التفريق) أو متاركة الزوج وإن لم تعلم المرأة بالمتاركة فی الأصح (ويثبت النسب) احتياطا بلا دعوة. (نجم الفتاویٰ: ۵/۱۰۷-۱۱۵) ☆

☆　**کفو وغیر کفو میں کئے ہوئے نکاح کا حکم:**

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر لڑکا، یا لڑکی نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں؛ لیکن والدین، یا اُن کے اولیاء نکاح نہ کرائیں تو لڑکا، یا لڑکی از خود نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر انہوں نے از خود نکاح کرلیا تو ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بالغ اولاد کو چاہیے کہ وہ کسی بھی طریقے سے اپنے والدین کو نکاح کے لیے آمادہ کرلیں؛ لیکن اگر پھر بھی وہ توجہ نہ دیں ==

لڑکا کفو میں ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا:

سوال: میں اپنی سگی بیٹی کا مسئلہ بیان کرنا چاہتی ہوں ایک لڑکے نے میری بیٹی سے محبت کی اور ایک ملاقات میں اس نے کہا کہ کیا میں تمہیں قبول ہوں؟ تو میری بیٹی نے ناسمجھی میں کہہ دیا کہ ہاں میں قبول کرتی ہوں، تم مجھے قبول ہو اور دو مرد گواہوں کے سامنے یہ بات ہوئی، جو کہ لڑکے کے جاننے والے تھے۔ بہرحال لڑکا اب ہمیں کہتا ہے کہ میرا اس سے نکاح ہو چکا ہے، اس کی شادی مجھ سے کریں، جب کہ میں کسی بھی صورت میں اپنی بیٹی کی شادی اس لڑکے سے نہیں کرنا چاہتی۔ لڑکے کے گھر والے بھی کسی طرح راضی نہیں ہیں۔ لڑکا کہتا ہے کہ میں اس لڑکی کو الگ جگہ کرایہ کے گھر میں رکھوں گا اور میں اپنی بیٹی کی شادی وہاں نہیں کرنا چاہتی۔ میری بیٹی بھی یہ معاملہ ختم کرنا چاہتی ہے۔ ہم کسی صورت بھی اس لڑکے سے رشتہ نہیں کرنا چاہتے۔

آپ بتائیے کہ ہم اپنی بیٹی کا کہیں دوسری جگہ رشتہ کر کے شادی کر سکتے ہیں؟ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ نکاح کے الفاظ بولتے وقت لڑکی کا ارادہ نکاح کرنے کا قطعاً نہ تھا اور نہ ہی اس کی کوئی کاغذی کارروائی ہوئی ہے۔ لڑکی کی عمر ۱۷/سال ہے۔

نوٹ: مستفتی سے معلوم کرنے پر مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) لڑکی انٹر میں ہے اور لڑکا میٹرک پاس بھی نہیں۔

(۲) لڑکی والے دیوبندی عقائد کے حامل ہیں، جبکہ لڑکے والے بریلوی عقائد کے حامل ہیں۔

(۳) لڑکا کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا۔

(۴) بوقتِ عقد لڑکی کی عمر ۱۶/سال تھی۔

(۵) لڑکا خود ''جماعتِ اسلامی'' کا کارکن ہے۔

== تو اولاد کو از خود نکاح کا حق حاصل ہے، جب کہ وہ عاقل بالغ ہوں۔ لڑکا تو اپنا نکاح خود ہر جگہ کر سکتا ہے، البتہ اگر لڑکی غیر کفوء میں نکاح کر لے تو وہ نکاح منعقد نہ ہوگا، نیز غیر کفو سے مراد یہ ہے کہ لڑکا لڑکی سے مال، دیانت اور حرفت وغیرہ میں کم حیثیت کا ہو، البتہ لڑکی اگر از خود کفو میں نکاح کرتی ہے تو نکاح درست ہوگا۔

لما في الشامية (۵۷/۳): قوله (بعدم جوازه أصلا) هذه رواية الحسن عن أبي حنيفة... قوله (وهو المختار للفتوى) وقال شمس الأئمة وهذا أقرب إلى الاحتياط كذا في تصحيح العلامة قاسم لأنه ليس كل ولي يحسن المرافعة والخصومة ولا كل قاض يعدل.

وفي الدر المختار (۸٦/۳): (وتعتبر) الكفائة للزوم النكاح... (نسبا)... (و)...(حرية وإسلاما).

وفي الرد تحته: قوله (نسبا) أي من جهة النسب ونظم العلامة الحموي ما تعتبر فيه الكفائة فقال: إن الكفاءة في النكاح تكون في ست لها بيت بديع قد ضبط ، نسب وإسلام كذلك حرفة، حرية وديانة مال فقط. (نجم الفتاویٰ: ۱۱۵/۵-۱۱٦)

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ کی بیٹی کا نکاح اس لڑکے سے منعقد ہو چکا ہے؛ کیوں کہ عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کفو میں والدین کی اجازت کے بغیر دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے منعقد ہوجاتا ہے، چاہے وہ سمجھ کر قبول کرے، یا نا سمجھی میں، چاہے نکاح کے الفاظ بولتے وقت اس کی نیت نکاح کی ہو یا ویسے ہی مذاق وغیرہ کی؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة". (الجامع للامام الترمذی،: ۲۲۵/۱)

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی (شمار ہوتا ہے) اور وہ تین چیزیں نکاح، طلاق اور رجعت ہیں۔)

لہٰذا آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی بیٹی کی رخصتی اس لڑکے کے ساتھ کردیں، اگر آپ اور آپ کی بیٹی اس پر رضامند نہیں ہیں تو چھٹکارے کی صورت صرف یہ ہے کہ لڑکا طلاق دے دے، یا لڑکی اس لڑکے کی رضامندی سے خلع لے لے، اس کے بغیر آپ اپنی بیٹی کی شادی دوسری جگہ نہیں کرسکتیں۔

لمافی القرآن الكريم (البقرة: ۲۸۲): ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ اَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الاُخْرٰى﴾

وفي الجوهرة النيرة (۱۲۳/۲): قوله (والكفائة في النكاح معتبرة) قال في الفتاوى تعتبر عند ابتداء النكاح ولا يعتبر استمرارها بعد ذلك حتى لو تزوجها وهو كفء ثم صار فاجرا لا يفسخ النكاح ثم الكفائة إنما تعتبر لحق النساء لا لحق الرجال فإن الشريف إذا تزوج وضيعة دنيئة ليس لأوليائه حق الاعتراض؛ لأنه مستفرش لا مستفرش والحسيب كفء للنسيب حتى إن الفقيه يكون كفئا للعلوى؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب حتٰى إن العالم العجمى كفء للعربى الجاهل والعالم الفقير كفء للغنى الجاهل.

وفي الشامية (۷۲/۳): (وفقد الكفء) أى إذا نكحت غير الكفء فللأولياء حق الفسخ وهٰذا على ظاهر الرواية أما على رواية الحسن فالعقد فاسد ط وتقدم أنها المفتى بها. (نجم الفتاویٰ: ۱۱۷/۵-۱۱۸)

دھوکہ سے غیر کفو میں نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید جس کا دماغ خراب تھا اور ایک عرصہ تک مجنونانہ حالت میں رہا تھا اور اس کے اقربا نے ایک شخص مسمیٰ بکر کو دھوکہ دے کر کہ اب اس کی حالت درست ہوگئی ہے، زید کے ساتھ ہوا تھا، مجلس نکاح میں جس وقت زید کو لایا گیا اس کے چہرہ سے آثار جنون ضرور نمایاں تھے؛ لیکن زید کے اقربا نے بکر کو لفظوں سے ایسا اطمینان کیا کہ اس نے یعنی بکر نے اپنی دختر کنواری ہندہ بالغہ کا نکاح اپنے ولایت سے پڑھوا دیا؛ لیکن لڑکی سے ایجاب قبول نہیں کرایا اور نہ حسب رواج اس وقت ہندہ کو رخصت کر کے زید کے گھر بھیجا گیا، یہ قرار پایا تھا کہ

ایک ہفتہ میں انتظام کر کے رخصتی ہوجاوے گی؛ لیکن زید نے ہفتہ بھی نہ ہونے دیا، دوتین یوم بعد بدستور اپنے یوم بلا اطلاع کسی طرف کو چلا گیا، جس کو عرصہ تین سال سے زائد ہوگیا ہے، مسماۃ ہندہ بدستور اپنے والدین کے گھر میں ہے اور تین سال سے زید کی اطلاع کبھی کہیں سے معلوم ہوجاتی ہے کہ فلاں مقام پر دیکھا گیا ہے، ایسی حالت میں یہ نکاح جو ایک دھوکہ دے کر کرایا گیا ہے، بروئے شریعت جائز ہے، یا ناجائز رہا؟ جو کچھ الفاظ تحریر کئے گئے ہیں، سرِ مُو فرق نہیں، حلفیہ صدق دل سے بلا رورعایت بہ خوف خداوند عالم وحضور سرور کائنات تحریر کئے گئے ہیں۔

تنقیح:

(۱) لڑکی سے جو ایجاب قبول نہ کرانا لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ آیا زبان سے نہیں کہلایا، یا اذن بھی نہیں لیا؟ اگر اذن لیا گیا تو وہ خاموش ہوئی، یا کچھ کہا؟ اور اطلاع کس کے ذریعہ سے ہوئی؟

(۲) ایسا ہی سوال شاکرالدین صاحب محلّہ انصاریاں نے بھیجا تھا، اس میں یہ بھی تھا کہ اب وہ مجنونانہ حالت میں کبھی کہیں کبھی کہیں دیکھا جاتا ہے، اس میں اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا، اگر یہ صحیح ہے تو اس حالت کو بیان کرنے والے عادل ہیں، یا نہیں؟

(۳) نیز یہ بھی لکھا جاوے کہ زید کا جنون مطبق ہے، سال بھر یا سال کے اکثر حصہ میں رہتا تھا، یا غیر مطبق ہے، جو سال کے کم حصہ میں رہتا تھا اور زیادہ حصہ سال کا افاقہ میں گزرتا تھا؟ ان سوالات کا جواب دیا جائے اور جواب کے ساتھ یہ پرچہ ضرور واپس کیا جائے، پہلے پرچہ کے واپس نہ کرنے کی وجہ سے دوبارہ تنقیح کی ضرورت ہوگی۔

جواب تنقیحات:

(۱) یہ کہ لڑکی سے نہ اذن لیا گیا، نہ ایجاب قبول کرایا گیا؛ بلکہ اس کی بلا رضا والدش نے اس کا نکاح بزعم ولایت پڑھوادیا، بعد نکاح جب اس کو اطلاع نکاح کی ہوئی تو اس نے ناراضی ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میرے باپ نے مجھ کو کیوں ڈبویا؛ لیکن شرم ولحاظ کی وجہ سے والدین کے سامنے کچھ کہہ نہیں سکتی۔

(۲) سوال شاکرالدین اسی کے متعلق تھا، زید کی مجنونانہ حالت کی خبر اکثر بذریعہ مسلمان ومعتبر اشخاص سے معلوم ہوئی ہے، جس کو جھوٹ باور کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

(۳) زید کا جنون مطبق ہے، سال کا زیادہ حصہ جنون میں گزرتا ہے اور تھوڑا حصہ سکون میں اور جنون کی یہ حالت ہے کہ یا تو ہر وقت بولتا رہتا ہے، یا ایسا خاموش ہوجاتا ہے کہ ہفتوں بالکل چپ رہتا ہے، لہٰذا التماس ہے کہ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ واللّٰہ الموفق بالصواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بوجہ عدم کفاءت کے اور اولیاء زید کے دھوکہ دینے کے صحیح نہیں ہوا۔

قال فی الدر: لكن فی النهر عن المرغينانی: المجنون ليس بكفء للعاقلة، آه.

قال الشامی نقلا عن النهر: لأنه يفوت مقاصد النكاح فكان أشد من الفقر ودناءة الحرفة وينبغی اعتماده؛ لأن الناس يعيرون بتزويج المجنون أكثر من ذی الحرفة الدنية، آه. (۵۳۱/۲)(۱)

وفيه أيضاً: (الكفاءة معتبرة) فی ابتداء النكاح للزومه أو لصحته (من جانبه) أی الرجل لأن الشريفة تأبی أن تكون فراشاً للدنیء، آه.

قال الشامی: قالوا: معناه معتبرة فی اللزوم على الأولياء، حتى أن عند عدمها جاز للولی الفسخ، آه، فتح، وهذا بناء على ظاهر الرواية من أن العقد صحيح وللولی الاعتراض، أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لايصح معتبرة فی الصحة وكذا لو كانت الزوجة صغيرة والعاقد غير الأب والجد فقد مر أن العقد لايصح، آه. (۵۱۹/۲)(۲)

وفی الدر أيضاً: (ويفتی) فی غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثا نكحت غير كفء بلا رضا ولی بعد معرفته إياه، فليحفظ.

قال الشامی: (قَوْلُهُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى) وَقَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ وَهَذَا أَقْرَبُ إلَى الِاحْتِيَاطِ، كَذَا فِي تَصْحِيحِ الْعَلَّامَةِ قَاسِمٍ لِأَنَّهُ لَيْسَ كُلُّ وَلِيٍّ يُحْسِنُ الْمُرَافَعَةَ وَالْخُصُومَةَ وَلَا كُلُّ قَاضٍ يَعْدِلُ، وَلَوْ أَحْسَنَ الْوَلِيُّ وَعَدَلَ الْقَاضِي فَقَدْ يَتْرُكُ أَنَفَةً لِلتَّرَدُّدِ عَلَى أَبْوَابِ الْحُكَّامِ، وَاسْتِثْقَالًا لِنَفْسِ الْخُصُومَاتِ فَيَتَقَرَّرُ الضَّرَرُ فَكَانَ مَنْعُهُ دَفْعًا لَهُ، فَتْحٌ، (قَوْلُهُ نَكَحَتْ) نَعْتٌ لِمُطَلَّقَةٍ وَقَوْلُهُ بِلَا رِضَا مُتَعَلِّقٌ بِنَكَحْت وَقَوْلُهُ بَعْدَ ظَرْفٌ لِلرِّضَا، وَالضَّمِيرُ فِي مَعْرِفَتِهِ لِلْوَلِيِّ وَفِي إيَّاهُ لِغَيْرِ الْكُفْءِ، وَقَوْلُهُ بِلَا رِضًا نَفْيٌ مُنْصَبٌّ عَلَى الْمُقَيَّدِ الَّذِي هُوَ رِضَا الْوَلِيِّ وَالْقَيْدِ الَّذِي هُوَ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ إيَّاهُ فَيَصْدُقُ بِنَفْيِ الرِّضَا بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ وَبِعَدَمِهَا وَبِوُجُودِ الرِّضَا مَعَ عَدَمِ الْمَعْرِفَةِ، فَفِي هَذِهِ الصُّوَرِ الثَّلَاثَةِ لَا تَحِلُّ وَإِنَّمَا تَحِلُّ فِي الصُّورَةِ الرَّابِعَةِ وَهُوَ رِضَا الْوَلِيِّ بِغَيْرِ الْكُفْءِ مَعَ عِلْمِهِ بِأَنَّهُ كَذَلِكَ، آه، ح. (۴۸۷/۲)(۳)

قلت: والمسئلة وإن كانت مفروضة فيما إذا نكحت المرأة عاقدة بنفسها ولكن لا فرق بين مباشرة الولی العقدة وكونه عاقداً وبين مباشرة المرأة برضی الولی وكونها عاقدةً فكما لم يصح النكاح فی الثانی بدون معرفة الولی بالكفاءة فكذا إذا باشر الولی بنفسه العقد ولم يعلم بها، ودعوى الفرق بينهما لا يتأتی إلا بالفارق المعتبر، فان الولی فی نكاح البالغة ليس إلا سفيراً محضاً وإنما يشترط وجوده حال عدم الكفاءة لحصول إذنه ورضاه فقط، ومباشرته العقد ومباشرة المرأة له

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكفاءة: ۹۳/۳-۹۴، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۴/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۵۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

برضاه فی ذلک سواء فکان حکمهما واحداً فما ذکر فی بعض العبارات الفقهية أن الولی لو زوجها برضاها ولم يعلم بعدم الكفاءة، ثم علم لا خيار لأحد إلا إذا شرط الكفاءة أو أخبروا بها وقت العقد فتزوجها علی ذلک ثم ظهر أنه غير كفء كان له الخيار، ولوالجية، المشعر بصحة النكاح وثبوت الخيار للولی مبنی علی ظاهر الرواية دون رواية الحسن المختار للفتوی .

خلاصہ یہ ہے کہ درمختار میں جو بالغہ مطلقہ ثلثہ کے نکاح کو غیر کفو کے ساتھ بلا رضائے ولی کے نا جائز کہا ہے، شامی نے اس کی چار صورتیں کی ہیں:

(۱) ولی کو اس شخص کا غیر کفو ہونا معلوم ہوا اور ولی راضی نہ ہو۔

(۲) ولی راضی بھی نہیں اور اس کو عدم کفاءت کا علم بھی نہیں۔

(۳) ولی راضی ہے، مگر عدم کفاءت کا اس کو علم نہیں۔

ان تین صورتوں میں روایت حسنؒ پر نکاح صحیح نہیں ہوتا، صرف ایک صورت میں جائز ہے کہ ولی کو عدم کفاءت کا علم ہوا اور اس پر وہ راضی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ عورت کا خود بذاتہا نکاح کرنا اور ولی کا عدم کا کفاءت ناواقف ہو کر اس عقد پر راضی ہونا اور ولی کا عاقد نکاح ہونا اور عدم کفاءت سے ناواقف ہو کر راضی ہونا ان دونوں میں کچھ فرق نہیں؛ اس لیے جب کفاءت میں دھوکہ دیا جائے گا تو جو حکم خود عورت کے نکاح کرنے کا ہے، وہی حکم ولی کے نکاح کرنے کا ہونا چاہیے اور جیسا کہ شق اول میں رضاء ولی مع عدم معرفتہ بالکفاءت صحت نکاح کو کافی نہیں، ایسا ہی ولی کے عاقد ہونے میں بھی اس کی رضا مع عدم المعرفتہ کافی نہیں۔

وأيضاً: فإن المرأة فی صورة السوال بالغة وليس للولی ولاية الاجبار عليها بل يجب لصحة النكاح إذنها صراحة فی غير الكفء ويكفی سكوتها رضاً فی الكفء وههنا لم يوجد منها ما يدل علی رضاها وإذنها، بل اظهرت عدم الرضا لما بلغها الخبر فلم يصح النكاح لهذا الوجه أيضاً، قال فی الدر: (ولا تجبر البالغة البكر علی النكاح) ... (فان استأذنها هو) أی الولی وهو السنة (أووكيله أورسوله أوزوّجها) وليها وأخبرها رسولها أو فضولی عدل (فسكتت) ... (أو ضحكت غير مستهزئة اوبكت بلا صوت) فلو بصوت لم يكن إذنا ولا رداً حتی لو رضيت بعده انعقد، سراج وغيره ... (فهو إذن).

قال الشامی: وفی البحر: واختلف فيما إذا زوجها غير كفء فبلغها فسكتت، فقالا: لا يكون رضا، وقيل فی قول أبی حنيفة يكون رضاً إن كان المزوج أباً أو جداً وإن كان غيرهما فلا، كما فی الخانية أخذاً من مسألة الصغيرة المزوجة من غير كفء، آه، قال فی النهر: وجزم فی الدراية بالأول بلفظ قالوا. (۴۷۹/۲)(۱)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۵۸/۳-۵۹، دارالفکر بیروت، انیس

قلت: وظاهره كون المسئلة اتفاقية ومن ذكر فيه خلاف أبي حنيفة ليس عنده رواية عنه وإنما أخذه من مسئلة الصغيرة ولذا ذكره الشامي بلفظ قيل الدال على تضعيفه. والله أعلم

پس ہندہ صورت مسئولہ میں بدون طلاق وعدت کے کسی اپنے ہم کفو سے دوسرا نکاح کرسکتی ہے؛ کیوں کہ زید سے اس کا نکاح صحیح ہی نہیں ہوا؛ اس لیے کہ ولی کو خود کفاءت کا یعنی زید کے عاقل ہونے کا علم نہ تھا اور اس کو دھوکہ دیا گیا اور لڑکی نے بھی یعنی ہندہ نے خبر نکاح سنکر صراحۃً اجازت نہیں دی، حالانکہ اس صورت میں صریح اذن کی ضرورت تھی، محض سکوت کافی نہ تھا۔ واللہ اعلم

۶ رصفر ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲۹۴/۳)

غیر کفو والے مرد نے دھوکہ دے کر ایک سیدہ سے نکاح کرلیا جائز ہوا، یا نہیں:

سوال: زید کو غیر کفو غیر صحیح النسب نے اپنے کو شریف النسب جتلا کر بکر شریف سید کی بالغہ لڑکی ہندہ سے بوکالت غیر ولی اپنا نکاح کیا، اس صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان). (۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے، بلا اجازت ورضاء ولی کے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، پس جب کہ وہ نکاح صحیح ہی نہ ہوا تو فسخ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۰۹/۸-۲۱۰)

پٹھان نے دھوکہ دے کر سیدزادی سے نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک پٹھان ن ء اپنی قومیت کو چھپا کر ایک سید کے یہاں پیغام نکاح دیا، یا نکاح اس بنا پر قرار پایا کہ اگر تم شیخ ہو تو نکاح کیا جائے گا۔ اس صورت میں نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح ہوگیا؛ مگر بوجہ دھوکہ دہی کے عورت اور اس کے اولیا کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۱۹/۸)

---

(۱) الدر المختار، باب الولي: ٥٦-٥٧، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) وَلَوْ انْتَسَبَ الزَّوْجُ لَهَا نَسَبًا غَيْرَ نَسَبِهِ فَإِنْ ظَهَرَ دُونَهُ وَهُوَ لَيْسَ بِكُفْءٍ فَحَقُّ الْفَسْخِ ثَابِتٌ لِلْكُلِّ، وَإِنْ كَانَ كُفُئًا فَحَقُّ الْفَسْخِ لَهَا دُونَ الْأَوْلِيَاءِ، وَإِنْ كَانَ مَا ظَهَرَ فَوْقَ مَا أَخْبَرَ فَلَا فَسْخَ لِأَحَدٍ، كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ وَلَوْ كَانَتْ هِيَ الَّتِي غَرَّتْ الزَّوْجَ وَانْتَسَبَتْ إلَى غَيْرِ نَسَبِهَا لَا خِيَارَ لِلزَّوْجِ وَهِيَ امْرَأَتُهُ إنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا، كَذَا فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لِقَاضِي خَانْ. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس في الأكفاء: ١٧/٢، ظفير)

نسب میں دھوکہ دے کر نکاح کیا، بعد میں غلط ثابت ہوا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنے کو افغان ظاہر کر کے ایک نو مسلم صالح شخص کی لڑکی سے نکاح کیا؛ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ افغان نہیں ہے، لڑکی اور ولی نے اسی وقت سے اظہار ناراضی کر دیا ہے، آیا لڑکی اور اس کے ولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ شخص کفو نہ نکلا تو لڑکی اور اس کے ولی کو اختیار فسخ نکاح کا ہے کیونکہ اس نے دھوکہ دیا اور دھوکہ دینے کی صورت میں فقہا نے یہی حکم لکھا ہے کہ عورت اور اس کا ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ (کذا فی الدر المختار)(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۲/۸) ☆

---

(۱) لو تزوجته على أنه حر أو سني ... فبان بخلافه أو على أنه فلان ابن فلان فإذاهو لقيط أو ابن الزنا لها الخيار. (رد المحتار، باب الكفاءة: ٤٣٦/٢، ظفير)

إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلک ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ٤٣٧/٢، ظفير)

☆ دھوکہ دے کر غیر کفو میں نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محبوب عالم نے اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کیا کہ لڑکا شادی شدہ نہ ہو اور ہماری برادری شیخ ہے، اگر تمہاری برادری شیخ نہ ہوئی، یا شادی شدہ ہوا تو ہم نکاح نہیں کریں گے، لڑکے والوں نے جواب دیا کہ اگر لڑکا شادی شدہ ہوا، یا ہماری برادری شیخ نہ ہوئی تو آپ کا جوتا ہوگا اور ہمارا سر ہوگا۔ اب رشتہ ہونے کے بعد نکاح کا وقت آیا تو صرف وکیل صاحب نے اجازت لڑکی سے ولی اور گواہ بھی کوئی نہیں تھا، اجازت کے وقت تو لڑکی نے صرف اجازت کنوارے لڑکے کے لیے دی، اب وکیل صاحب نجیب آباد سے دہلی گئے اور وہاں دو گواہ بنائے اور نکاح ہو گیا، دس دن کی رخصتی طے ہوئی؛ مگر دس دن کے اندر معلوم ہوا کہ لڑکا شادی شدہ ہے اور دو نکاح پہلے کر چکا، جن کا مقدمہ چل رہا ہے اور قوم کا بھی انصاری ہے اور وہ ایسے ہی دوسری لڑکیوں سے بھی نکاح کرتا ہے اور پھر ان سے پیسے لے کر طلاق دیتا ہے، جب فریب پورا معلوم ہو گیا تو لڑکی نے جانے سے انکار کر دیا اور نہ رسید پر اپنے دستخط کئے اور لڑکی نے کہا کہ یہ تو میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے، میں نے اجازت نہیں دی تھی، یہ شادی شدہ ہے اور قوم کا انصاری ہے، اس لئے آپ حضور والا سے درخواست ہے کہ وضاحت فرمائیں کہ یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں چوں کہ بالغ لڑکی نے وکیل کو نفس نکاح کی اجازت دی ہے اور اجازت لیتے وقت گواہ موجود نہ ہوں؛ لیکن مجلسِ نکاح میں حسبِ تحریر سوال دو گواہ موجود تھے؛ اس لیے شرعاً یہ نکاح منعقد ہو گیا اور نکاح سے پہلے کی شرطیں پوری نہ ہونے کے باوجود اس کو منعقد قرار دیا جائے گا؛ اس لیے کہ نکاح کا مدار ایجاب وقبول پر ہوتا ہے، شرطوں پر نہیں ہوتا اور مسئولہ صورت میں لڑکا متعین اور مشخص ہے، مجہول نہیں ہے؛ اس لیے اس کے بارے میں غیر برادری، یا شادی شدہ ہونے کے متعلق لاعلمی صحتِ نکاح سے مانع نہ ہوگی؛ تاہم چوں کہ دھوکہ دے کر غیر کفو میں نکاح کیا گیا ہے؛ اس لیے لڑکی کو اور اس کے گھر والوں کو حقِ فسخ حاصل ہے، اگر وہ اس نکاح کو فسخ کرانا چاہیں تو قریبی محکمۂ شرعیہ میں درخواست دائر کر کے نکاح فسخ کرا سکتے ہیں، باقاعدہ فسخ وتفریق کئے بغیر اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی: ۱۹۷/۵، زکریا، الحیلۃ الناجزۃ ۱۷۰)　　==

لڑکی کے جھوٹے اَوصاف بیان کرکے نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ایک لڑکی سے نکاح کیا نکاح کے وقت سرپرستوں نے کہا کہ لڑکی صحت مند ہے، اسے کوئی بیماری نہیں ہے، قرآن پڑھی ہوئی اور بارہویں جماعت پاس ہے، اس بنیاد پر اس لڑکی سے نکاح کرلیا گیا، نکاح کے بعد واضح ہوا کہ لڑکی کو ہسٹریا کی بیماری ہے، جس میں اس لڑکی کو پاگل پن کے دورے آتے ہیں اور وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے اور خودکشی کرنے کی کوشش کرتی ہے، اس طرح اس لڑکی کو لکوریا (سفید پانی) کی بیمار ہے، جس میں بے حد بدبودار پانی نکلتا ہے اور اس سے شوہر کی طبیعت متنفر ہوجاتی ہے اور وہ لڑکی نہ قرآن پڑھنا جانتی ہے اور نہ اسکول پڑھی ہوئی ہے، حالانکہ نکاح کے وقت اسے صحت مند، تعلیم یافتہ اور قرآن خواں بتایا گیا تھا، اس لڑکی کا حتی الامکان علاج کرایا گیا ہے؛ لیکن افاقہ نہیں ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس لڑکی سے نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان دونوں میں ہونے والی بدکاری کا گناہ کس پر ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ لڑکی کا نکاح درست ہوگیا ہے، البتہ جن لوگوں نے نکاح سے پہلے اس کے جھوٹے اوصاف بیان کئے ہیں، وہ دھوکہ دینے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوں گے؛ تاہم اس کی وجہ سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا. (رواه البزار في كشف الاستار: ١٢٥٦، والطبراني في الكبير والصغير: ٢٦١/١، مسند أحمد بن حنبل: ٥٠/٢، سنن أبي داؤد: ١٣١/٢، الصحيح لمسلم: ٧٠/١)

وينعقد بالإيجاب والقبول فإذا قال لها: أتزوجك بكذا قالت: قبلت يتم النكاح. (الفتاوىٰ الهندية: ٢٧٠/١، زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۶/۱۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۱/۸)

== **أما إذا شرطوا أ وأخبروهم بالكفاءة... فزوجوها على ذٰلك، ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار.** (الفتاوىٰ الهندية: ٢٩٦/١، زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية: ١٣٦/٤، رقم: ٥٧٤٥، الفتاوىٰ الولوالجية: ٣٢٢/١)

ولو زوجها برضاها ولم يعلموا لعدم الكفاءة، ثم علموا لاخيار لأحد، إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذٰلك، ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم بالخيار. (الدر المختار مع الشامي: ٢٠٨/٤-٢٠٩، زكريا)

ولو أظهر رجل نسبه لامرأة فزوجت نفسها منه ثم ظهر نسبه على خلاف ما أظهره، فالأمر لا يخلو أن المكتوم مثل المظهر ... وإن كان أدون منه بأن أظهر أنه قرشي ثم ظهر أنه عربي فلها الخيار. (بدائع الصنائع: ٦٢٩/٢، زكريا، ومثله في الفتاوىٰ الهندية: ٢٩٦/١، زكريا)

وله أي للولي إذا كان عصبة الإعتراض في غير الكفوء فيفسخه القاضي. (شامي: ٥٦/٣، كراچي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۰/۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۹/۸-۳۸۰)

پردیسی مسلمان کا گوجرلڑکی کو اِغوا کر کے اُس سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسمیٰ مائی پسوال قوم گوجر برادری نے ایک حافظ عابدعلی خاں صاحب جوکہ بلندشہر کا رہنے والا تھا، قوم کا دیسی تھا، معلوم نہیں کس برادری کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا؟ البتہ مسلمان تھا اور حافظ قرآن تھا، نمازی تھا، بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کے لیے مائی پسوال نے رکھا تھا اور بچوں کو تعلیم دیتا تھا، مائی پسوال کی جوان لڑکی مسماۃ بولومصربی بی کو حافظ عابدعلی اغوا کر کے لے گیا اور بلندشہر جاکر مسماۃ بولومصربی بی سے حافظ عابدعلی نے لڑکی کے ولی کی اِجازت کے بغیر نکاح کرلیا، مسماۃ مذکورہ کی عمر تقریباً ۲۵ر سال تھی، لہٰذا یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورتِ مسئولہ میں حافظ عابدعلی کا نکاح مائی پسوال گوجر کی لڑکی سے درست ہوگیا ہے، اب اسے کسی کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہا، وجہ یہ ہے کہ اولاً عجمی قبائل میں نسب کا اعتبار نہیں ہوتا؛ بلکہ باپ دادا کا دونوں جانب مسلمان ہونا کافی ہے۔ ثانیاً اگر حرفت وصنعت کا لحاظ رکھا جائے تو بھی عابدعلی کے حافظ ہونے کی بناپر وہ لڑکی سے برتر ہوگا۔

تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ حافظ عابدعلی نے لڑکی کو بلا اجازت والدین اغوا کر کے نہایت بے غیرتی اور بے حیائی کا ثبوت دیا ہے، وہ اپنے اس عمل کی بناپر سخت گنہگار ہوگا۔

وأما في العجم فتعتبر حرية وإسلاماً. (الدرالمختار، باب الكفاءة: ۸۷/۳، کراچی، الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس في الكفاءة: ۲۹۰/۱، زکریا، البحر الرائق، فصل في الكفاءة: ۲۲۸/۳، زکریا)

والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم كفوءً ا لبعض ... الحرية والإسلام، فهما معتبران في حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب ... وأما السادس فالكفاءة في الحرفة ... لأن الناس يتفاخرون بشرف الحِرَف، ويتعيرون بدناءتها، وهي وإن أمكن تركها يبقى عارها ... والحائك يكون كفوءً ا للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدّها نقصًا البتة، إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة: ۲۳۱/۳، ۲۳۴، ۲۳۵، زکریا)

ذكر قاضي خان في جامعه، قالوا: الحسب كفء للنسب، فالعالم العجمي يكون كفوًا للجاهل العربي والعلوية؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومكارم الأخلاق و المحيط عن صدر الإسلام: الحسيب الذي له جاه وحشمة ومنصب، الخ. (البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة: ۲۳۰/۳، زکریا، وكذا في الشامي، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۹۲/۳، کراچی، حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۴۴/۲، دار المعرفة بيروت)

والذی یظهر لی أن شرف النسب أو العلم یجبر نقص الحرفة؛ بل یفوق سائر الحرف، الخ. (شامی: ۹۰/۳، کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۲/۸ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۶/۸-۳۸۷)

دھوکہ میں نیم پاگل لڑکی سے شادی:

سوال: ۲۶/فروری ۱۹۸۹ء کو ایک عقدِ نکاح انجام پایا؛ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ لڑکی نیم پاگل ہے، لڑکی کے سرپرستوں نے شادی سے قبل اس کی کوئی اطلاع نہیں دی، لڑکی کے سرپرستوں سے اس ضمن میں جب گفتگو کی گئی تو انہوں نے قبول کیا کہ لڑکی پہلے سے پاگل تھی؛ مگر ڈاکٹروں نے مشورہ دیا تھا کہ شادی کر دیجئے، ہوسکتا ہے کہ اس سے ٹھیک ہو جائے؛ اس لیے ہم نے شادی کردی، واضح رہے کہ لڑکی جنسی لحاظ سے بھی بالکل بے حس ہے، اس کے اندر جنسی جذبات پیدا ہی نہیں ہوتے ہیں، جس طرح عام طور پر لڑکی جب مباشرت کے لیے ذہنی طور پر آمادہ ہوتی ہے تو اس کے اندامِ نہانی میں رطوبت پیدا ہو کر جنسی عضو میں کشادگی پیدا ہو جاتی ہے اور زنانہ عضو مردانہ عضو کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتا ہے، اس طرح کی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے خلوتِ صحیحہ نہیں ہو پائی، لڑکی کی جنسی اور ذہنی معذوری کی وجہ سے ہم اس رشتہ کو منقطع کرنا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں حسبِ ذیل باتیں دریافت طلب ہیں:

(الف) آیا اس طرح کا ایجاب وقبول درست ہے اور شرعی اعتبار سے یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ دنیاوی قانون کے لحاظ سے ذہنی طور پر معذور افراد سے کوئی معاہدہ منعقد ہی نہیں ہوتا۔

(ب) اگر شرعی اعتبار سے نکاح منعقد ہو گیا ہے تو مہر کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی؟

(ج) لڑکی سے جنسی تعلق اور خلوتِ صحیحہ نہ ہونے پر مہر کا کیا حکم ہے؟

(د) چوں کہ ہمیں لڑکی کی حالت کے بارے میں جان بوجھ کر دھوکہ اور فریب دیا گیا ہے؛ اس لیے ہم اخراجات کی طلبی کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ (محمد یوسف الدین، علی نگر، علی آباد، حیدرآباد)

الجواب

تمام معاملات بشمول نکاح میں دھوکہ دینا ناجائز اور گناہ ہے؛ تاہم آپ نے جن احکام کے متعلق سوال کیا ہے، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے یہاں دھوکہ دہی کی وجہ سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔(۱)

---

(۱) "وَلَا يَثْبُتُ فِي النِّكَاحِ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ وَالْعَيْبِ وَالشَّرْطِ سَوَاءٌ جَعَلَ الْخِيَارَ لِلزَّوْجِ أَوْ الْمَرْأَةِ أَوْ لَهُمَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَقَلَّ أَوْ أَكْثَرَ حَتَّى أَنَّهُ إذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ إلَّا إذَا كَانَ الْعَيْبُ هُوَ الْجَبُّ وَالْخِصَاءُ وَالْعُنَّةُ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ بِالْخِيَارِ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى، هَكَذَا فِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ، فَإِذَا شَرَطَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ السَّلَامَةَ عَنْ الْعَمَى وَالشَّلَلِ وَالزَّمَانَةِ أَوْ شَرَطَ صِفَةَ الْجَمَالِ أَوْ شَرَطَ الزَّوْجُ عَلَيْهَا صِفَةَ الْبَكَارَةِ فَوَجَدَ بِخِلَافِ ذَلِكَ لَا يَثْبُتُ لَهُ الْخِيَارُ، هَكَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ". (الفتاوى الهندية: ۲۷۳/۱، الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح)

لہٰذا آپ کے سوالات کے جوابات اس طرح ہیں:

(الف) عورت بالکل پاگل نہ ہو؛ بلکہ اس کی دماغی صحت ایک گونہ متاثر ہو تو اس کی طرف سے ایجاب وقبول درست ہے اور اگر مکمل پاگل ہو تو بھی اس کے والد کی طرف سے بطور ولی ایجاب وقبول درست ہوگا؛(۱) اس لیے ایجاب وقبول درست ہے اور نکاح منعقد ہو گیا۔

(ب) مہر مقررہ واجب ہوگا، سوائے اس کے کہ لڑکی معاف کر دے اور خلع پر معاملہ طے پا جائے۔(۲)

(ج) خلوتِ صحیحہ سے مراد جماع وہمبستری نہیں ہے؛ بلکہ ایسی تنہائی ہے، جس میں جماع پر قدرت ہو سکے، سوال میں جو صورت لکھی گئی ہے کہ عورت کے اندر جنسی حس نہیں ہے اور اس کی وجہ سے اندام نہانی میں رطوبت پیدا نہیں ہوتی، یہ ایک طرح کا مرض ہے، اس کے باوجود خارجی طور پر کسی چکنی شئی کا استعمال کر کے مرد جماع پر قادر ہو سکتا ہے؛ اس لیے اس صورت میں مرد وعورت کی یکجائی خلوتِ صحیحہ کے حکم میں ہوگی اور پورا مہر واجب ہوگا۔(۳)

(د) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفاءت (برابری حسب ونسب وغیرہ میں) نیز نامردی کے سوا کسی اور معاملہ میں عاقدین نے اگر ایک دوسرے سے عیب کو چھپایا ہو تو نکاح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا اور نکاح بہر حال منعقد ہو جائے گا۔

شادی سے متعلق جو اخراجات ہیں، ان کے لیے شریعت نے مکلّف نہیں بنایا ہے، لوگ بطورِ خود خرچ کرتے ہیں؛ اس لیے دوسرے فریق سے اس کا مطالبہ صحیح نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے خود ہی دینے کو تیار ہوں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۷۵-۳۷۸)

نسب غلط بتا کر لڑکے نے شادی کی تو اب نکاح فسخ ہو سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنا نسب غلط بیان کر کے ایک شریف خاندان کی لڑکی سے باجازت اس کے باپ کے نکاح کر لیا، حالانکہ بالغہ ہے، اس سے اجازت طلب نہیں کی گئی، اب قبل رخصت اس شخص کا مجہول النسب ہونا ظاہر ہو گیا تو اس صورت میں ابطال، یا فسخ نکاح کا حق ولی اور لڑکی کو ہے، یا نہیں؟

---

(۱) "وفي الكبير والكبيرة تدور مع الجنون عدما أو وجودا سواء كان الجنون أصليا بان بلغ مجنونا أو عارضا بأن طرء بعد البلوغ". (بدائع أما الذي يرجع الى المولى عليه: ۲/۲۴۱) "(وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح الصغير والمجنون)". (الدر المختار، باب الولي)

(۲) "و إذا خلا الرجل بامراته وليس هناك مانع من الوطء فلها كمال المهر". (الهداية: ۲/۳۲۶)

(۳) "وَالْخَلْوَةُ الصَّحِيحَةُ أَنْ يَجْتَمِعَا فِي مَكَانٍ لَيْسَ هُنَاكَ مَانِعٌ يَمْنَعُهُ مِنَ الْوَطْءِ حِسًّا أَوْ شَرْعًا أَوْ طَبْعًا، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَالْخَلْوَةُ الْفَاسِدَةُ أَنْ لَا يَتَمَكَّنَ مِنَ الْوَطْءِ حَقِيقَةً كَالْمَرِيضِ الْمُدْنِفِ الَّذِي لَا يَتَمَكَّنُ مِنَ الْوَطْءِ وَمَرَضُهَا وَمَرَضُهُ سَوَاءٌ هُوَ الصَّحِيحُ، كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ". (الفتاوى الهندية: ۲/۳۰۴)

الجواب

ولی اورعورت کونکاح باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

كما في الشامي نقلا عن البحرعن الظاهيرية: لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فإن ظهر دونه وهو ليس بكفء فحق الفسخ ثابت للكل وإن كان كفؤاً فحق الفسخ لهادون الأولياء. (۳٤٤/۲)(۱)

اور باب العنین کے آخر میں صاحب شامی نے تحریر کیا ہے کہ جس شخص نے دھوکہ دے کر اور اپنا نسب غلط بتا کر نکاح کرلیا، بعد میں اگر غیر کفو ظاہر ہوا تو ولی اور زوجہ دونوں کو فسخ کا اختیار ہے بنا بر حق کفاءت کی، (۲) اور اگر کفو ہے؛ مگر جو نسب بیان کیا تھا، وہ غلط نکلا تو اس صورت میں صرف عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، اس وجہ سے دھوکہ کا اثر اس پر پڑے گا۔

كما قال الشامي: لكن ظهر لي الآن أن ثبوت حق الفسخ لها للتعزير، لا لعدم الكفاءة بدليل أنه لو ظهر كفؤاً يثبت لها حق الفسخ لأنه غرّها. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۲۳/۸-۲۲۴)

دھوکہ سے جو نکاح ہوا، اس میں اختیار فسخ ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ہندو سے مسلمان ہو کر ایک عورت مسلمان سے نکاح کیا، اس کی دختر پیدا ہوئی، بعد بلوغ دختر کا نکاح خاندان کشمیریوں میں کردیا، یہ خاندان عرصہ دراز سے مالیر کوٹلہ میں آباد ہیں، چونکہ ان کے ماموں میں آخر میں خان ہوتا ہے اور دستاویزات میں بھی افغان لکھوانے ہیں، جس سے عموما ان کو پٹھان سمجھتے ہیں، زید نے بھی پٹھان کشمیری خیال کرکے اپنی دختر کا نکاح اس قوم میں کیا، دختر زید کا صرف دو دفعہ دو دو تین تین روز کے واسطے اپنے شوہر کے یہاں جانا ہوا، دختر زید کو شکایت ہے کہ مجھ کو تخویفی کلمات شوہر نے کہے، میری ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا گیا، مجھ کو یہ کہا گیا تھا کہ کشمیری پٹھان ہیں، یہ پٹھان نہیں، لہذا میں ان کے یہاں جانا نہیں چاہتی، مجھ کو اس سے علاحدہ کردیا جاوے، والدین دختر بھی چاہتے ہیں کہ یہ نکاح فسخ ہوجاوے۔ شرعاً یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

شامی میں اس باب میں تفصیل کی ہے، اس قول درمختار پر "**لو تزوجته على أنه حر أوسني أوقادر على المهر والنفقة فبان بخلافة ... كان لها الخيار**".

(قوله: كان لها الخيار) أي لعدم الكفاءة واعترضه بعض مشايخنا بأن الخيار للعصبة، قلت: وهوموافق لما ذكره الشارح أول باب الكفاءة من أنها حق الولي لاحق المرأة لكن حققنا

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۵/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) لو تزوجته على أنه حر أوسني أو قادر على المهر والنفقة فبان بخلافته أوعلى أنه فلان ابن فلان فإذا هو لقيط أو ابن زنا، لها الخيار. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ٤٣٦/۲، ظفير)

(۳) ردالمحتار، باب العنين وغيره، قبيل باب العدة: ۸۲۳/۲، ظفير

هناک أن الكفاءة حقهما ونقلنا عن الظهيرية لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فإن ظهر دونه وهو ليس بكفء، فحق الفسخ ثابت للكل وإن كان كفؤاً فحق الفسخ لها دون الأولياء وإن كان ماظهر فوق ما اخبر فلا فسخ لأحد وعن الثاني: أن لها الفسخ لأنها عسى تعجز عن المقام معه وتمامه هناک، لكن ظهر لي الآن أن ثبوت حق الفسخ لها للتعزير، لا لعدم الكفاءة بدليل أنه لو ظهر كفؤاً يثبت لها حق الفسخ لأنه غرّها ولايثبت للأولياء لأن التعزير لم يحصل لهم وحقهم في الكفاءة وهي موجودة وعليه فلايلزم من ثبوت الخيار لها في هذه المسائل ظهوره غير كفء والله سبحانه أعلم. (شامی: ۵۹۷/۲، آخر باب العنين، قبيل باب العدة)

اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ امام ابو یوسفؒ یہاں تک فرماتے ہیں کہ جس صورت میں شوہر نے جو نسب اپنا بیان کیا ہے، اگر اس کے خلاف ظاہر ہو، اگر چہ وہ نسب اعلیٰ ہو، زوجہ کے نسب سے اور موجب عار نہ ہو، تب بھی زوجہ کو اختیار فسخ کا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرماتی ہے: **لأنها عسى تعجز عن المقام معه** اور علامہ شامی کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ اس کے بعد کی عبارت سے واضح ہے، جس کو **لكن ظهر لي الآن** سے بیان فرمایا ہے اور خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دھوکہ کی وجہ سے عورت کو خیار فسخ ہے، نہ بوجہ عدم کفاءت کے اور دھوکہ صرف اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ شوہر اپنا نسب دوسرا بیان کرے، جو واقع میں اس کا نسب نہ ہو، اگر چہ غرض شوہر کی دھوکہ دہی نہ ہو، جیسا کہ عبارت **لو انتسب الزوج**، الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ فقط

بجواب سوال مکرر متعلقہ مندرجہ، ص: ۲۳۸:

از بندہ احقر:

بخدمت بابرکت حضرت مخدومی مکرمی جناب مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ پہونچا، روایات فقہیہ سے دونوں باتوں کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، لہٰذا معاملات حاضرہ کو دیکھ کر مفتی جس جانب کو راجح وانسب جانے، فتویٰ دے سکتا ہے، عدم فسخ کے لیے قول طرفین "**فلافسخ لأحد**" دلیل کافی ہے اور اگر مفتی کی رائے میں قرائن وحالات سے یہ راجح معلوم ہو کہ بحالت موجودہ زوجین میں موافقت نہ ہوگی اور فسخ کا حکم نہ کرنا وبگر فتن کا باعث ہوگا، جیسا کہ مظنون ہے اور دلیل **عسى أن تعجز عن المقام معه** کا چسپاں ہونا یہاں زیادہ قریب الوقوع معلوم ہوتا ہے تو قول امام ابو یوسف کو اختیار کرنا بھی موید بالروایات ہے؛ کیوں کہ جیسا کہ فقہا نے فتوے کے لیے یہ سب قائم کی ہے، **أنه يفتى بقول الإمام على الإطلاق، ثم بقول الثاني، ثم يقول الثالث، الخ**، اسی طرح بعض نے اس کو بھی صحیح فرمایا ہے کہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ میں سے جس کی دلیل قوی ہوگی، اس کو اختیار کیا جاوے، جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔

وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک. (۱)

اگر چہ یہ ظاہر ہے کہ قوت دلیل کا معلوم کرنا ہمارا کام نہیں ہے، اس کے سوا ایک اور قاعدہ کی فقہانے تصحیح فرمائی ہے، جس کو بندہ نے پرچہ مشتملہ پر نقل کردیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ مسائل قضاء ومعاملات میں علی الاطلاق قول امام ابو یوسف مفتی بہ ہوتا ہے، جیسا کہ مسائل وقف میں بھی اس کی تصریح فقہانے فرمائی ہے، درمختار کتاب الوقف میں ہے:

واختلف الترجیع، والأخذ بقول الثانی أحوط وأسهل، بحر، وفی الدرر وصدر الشریعة: وبه یفتی وأقره المصنف. (الدر المختار) (۲)

اور شامی میں ہے:

(قوله: واختلف الترجیع) مع التصریح فی کل منهما بأن الفتویٰ علیه؛ لکن فی الفتح أن قول أبی یوسف أوجه عند المحققین. (شامی: ۳٦٦/۲) (۳)

الحاصل قول امام ابو یوسف کا ان معاملات میں راجح ہونا مصرح ہے؛ لیکن مفتی اور قاضی بصورت اختلاف روایت جس جانب کو حسب ضرورت وقرائن اختیار کرے، گنجائش ہے، **ولکل وجهة هو مولیها. فقط**

درمختار میں ہے:

واختلف فیما اختلفوا فیه والأصح کما فی السراجیة وغیرها أنه یفتی بقول الإمام علی الإطلاق، ثم بقول الثانی، ثم بقول الثالث، ثم زفر والحسن بن زیاد وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک [أی قوۃ الدلیل] (الدر المختار)

وفی الشامی: (تتمة) قد جعل العلماء الفتویٰ علی قول الامام الأعظم فی العبادات مطلقا وهو الواقع بالاستقراء ... وقد صرحوا بأن الفتویٰ علی قول محمد فی جمیع مسائل ذوی الأرحام، وفی قضاء الأشباه والنظائر الفتویٰ علی قول أبی یوسف فیما یتعلق بالقضاء، کما فی القبیلة والبزازیة ... أی لحصول زیادۃ العلم له به بالتجربة ... وفی شرح البیری أن الفتویٰ علی قول أبی یوسف أیضا فی الشهادات. (۴) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۸/۸-۲۳۱)

قوم راجپوت مسلمان لڑکی سے فقیر نے دھوکہ دے کر شادی کی، جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زینب بیوہ قوم راجپوت سے ہے، اس کی ایک لڑکی ہندہ نابالغہ ہے، زینب نے دھوکۂ زید میں آکر (جو کہ قوم کا فقیر تھا، اس نے اپنے کو راجپوت بتلایا) اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح زید سے کردیا تو یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ کنبہ والے ہندہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، جائز ہے، یا نہیں؟

(۱،۲) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الوقف: ۵۰٦/۳، ظفیر

(۳) ردالمحتار، کتاب الوقف: ۵۰٦/۳، ظفیر

(۴) شامی، مقدمة: ٤٩/١، ظفیر

الجواب

اہل عجم میں کفاءت باعتبار نسب کے معتبر نہیں ہے؛ (۱) بلکہ پیشہ وغیرہ کے اعلیٰ ادنیٰ ہونا مدار ہے، بناء علیہ ظاہر صورت سوال میں نکاح منعقد ہوگیا او بدون طلاق دینے شوہر کے دوسرا نکاح ہندہ نابالغہ کا صحیح نہ ہوگا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۳/۸)

لڑکے نے دھوکہ دیا کہ فلاں قوم سے ہوں، بعد نکاح معلوم ہوا، وہ اس قوم سے نہیں ہے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے بکر سے یہ کہا کہ میں قوم کا مردہ ہوں، تم اپنی لڑکی میرے نکاح میں دے دو۔ بکر نے یہ قول زید کا سن کر اپنی لڑکی نابالغہ زید کے نکاح میں دے دی۔ اب یہ معلوم ہوا کہ زید نومسلم کسی اور قوم کا ہے، مردہ نہیں ہے؛ بلکہ نٹ ہے۔ اب لڑکی زید کے نکاح میں رہی، یا نہیں؟ اور نکاح جائز رہا، یا نہیں؟ اور وہ لڑکی والدین کے یہاں رہ سکتی ہے، یا نہ، شوہر کے یہاں رہے؟

الجواب

لو تزوجته على أنه حر أو سنی أوقادر على المهر والنفقة فبان بخلافه أوعلى أنه فلان ابن فلان فإذا هو لقيط وابن الزنا كان لها الخيار. (الدرالمختار)(۲)

وفی الشامی: لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فإن ظهر دونه وهوليس بكفء فحق الفسخ ثابت للكل. (۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں نکاح ہوسکتا ہے اور بعد فسخ کرنے نکاح کے بکر اپنی لڑکی کو اپنے گھر رکھے، شوہر کے گھر نہ بھیجے؛ کیوں کہ نکاح فسخ ہوگیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۳/۸-۲۳۴)

غیر کفو میں نکاح:

سوال: ایک شخص قوم جندورں کہ اس کے والد کے عزیز اور رشتہ دار تیلی کا کام کرتے ہیں، ایک لڑکی بعمر ۱۴/۱۵، سال قوم سید، صحیح النسب، اہل سنت والجماعت، حنفی المذہب کو چوری سے بوقتِ نیم شب نکال کر لے جاتا ہے، اگر شخص مذکور لڑکی مذکورہ سے نکاح کر لیوے، آیا جائز رہ سکتا ہے، یا نہیں؟ بطور کفو کے؟ اور شخص مذکور بدچلن بدمعاش اور شراب خور ہے اور کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے، ویسے ہی فارغ پھرتا ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) وهذا فی العرب (و) أما فی العجم فتعتبر (حريةً وإسلاما). (الدرالمختار) أی اعتبار النسب إنما يكون فی العرب. (ردالمحتار، بابالكفاءة: ۴۳۸/۲، ظفير)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب العنين وغيره، قبيل باب العدة: ۸۲۲/۲، وردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۶/۲، ظفير

(۳) ردالمحتار، باب العنين وغيره، قبيل باب العدة: ۸۲۲/۲، ظفير

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مفتی بہ قول کی بنا پر یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا،(۱) البتہ اگر لڑکی کے اولیا اس نکاح سے رضا مند ہیں،(۲) یا اس کے کوئی ولی نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگا۔(۳)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ:"ويفتى في غير الكفو بعدم الجواز أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ،لفساد الزمان".(الدر المختار)

وقال الشامي:"وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد، فلا يفيد الرضا بعده، بحر، وأما إذا لم يكن لها ولي، فهو صحيح نافذ مطلقاً إتفاقاً".(شامی:۴۰۹/۲)(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

اگر لڑکی نابالغہ ہے، تب بھی اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہ ہوگا۔(۵)

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ربیع الثانی۔ سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۱۷/۱۱)

لونڈی زادہ نے نسب غلط بتا کر سید زادی سے نکاح کیا، کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ لاعلمی اور دھوکے سے اس صورت پر ہوا کہ اول زید نے اپنے آپ کو شریف النسب، ذی وقار، صاحب حشمت بیان کیا، حالانکہ بعد نکاح معلوم ہوا کہ وہ ذی اقتدار، شریف النسب اور صاحب

---

(۱) **"أما على رواية الحسن المختاره للفتوى من أنه لا يصح ... وإن رواية الحسن أحوط ... فالمختار للفتوىٰ رواية الحسن أنه لا يصح العقد".(ردالمحتار:۸۴/۳-۹۴،كتاب النكاح، باب الكفانة،سعيد)**

(۲) **"وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكف مع علمه بأنه كذلك،آه ... أن الولي لو قال لها: أنا راض بما تفعلين، أو زوجني نفسك ممن تختارين ونحوه ،أنه يكفي ،وهوظاهر، لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط".(ردالمحتار،باب الولي:۵۷/۳،سعيد)**

"فلا يثبت (حق الفسخ) حال وجود الرضاء بعدم الكفاءة من وجه".(رد المحتار: ۸۶/۳، كتاب النكاح ،باب الكفاءة ،سعيد)

"لا يشترط مباشرة الولي للعقد، لأن رضاه بالزوج كاف".(البحر الرائق: ۱۹۴/۳،كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء ،رشيديه)

"وإذا زوجت نفسها من غير كفؤ ورضي به أحد الأولياء، لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله أو دونه حق الفسخ". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۹۳/۱،كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء ،رشيديه)

(۳) **"هذا إذا كان لها ولي ،فإن لم يكن ،صح النكاح اتفاقاً".(الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ۲۹۲/۱،رشيديه)**

(۴) **رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۷/۳،سعيد**

(۵) **"وقيده بالمكلفة احترازاً عن الصغيرة والمجنونة،فإنه لا ينعقد نكاحها إلا بالولي".(البحرالرائق،كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء:۱۹۳/۳،رشيديه)**

مقدرت نہ تھا؛ بلکہ زید لونڈی زادہ تھا اور ہندہ سید زادی شریف النسب تھی، وہ کفو مطلق نہ تھا، گہنا اس نے پتیلی زیورات ونقرئی پر طمع کرا کر سونے کا بیان کر کے چڑھایا، وقت شام کا تھا، دوسرے روز معلوم ہوا کہ اس نے دھوکہ فاش کیا، چنانچہ چند آدمی اس کے شاہد موجود ہیں، ہندہ اس وقت بالغ نہ تھی، عمر اس کی تخمیناً ۱۳ر سال کی تھی، اب بالغ ہے، وہ اس عقد کو نہیں چاہتی، ہندہ کے باپ کو سخت دھوکہ ہوا، عرصہ تخمیناً دو سال کا ہوا کہ دلہن کی سب چیزیں اپنے قبضہ میں کر کے غصے سے باہر نکال دیا، جب سے وہ اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی ہے، جوان عمر ہے، نہ روٹی ہے، نہ کپڑا ہے، نہ خرچ پٹاری وغیرہ۔ لڑکی کو امید نہیں کہ وہ نباہ کر سکے اور بہ سبب آوارگی اور قوم کے ارذل ہونے کے ہندہ چاہتی ہے کہ علاحدگی کر دی جائے۔ از روئے شرع شریف کے تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چوں کہ زید نے اول یہ بیان کیا تھا کہ میں محارم شرعیہ کا مرتکب نہیں ہوں اور بعد میں اس کے بیان کا خلاف ظاہر ہوا؛ اس لیے یہ نکاح باطل ہے۔

رجل زوج ابنة الصغيرة من رجل ذكر أنه لا يشرب المسكر فوجده شريبا مدمنًا فبلغت الصغيرة وقالت: لا أرضى، قال الفقيه أبو جعفر: إن لم يكن أبو البنت بشرب المسكر وكان غالب أهل بيته الصلاح فالنكاح باطل لأن والد الصغيرة لم يرض بعدم الكفاءة وإنما زوجها منه على ظن أنه كفء، انتهى. (خانية، ص: ۳۲۳ علی هامش الهندية)(۱)

اور اگر اس کی آوارگی سے قطع نظر کر لی جائے؛ تاہم اس کا اپنے آپ کو شریف النسب ظاہر کرنا اور بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ باپ اور لڑکی دونوں کو خیار فسخ حاصل ہو۔

ولو انتسب الزوج لها نسبًا غير نسبه فإن ظهر دونه وهو ليس بكفء فحق الفسخ ثابت للكل وإن كان كفؤاً فحق الفسخ لها دون الأولياء. (عالمگیری: ۳۱۲/۱)(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۸۸/۵)

غلام زادہ نے دھوکہ دے کر سیدہ سے نکاح کیا، اس کی کیا صورت ہے:

سوال: ایک غلام زادہ نے دھوکہ دے کر سید کی بیٹی سے نکاح کر لیا، جب مسماۃ کو پتہ لگا تو وہ اپنے باپ کے گھر بیٹھ رہی اور اس غلام کے گھر آنے سے انکاری ہے، کہتی ہے کہ میں اس کے گھر رہنا پسند نہیں کرتی۔ آیا سیدانی کا نکاح غلام زادہ سے درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة: ۳۵۳/۱، ماجدية
(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الكفاءة: ۳۵۳/۱، ماجدية

الجواب

اگر شخص مذکور نے دھوکہ دے کر اپنے کو خلاف واقعہ کسی اعلیٰ نسب کا ظاہر کیا اور بعد میں وہ اس سے کم درجہ کا ظاہر ہوا تو اس صورت میں باپ اور لڑکی دونوں فسخ نکاح اختیار رہے۔

وإن كان ما ظهر شرا مما ذكر وليس بكفء لها بما ظهر بأن تزوج عربية على أنه عربي فإذا هو عجمي كان لها حق الفسخ وإن رضيت كان للأولياء حق الفسخ،الخ. (قاضی خان)(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۸۸/۵)

غیر کفو کے ایک شخص نے لڑکی کو اغوا کر کے اس سے نکاح کر لیا، یہ فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک بالغہ عورت جو اعوان قوم سے ہے، جو اپنے آپ کو قریشی سمجھتے ہیں، اس کو ایک غیر کفو کا آدمی جو اعوان قریشی نہیں اور نہ ان سے اعلیٰ نسب کا ہے، اغوا کر کے لے گیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اگر درست ہے تو اس کو فسخ کرایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ کیا مسلمان کی پنچائت اس کو فسخ کرسکتی ہے؟ یا حاکم مجاز کی ضرورت ہے؟ اگر پنچائت نکاح فسخ کردے؛ لیکن اس عورت کو مرد سے واپس لینے پر قادر نہ ہو اور وہ مرد اس سے وطی کرے تو وہ حلال ہوگی، یا حرام؟

(المستفتی: ۱۰۱۱، نور محمد صاحب، ضلع گوجرانوالا، یکم ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ، مطابق ۲۲ رجون ۱۹۳۶ء)

الجواب

اعوان کا اپنے آپ کو قریشی سمجھنا قریشی ہونے کے لیے کافی نہیں؛ بلکہ اس کا ثبوت ضروری ہے کہ اعوان قریشی ہیں، پھر دوسرے شخص نے جو اعوان میں سے نہیں ہے، اگر اعوان عورت سے سے بدون اجازت اولیاء کے نکاح کرلیا اور عورت بالغہ تھی تو نکاح ظاہر روایت کی بنا پر منعقد ہو گیا۔(۲) پھر اگر یہ شخص عورت کے خاندان ان سے اس قدر کم درجے کا ہو کہ عام طور پر ان میں مناکحت نہ ہوتی ہو اور عار سمجھی جاتی ہو تو اولیائے عورت کو اعتراض کا حق ہے، وہ نکاح کو بذریعہ حاکم مجاز کے، یا ایسی پنچائت کے جس کے فیصلے اس بارے میں عام طور پر مقبول و نافذ ہوتے ہوں، فسخ کراسکتے ہیں۔ (۳) اگر ایسی پنچائت موجود نہ ہو تو انگریزی عدالتوں کے مسلمان جج کا فیصل بھی معتبر ہوگا۔ اس فیصلہ فسخ کے بعد اگر خاوند عورت کو علاحدہ نہ رکھے تو حرام کا مرتکب ہوگا، فیصلہ فسخ سے پہلے وہ زنا کا مرتکب نہیں ہے۔

---

(۱) الخانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة: ۳۵۳/۱، ماجدية

(۲) (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي).(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۶/۳، سعيد)

(۳) **(وله) أي للولي (إذا كان عصبة) ...(الاعتراض في غير الكفء) فيفسخه القاضي ويتجدد بتجدد النكاح (مالم) يسكت حتى (تلد منه) لئلا يضيع الولد وينبغي إلحاق الحبل الظاهر به.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۶/۳، سعيد)**

متاخرین کا فتویٰ کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا معلل بعلت فساد زمان ہے،(۱) جو خود بتاتا ہے کہ وہ ایک زجر وانتظام کا فتویٰ ہے، نہ یہ کہ حلت وحرمت کی بنیاد اس پر قائم کی جاسکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۱۹۷)

غریب لڑکے کا اپنے کو مال دار ظاہر کر کے مال دار عورت سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ناظرہ بیگم کی شادی ۷/۶/۱۹۹۳ء کو ہوئی، شادی ہونے سے پہلے ان کے شوہر نے ایک دوسرے کی بہت ساری جائیداد دکھائی، جیسے لوہے کی دوکان اور دیگر کاروباری لائن اور بڑی غلط بیانی سے کام لیا اور اپنے آپ کو مال دار ثابت کرنے کے لیے اور میرے والد محترم سے زر حاصل کرنے کے لیے دوسرے کی دوکان وغیرہ بھی دکھائی، بہر حال ناظرہ بیگم کی شادی ان کے والد اور بھائی وغیرہ سے مل کر غوث شریف ابن عبد الحمید کے ساتھ کرادی، جس کا مہر ایک ہزار ایک سو پچیس روپیہ ہے اور ناظرہ کے والد نے ۱۹/تولہ سونا اور پندرہ ہزار روپیہ بھی تلک میں دیا، نیز زندگی گزارنے کے لیے سارا سامان دیا۔ بہر حال جب ناظرہ بیگم سسرال گئی، تو ان کے شوہر نے سارا مال جو کچھ کہ ناظرہ کے والد نے دیا تھا، بیچ ڈالا، جب سارا مال ختم ہوگیا تو ان کے شوہر نے ناظرہ بیگم کو مار پیٹ کر ان کے باپ کے یہاں سے روپئے منگواتا رہا، آخر کار جب ناظرہ بیگم کے والد کا انتقال ہوگیا تو غوث شریف ابن عبد الحمید جو کہ ناظرہ کا شوہر ہے، ان کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہوگیا، آخر کار وہ گھر سے فرار ہوگیا اور جب سے غائب ہے، ناظرہ بیگم کو چھ سال کی لڑکی بھی ہے، لہٰذا ناظرہ بیگم چاہتی ہیں کہ اس صورت میں فسخ نکاح کردیا جائے؛ تاکہ آئندہ زندگی کے متعلق غور وفکر کیا جائے، نیز خلاصہ کلام یہ ہے کہ فسخ نکاح کردیا جائے، ناظرہ بیگم بھی اپنا نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

یہ معاملہ محض فتویٰ سے حل نہیں ہوسکتا؛ بلکہ اپنا مقدمہ کسی قریبی محکمہ شرعیہ/دار القضاء میں دائر کریں اور اس کے فیصلہ کے مطابق ہی عمل کریں، جب تک محکمۂ شرعیہ سے باقاعدہ تفریق نہ ہوگی، آپ کا دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۸/۱۰/۱۴۲۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۹۰-۳۹۱)

دھوکہ سے غیر کفو میں نکاح کرانے کا حکم:

سوال: ایک لڑکی سے کہا گیا کہ تمہارا نکاح عبد الودود بن عبد الغفور سے کیا گیا اور لڑکی پر یہ ظاہر کیا گیا کہ یہ وہ

(۱) (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلاً) وھو المختار للفتوی (لفساد الزمان). (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵٦، سعید)

''عبدالودود'' ہے، جو کہ تعلیم یافتہ اور شریف ہے، نیز لڑکی کے اولیا بھی یہی سمجھتے رہے۔ نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دوسرا ''عبدالودود بن عبدالغفور'' ہے، جو کہ جاہل اور بے دین شخص ہے۔ آیا اس طرح دھوکے سے لڑکی کا نکاح اُس شخص کے ساتھ صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورتِ مسئولہ کے سمجھنے سے قبل چند باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ دھوکے سے کئے ہوئے نکاح میں بالغہ لڑکی کو حقِ فسخ نکاح حاصل ہوتا ہے اور اگر لڑکا کفو نہ ہو تو لڑکی کے اولیاء کو بھی حق فسخ ملتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جاہل اور بے دین (فاسق) آدمی صالحہ لڑکی کا کفو نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکی اور اس کے اولیاء کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے، جس نے بھی یہ دھوکہ کیا ہے، وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے، وہ شخص چوں کہ لڑکی کا کفو بھی نہیں، لہٰذا لڑکی اور لڑکی کے اولیاء دونوں کو فسخِ نکاح کا حق ہے۔

لمافی الهندية (۲۹۱/۱): فلا يكون الفاسق كفئا للصالحة، كذا في المجمع، سواء كان معلن الفسق أو لم يكن، كذا في المحيط.

وفيه أيضاً (۲۹۳/۱): ولو تزوج امرأة على أنه فلان بن فلان فإذا هو أخوه لأبيه أو عمه لأبيه كان لها حق الفسخ كذا في فتاوى قاضي خان.

وفي الشامية (۵۷/۳): قوله (بعدم جوازه أصلا) هٰذه رواية الحسن عن أبي حنيفة وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده بحر وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً كما يأتي لأن وجه عدم الصحة على هٰذه الرواية دفع الضرر عن الأولياء أما هي فقد رضيت بإسقاط حقها فتح وقول البحر لم يرض به يشمل ما إذا لم يعلم أصلاً فلا يلزم التصريح بعدم الرضا بل السكوت منه لا يكون رضا كما ذكرنا فلا بد حينئذ لصحة العقد من رضاه صريحا وعليه فلو سكت قبله ثم رضي بعده لا يفيد فليتأمل.

وفيه أيضاً (۸۵/۳): هي حق لها أيضاً بدليل أن الولي لو زوج الصغيرة غير كفء لا يصح ما لم يكن أبا أو جدا غير ظاهر الفسق ولما في الذخيرة قبيل الفصل السادس من أن الحق في إتمام مهر المثل عند أبي حنيفة للمرأة وللأولياء حق الكفائة وعندهما للمرأة لا غير اه وظاهر قوله كحق الكفائة الاتفاق علىٰ أنه حق لكل منهما وكذا ما في البحر عن الظهيرية لوانتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فإن ظهر دونه وهو ليس بكفء فحق الفسخ ثابت للكل وإن كان كفؤا فحق الفسخ لها دون الأولياء وإن كان ما ظهر فوق ما أخبر فلا فسخ لأحد، وعن الثاني أن لها الفسخ لأنها عسى تعجز عن المقام معه، آه.

وفي الفقه الإسلامي (۶۴۴/۹): اتفق الفقهاء علىٰ أن الكفائة حق لكل من المرأة وأوليائها، فإذا تزوجت المرأة بغير كفء، كان لأوليائها حق طلب الفسخ، وإذا زوجها الولي بغير كفء كان لها أيضاً الفسخ؛ لأنه خيار لنقص في المعقود عليه، فأشبه خيار البيع. (نجم الفتاویٰ: ۱۳۰/۵-۱۳۱)

شیعہ دھوکہ سے نکاح کرلے تو وہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اگر مرد شیعہ کسی عورت کو یہ دھوکہ دے کہ میں سنی ہوں تو اس نکاح کی بابت علماء دین کیا فتویٰ فرماتے ہیں؟

الجواب

اس صورت میں فقہا کا فتویٰ یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوتا اور عورت اس سے علاحدہ ہوسکتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۱/۸)

شیعہ شوہر سے جو اولاد ہوئی، وہ حلال ہے، یا حرامی:

سوال: عورت سنی اور مرد شیعہ کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور جو اولاد ہوگی، وہ حلال ہے، یا حرامی؟ اور اس مرد اور عورت کا جماع شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت سنیہ کا مرد شیعہ سے نکاح درست نہیں ہے، ان میں باہم تفریق کرادینی ضروری ہے اور مجامعت ومقاربت درست نہیں ہے، باقی یہ کہ اولاد جو ہوچکی، وہ ثابت النسب اور ولدالحلال ہے، یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ چوں کہ روافض کے کفر وارتداد میں کچھ تفصیل ہے اور نسب کے بارے میں احتیاط ہے؛ اس لیے جو اولاد ہوچکی، وہ ثابت النسب اور وارث ہوگی؛ (۱) لیکن آئندہ کو احتیاط کرنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۲/۸-۲۳۳)

پڑھی ہوئی عورت کا نکاح جاہل مرد سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: قوم افغان عربی ہیں، یا عجمی؟ اگر عربی ہیں تو عرب کے کس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں؟ اگر عجمی ہیں تو کیا عجم میں کفو نسبی معتبر ہے، یا نہیں؟ ملک افغانستان میں بعض جگہ رواج ہے کہ اپنی لڑکیوں کو فروخت کرتے ہیں اور ہمارے ملک کے لوگ تیلی، جولاہا، درزی، موچی، حجام، میراسی وغیرہم قیمت لاکر ان سے نکاح کرتے ہیں، شرعاً یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس امر کی تحقیق ان کے نسب نامہ سے ہوسکتی ہے کہ ان کا سلسلہ نسب کہاں پہونچتا ہے اور اہل عجم میں کفاءت باعتبار نسب کے نہیں ہے؛ (۲) بلکہ پیشہ وغیرہ کے اعتبار سے ہے اور لڑکیوں پر قیمت لینے کا رواج اور رسم قبیح اور بد ہے؛ مگر نکاح ہوجاتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۹/۸-۲۳۰)

---

(۱) ویحتاط فی إثبات النسب ما أمکن. (ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۱/۲، ظفیر) وتقدم فی باب المهر أن الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب. (ردالمحتار، باب العدة: ۸۳۵/۲، ظفیر)

(۲) (قوله: وهذا فی العرب) أی اعتار النسب إنما یکون فی العرب. (ردالمحتار، باب الکفاءة: ۴۳۸/۲، ظفیر)

جاہل کسان عالم کی لڑکی ہم کفو ہے، یا نہیں اور نکاح درست ہے، یا نہیں:

السوال: الزراع الجاهل هل يكون كفء لصغيرة العالم وهي غيرعالمة، أم لا؟ وإذا زوج غير الأب والجد الصغيرة من رجل زراع هل يصح النكاح، أم لا؟ والحرفة في الكفء معتبر، أم لا؟

الجواب

أقول وبالله التوفيق: قول صاحب الدرالمختار :ولا هما لعالم وقاض.(۱)

وتحقيق العلامة الشامي في(قوله:ولا هما لعالم وقاض) سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں زراع جاہل کفو بنت عالم کا نہیں ہے اور غیر اب وجد نے یہ نکاح کیا تو بہ قول مفتی بہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

(وإن كان المزوج غيرها) أي غير الأب وأبيه ... (لايصح) النكاح (من غير كفء).(الدرالمختار)(۲)

البتہ اگر اب، یا جد ایسا نکاح کریں تو صحیح ہے۔(درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۲۲۷)

صالحہ کا نکاح فاسق سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: مسماۃ ہند بالغہ باعصمت صالحہ نے زید سے کہ جو بحیثیت قومیت تو برابر ہے؛ مگر لیاقت علم، تہذیب، عزت، دولت صالحیت میں بمقابلہ کوئی وقعت نہیں رکھتا اور ان تمام افعال ناشائستہ میں جو باعث عار ہوتے ہیں مبتلا اور بالکل خلاف شرع ہے، بغیر رضامندی ولی کے نکاح کرلیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوا تو اگر چند عرصہ کے بعد عیوب سے زید درست ہو جائے تو نکاح درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور زید سے کسی مزید تحقیقات کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ اور زید کی موجودہ حالت دیکھ کر تفریق نہ کرانا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان).

وفي الشامي:وأن هذا القول المفتى به خاص بغير الكفء،كماأشار إليه الشارح.(۳)

پس جب کہ روایت مفتی بہ کے موافق وہ نکاح ہی نہیں ہوا کہ جو ہندہ نے بلا رضاء ولی غیر کفو میں کیا تو بوقت درستی حال شوہر پھر وہ صحیح نہیں ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور زید سے کسی مزید تحقیقات کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ اور زید کی موجودہ حالت دیکھ کر تفریق نہ کرانا کیا حکم رکھتا ہے؟ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۲۰۹)

(۱) الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار،باب الکفاءة:۲/۴۴۲،ظفیر

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی:۲/۴۱۹،ظفیر

(۳) ردالمحتار، باب الولی:۶۵-۵۷،دارالفکربیروت،انیس

صالح لڑکی کا نکاح فاسق وفاجر سے کرادینا:

سوال: ایک بھائی اپنی سوتیلی بہن کواس کی ماں کے گھر سے فریب دے کراپنے گھرلے آیا،لڑکی کا سوتیلا بھائی فاسق فاجر قسم کا ہےاوراس کے سبھی ساتھی بھی اسی قسم کے اشخاص میں سے تھے۔لڑکی کے بھائی نے زبردستی نشہ کی حالت میں لڑکی کو مارڈالنے کی دھمکی دیتے ہوئے اس سے نکاح کرزبردستی اجازت لے کرایک ایسے شخص کے ساتھ نکاح پڑھا دیا، جوکہ اس وقت نشہ کی حالت میں تھا۔لڑکی نے عدالتی طلاق حاصل کرلی ہے۔آپ اس مسئلہ میں کیافرماتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگرلڑکی نیک اورصالح ہےاورجس سے اس کا نکاح کیا گیا،وہ فاسق فاجرشرابی ہےتو شرعاً یہ نکاح ہی منعقدنہیں ہوا،(۱) پھرعدالت سے فسخ کرالیاتو قانونی تحفظ بھی ہوگیا۔فقط واللہ اعلم

املاہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۶/۹/۱۳۹۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۶۲۷/۱۱)

گنہگاروالدین کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیاایسے ماں باپ کی لڑکی سے رشتہ کرسکتے ہیں، جوطلاق کے بعدبھی ساتھ رہ رہے ہیں؟

(بی،ایم حسین،مشیرآباد)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

کسی بھی مسلمان لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے،اگریقینی طور پرمعلوم ہوکہ فلاں زوجین کے درمیان طلاق مغلظہ ہوچکی ہے، پھربھی وہ ایک ساتھ ہیں،یاطلاق بائن کے باوجودبغیرتجدیدنکاح کےایک ساتھ رہ رہے ہیں توان کواس سے منع کرنا چاہیےاوراگراندیشہ ہوکہ لڑکی نے بھی ماں باپ کا اثرقبول کیا ہوگا تو بہتر ہے کہ اس جگہ رشتہ کرنے سے گریزکیاجائے۔(کتاب الفتاویٰ:۳۷۸/۴)

بنت صالحہ کافاسق سے نکاح جائز ہے،یانہیں:

سوال: کسی فاسق کے فاسق لڑکے سے کسی متشرع آدمی کی لڑکی کا عقد ہوسکتا ہے،یانہ؟ اگر درصورت عدم

---

(۱) ”(و) تعتبر في العرب والعجم (ديانة): أي تقوى. فليس فاسق كفؤاً لصالحة او فاسقة بنت صالح ، معلناً كان أولا، على الظاهر“. (الدرالمختار)

”والظاهر أن الصلاح منها أو من اٰبا ئها كا ف لعدم كون الفاسق كفؤا لها ... إذا كانت فاسقة بنت صالح، لا يكون الفاسق كفؤا لها، لأن العبرة لصلاح الأب، فلا يعتبر فسقها، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛لأن الصالح يعير بمصاهرة الفاسق ... و(قوله : بنت صالح) نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة ،وفرده للعطف ’بأو‘ فرجع إلى أن المعتبر صلاح الآباء، فقط“ .(ردالمحتار، كتاب النكاح ،باب الكفاءة:۸۹/۳،سعيد)

واقفیت فسق کے عقد کردیا جائے تو صحیح ہوگا، یا نہ؟ لڑکی قبل از بلوغ اپنے شوہر کے گھر گئی اور وہیں بالغہ ہوئی، وہاں سے میکہ آئی اور اب بوجہ فسق وفجور وتعدی شوہر وغیرہ دوبارہ سسرال جانے سے انکار کرتی ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ لڑکی بالغہ ہے اور ولی اقرب (اب) نے اس کی بلا رضامندی اس کا عقد کردیا، قبل از عقد اس کی نارضائی اس درجہ تھی کہ سونا کھانا حرام کردیا، بعد از عقد بزرگوں کے جبر واکراہ سے سسرال گئی اور پھر وہاں سے میکہ آئی اور اب عدم طلاق، یا عدم خلع پر خودکشی کو ترجیح دیتی ہے اور سسرال جانا گوارا نہیں کرتی اور شوہر نہ طلاق پر راضی ہے، نہ خلع پر، لڑکی ارتداد وخودکشی پر آمادہ ہے تو بجز طلاق وخلع کے کوئی صورت لڑکی کی علاحدگی کی ہے، یا نہ؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: فلیس فاسق کفؤاً لصالحة.

وفی ردالمحتار من الخانیة: لایکون الفاسق کفؤاً للصالحة بنت الصالحین. (شامی: ۳۲۰/۲)(۱)

وأیضا فی الدرالمختار: (ولزم النکاح ولوبغبن فاحش) بنقص مهرها وزیادة مهره (أو) زوجها (بغیر کفء إن کان الولی) المزوج بنفسه بغبن (أبا أوجدا). (۲)

أیضاً فیه: (وکذا إذا زوجها الولی عندها) أی بحضرتها (فسکتت) صح (فی الأصح) إن علمته، کمامر، والسکوت کالنطق فی سبع وثلاثین مسألةً مذکورة فی الأشباه. (۳)

ان عبارات وامثالہا سے جملہ شقوق سوال کا جواب یہ معلوم ہوا کہ فاسق عورت صالحہ دختر صالحین کا کفو نہیں ہے اور اگر باپ دادا کے سوا دوسرا کوئی ولی غیر کفو میں نکاح کردے تو وہ صحیح ہے اور لڑکی بالغہ پر ولایت اجبار کسی کو نہیں ہے، اس کا نکاح خود اس کی اجازت سے ہوسکتا ہے؛ لیکن ولی لے اگر چہ پہلے سے وہ خاموش تھی، وہ نکاح صحیح ہوگیا اور اگر فوراً اس نے اس نکاح سے انکار کردیا اور کہہ دیا کہ مجھ کو منظور نہیں ہے تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔ پس اگر یہ دوسری شکل واقع ہوئی ہے؛ یعنی بالغہ نے نکاح کی خبر پاکر انکار کردیا اور اپنی ناراضی ظاہر کردی تو وہ نکاح باطل ہوگیا، اس صورت میں دوسرے شخص سے اس کا نکاح صحیح ہے اور اگر پہلی صورت واقع ہوئی ہے؛ یعنی اس لڑکی بالغہ نے نکاح کی اطلاع پاکر باپ کے کئے ہوئے نکاح پر سکوت کیا اور اس کو رد نہ کیا اور صراحتہً انکار نہ کیا تو وہ نکاح باپ کا کیا ہوا صحیح ہوگیا، اس صورت میں بدون طلاق دینے، یا خلع کرنے کے وہ لڑکی اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہ ہوگی اور دوسرا نکاح کرنا اس کا جائز نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۲/۸-۲۴۴)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الکفاءة: ۸۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) الدرالمختار، باب الولی: ۶۶/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) الدرالمختار، باب الولی: ۶۲/۳، دارالفکر بیروت، انیس

فاسق صالحہ کا کفو ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ امۃ الرحمٰن بالغہ بنت مولانا سلیمان مرحوم بن مولوی عبدالحی صاحب مرحوم جو کہ خود صالحہ اور بنت الصلحاء ہے، اس کے ماموں یہ کہتے ہیں کہ اس کا نکاح میرے لڑکے سے ہو گیا ہے اور وہ لڑکا صوم وصلوٰۃ وضروریات شرعیہ کا پابند نہیں ہے، انٹریس میں انگریزی پڑھتا ہے اور جدید روشنی کے روشن دماغوں کا ہم خیال ہے اور مسماۃ کا چچا مولوی محمد اسمٰعیل نبیرہ مولوی عبدالقیوم مرحوم یہ چاہتا ہے کہ مسماۃ کا نکاح کسی مرد صالح کے ساتھ اس کی رضامندی سے ہو جائے، چوں کہ کفاءت دیانت کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عبارات فقہیہ کی رو سے معتبر سمجھی جائے گی ہے۔

قال: (وتعتبر أيضا في الدين) أي الديانة وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله هو الصحيح لأنه من أعلى المفاخر والمرأة تعير بفسق الزوج فوق ما تعير بضعة نسبه. (۱)

روى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز النكاح إن كان كفؤاً وإن لم يكن كفؤا لايجوز أصلا واختلف الروايات عن أبي يوسف والمختار في زماننا للفتوىٰ على رواية الحسن، قال الشيخ الامام شمس الائمة سرخسي: رواية الحسن أقرب إلى الاحتياط. (۲)

(و)تعتبر في العرب والعجم (ديانة) أي تقوىٰ فليس فاسق كفؤا لصالحة أوفاسقة بنت صالح معلنا كان أو لا، على الظاهر، نهر. (الدرالمختار على حاشية الطحطاوى)

(قوله: معلنا كان أو لا) أما إذا كان معلنا فظاهر وأما غير المعلن فهو بأن يشهد عليه بأنه فعل كذا من المفسقيات وهو لايجهر به فيفرق بينهما بطلب الأولياء. (۳)

پس حسب قوانین مندرجہ بالا عبارات چچا مذکور نکاح سابق کو قاضی سے فسخ کرا کر کسی مرد صالح کے ساتھ اس لڑکی کی رضامندی سے نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟ مستفتی ریاست اسلامیہ کا باشندہ ہے، قاضی ومفتی موجود ہیں، فسخ نکاح کا کام ممکن ہے، لڑکی سے بارہا دریافت کیا گیا، حسب عادت بنات صلحاء وشرفاء شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتی ہے اور اجازت صریحہ کا ثبوت بھی لڑکی کی طرف سے نہیں معلوم ہوتا، حالانکہ عبارت مندرجہ ذیل سے اجازت صریحہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔

قال: (إن فعل هذا غير الولي) يعني استأمر غير الولي (أوولي غيره أولى منه لم يكن رضا حتى تكلم به) لأن هذا السكوت لقلة الإلتفات إلى كلامه فلم يقع دلالة على الرضا ولو وقع فهو محتمل والاكتفاء بمثله للحاجة ولاحاجة في حق غير الأولياء. (۴)

---

(۱) الهداية: ۱۹٦/۱، فصل في الكفاءة، ظفير

(۲) قاضي خان: ۱٥٤/۱، أول في شرط النكاح، ظفير

(۳) حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ٤۳/۲، ظفير

(۴) الهداية: ۱۹۲/۱، باب الأولياء والأكفاء، ظفير

الجواب

یہ صحیح ہے کہ کفاءت فی الدین معتبر ہے، فاسق آدمی صالحہ بنت صالحین کا کفونہیں ہے اور مفتی بہ یہ ہے کہ ولی مزوج اگر باپ دادا کے سوا کوئی اور ہے تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہیں ہوتا، فسخ کی بھی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور صورت مسئولہ میں تو مزوج ولی بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ عصبات کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نہیں ہے؛ بلکہ ماموں اس صورت میں اجنبی ہے، اس حالت میں تو اگر کفو میں بھی نکاح ہوتا تو بالغہ لڑکی کی صریح اجازت کے بغیر نکاح نہ ہوتا اور صورت مذکورہ میں لڑکی کی صریح اجازت ثابت نہیں ہے، لہذا ان دونوں وجہوں سے نکاح مذکور غیر صحیح اور ناجائز ہے، کماذکر فی السوال۔

چچا جو کہ ولی شرعی ہے، بالغہ کی اجازت سے کسی صالح شخص کے ساتھ اس کا نکاح کر دے، یہ نکاح جائز ہو جائے گا اور ولی کے نکاح کرنے کی صورت میں بالغہ کا سکوت بھی دلیل رضامندی کی ہے۔

كما في الدر المختار: (وكذا اذازوجها الولي عندها) أي بحضرتها (فسكتت) صح (في الأصح) إن علمته، كما مر.(۱)

وفيه أيضا قبله: (فإن استاذنها هو) أي الولي وهو السنة ... (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً ... (فهو إذن).(۲) فقط واللہ اعلم

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۴۴-۲۴۶)

صالح مرد کی لڑکی کا نکاح فاسق مرد سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص حجام زادہ نے قدرے روپیہ جمع کر کے پیشہ بزازی اختیار کر لیا ہے اور اب وہ بزازوں میں شمار ہوتا ہے، اس کی بالغہ بیٹی نے بغیر اجازت والدین کے ایک خاندان بزاز سے نکاح کر لیا، نکاح ہونے کے بعد اس شخص نے ایک خط لڑکی کے باپ کو تحریر کیا کہ یہ فعل میں نے نادانی سمجھ کر کیا ہے، آپ مجھے معاف کریں اور میں نے نکاح کی درخواست اس لیے آپ سے نہ کی کہ شاید میرے ماموں ناراض ہوں گے؛ کیوں کہ اس کے رشتہ داروں کے نزدیک لڑکی کا باپ رذیل ہے، چند روز بعد لڑکی کی والدہ لڑکی کو لے آئی، تھوڑے روز بعد لڑکے نے لڑکی کے باپ سے درخواست کی کہ لڑکی کو میرے گھر بھیج دو۔ لڑکی کے باپ نے کہا کہ ایک گھر تلاش کر کے سامان خانہ داری اس میں رکھ دو تو ہم لڑکی کو روانہ کر دیں گے، اس نے گھر کرایہ پر لے کر قدرے سامان بھی اس میں جمع کر دیا، اس کے بعد لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا اور مفتی صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ بباعث اغوا کرنے لڑکی کے شخص مذکور فاسق ہو گیا اور مرد فاسق اس عورت کا کفو نہیں ہو سکتا؛ اس لیے نکاح اول منعقد نہیں ہوا اور وہ وطی مثل زنا

(۱) الدر المختار، باب الولي: ۳/۶۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار، باب الولي: ۳/۵۸-۵۹، دار الفكر بيروت، انيس

کے ہے، اس کی عدت بھی نہیں ہے۔اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکی بباعث فرار فاسقہ ہوئی، یا نہیں؟ لڑکی کی والدہ کا اس کے گھر پر جانا اور لڑکی کو اپنے ساتھ لے آنا اور لڑکے کا خط تحریر کرنا اور لڑکی کے والد کا لکھنا کہ ''ایک گھر تیار کرو'' رضاء ولی ہے کہ نہیں؟ ان دونوں میں بغیر ولی کے نکاح منعقد ہوتا ہے کہ نہیں؟ کیا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، یا لڑکی کے باپ کو اختیار فسخ نکاح کا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

قال في الدرالمختار: فليس فاسق كفؤاً لصالحة أو فاسقة بنت صالح.(۱)

وفيه أيضا: (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى.(۲)

عبارت اولیٰ سے یہ معلوم ہوا کہ فاسق کفو صالحہ، یا فاسقہ بنت صالح کا نہیں ہے اور عبارت اجازت ولی پر نہیں ہے۔پس صورت مسئولہ میں شوہر بسبب اغوا کرنے اور بھگا لے جانے عورت کے فاسق ہو گیا، لہذا بموجب روایت ثانیہ درمختار جو کہ مفتی بہا ہے، نکاح اس کا اس عورت سے صحیح نہیں ہوا، گرچہ عورت بھی فاسقہ ہو گئی ہو، بوجہ فرار مع الرجل الاجنبی کے، جب کہ باپ اس کا صالح ہو، پس اگر چہ پیشہ بزازی کی وجہ سے وہ دونوں ہم کفو ہیں؛ لیکن فسق کی وجہ سے مرد اس عورت کا کفو نہیں رہا، اگر چہ وہ عورت بھی فاسقہ ہو گئی ہو، جب کہ باپ اس کا صالح ہو، کما مر، یہ امور دلالت رضا ہیں؛ لیکن جب کہ نکاح پہلے منعقد ہی نہیں ہوا تو یہ رضا اس نکاح کو صحیح نہیں کر سکتی اور منعقد نہیں ہوتا موافق قول مفتی بہ کے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۰/۸-۲۱۱)

نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے نواسہ کفو ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت ماشاءاللہ دیندار ہے، اس کا شوہر بھی دیندار ہے؛ مگر لوگ بچوں کو اور بچوں کی ماں کو حرام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچوں کی نانی فاحشہ تھی، اس وجہ سے لوگ عورت کا جو لڑکا ہے، اس کے ساتھ شادی کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرامی کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے۔آیا اس حال میں شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر حرامی لڑکا ہے اور ماشاءاللہ دیندار ہے تو اس کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کسی بچہ کو اس کی نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے حرامی کہنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اگر قرآن کریم کے مطابق حکومت ہو تو اس ایسا کہنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے، (۳) ایسے بچوں کی شادی بالکل درست ہے، اگر بالفرض

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۴۰/۲-۴۴۱، ظفير

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۹/۲-۴۱۹، ظفير

(۳) "يعزر من قذف مملوكاً أو كافراً بالزنا أو مسلماً بيا فاسق يا كافر يا خبيث يا لص يا فاجر يا منافق يا لوطي ... يا ابن القحبة ،يا ابن الفاجرة، الخ". (ملتقى الأبحر، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۳۷۱/۲، ۳۷۳، غفاريه كوئٹه)

کوئی حرامی ہو بھی تو اس کی بھی شادی جائز ہے،(۱) خاص کر جب کہ وہ صالح دیندار ہو، البتہ صالحہ لڑکی کی شادی فاسق لڑکے سے نہ کی جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۱۳۹۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۵۵)

فاسق سے نکاح بلا اجازت ولی درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک طوائف ایک شخص سے نکاح کرنے کو مستعد ہوئی، اس کے باپ نے یہ کہا کہ یہ شخص علانیہ افعال فسق میں مبتلا ہے، لہٰذا میں اس سے نکاح کرنے پر مستعد نہیں، کسی صالح شخص سے نکاح کرے۔ بعد ازاں اس شخص نے گناہوں سے نائب ہو کر اس عورت سے بلا اذن اس کے والد کے نکاح کرلیا ہے، اگر پہلی حالت میں یعنی بلا تائب ہونے کے نکاح ہوجاتا تو صحیح ہوتا، یا نہیں؟ اور اب جو پچھلی صورت میں نکاح ہوا، وہ صحیح ہے، یا نہیں؟ اور ولی اگر راضی نہ ہو تو کیا حکم ہے۔

عبارت درمختار: "(ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا) وھو المختار للفتوی"(۳) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

اگر عدم کفاءت اس بنا پر ہے کہ وہ شخص افعال فسق میں مبتلا تھا تو بعد نائب ہونے کے نکاح کی صحت میں کلام نہیں،(۴) اگرچہ ولی راضی نہ ہو، البتہ پہلی صورت میں بلا رضاً ولی کے نکاح صحیح نہ ہوگا۔(کما ھو مفاد عبارۃ الدرالمختار)(۵) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۲۰۵-۲۰۶)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾(سورۃ النساء:۲۴)

(قال الحافظ ابن کثیر تحت ھذہ الآیۃ:"أی ما عدا من ذکرن من المحارم من لک حلال". (تفسیر ابن کثیر:۱/۴۷۴، سھیل اکادمی لاھور)

(۲) ":(و) تعتبر فی العرب والعجم (دیانۃ) أی تقوی، فلیس فاسق کفواً لصالحۃ أو فاسقۃ بنت صالح، معلناً کان أو لا علی الظاھر". (الدرالمختار)" والظاھر أن الصلاح منھا أو من آبائھا کاف لعدم کون الفاسق کفؤاً لھا". (ردالمحتار:۳/۸۹، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، سعید)

(۳) الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار، باب الولی:۲/۴۰۸-۴۰۹، ظفیر

(۴) قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: النائب من الذنب کمن لا ذنب لہ. (مشکاۃ المصابیح، باب التوبۃ والاستغفار، ص:۲۰۶، ظفیر (سنن ابن ماجۃ، باب ذکر التوبۃ، رقم الحدیث:۴۲۵۰، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:۱۰۲۸۱، انیس)

(۵) (و) تعتبر فی العرب والعجم (دیانۃ) أی تقویٰ فلیس فاسق کفؤاً الصالحۃ أوفاسقۃ بنت صالح معلناً کان أولا. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار، باب الکفاءۃ:۲/۴۴۰، ظفیر)

فاسق معلن شریف عورت کا کفو ہے، یا نہیں اور نابالغہ کا نکاح بلا ولی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نیم ملا گداگر فاسق معین چور بدچلن زکوٰۃ خوار سوال کا پیشہ رکھنے والا ایک صالح مال دار مرد کی بیٹی ہندہ کو ورغلان کر باپ کے گھر سے دس بارہ کوس کے فاصلہ پر نکال کر لے گیا، جس کی عمر ۱۳؍ سال ہے، حیض حمل وغیرہ کا نشان نہیں رکھتی، وہاں جا کر اس کے ساتھ بلا اذن ورضا ولی سارقانہ نکاح پڑھا لیا، جب ولی کو علم ہوا تو اپنی دختر کو گھر لے آیا اور اور کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح پڑھا دیا۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا مسماۃ ہندہ بالغہ ہے، یا نابالغہ اور کیا نکاح ولی کا پڑھایا ہوا درست ہے، یا اس گداگر کا اور کیا گداگر فاسق وغیرہ صالح بنات کا کفو ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسماۃ ہندہ ۱۳؍ سالہ اس صورت میں نابالغہ ہے اور نابالغہ کا نکاح بدون ولی کے صحیح نہیں ہے، پس وہ نکاح جو اس اجنبی شخص نے کیا، شرعاً صحیح نہیں ہوا اور ولی نے جو نکاح وہ صحیح ہوا۔

كما في الدر المختار: (وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير، الخ). (۱)

اور فاسق کفو صالحہ بنت صالح کا نہیں ہے۔

كمافي الشامي: فالفاسق لايكون كفؤاً لصالحة بنت صالح. (۳۲۱/۲) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۸/۸)

فاسق وفاجر لڑکا دیندار خاندان کی لڑکی کا کفو نہیں:

سوال: ایک نیک اور دیندار خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی نے معاشقہ میں کسی فاسق وفاجر اور بے دین لڑکے کے ساتھ بلا رضا اولیاء کے از خود شادی کر لی تو کیا اس شادی پر لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

جو بھی شادی لڑکی کے خاندان والوں کے لیے عار کا باعث بنتی ہو تو اس پر لڑکی کے اولیا کو اعتراض کا حق حاصل ہے، چوں کہ فسق وفجور اور بے دینی بھی ایک عیب ہے، جو نیک اور دیندار خاندان کے لیے باعث عار ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں فسق سے مراد وہ فسق ہے، جو عار کا باعث بنے۔

لما قال العلامة الكاساني رحمه الله: حتىٰ لو أن امرأة من بنات الصالحين إذا زوجت نفسها من فاسق كان للأولياء حق الاعتراض... لأن التفاخر بالدين أحق من التفاخر بالنسب. (بدائع الصنائع: ۴۲۱/۲، كتاب النكاح، الفصل الثاني)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۴۱/۲، ظفير

قال العلامة ابن نجيم المصرى: والظاهر أن الصّلاح لو منها أومن آبائها كاف لعدم كون الفاسق كفؤا لها. (البحر الرائق: ٦٣٢/٢، كتاب النكاح، فصل فى الأكفاء والأولياء) (فتاوی حقانیہ: ۳۹۳/۴)

پنج وقتہ نمازی لڑکی کا بے نمازی سے نکاح کرنے سے انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا کسی ایسی لڑکی کے لیے جو بحمداللہ نماز پنج گانہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ پابند شرع بھی ہے، اس حدیث کی روشنی میں کہ ''جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا''، کسی بھی ایسے انسان سے نکاح سے انکاری ہو جانا جو نماز تو پڑھے؛ لیکن پنج گانہ پابند نہ ہو، صحیح ہے؟ یا پھر محض خام خیالی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بے نمازی شخص نمازی پرہیز گار عورت کا کفو اور جوڑ بننے کے لائق نہیں ہے، لہٰذا اگر دین دار لڑکی بے نمازی شخص سے رشتہ کا انکار کر دے تو اُسے اس نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

فليس فاسق كفو الصالحة. (الدر المختار مع الشامى: ٢١٣/٤، زكريا)

وتعتبر فى العرب والعجم (ديانة): أى تقوىٰ، فليس فاسق كفؤًا لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلنًا كان أولا، على الظاهر. (الدرالمختار)

والظاهر أن الصلاح منها أو من آبائها كاف لعدم كون الفاسق كفؤا لها ... إذا كانت فاسقة بنت صالح، لا يكون الفاسق كفؤاً لها؛ لأن العبرة لصلاح الأب، فلا يعتبر فسقا، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هى؛ لأن الصالح يعير بمصاهرة الفاسق ... وقوله: بنت صالح، نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة، وأفرده للعطف "بأو" فرجع إلى أن المعتبر صلاح الآباء فقط. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ٨٩/٣، كراچى، وكذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فى الكفاءة: ٢٣٣/٣، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۹/۸-۳۹۰)

شرابی کی بیٹی سے نکاح:

سوال: میرے بھائیوں، بہنوں کی شادیاں ہو چکی ہیں، میں غریب لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں؛ مگر اس کے والد کو شراب پینے کی عادت ہے، کیا میرے لیے ایسے نشہ خور شخص کی لڑکی سے نکاح کرنا درست ہوگا؟

(سید فاروق، نرمل)

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر لڑکی خود احکام شریعت کی پابند ہو تو اس سے نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں، ممکن ہے کہ آپ کا اس گھر میں جانا

اس کے والد کے لیے بھی اصلاح کا ذریعہ ہو جائے، نکاح تو کافر کی مسلمان لڑکی سے بھی کیا جا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ شرابی کا گناہ کافر سے کمتر ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۷/۴/۴)

حرامی لڑکے سے شریف عورت کا نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکے ولڑکی کا نکاح حالت دونوں بالغ ہیں، لڑکی کو بالغہ ہو کر یہ بات معلوم ہوئی کہ میرا شوہر اور اس کا باپ دونوں بے نکاحی عورت سے ہیں، اسی وجہ سے لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں تو فسخ کر سکتی ہے، یا نہیں؟ یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ باپ دادا لڑکی کے مر چکے تھے۔

الجواب

یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے:

(وإذا كان المزوج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي أو وكيل الأب ... (لا يصح) النكاح (من غير الكفء). (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۱۱/۸)

نکاح کے بعد جب معلوم ہو کہ لڑکا حرامی ہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ہندہ کے پسر سے کر دیا، بعد کو معلوم ہوا کہ ہندہ کا لڑکا حرامی ہے تو ایسے لڑکے سے جس کے نسب میں فرق ہو اور برادری میں بدنامی ہو، زید قبل بلوغ دختر اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے، لڑکی بعد بلوغ کے اس کے فسخ کر سکتی ہے اور ولی بھی فسخ کر سکتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۳۲/۸)

ولد الزنا صحیح النسب کا ہم کفو نہیں ہے:

سوال: زید ولد الزنا ہے، اس کے اقارب اس کے نکاح کرنے سے عار کرتے ہیں، زید مذکور کفو ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولد الزنا کفو ولد الحلال اور ثابت النسب کا نہیں ہو سکتا ہے؛ لیکن اگر باپ اپنی دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو سے

---

(۱) الدر المختار، باب الولي: ۴۱۹/۲، ظفير

(۲) لو تزوجته على أنه حر أو سني ... فبان بخلافه أو على أنه فلان ابن فلان فإذا هو لقيط أو ابن الزنا لها الخيار. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۶/۲، ظفير)

إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم الخيار. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۷/۲، ظفير)

کردیوے تو نکاح صحیح ہوگا، یا خود دختر بالغہ ولی کی اجازت سے اگر اپنا نکاح غیر کفو سے کرلیوے، تب بھی نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۶/۸)

ولدالزنا لڑکا اور صحیح النسب لڑکی ہم کفو ہیں، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکا کا ولدازنا ہے اور لڑکی حلال نطفہ سے پیدا ہوا ہے، یہ دونوں کفو ہیں، یا نہیں؟

الجواب

وہ باہم کفو نہیں ہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۲/۸)

ولدالزنا کو لڑکی کا رشتہ دینا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک شخص نے بلا نکاح عورت کو خانہ انداز رکھا، اس کے بطن سے اس کا لڑکا جوان ہے۔ آیا اس لڑکے کو لڑکی دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ لڑکا نیک صالح ہو تو اس کو لڑکی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، (۳) یعنی اس کا ولدالزنا ہونا جواز نکاح سے مانع نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۲۱۰/۵)

ناجائز طور پر پیدا ہونے والی لڑکی سے سید کا نکاح:

سوال: ایک کسبی کی ایک لڑکی حرام سے ہے، جواب قریب سن بلوغ کو پہنچنے کے ہے؛ لیکن ابھی وہ بالکل پاک ہے، اس کی ماں کا قصد ہے کہ اس لڑکی کو اس فعل سے بچائے اور بدین وجہ اس کی ماں مع اپنی بہنوں کے بالکل برے فعل ہی سے نہیں؛ بلکہ ناچنے گانے وغیرہ سے بھی تائب ہوگئی ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک شریف مسلمان سید نے اس لڑکی سے عقد کرلیا ہے۔ اب اس کی برادری والے اس غریب سید کو اس لیے کہ اس نے حرام کی لڑکی سے نکاح کرلیا ہے، اپنی برادری سے نکالنا چاہتے ہیں اور تنگ کردیا ہے، لہٰذا اول اس لڑکے کا یہ فعل خلاف شرع ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو لوگ

---

(۱) (قوله: بعدم جوازه، الخ): وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلايفيد الرضا بعده، بحر، وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقا إتفاقا. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۹/۲، ظفير)

(۲) (وتعتبر) الكفاءة ... (نسبا...) ... (و) ... (حريةً وإسلاماً) ... (و) ... (ديانةً). (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۷/۲، ظفير)

(۳) ﴿وانكحو الأيامى منكم﴾ (سورة النور: ۳۲۳)

اب اس کو ہر طرح سے تنگ کر کے مجبور کرتے ہیں کہ وہ یا تو طلاق دے دے، ورنہ اور بھائیوں کی جہاں شرفا میں بستیں ہوئی ہیں، وہ چھٹا دی جائیں گی، ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

لڑکی جو حرام سے پیدا ہوئی ہے، اس کا کوئی قصور نہیں ہے؛ یعنی زنا کا گناہ اس کے والدین سے ہوا ہے اور وہی اس کے مواخذہ دار ہیں۔ ہاں لڑکی کے نسب میں قصور ضرور ہے کہ وہ ولد الزنا ہے؛ اس لیے اگر کوئی شریف النسب اس سے نکاح نہ کرے تو اس کو اس کا اختیار ہے؛ لیکن اگر کوئی شریف لڑکا اس سے نکاح کر لے تو وہ نکاح جائز ہے؛(۱) کیوں کہ زوجہ کے شریف نہ ہونے سے نسب میں کوئی خرابی نہیں آتی؛ **لأن النسب للأولياء** اور جب کہ لڑکے کا قصد اس کے ساتھ نکاح کرنے سے یہ بھی ہو کہ وہ زنا اور برے افعال سے عفیفہ ہو جائے گی تو لڑکے کے لیے ثواب کی بھی امید ہے۔ پس نکاح مذکور جائز اور نافذ ہے،(۲) اور جو لوگ کہ اس نکاح کو فسخ کرانے کی سعی کرتے ہیں، وہ غلطی کرتے ہیں اور اگر ان کا مقصد کوئی اور امر مذموم ہو تو وہ گنہگار بھی ہوں گے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۰۱/۵)

وہابی نجدی کو لڑکی دینا کیسا ہے:

سوال: نجدی وہابی غیر مقلد کو لڑکی دینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ ہے، جیسے مرزائی اور شیعہ غالی ان سے مسلمہ سنیہ عورت کا نکاح حرام ہے، نکاح نہ ہوگا اور جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ نہیں ہے، جیسے غیر مقلد اور نجدی ان سے نکاح سنیہ عورت کا صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۷/۸)

قومیت اور ولدیت بدل کے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: قومیت اور ولدیت تبدیل کر کے نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح ہوتا ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۰/۸-۲۳۱)

---

(۱) الكفاءة معتبرة ... من جانبه أي الرجل ... ولا تعتبر من جانبها، لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دنائة الفراش وهذا عند الكل في الصحيح. (الدر المختار، باب الكفاءة: ۸٤/۳، سعيد)

(۲) ولذا لا تعتبر تعليل المفهوم، وهو أن الشريف لا يأبى أن يكونا مستفرشًا للدنيئة كالأمة والكتابية وفيه إشعار باب نكاح الشريف الوضيعة لازم فلا اعتراض للولي. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۸٤/۳-۸۵، سعيد)

(۳) لو تزوجته على أنه حر أو سني ... فبان بخلافه أو على أنه فلان ابن فلان فإذا هو لقيط أو ابن الزنا لها الخيار. (الدر المختار، باب الكفاءة: ٤۳٦/۲، ظفير)

نکاح میں لڑکی کی اجازت ضروری ہے:

سوال: میری ایک سہیلی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف ہونے والی ہے، وہ ایک لڑکے کو پسند کرتی ہے، جو دین دار اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور اس کے والدین جس لڑکے سے اس کا رشتہ طے کر رہے ہیں، وہ مالدار تو ہے؛ لیکن دین دار نہیں تو کیا والدین کا لڑکی کی رضامندی کے خلاف اس کا نکاح کر دینا درست ہے؟ اور اگر لڑکی والدین کی اس بات کو نہ مانے تو کیا یہ والدین کی خلاف ورزی ہوگی اور اس پر گناہ ہوگا؟ (ریشمہ خانم، نظام آباد)

الجواب

اگر لڑکی بالغ ہو تو باپ پر واجب ہے کہ اس کی رضامندی ہی سے رشتہ کرے، زبردستی اس پر کوئی رشتہ تھوپ دینا جائز نہیں، (۱) یہ بچوں کے ساتھ حق تلفی ہے اور حق تلفی کسی کی بھی ہو، گناہ ہے، اس معاملہ میں چوں کہ شریعت نے نکاح کرنے والوں کی پسند و ناپسند کو زیادہ اہمیت دی ہے؛ اس لیے اگر ماں باپ کا مرغوب رشتہ لڑکی کو پسند نہ ہو تو اسے مناسب طریقہ پر اس سے انکار کرنے کا حق حاصل ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، (۲) البتہ لڑکیوں کو بھی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان کے اولیا زیادہ تجربہ کار اور حالات سے واقف ہیں اور وہ ان کے بہی خواہ بھی ہیں؛ اس لیے اگر وہ کسی رشتہ کو مناسب سمجھتے ہوں تو بہتر ہے کہ اسے ترجیح دی جائے اور اگر اس رشتہ سے طبیعت کو بالکل ہی اباء نہ ہو تو دل کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کی جائے، ولی کے لیے بالغ لڑکی پر کسی رشتہ کو تھوپنا گناہ ہے اور خود لڑکی کے لیے ولی کے انتخاب کو (اگر دل آمادہ ہو سکے) قبول کر لینا مستحب ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۳۶۷-۳۶۸)

نکاح میں اولیاء کا رویہ:

سوال: خلاصۂ سوال: ۲۷/ دسمبر کو محترمہ ریشما خانم کے جواب میں آپ رقمطراز ہیں کہ اولیا زیادہ تجربہ کار اور حالات سے واقف ہیں؛ اس لیے اگر وہ کسی رشتہ کو مناسب سمجھتے ہیں تو بہتر ہے کہ اسے ترجیح دی جائے، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ:

(الف) آج کل کئی والدین نکاح سے پہلے اپنی اولاد سے اجازت لینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، ان کے مشورہ کے بغیر رشتہ طے کر دیا جاتا ہے اور نکاح کے وقت خاندان کی عزت کے لیے نہ چاہتے ہوئے بھی لڑکی ہاں کہہ دیتی ہے تو کیا اس طرح مجبوراً ہاں کہہ دینے کی صورت میں نکاح ہو جائے گا؟

(۱) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَن، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ. (صحيح البخاري، رقم الحديث: ٥١٣٦، باب لا ينكح الأب وغيره البكر والثيب برضاها)

(۲) "وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها ولي، بكراً كانت أو ثيباً". (الهداية: ٣١٣/٢، باب في الأولياء و الإكفاء)

(ب) اگر لڑکا، یا لڑکی کسی کو بدچلنی، یا آوارگی کی وجہ سے پسند نہیں کریں اور والدین ذات و جماعت کی وجہ سے اس لڑکی، یا لڑکے کو ترجیح دیں، حالانکہ لڑکی و لڑکا کھل کر اس رشتہ کا انکار کر چکے ہیں تو کیا ایسا نکاح جائز ہوگا؟

(غلام غوث، ممبئی)

الجواب

یہ بات میں نے پہلے بھی لکھی ہے کہ لڑکے اور لڑکی سے مشورہ کئے بغیر ان کا رشتہ طے کر دینا جائز نہیں؛(۱) بلکہ حق تلفی ہونے کی وجہ سے گناہ ہے؛ لیکن انسان کے دل میں کیا ہے؟ اس سے دوسرا شخص واقف نہیں ہوسکتا، زبان سے جو بات کہی جائے، وہی دوسروں کے لیے علم و اطلاع کا ذریعہ ہے؛ اس لیے اگر لڑکی اور لڑکے کو رشتہ پسند نہ ہو تو اسے جرأت سے کام لے کر ایجاب و قبول اور اجازت کے وقت صاف طور پر انکار کر دینا چاہیے؛ لیکن اگر وہ زبان سے ہاں کہہ دے تو نکاح منعقد ہو جائے گا؛ کیوں کہ ایجاب و قبول زبان کا فعل ہے اور زبان کے بول پر ہی اس کا انحصار ہے۔

میرے جواب کا منشاء یہ ہے کہ بعض دفعہ لڑکے اور لڑکیاں جذبات اور ناسمجھی میں نامناسب رشتے کر لیتے ہیں اور بعد میں نباہ نہیں ہو پاتا؛ اس لیے وہ مجبور تو نہیں ہیں کہ اولیا کے رشتہ کو قبول ہی کر لیں؛ لیکن اگر طبیعت میں اس رشتہ کی طرف رغبت ہو تو اس کو ترجیح دینا بہتر ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۶۸-۳۶۹)

بلا وجہ والد نکاح میں رکاوٹ ڈالے تو:

سوال: میرے والد صاحب شروع ہی سے غیر ذمہ دار رہے ہیں، میری والدہ نے بڑی محنت و مشقت سے میری پرورش کی، اب میں اور میرے بھائی برسرِ روزگار ہیں اور عمر کافی ہوگئی ہے، والد صاحب ہر رشتہ میں رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ میری، یا کسی بھائی کی شادی ہو، ان کا خیال ہے کہ اس طرح آمدنی کا ذریعہ بند ہو جائے گا، میری والدہ ہم لوگوں کے نکاح کے لیے راضی ہیں، نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ کا اندیشہ بھی ہے تو کیا ہم والد کے رضا اور شرکت کے بغیر شادی کر سکتے ہیں؟　　(مرزا احمد بیگ، حیدرآباد)

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب لڑکے اور لڑکیاں جوان ہو جائیں تو ان کا نکاح ہو جانا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات خود لڑکوں کو بھی مخاطب کر کے فرمائی،(۲) اور والدین کو بھی اس جانب توجہ دلائی،(۳) جوان اور مستطیع آدمی کے لیے تجرد کی زندگی کو آپ انے بہت ہی ناپسند فرمایا، حضرت عطیہ بنت بشر مازنی رضی اللہ

(۱) " لا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح". (الهداية: ۲/۳۱۴)

(۲) صحيح لمسلم، رقم الحديث: ۳٤۰۰

(۳) الجامع للترمذي، رقم الحديث: ۱۰۷۵، باب ما جاء في تعجيل الجنازة

تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ نکاح ہماری سنتوں میں سے ہے، جو لوگ تجرد کی زندگی گزارتے ہیں، وہ بدترین لوگ ہیں،"فإن من سنتنا النكاح،شرار كم عزابكم". (۱) چنانچہ قرآن وحدیث کی ہدایات کو سامنے رکھ کر فقہا نے معتدل حالت میں نکاح کو سنت اور اگر گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو واجب قرار دیا ہے:

"وأما صفته فهو أنه في حالة الاعتدال سنة مؤكدة وحالة التوقان واجب". (۲)

اس لیے مناسب بات تو یہ ہے کہ آپ اپنے والد صاحب کو صحیح صورتِ حال اور شریعت کے حکم سے آگاہ کریں اور ان کی رضامندی وشرکت کے ساتھ نکاح کریں؛ لیکن اگر وہ اس سے انکار کرتے ہوں تو آپ حضرات کے لیے اپنے طور پر نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ بندوں کی نافرمانی سے زیادہ قابلِ لحاظ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۶۹-۳۷۰)

باپ اور بہن ہو تو ولی باپ ہے؛ مگر باپ کفو میں نہ کرے تو بہن کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی ہمشیرہ ہندہ نے زید کی نابالغہ لڑکی مسماۃ زاہدہ کو پرورش کیا اور اپنا جانشین قرار دیا ہے، اب ہندہ چاہتی ہے کہ زاہدہ کی شادی برادری میں کردے؛ لیکن اس معاملہ میں زید کی زوجہ دوسری حسد کی وجہ سے زید کو ورغلاتی ہے، چناں چہ زید خلل انداز اور مانع ہے، اس صورت میں ہندہ زاہدہ کا نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولی نابالغہ کے نکاح کا اس صورت اس کا باپ ہے، بدون باپ کی اجازت کے نکاح نابالغہ کا نہیں ہو سکتا؛ لیکن فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر ولی اقرب کفو میں نہ کرنے تو ولی ابعد کو اختیار نکاح کا ہو جاتا ہے، بناء علیہ ہندہ اس کا نکاح کر سکتی ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۱۸)

چودہ سال کی عمر میں لڑکی کا دعویٰ بلوغ اور باپ کا غیر کفوٴ میں بلا اجازت اس کے نکاح کی ایک صورت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کے فریب میں آ کر اپنی لڑکی ہندہ چہاردہ (۱۴) رسالہ کا نکاح بکر کے لڑکے عمر کے ساتھ ہونا منظور کیا اور بکر نے فوراً اپنے ہی مکان پر زید کی موجودگی میں

(۱) مصنف عبدالرزاق،باب وجوب النكاح وفضله،رقم الحديث:۱۰۳۸۷،انيس

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۲٦۷

(۳) (ويثبت للأبعد) على أولياء النسب،شرح وهبانية،لكن فى القهستانى عن الغياثى: لولم يزوج الأقرب زوّج القاضى عند فوت الكفء (التزويج لعضل الأقرب) أى بامتناعه عن التزويج. (الدرالمختار)(قوله:أى بامتناعه عن التزويج)أى من كفء بمهر المثل. (ردالمحتار،باب الولى: ۲/۴۳۳-۴۳۴،ظفير)

نکاح براہ چالاکی کر دیا۔ زید کی لڑکی کو قطعی خبر نہیں، وہ اپنے میکہ میں یعنی دوسرے گاؤں میں تھی، ۱۱؍ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ کا دن گزر شب میں یہ واقعہ ہوا، ۱۲؍کی صبح کو جب زید اپنے مکان پر واپس گیا تو لڑکی کو اس نکاح سے منکر اور غیر رضا مند پایا اور اپنے جملہ اہل قرابت کے سامنے ہدف ملامت ہوا؛ کیوں کہ بوجوہات مختلف یہ نکاح ناموزوں اور زید کو دھوکہ میں لاکر ہوا تھا، زید الگ پشیماں ہندہ علاحدہ نالاں، اس حال میں ۱۲؍تاریخ کا دن گزر گیا، ۱۳؍تاریخ کو بکر کے گاؤں کا ایک شخص مل گیا، جس سے بکر کے پاس زید کی جانب پر یہ پیام بھیجا گیا کہ ہندہ کو اس نکاح سے جس میں اس کے باپ زید کو مغالطہ دے کر رضا حاصل کی گئی، سخت اختلاف اور قطعی انکار ہے اور وہ اس غم میں بیہوش ہے، لہذا بکر اس نکاح کو فسخ و باطل متصور کر کے زید اور ہندہ کی جان چھوڑ دے، کوئی فتنہ قایم نہ کرے، بکر اور اس کا لڑکا اس نکاح کو جائز اور اٹل ہونے کے بیان کے ساتھ مصر ہے کہ ہندہ کی شادی اب دوسری نہیں ہوسکتی، از دواج مکرہ شرعاً اور قانوناً درست ہے۔ ہندہ نے نکاح کی خبر پانے کے چودھویں، یا پندرھویں روز اپنی جانب سے ایک نوٹس بنام بکر وابن بکر بذریعہ ڈاک بھیجا کہ باپ ہمارا کم عقل ہے، تم لوگوں کے فریب میں آ گیا، میں شرعاً بالغہ ہوں، (لڑکی کی عمر نکاح کے روز تک پورے ۱۴؍سال کی تھی) اس لیے بذریعہ نوٹس ہذا نکاح کی منظوری سے قطعی انکار کرتی ہوں، آئندہ اس کا خیال ہرگز نہ کیا جائے، پس بلحاظ حالات مذکورہ نکاح مذکورہ جائز ہے، یا ناجائز؟ اور ہندہ اپنا نکاح اپنی رضا سے کسی دوسرے شخص سے شرعاً کر سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

تنقیح:

(۱) ہندہ کی عمر جب نکاح کے وقت پوری ۱۴؍سال کی تھی اور اس حالت میں وہ دعوی بلوغ کا کرتی تھی تو اس سے دریافت کیا جائے کہ اس وقت اس میں کون سی علامت بلوغ کو پائی گئی تھی اور یہ سوال اس طرح کیا جائے کہ کوئی عورت اس کو جواب سمجھانے نہ پائے۔

(۲) کیا ہندہ نے اس نکاح کی خبر سن کر اسی مجلس میں نکاح سے انکار کیا، جس مجلس میں اس کو خبر پہونچی تھی، یا اس مجلس میں سکوت کیا اور دوسری مجلس میں انکار کیا؟ صاف لکھا جائے۔

(۳) بکر نے زید کو کیا فریب دیا، اس فریب کی تشریح کی جائے اور زید بکر کے فریب میں کیوں آیا، اس کو بھی واضح کیا جائے؟ اس کے بعد جواب دیا جائے گا، یہ پرچہ بھی جواب تنقیح کے ساتھ واپس ہو۔ فقط

۲۸؍ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

جواب تنقیح:

عرض یہ ہے کہ لڑکی کے باپ نے کنبہ کی دو خاص عورتوں کو لڑکی کے پاس بھیج کر دریافت کیا کہ نکاح کے روز تک

کن علامات کی بنا پر اس نے اپنے کو بالغ سمجھا؟ لڑکی نے جواب دیا کہ جو علامات بلوغ دنیا میں مسلمہ ہیں، مجھ میں موجود تھیں، چوں کہ باپ بھی قریب سامنے موجود تھا، لڑکی نے کہا کہ آپ کیوں نہیں لکھ دیتے کہ (لڑکی بلاشبہ بظہور علامات بلوغ بالغہ تھی)، اس سے زیادہ کن لفظوں میں میں کہوں، کیا شرم وحیا کوئی چیز نہیں، عورتوں نے باپ کی ملامت کی اور کہا کہ بات تو صاف ہوگئی، اب کیا صراحت چاہتے ہو، وہ خاموش ہوگیا۔

(۲) نکاح خبر اندازاً آدھی رات کے وقت جب لڑکی کو ملی تو اس نے اظہار نفرت اور الفاظ انکار رونے اور بین کے ساتھ ظاہر کئے اور فرط غم میں بیہوش ہوگئی، لڑکی کی ماں ہم خیال اور گھر میں شریک حال تھی، اس بنا پر اسی مجلس میں انکار سمجھنا چاہیے۔

(۳) بکر نے زید کو یہ فریب دیا کہ کفو اور طبقہ بندی اور رسم ورواج کے لحاظ سے وہ زید کے خاندان میں نہ کبھی شادی کرسکا تھا، نہ بحالت اعلان شادی اب بھی ممکن تھی زید کے کنبہ کے لوگ بکر کے خاندانی حالت کو مختلف اعتبارات سے بہتر نہیں سمجھتے، علاوہ ازیں بکر از قوم ملک وزید از قوم شیخ فاروق ہے، دونوں میں باعتبار مختلف فرق امتیازی ہے، بکر نے زید کو فریب اور مغالطہ دے کر ہوں ہاں کہلوالیا، اگر یہ طریقہ مغالطہ آمیز بکر نہ اختیار کرتا تو بالا علان مناکحت ناممکن تھی اور زید کے بھائی بند اہل کنبہ وزید کی بیوی ولڑکی کبھی اس عقد ناموزوں کو نہ گوارا کرتے، نہ کیا۔ زید بکر کے فریب میں یوں آیا کہ اس کے دروازہ پر لڑکا پڑھانے کے سلسلہ میں مقیم تھا اور بوجہ غربت یہ کام اختیار کیا تھا اور چونکہ قدرۃً وخلقۃً زید نہایت کم عقل اور سادہ لوح ہے، اس وجہ سے فریب میں آ گیا۔ تنقیحوں کے جوابات بالتفصیل لکھ دیئے گئے، اب جواب باصواب سے ممنون فرمایا جائے؟ فقط والسلام

الجواب

قال فی الدر: (وَأَدْنَى مُدَّتِهِ لَهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَلَهَا تِسْعُ سِنِينَ) هُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي أَحْكَامِ الصِّغَارِ (فَإِنْ رَاهَقَا) بِأَنْ بَلَغَا هَذَا السِّنَّ (فَقَالَا: بَلَغْنَا؛ صُدِّقَا إِنْ لَمْ يُكَذِّبْهُمَا الظَّاهِرُ) كَذَا قَيَّدَهُ فِي الْعِمَادِيَّةِ وَغَيْرِهَا فَبَعْدَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً يُشْتَرَطُ شَرْطٌ آخَرُ لِصِحَّةِ إِقْرَارِهِ بِالْبُلُوغِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بِحَالٍ يَحْتَلِمُ مِثْلُهُ وَإِلَّا لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ (وَهُمَا) حِينَئِذٍ (كَبَالِغٍ حُكْمًا) فَلَا يُقْبَلُ جُحُودُهُ الْبُلُوغَ بَعْدَ إِقْرَارِهِ مَعَ احْتِمَالِ حَالِهِ فَلَا تُنْقَضُ قِسْمَتُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَفِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ: يُقْبَلُ قَوْلُ الْمُرَاهِقَيْنِ "قَدْ بَلَغْنَا" مَعَ تَفْسِيرِ كُلٍّ بِمَاذَا بَلَغَ بِلَا يَمِينٍ.

قال الشامی: (قَوْلُهُ: وَفِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ) وَعِبَارَتُهَا يَعْنِي وَقَدْ فَسَّرَا مَا بِهِ عَلِمَا بُلُوغَهُمَا وَلَيْسَ عَلَيْهِمَا يَمِينٌ، آه، قَالَ أَبُو السُّعُودِ: وَالظَّاهِرُ أَنَّ هَذَا هُوَ الْمُرَادُ مِمَّا نَقَلَهُ الْحَمَوِيُّ عَنْ شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ مِنْ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ لِقَبُولِ قَوْلِهِمَا أَنْ يُبَيِّنَا كَيْفِيَّةَ الْمُرَاهَقَةِ حِينَ السُّؤَالِ عَنْهُ، آه. (۱۴۸/۵)(۱)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب المأذون: ۱۵۴/۶، دارالفکر بیروت، انیس

وفی تنقیح الحامدیة: قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ وَهَذَا مِنْ بَابِ الِاحْتِيَاطِ وَإِنَّمَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ بِغَيْرِ هَذَا التَّفْسِيرِ وَكَذَا الْجَارِيَةُ إِذَا أَقَرَّتْ بِالْحَيْضِ جَوَاهِرُ الْفَتَاوَى مِنْ كِتَابِ الدَّعْوَى قُبَيْلَ الْبَابِ السَّادِسِ وَمِثْلُهُ فِي حَاوِي الزَّاهِدِيِّ مِنْ بَابِ الْحَجْرِ، وَالْمَأْذُونِ.

(أَقُولُ) الْمَشْهُورُ فِي كُتُبِ الْمَذْهَبِ صِحَّةُ الْإِقْرَارِ بِالْبُلُوغِ مِنْ الْغُلَامِ إِذَا بَلَغَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَمِنْ الْجَارِيَةِ تِسْعَ سِنِينَ وَقَوْلُ شَيْخِ الْإِسْلَامِ إِنَّ هَذَا الِاسْتِفْسَارَ مِنْ بَابِ الِاحْتِيَاطِ يُفِيدُ أَنَّهُ لَوْ فَعَلَهُ الْقَاضِي فَهُوَ الْأَوْلَى. [ثم قال بعد ذکرعبارة الحموی عن درر البحار] فَفِي الْمِنَحِ عَنْ الْخَانِيَّةِ صَبِيٌّ أَقَرَّ أَنَّهُ بَالِغٌ وَقَاسَمَ وَصِيَّ الْمَيِّتِ قَالَ ابْنُ الْفَضْلِ: إِنْ كَانَ مُرَاهِقًا وَيَحْتَلِمُ يُقْبَلُ قَوْلُهُ، وَتَجُوزُ قِسْمَتُهُ وَإِنْ كَانَ مُرَاهِقًا وَيُعْلَمُ أَنَّ مِثْلَهُ لَا يَحْتَلِمُ لَا تَجُوزُ قِسْمَتُهُ وَلَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ لِأَنَّهُ يُكَذِّبُ ظَاهِرًا وَتَبَيَّنَ بِهَذَا أَنَّ بَعْدَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً إِذَا كَانَ بِحَالٍ لَا يَحْتَلِمُ مِثْلُهُ إِذَا أَقَرَّ بِالْبُلُوغِ لَا يُقْبَلُ، آه.(۱۵۰/۲)(۱)

قلت: و إطلاق المتون يدل على قبول قول المراهقين بدون التفسير إذا كانوا بحال يحتلم أو تحيض مثلهم فليعول عليه.

صورت مسئولہ میں اگر یہ لڑکی جسم اور اٹھان میں ایسی ہو کہ عادةً ایسی لڑکی حیض آ سکتا ہے، اس کا دعوی بلوغ قبول کیا جائے گا اور جب وہ ایسی ہو تو اس کا نکاح مذکور کو سنتے ہی رد کرنا اس نکاح کے لیے مبطل ہوگا اور اگر وہ اٹھان میں ایسی نہ ہو کہ اسے حیض آ سکے تو سوال دوبارہ کیا جاوے۔ فقط

۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۹۸/۳)

باپ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے غیر کفو میں کر دے تو نکاح منعقد ہو جائے گا:

سوال: چہ می فرمائید علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید اور عمر نجیب الطرفین پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، زید اپنی آبائی خاندان سادات سے ہے اور عمر اپنے آبائی خاندان پٹھان سے ہے، زید کی رشتہ داری علاوہ سادات کے دیگر خاندان؛ یعنی پٹھان اور شیخوں سے بھی مشترک ہے، علی ہذا القیاس عمر کی رشتہ داری بھی علاوہ پٹھانوں کے خاندان سادات اور شیخوں میں مشترک ہے، حتی کہ عمر کا نانا خاندان سادات سے ہے، کیا ایسی صورت میں زید کی لڑکی عمر کے لڑکے سے منسلک ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ جواب باصواب مطلع فرمایئے۔

تنقیح:

لڑکی بالغہ ہے، یا نہیں؟ اگر بالغہ ہے تو وہ اس رشتہ پر راضی ہے، یا نہیں؟ اور بالغہ نہیں ہے تو زید لڑکی کی کسی مصلحت سے اس جگہ نکاح کرتا ہے، یا کسی اپنی غرض سے کرتا ہے؟ مفصل لکھیں اور زید کے باپ دادوں میں تو کوئی پٹھان تو نہیں؛ کیوں کہ رشتہ داری کا مفہم اس کو بھی عام ہے۔ فقط

(۱) العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الحجر و المأذون: ۱۵۰/۲، دار المعرفة بیروت، انیس

جواب تنقیح:

(۱) لڑکی بفضلہٖ تعالی بالغہ ہے، سن پندرہواں سال ہے؛ مگر اس ملک کا یہ رواج نہیں ہے کہ اس کو اس قدر آزادی حاصل ہو کہ اپنے والدین کی موجودگی میں بوجہ شرم ولحاظ کے اپنے تئیں رضامندی ظاہر کر سکے۔

(۲) زید کو کوئی مصلحت، یا غرض دنیوی نہیں ہے، محض خداوند تعالی کی رضامندی ورضا جوئی درکار ہے، بدیں خیال خاندان سادات، یا شیخوں میں ہنوز کوئی لڑکا پابند صوم وصلواۃ دستیاب نہیں ہوا اور جو ملتے بھی ہیں، وہ زمانہ کے بگڑے ہوئے روشن خیال جنٹلمین وضع میں نظر آتے ہیں، برعکس اس کے عمر اور اس کے اولاد بفضلہٖ تعالی نجیب الطرفین اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، لہذا ایسی صورت میں شریعت کا کی اجازت دیتی ہے۔

(۳) زید کے آباء واجداد میں سوائے سادات کے کوئی شیخ، یا پٹھان نہیں گزرا، البتہ فرقہ اناث سے جملہ مشترک ہیں۔ فقط

الجواب

اگر لڑکی بالغہ ہے،(۱) اور باکرہ ہے اور اس کا ولی غیر کفو سے نکاح کرتا ہے اور لڑکی اس نکاح پر خاموش رہے، یا زبان سے اس کو منظور کرے تو نکاح صحیح ہے، غیر کفو سے نکاح کرنا اس صورت میں مضائقہ نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۸/رجب ۱۳۴۵ھ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۸/رجب ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۲۳/۳)

معروف بسوء الاختیار کے نکاح کا حکم:

سوال: ایک شخص بدکردار کا ناجائز تعلق ایک پھوپھی زاد رشتہ دار شادی شدہ عورت کے ساتھ تھا، اس ناجائز تعلق کے دوران بچے بھی پیدا ہوئے، کچھ عرصہ بعد اس شخص نے جس عورت سے ناجائز تعلق رکھا ہوا تھا، اس کی سگی بہن سے شادی کر لی، جس کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی اور شادی کے بعد اس شخص نے ناجائز تعلقات جو اس عورت سے قائم کر رکھے تھے قطع کر دیئے اور اس عورت نے ایک اور غیر قوم کے مرد کے سے ناجائز تعلقات وابستہ کر لیے، جس سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں، اب وہ پہلا شخص جو اپنی عورت کی سگی بہن سے شادی سے پہلے تعلق رکھ چکا تھا، چند معتبر آدمیوں کے مجبور کرنے پر اپنی نابالغہ لڑکی کا عقد سابقہ معشوقہ کے بطن سے جو غیر قوم کے مرد کے نطفہ سے لڑکا پیدا ہوا تھا کر دیا، جب لڑکی بالغ ہوئی اور سارے واقعات سے باخبر ہونے لگی تو لڑکی نے شادی سے انکار کیا کہ میں اس لڑکے کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی، لڑکی دیندار اور دینی تعلیم رکھتی ہے اور لڑکا بدکار کلمہ طیبہ تک نہیں جانتا، اب حسب شرع کیا حکم ہے؟ عقد صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر صحیح ہے اور لڑکی راضی نہیں تو اب کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

---

(۱) یعنی یا اس کو حیض آنے لگا ہو، یا پورے پندرہ سال کی ہوگئی ہو اور اگر حیض نہ آتا ہو اور پورے پندرہ سال کی نہ ہو تو نابالغہ ہے، اگر ایسا ہو دوبارہ سوال کیا جاوے۔ از حضرت مدظلہم العالی

الجواب

لڑکی کے باپ کے حالات جو نکاح سے قبل بیان کئے گئے ہیں، اگر وہ درست ہیں تو ان کے پیش نظر اسے معروف بسوء الاختیار کہا جا سکتا ہے اور اس صورت میں جب کہ لڑکا لڑکی کے لیے کسی طرح کفو نہیں؛ اس لیے بلوغ لڑکی کو خیار فسخ حاصل ہے، بشرطیکہ جس وقت آثار بلوغ ظاہر ہوں، فوراً بلا تاخیر زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح فسخ کر دیا اور اس پر گواہ بھی بنا لے اور پھر کسی مسلمان جج کی عدالت میں دعویٰ دائر کر کے با قاعدہ نکاح فسخ کر دے۔(۱)

وفي الدر المختار(لم يعرف منما سوء الاختيار) مجانة وفسقا (وإن عرف لا) يصح النكاح اتفاقاً وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق أوشرير أوفقير أوذى حرفة دنيئة لظهور سوء اختيار فلا تعارضه شفقته المظنونة بحر وقال لاشامي والحاصل أن المانع هو كون الأب مشهوراً بسوء الاختيارقبل العقد فإذا لم يكن مشهوراً بذلک ثم زوج بنته من فاسق صح وإن تحقق بذلک أنه سيىء الاختيار. (شامی)(۲)

وفيه أيضا: ثم اعلم أن ما مرعن النوازل من أن النكاح باطل معناه أنه سيبطل. (۳) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۴/۱/۱۳۸۸ھ۔الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔(فتاویٰ عثمانی:۲/۲۷۹-۲۸۰)

نکاح ولی با غیر کفوٴ بوقت عدم تلبیس وغیرہ:

سوال: زید نے اپنی لڑکی مسماۃ فاطمہ بی بی کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا اور لڑکی کو دستور کے موافق رخصت بھی کر دیا، پھر برسم چوتھی دوسرے دن لڑکی اپنے باپ کے گھر رخصت ہو کر آئی، بعض لوگوں نے اس بات کی شہرت دی کہ عمرو رنڈی کے پیٹ سے اور حرامی ہے اور بے عقد ہے؛ یعنی عمرو کی ماں کا عقد نہیں ہوا اور حقیقت میں بعد تحقیق کے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور لڑکا عمرو کہتا ہے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ قاضی صاحب میرے باپ ہیں اور لوگوں کی تحقیق ہے کہ اس لڑکے کو سہ سالہ لے کر قاضی صاحب کے گھر عمرو کو لے کر آئی تھیں، اب یہ نہیں معلوم کہ عمرو کی والدہ کا قدر کسی کے ساتھ ہوا، یا نہیں؟ اب لڑکی والے جھگڑا کرتے ہیں اور لڑکی کو رخصت نہیں کرتے ہیں، اس میں دو فرقے ہو گئے ہیں: ایک فرقہ کہتا ہے کہ رخصت ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ نکاح ہو گیا اور لڑکی ایک دورات خاوند کے پاس رہ چکی، جو داغ دھبہ لگنا تھا، وہ لگ گیا اور بدنامی جو کچھ ہونا تھی، ہو گئی، یہ نہیں مٹ سکتی، پھر نکاح ثانی ہونا غیر ممکن ہے اور مشکل ہے۔

اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ لڑکی رخصت نہ ہونا چاہیے؛ کیوں کہ عقد ہی نہیں ہوا، لہذا فیصلہ کن جواب موافق شرع شریف ہونا چاہیے، لڑکے کی عمر اندازاً ۲۵/۳۰ سال کے درمیان ہے اور لڑکی کی عمر ۱۶/۱۷ سال کے درمیان ہے۔اب کیا

---

(۱) بعد میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق سامنے آئی کہ اس صورت میں عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں، نکاح اصل سے باطل ہے، یہ تحقیق آگے ص:۹۸۲ پر آ رہی ہے۔(حاشیہ از حضرت والا دامت برکاتہم)

(۲،۳) فتاویٰ شامية: ۶۶/۳، ۷۶ (طبع ایچ ایم سعید

فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا، تب کیا کرنا چاہیے؟ اور اگر ہوگیا ہے، تب ازروئے شرع شریف کے کیا کرنا چاہیے، آیا فارغ خطی لینا چاہیے، یا نہیں، کیا حکم ہے؟ اور لڑکی وقت عقد اور وقف رخصت وزفاف کے قبل بالغ تھی، کچھ شک نہیں، اس کی ماں بہن کی زبانی معلوم ہوا؟

الجواب

فی الدرالمختار: وَلَوْ زَوَّجُوهَا بِرِضَاهَا وَلَمْ يَعْلَمُوا بِعَدَمِ الْكَفَائَةِ ثُمَّ عَلِمُوا لَا خِيَارَ لِأَحَدٍ إِلَّا إِذَا شَرَطُوا الْكَفَائَةَ أَوْ أَخْبَرَهُمْ بِهَا وَقْتَ الْعَقْدِ فَزَوَّجُوهَا عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّهُ غَيْرُ كُفْءٍ كَانَ لَهُمُ الْخِيَارُ وَلْوَالِجِيَّةٌ فَلْيُحْفَظْ، وانظرما فی رد المحتار علٰی (قوله: لاخيار لأحد) وعلٰی (قوله: كان لهم الخيار) تجد فيه نفائس. (۵۲۱/۲)(۱)

روایت ہذا سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں یہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا، جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے، نہ کوئی فسخ کرسکتا ہے اور نہ عورت کا نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔

۱۸/شعبان ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ، ص: ۶۴) (امدادالفتاویٰ جدید: ۳۵۳/۲-۳۵۴)

سوال: زید صدیقی شیخ ہے، اس نے ایک شخص کے بیان پر اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح عمرو ایسے شخص سے کردیا، جو رنڈی زادہ ہے اور اس نے اپنے پیشہ سے توبہ کرلی ہے اور اپنی بہنوں کا نکاح کردیا ہے۔ دریافت کے بعد نکاح ہوجانے پر یہ حالات معلوم ہوئے، جس شخص نے شریف بیان کیا تھا، وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ واقعی ہم سے غلطی ہوئی اور غلط بیان کیا گیا، علاوہ بریں نسلاً عمرو عجمی بھی ہے۔ بینوابسند الکتاب وتوجروایوم الحساب؟

الجواب

سوال میں تصریح نہیں کہ اس شخص کی ماں جو رنڈی تھی، اس نے کسی سے نکاح کرلیا تھا، جس سے یہ شخص پیدا ہوا، یا بے نکاح ہوا ہے اور اگر نکاح بھی ہوا تو وہ شخص کیسا تھا، اس کا کیا نسب تھا؟ دوسرے یہ تصریح نہیں کی کہ نکاح کی گفتگو میں آیا اس شخص نے اپنے نسب کی باب میں کچھ غلط بیان کیا تھا، یا یہ کہ سکوت کیا تھا؟ بہرحال اگر اس شخص یعنی رنڈی زادہ نے کوئی بیان غلط نہیں کیا، صرف سکوت کیا تھا اور اولیاء منکوحہ کو ناواقفی سے دھوکہ ہوا ہے، جیسا ظاہر سوال کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا، اب فسخ نہیں ہوسکتا، البتہ اگر شوہر طلاق دے دے اور بات ہے۔

فی العالمگيرية: وَإِنْ كَانَ الْأَوْلِيَاءُ هُمُ الَّذِينَ بَاشَرُوا عَقْدَ النِّكَاحِ بِرِضَاهَا وَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ كُفْءٌ أَوْ غَيْرُ كُفْءٍ فَلَا خِيَارَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا وَأَمَّا إِذَا شَرَطَ الْكَفَائَةَ أَوْ أَخْبَرَهُمْ بِالْكَفَائَةِ ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّهُ غَيْرُ كُفْءٍ كَانَ لَهُمُ الْخِيَارُ . (۷/۲)(۲) **والله أعلم**

سلخ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ (امداد: ۴۶/۲) (امدادالفتاویٰ جدید: ۳۵۴/۲)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۵/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس فی الأكفاء فی النكاح: ۲۹۳/۱، دارالفكر بيروت، انيس

مجنون اور دیوانہ عاقلہ عورت کا کفو نہیں ہوسکتا:

سوال: کیا مجنون اور دیوانہ شخص کسی عاقلہ عورت کا کفو ہوسکتا ہے اور ان دونوں کا نکاح درست ہے؟

الجواب

جنون ایسی چیز ہے، جو عار بننے کا سبب بنتا ہے؛ اس لیے مجنون اور پاگل مرد راجح قول کے مطابق عاقلہ عورت کا کفو نہیں ہوسکتا ہے، لہٰذا ان دونوں کے درمیان نکاح بھی درست نہیں۔

قال ابن عابدين: قال في النهر: وقيل يعتبر لأنه يفوت مقاصد النكاح فكان أشد من الفقر ودناءة الحرفة وينبغي اعتماده لأن الناس يعيرون بتزويج المجنون أكثر من دنيء الحرفة الدنية وفي البناية عن المرغيناني: لا يكون المجنون كفء للعاقلة وعند بقية الأئمة هو من العيوب التي ينفسخ بها النكاح.

قال العلامة الحصكفي: في النهر عن المرغيناني: المجنون ليس بكفء للعاقلة. (الدرالمختار على صدر ردالمحتار: ۹۳/۳، فصل الأكفاء) (فتاوی حقانیہ: ۳۷۷/۴) ☆

غیر کفو میں چچا نے لڑکی کی جو شادی کی، وہ صحیح نہیں ہوئی:

سوال: ایک لڑکی کا بطور منگنی ایجاب ہوا، لڑکی لڑکا ہر دو بالغ تھے؛ مگر بوقت ایجاب حاضر نہ تھے، ان سے ایجاب نہیں ہوا؛ بلکہ ہر دو کے والد نے آپس میں کیا، علما بھی موجود تھے، عام مجلس تھی، اب وہ لڑکی اس لڑکے سے بوجہ ولدالزنا ہونے کے نکاح کرنا نہیں چاہتی اور لڑکی خواندہ قرآن ہے، آیا وہ طلاق سے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، یا کہ بغیر اس

☆ **بیٹی کا غیر کفو میں نکاح کرانا:**

سوال: اگر باپ کسی دینی، یا دنیاوی مصالحت کی خاطر اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کردیتا ہے، جب کہ لڑکی بھی اس پر راضی ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

الجواب

غیر کفو میں نکاح عیب ورسوائی کی وجہ سے قابل اعتراض ہے، ورنہ فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہیں؛ اس لیے اگر لڑکی بالغہ ہو اور باپ کے اس فیصلے پر راضی ہو تو نکاح درست ہے۔

قال الشیخ ظفر احمد العثمانی:

اگر لڑکی بالغہ اور باکرہ ہے اور اس کا ولی غیر کفو سے نکاح کرتا ہے اور لڑکی اس پر خاموش رہے، یا زبان سے اس کو منظور کرے تو نکاح صحیح ہے، غیر کفو سے نکاح کرنا اس صورت میں مضائقہ نہیں رکھتا۔ (امداد الاحکام: ۳۲۳/۲، کتاب النکاح) (**قال الكاساني: وأما إنكاح الأب والجدّ الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست بشرط للزومه عند أبي حنيفةؒ كما أنّها ليست بشرط الجواز عنده فيجوز ذلك ويلزم الصدوره ممن له كمال النظر الكمال الشفعة.** (بدائع الصنائع: ۳۱۸/۲، فصل وأمّا الثاني فالنكاح الذي) ومثلهٗ في إمداداالأحكام: ۳۲۳/۲، كتاب النكاح) (فتاوی حقانیہ: ۳۹۲/۴)

کے ہوسکتا ہے، عرصہ سے وہ اس تردد میں رہتی ہے۔ علما جو کہ موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ دوسری جگہ نہیں ہوسکتا اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح دوسری جگہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ واضح طور پر تحریر کیا جاوے؟ فقط

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد اور لازم نہیں ہوا کہ کیوں کہ جب دونوں لڑکے اور لڑکی بالغ تھے اور دونوں یعنی لڑکے اور لڑکی بالغہ کی طرف سے ان کے باپ نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا تو وہ نکاح اجازت پر لڑکے ولڑکی کے موقوف ہوگیا اور درصورت کفو میں کردینے ولی کے لڑکی کی جانب سے سکوت اس کا رضا کے لیے کافی نہیں، تاوقتیکہ تصریح رضامندی کی نہ ہو اور جب کہ لڑکی رضامند نہیں ہے اور نکاذح سے انکار کرتی ہے تو نکاح صحیح نہیں ہوا، جیسا کہ شامی میں ہے:

واختلف فيما إذا زوجها غير كفء فبلغها فسكتت، فقالا: لا يكون رضاً. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ دارالعلوم: ۶۴/۸-۶۵)

چچانے غیر کفو میں شادی کردی تو جائز ہے، یا نہیں:

سوال: مشرف خان نے اپنی برادرزادی نورالنساء بی بی کا نکاح بحالت نابالغی ایک شخص کے ساتھ کردیا؛ لیکن نورالنساء بی بی مذکور نے ہنگام بلوغ اپنے اظہار کردیا کہ میں اس نکاح کو منظور نہیں کرتی، میرے چچانے میرا نکاح غیر کفو کردیا تھا، جس سے میں راضی نہیں ہوں۔ ایسی صورت میں اس نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی مثل تایا چچا وغیرہ کے اگر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردے تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوتا اور گر کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ کرے تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے؛ مگر نابالغہ کو بعد بلوغ کے اس کے فسخ کرانے کا اختیار ہوتا ہے؛ یعنی یہ کہ بذریعہ قاضی کے فسخ کرالے، پس اس صورت میں اگر نابالغہ مذکورہ کا نکاح اس کے چچانے غیر کفو میں کیا ہے تو وہ صحیح نہیں ہوا، لڑکی کو اختیار ہے کہ بالغہ ہونے کے اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کفو میں کرے۔

(وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ... (لايصح) النكاح (من غير كفء أوبغبن فاحش أصلا). (۲)

(تنبيه): تقدم أن غير الأب والجد لوزوج الصغير أو الصغيرة غير كفء لايصح. (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۴/۸-۲۲۵)

---

(۱) ردالمحتار للشامی، باب الولی (تحت قوله واخبرها رسوله): ۵۹/۳، دارالفکر بیروت، ظفیر

(۲) الدر المختار، باب الولی: ۶۷/۳-۶۸، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) ردالمحتار، باب الکفاءۃ: ۴۳۶/۲، ظفیر

غیر کفو میں ایک نے نکاح کی اجازت دی اور ایک نے مخالفت کی کیا، حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی دختر مسماۃ مریم کا نکاح مسمی بشیر سے کر دیا، جو کہ اس کا قریبی رشتہ دار تھا اور اپنی دوسری بیٹی زینب کا نکاح مسمی خالد سے کر دیا، جو کہ دوسری قوم سے تھا، اب اس کے بعد زینب کے فرزند مسمی بکر نے اپنی خالہ مریم کی دختر کریمہ سے اس کے اولیا کی بغیر اجازت کے نکاح کر لیا اور کریمہ کا والد پہلے فوت ہو چکا تھا، اس کے بھائیوں میں سے ایک حقیقی برادر اس نکاح سے راضی تھا، باقی سب حقیقی بھائی اور سب اہل قرابت کو یہ نکاح نامنظور تھا، بوجہ اس بات کے کہ یہ نکاح غیر کفو میں ہوا تھا تو بکر کا یہ نکاح جائز ہے، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

أقول وبالله التوفيق: مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ بالغہ کا نکاح بدون اس کے ولی کی اجازت کے صحیح نہیں؛ لیکن اگر بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو ولی کو فسخ کرانے کا اختیار ہے اور قول مختار یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح صحیح ہی نہیں ہوتا؛ یعنی جب کہ ولی راضی نہ ہو؛ لیکن اگر اولیا میں سے ایک ولی بھی راضی ہو گیا تو وہ نکاح صحیح ہے، پھر فسخ نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے:

(فنفذ نكاح حره مكلفة بلا) رضا (ولى) ... (وله) أى للولى (إذا كان عصبة) ... (الاعتراض فى غير الكفء) ... (ويفتى) فى غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان) ... (و) بناء (على الأول) وهو ظاهر الرواية (فرضا البعض) من الأولياء قبل العقد أو بعده (كالكل). (۱)

پس روایت اخیرہ درمختار سے واضح ہو گیا کہ صورت مسئول عنہا میں نکاح صحیح ہو گیا؛ کیوں کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ نکاح غیر کفو میں ہوا ہو، ایک ولی کا راضی ہونا بھی صحت نکاح کے لیے کافی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۸/۸-۱۱۹)

غیر کفو میں ماں کا کیا ہوا نکاح صحیح نہیں ہے:

سوال: زید سفر میں ہے، زید کی عورت مسماۃ ہندہ نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے نابالغ سے جو غیر کفو ہے؛ کیوں کہ لڑکے کا باپ بھٹیارہ ہے، بغیر رضامندی اپنے شوہر یعنی لڑکی کے والد کے کر دیا ماں کی اجازت سے، جو نکاح لڑکی نابالغہ کا غیر کفو میں ہوا ہو، صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں ماں کی اجازت سے جو نکاح نابالغہ کا غیر کفو میں ہوا، وہ صحیح نہیں ہوا۔ (هكذا فى الدر المختار) (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۶/۸)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ۴۰۷/۲-۴۰۹، ظفير

(۲) (ويفتى) فى غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان). (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ۴۰۹/۲، ظفير)

ماں، یا بھائی غیر کفو میں نکاح کر دے تو یہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکی کا نکاح اس کی والدہ اور بھائیوں نے غیر کفو میں کر دیا، اگر باپ دادا کے سوا کوئی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اس صورت میں نکاح ہوا، یا نہ؟

الجواب ــ

درمختار میں ہے:

(وإن كان المزوج غيرهما) أی غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضی أو وكيل الأب ... (لايصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلا). (۱)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ بھائیوں اور والدہ نے جو نکاح اس لڑکی کا غیر کفو میں کیا، وہ صحیح نہیں ہوا۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۲/۸)

اگر غیر ولی نابالغہ کا نکاح کر دے تو اس کا کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح باوجود ہونے ولی کے غیر ولی نے پڑھا دیا؛ یعنی چچا کے ہوتے ہوئے نانی کا پڑھا دینا مقبول ہے، یا مردود؟

الجواب ــ

یہ نکاح موقوف ومعلق رہے گا، اگر ولی کو خبر پہونچے اور اس نے اجازت دے دی تو جائز ونافذ ہو جاوے گا، ورنہ نہیں جائز ونافذ نہ ہوگا۔

فی الدر المختار: (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الاجازة (كنكاح الفضول). (۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۲۰/۲)

عورت کا اپنا نکاح خود کرنا:

سوال: ایک بالغہ عاقلہ حنفیہ نے کفو میں بلا رضا مندی ولی کے شادی کر لی۔ نکاح ہوا، یا نہیں؟ زید یوں کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا اصلاً اور یوں تاویل کرتے ہیں کہ اگرچہ امام صاحب کا اصول یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ خود مختار ہے، لہذ پورا حق ہوگا اور اگر نابالغہ ہو تو اجازتِ ولی پر موقوف ہوگا۔

”**لا نكاح إلا بولی**“، یا ”**فنكاحها باطل باطل باطل**“ کی رو سے جو کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں پر عمل کیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کو چھوڑ دیا اور امامین میں جو اختلاف

---

(۱) الدالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۱۹/۳، ظفیر

(۲) الدرالمختار، مطلب فی الوكيل والفضولی فی النكاح: ۹۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

ہے، وہ ایک دوسرے کی تردید میں ہے، ورنہ دونوں ہیں اور حدیث: " **أی امرأة نکحت بنفسها، فنکاحها باطل باطل** "میں "**امرأة**" کہتے ہیں باندی کو، چھوٹی بچی کو تو "امرأة" نہیں کہتے؛ اس لیے اس حدیث کی رو سے تاویل کی گنجائش ہے اور سو فیصد نکاح نہیں ہوا۔

دریافت امر یہ ہے کہ تاویل درست ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اصل اصول ہے؟ نیز کا اس کی اجازت کلی نہیں ملتی، جو احناف کے یہاں عمل کرنا دشوار ہو اور دوسرے مذاہب میں سہولت ہو تو اس پر عمل کیا جائے؛ اس لیے کہ حدیث سب صحیح ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حنفیہ کے نزدیک بلا شبہ نکاح درست ہو گیا۔

﴿**فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن**﴾(۱)

عورت اگر اپنا نکاح کرنا چاہے تو ولی کو روکنے کا حق نہیں، البتہ اگر غیر کفو میں کرے تو اس کا حکم دوسرا ہے، اس پر "**فنکاحها باطل**" محمول ہے، (۲) سہولت مذہب حنفی میں موجود ہے، کہیں اور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ فتح القدیر، (۳) احکام القرآن، (۴) بدائع الصنائع (۵) وغیرہ میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۵۴)

عاقلہ بالغہ جو خود نکاح کفو میں کرے، وہ معتبر ہے:

سوال: دختر نظام الدین نے خود جس کی عمر رجسٹر میں تیس سال لکھی ہے، اپنا نکاح ایک شخص سے کر لیا، اس کے بعد لڑکی کے والد نظام الدین نے جبراً نکاح لڑکی مذکور کا دوسری جگہ کر دیا، پہلا نکاح صحیح ہوگا، یا دوسرا؟

---

(۱) سورة البقرة : ۲۳۲

(۲) قال العلامة الكاساني رحمه الله :"إنه عليه السلام قال:"إيما امرأة تزوجت بغير إذن وليها،فنكاحها باطل،آه". وقد بطل هذا المعنى بالتزويج من كفء،الخ".(بدائع الصنائع،كتاب النكاح، فصل في ولاية الندب: ۳/۳۷۱،۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "فلا يعتبر بالعارض من لحوق العار للأولياء ،فإن قيل هذااستدلال بالرأى فى مقابلة الكتاب والسنة ومثله فاسد، أما الكتاب فقوله تعالىٰ:﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ نهى الولى عن العضل وهو المنع، وإنما يتحقق منه المنع إذا كان الممنوع في يده، وأما السنة فما روى فى السنن عن ابن جريج عن سليمان ابن موسى عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"إيما امرأة نكحت بغير إذن وليها،فنكاحها باطل باطل"، فالجواب أن الآية مشتركة الإلزام؛لأنه نهاهم عن منعهن عن النكاح فدل على أنهن يملكنه، وأن قوله تعالىٰ:﴿فلا جناح عليهن فيما فعلن فى أنفسهن﴾،الخ".(فتح القدير،كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء:۳/۲۵۷، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(۴) أحكام القرآن للجصاص،سورة البقرة، باب النكاح بغير ولى: ۱/۵۴۴،۵۴۵،قديمى

(۵) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى ولاية الندب:۳/۳۷۳،دار الكتب العلميه بيروت

الجواب ــــــــــــــــ

جب کہ لڑکی عاقلہ بالغہ ہے تو دوسرا نکاح جو والد نے جبراً کیا ہے، قطعا باطل ہے؛ کیوں کہ بالغہ عاقلہ کا نکاح جبراً کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ (کذا فی الهداية وغيرها) اور پہلا نکاح جو لڑکی نے خود بلا اجازت باپ کے کیا ہے، وہ اگر اپنے کفو میں مہر مثل کے مطابق کیا ہے تو نافذ و مکمل ہو گیا، اب اس کو کوئی فسخ نہیں کرا سکتا۔

البتہ اگر نکاح اپنے کفو میں نہیں کیا تھا، یا مہر مثل سے کم میں کرالیا ہے تو باپ کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا شرعاً اختیار ہے اور وہ بھی اس طرح کہ حاکم مسلمان کے یہاں درخواست دے کے فسخ نکاح کا حکم حاصل کرے۔

لما قال في الهداية: ويشترط فيه القضاء. (۱)

اور پھر بھی دوسری جگہ نکاح کرنے کا کوئی حق بغیر لڑکی کی رضا کے نہیں۔ (امداد المفتین ۲/۴۴۵)

بالغہ کا اپنے کفو میں نکاح کرنا صحیح ہے:

سوال: اگر ایک بالغہ لڑکی والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کرلے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

ایک عاقلہ بالغہ لڑکی کے لیے والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کرنا احناف کے ہاں درست ہے؛ اس لیے کہ بالغہ لڑکی اپنے اختیار کی حقدار ہے۔

قال المرغيناني: وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد وليٌ... للولي الاعتراض في غير الكفء وعن أبي حنيفة وأبي يوسف أنهٗ لايجوز في غير الكفء، إلخ. (الهداية: ۲/۲۹٤، باب في الأولياء والأكفاء) (۲) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۹۴)

کیا غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا؟ اور کفو میں نکاح کی شرعی حیثیت اور حکمت:

سوال: کیا نکاح اپنے کفو میں کرنا ضروری ہے؟ اس کے بغیر کسی اور خاندان میں نکاح نہیں ہوسکتا؟ کفو میں نکاح کیوں کرنا چاہیے؟ اور اپنے خاندان ہی میں نکاح کی کوشش کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

نکاح ہر ذات میں دونوں خاندانوں کی رضامندی سے ہوسکتا ہے؛ لیکن کفو میں نکاح کرنا اس لیے بہتر ہوتا ہے کہ

(۱) الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۱۹٤، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

(۲) وفي الهندية: ثم المرأة إذا زوجت نفسها من غير كفء صح النكاح في ظاهر الرواية ... و لكن للأولياء حق الاعتراض وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن النكاح لا ينعقد و به أخذ كثير من مشايخنا والمختار في زماننا للفتوى رواية الحسن، الخ. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۹۲، الباب الخامس في الأكفاء)

ومثلهٗ في البحر الرائق: ۳/۱۱۰، باب الأولياء والأكفاء

اس میں عموماً طبیعتیں مل جاتی ہیں، اگر اس خیال سے اپنے کفو میں نکاح کی کوشش کی جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (۱)

۱۴۱۰/۱۰/۶/۲۸ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۹۴)

اولیاء کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کا حکم:

سوال: ایک شخص بنام احمد جس کی لڑکی ہے، جب لڑکی عاقل بالغ ہوگئی تو احمد نے پانچ، چھ گواہوں کے سامنے اپنی لڑکی اپنے چچازاد بھائی سے منگنی کروانے کا زبانی اقرار کیا اور واقعی وعدہ کیا اور چچازاد بھائی جس کا نام غلام قادر ہے، اس نے قبول کیا اور منگنی کی شرائط کو گواہوں کے روبرو قبول کیا، اس کے بعد لڑکی کی ماں لوگوں کے ورغلانے سے خاوند کا گھر چھوڑ کر لڑکی کو لے کے اسی کے گھر چلی گئی، وہاں پہنچ کر لڑکی کی ماں کہنے لگی کہ جہاں میرا خاوند میری لڑکی دینا چاہتا ہے، وہاں میں راضی نہیں ہوں اور نہ میری لڑکی راضی ہے؛ کیوں کہ وہ لڑکا پہلے سے شادی شدہ ہے، جس غیر قوم کے گھر ماں اور لڑکی گئی تھی اس غیر قوم نے لوگوں کے مشورے سے لڑکی کا نکاح احمد کے مرضی کے خلاف کروادیا، جس لڑکے سے نکاح ہوا وہ احمد اور احمد کی بیوی کے ماموں کا لڑکا ہے، اس کے بعد احمد اپنے دو سگے لڑکے بھائی کے پاس چھوڑ کر اپنی بیوی اور لوگوں سے ناراض ہوکر سندھ چلا گیا؛ کیوں کہ یہ نکاح اس کی مرضی کے خلاف ہوا تھا، نکاح کے وقت لڑکی نے نکاح کا ولی ماموں کو بنایا، ماموں نے ولی بن کر نکاح پڑھوایا، یہ نکاح رات کے وقت جب کہ لوگ سورہے تھے کیا گیا اور جس قوم میں یہ لڑکی دی گئی ہے، وہ قوم احمد کے گھر والے، احمد کی بیوی اور ماں اور دادی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، باقی احمد کے باپ اور دادا دوسرے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، احمد کے باپ، دادا کا نسب چودہ، پندرہ پشت گزرنے کے بعد اس قوم سے ملتا ہے۔ آیا یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

تنقیح:

(۱) احمد کی لڑکی نے جس مرد سے نکاح کیا ہے، وہ قومی اور خاندان اعتبار سے احمد کا کفو ہے، یا نہیں؟ یعنی کیا دونوں خاندانوں میں اتنا فرق ہے کہ ایک خاندان، دوسرے خاندان میں شادی بیاہ کرنے کو عرفاً عار اور عیب سمجھتا ہو؟ یا اتنا فرق نہیں ہے اور دونوں خاندانوں میں بغیر کسی عار کے شادی بیاہ ہوتے ہیں؟

(۲) کیا دینداری کے اعتبار سے احمد کے گھرانے اور اس مرد کے گھران میں فرق ہے؟ ان دو سوالات کا جواب اسی کاغذ پر لکھ کر بھیجئے، ان سوالات کا جواب آنے پر اصل مسئلے کا جواب دیا جائے گا۔ (محمد تقی عثمانی)

جواب تنقیح:

وہ مرد اور اس کے گھرانے میں اتنا فرق دینداری کے اعتبار سے ہے کہ احمد اور احمد کے گھرانے موحد ہیں اور جس

(۱) یہ فتویٰ حضرت والا دامت برکاتہم نے ایک جواب خط میں تحریر فرمایا۔

مرد سے احمد کی لڑکی کا نکاح کیا گیا، وہ مرد اور اس کے گھرانے بدعتی ہیں اور ان میں مشرکانہ صفتیں بھی ہیں، چند صفتیں یہ ہیں: حضور اکرم ا کو حاضر وناضر سمجھتا ہے، مشکلات میں پیر کو پکارتا ہے، مرنے کے بعد عہد نامہ کو قبر میں دفن کرتا ہے، نماز جنازہ پڑھ دائرہ بنا کر اسقاط کرتا ہے، احمد ان باتوں کے خلاف ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں احمد کی لڑکی کا نکاح جس شخص سے کیا گیا، وہ احمد کا کفو نہیں ہے۔

لما فی رد المحتار: فإنهم قالوا: لا يكون الفاسق كفؤا لبنت الصالحين. (رد المحتار، باب الأكفاء: ۳۲۰/۲)(۱)

اور فسق اعتقادی عملی سے اشد ہے،(۲) لہٰذا مذکورہ صورت میں احمد کی رضامندی کے بغیر جو نکاح کیا گیا، وہ باطل ہے، احمد کی لڑکی کو چاہیے کہ وہ فوراً اس شخص سے الگ ہو جائے۔

لما فی الدر المختار: (وله) أی للولی (إذا كان عصبة) ... (الاعتراض فی غير الكفء) ... (مالم) يسكت حتى (تلد منه) ... (ويفتى) فی غير الكفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوىٰ (لفساد الزمان). (شامی: ۲۹۷/۲)(۳) واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۱۱/۱۴ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲۹۲/۲-۲۹۳)

عورت ثیبہ بالغہ کا نکاح بدون ولی:

سوال: بیوہ ثیبہ بلا اذن ولی کے نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر بیوہ بالغہ حرہ ہے تو اس کا نکاح بلا اذن ولی جائز ہے لیکن اگر غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم پر کر لیا تو ولی (لیکن خود کچھ نہیں کر سکتا؛ بلکہ قضاء قاضی شرط ہے،) کو تعرض پہونچتا ہے۔

(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی) ... (وله) أی للولی...(الاعتراض فی غير الكفء). (الدر المختار)(۴)

(امداد: ۱۰/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۸۹/۲)

---

(۱) فتاویٰ شامية، ج:۳، ص:۸۹ (طبع ایچ ایم سعید)

(۲) و فی حلبی كبير شرح المنية، ص:۵۱٤ (طبع سهيل اكادمی لاهور)...فاسق من حيث الاعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل.

(۳) الدر المختار، ج:۳، ص:۵٦، ۵۷ (طبع سعيد)

(۴) الدر المختار، باب الولی: ۵۵/۳-۵٦، دار الفكر بيروت، انيس

عاقلہ بالغہ نے ولی کی اجازت کے بغیر مہر مثل سے کم پر، یا غیر کفو میں نکاح کرلیا تو اس کے احکام:

سوال: نکاح اول سے دباؤ دے کر طلاق حاصل کرنا کیسا ہے؟

الجواب

نکاح اول اگر لڑکی نے اپنے کفو میں کیا ہے اور مہر بھی مثل سے کم مقرر نہیں کیا، تب تو اس کے خاوند پر دباؤ ڈال کر طلاق لینا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں ابطال حق ثابت ہے، وہولا یجوز اور اگر یہ نکاح اپنے کفو میں نہیں کیا، یا مہر اپنے مہر مثل سے کم مقرر کرلیا تو قول مفتی بہ کے موافق یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا۔

كما صرح به في الدر المختار من أن الفتوى على رواية الحسن عن الإمام.(۱)

پس صورت میں نکاح ثانی جو ماں باپ نے کردیا وہ صحیح و جائز ہوگیا۔ (امداد المفتین: ۲/۴۴۵)

بالغہ لڑکی بلا اجازت اولیاء غیر کفو میں نکاح کرے تو باطل ہے:

سوال: ایک عورت بالغہ نے اپنا نکاح بغیر اجازت والد کے غیر کفو میں کرلیا ہے اور اس نکاح کی وجہ سے اس کے والد ناراض ہیں، کیا یہ نکاح عند الحنفیہ درست ہے؟

الجواب

فتویٰ اسی پر ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، (بشرطیکہ خاوند اس عورت کا غیر کفو ہو) شامی اور درمختار، عالمگیری وغیرہ کتب فقہ نے باتفاق اسی پر فتویٰ دیا ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، عورت پر واجب ہے کہ اس سے فوراً علاحدہ ہوجائے اور کفو میں نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۶۱)

کسی لڑکی کا غیر کفو میں اپنی مرضی سے نکاح کرنا:

سوال: اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ جائے اور لڑکا پیشے کے اعتبار سے لڑکی کا کفو نہ ہو؛ یعنی اس کا پیشہ قابل عار ہو، جبکہ لڑکی کے رشتہ داروں کو اس نکاح کا علم ہوا، جب لڑکی کے ہاں اس لڑکے سے ایک بچہ پیدا ہوا تو کیا لڑکی کے ورثا اب اس نکاح کو فسخ کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

عدم کفاءت کی وجہ سے مرور زمانہ سے اولیا کا حق ساقط نہیں ہوتا، الا یہ کہ اولیاء رضامندی ظاہر کردیں، یا اس مرد کی عورت سے بچہ پیدا ہوجائے۔

اس لیے صورت مسئولہ میں بچے کی پیدائش کے بعد اولیا کو کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رہتا۔

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۳/۸٤، دار الفكر بيروت، انيس

قال العلامة الدكتور وهبة الزحيلي: ويثبت هذا الحق عند الحنفية للأقرب من الأولياء العصبة فالأقرب، فإذا لم يرضوا فلهم أن يفرقوا بين المرأة وزوجها ما لم تلد أو تحمل حملاً ظاهرًا في ظاهر الرواية، الخ. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲۳۷/۷، الفصل الخامس الكفاءة في الزواج، المبحث الثالث صاحب الحق في الكفاءة)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۳۸۸/۴)

ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: زید نے ہندہ سے اپنا نکاح ہندہ کے کسی ولی عصبہ کے اذن کے بغیر کرلیا جب کہ زید اور ہندہ کے درمیان کفاءت نہ تو نسباً ہے اور نہ دیانۃً۔ نکاح کی تفصیل یہ ہے کہ زید اور ہندہ کے درمیان گھریلو تعلقات تھے، ہندہ برائے تحصیل علم میڈیکل کو چنگ جایا کرتی تھی، گاہ بگاہ زید بھی ہندہ کے ساتھ جاتا تھا، ایک روز زید بہلا کر ہندہ کو ایک ہوٹل میں لے گیا، وہاں ایک مولوی صاحب اور دو غیر متعارف آدمی موجود تھے، مولوی صاحب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور ہندہ کو زید سے نکاح قبول کرنے کی پیشکش کی، لڑکی کی ہچکچاہٹ پر دھمکی دی گئی کہ اگر نکاح قبول نہیں کروگی تو جان سے ماردی جاؤگی، ڈر اور خوف کی وجہ سے ہوٹل میں ہندہ نے عدم رضامندی کے ساتھ قبول کرلیا، جب کہ ہندہ کے ماں اور باپ کو اس کا قطعاً علم نہ تھا۔ واضح رہے کہ لڑکا شرابی، جواری اور غیر دیانت دار ہے اور لڑکی نیک اور شریف گھرانے کی ہے، ایسی صورت میں کیا یہ نکاح صحیح ہوا؟ از روئے شرع تفصیلی جواب دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر کوئی بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے، جب کہ ولی موجود ہو تو کیا یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا، یا منعقد ہوجائے گا؛ لیکن اس کے اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا؟ اس سلسلہ میں خود فقہائے احناف کے مابین اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں فتاوے بھی مختلف ہیں، امام صاحب کے شاگرد حضرت حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہ نکاح سرے سے صحیح ومنعقد ہی نہیں ہوگا اور حالات کے پیش نظر یہی روایت مفتیٰ بہ بھی ہے۔ کتب فقہ حنفی میں اس کو مفتی بہ قول قرار دیا ہے۔ ہمارے اکابرین میں سے حضرت تھانویؒ نے الحیلۃ الناجزۃ (۲) میں اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے فتاویٰ دار العلوم میں (۳) اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ بالغہ کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں کیا ہوا نکاح سرے سے صحیح ومنعقد ہی نہیں ہوگا۔ اس مفتیٰ بہ قول کے خلاف ظاہر روایت یہ ہے کہ نکاح

(۱) قال العلامة عبدالرحمن الجزري: أنّ الكفاءة في الامور المذكورة من حق الولي بشرط أن يكون عصبة ولو كان غير محرم كابن عمّ يحله له زواجها... ثمّ إذا سكت الولي عن الاعتراض حتى ولدت المرأة فإن حقه يسقط في الكفاءة إلخ. (الفقه على المذاهب الأربعة: ٤/٥٦، كتاب النكاح، مبحث الكفاءة في الزوج)

ومثلهٗ في الأحوال الشخصية للإمام محمد أبوزهرة: ١٤٢، ١١٩، مَن لهٗ حق الكفاءة

(۲) الحیلۃ الناجزۃ: ۱۰۵، مکتبہ رضی دیوبند

(۳) فتاویٰ دار العلوم جدید: ۲۱۲/۸

منعقد ہو جائے گا، البتہ اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا، اس عدم کفاءت کی بنیاد پر وہ قاضی شریعت کی شرعی عدالت دارالقضاء میں درخواست دے کر نکاح فسخ کرواسکتے ہیں۔ صاحب البحرالرائق نے خلاصہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بہت سے مشائخ نے ظاہر روایت کے مطابق انعقاد نکاح کا فتویٰ دیا ہے، آگے لکھتے ہیں کہ اس باب میں فتاوے مختلف ہیں۔

اس مسئلہ میں دو مختلف قول سامنے آئے، ایک مفتیٰ بہ قول عدم انعقاد نکاح کا اور دوسرا ظاہر روایت انعقاد نکاح کا۔ مفتیٰ بہ قول کی بنیاد اس پر ہے کہ بہت سے اولیاء ایسے ہیں، جو معاملہ کو اچھی طرح قاضی کی عدالت میں پیش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور بہت سے قاضی بھی ایسے ہیں جو انصاف سے کام نہیں لیتے۔ اگر ولی معاملہ کو اچھی طرح پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور قاضی عادل ہو تو بھی عدالت میں بار بار جانے اور حکام کے سامنے پیش ہونے کی زحمت کے پیش نظر اولیا اپنا حق چھوڑ دیں گے اور قاضی کے پاس معاملہ نہیں لے جائیں گے، جس سے ان کے حق میں نقصان بہر حال ہوگا اور اگر انعقاد نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ولی کو ضرر ونقصان لاحق ہوگا جب کہ ولی سے ضرر ونقصان کا دور کرنا ضروری ہے اور ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ بالغہ اپنے مال اور نفس میں تصرف کی مجاز ہے۔ اگر عدم انعقاد نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو گویا کہ اس کو اپنے نفس میں جائز تصرف سے روکنا ہے، جو صحیح نہیں ہے؛ اس لیے انعقاد نکاح کا حکم لگے گا اور اولیاء کو دفع ضرر اور دفع عار کے پیش نظر حق اعتراض حاصل ہوگا۔ ہمارے اس زمانہ میں خصوصاً بہار واڑیسہ میں الحمدللہ ہر جگہ دارالقضاء کا مستحکم نظام قائم ہے۔ امیر شریعت کے تحت قاضی کی تقرری ہوتی ہے، قاضی حضرات الحمدللہ نہایت ہی دیانت دار اور صاحب تقویٰ ہوتے ہیں، پوری دیانتداری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔ یہاں تو قاضی کے انصاف نہ کرنے کا سوال ہے اور نہ ہی حکام کے سامنے پیشی کی زحمت کا جو مفتیٰ بہ قول کی بنیاد ہے اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ جس عرف وعادت پر احکام کی بنا ہو، اس کے بدل جانے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ دوسری طرف لوگوں کا مزاج بگڑ چکا ہے، دین سے دوری اور احکام شرع پر عمل سے بیزاری عام ہے، اگر تھوڑی سی بھی اولیاء کی پسندیدگی کے خلاف نکاح ہو جائے تو کفو کو غیر کفو قرار دے کر نکاح کو ختم کر سکتے ہیں، یا یہ ممکن ہے کہ بوقت نکاح راضی ہوں اور بعد میں اگر کسی طرح کی ناراضگی ہوئی تو یہ کہہ کر نکاح کو ختم کر دیں گے کہ ہماری اجازت کے بغیر نکاح ہوا ہے، جس سے فتنہ کے دروازے کھلیں گے۔ نیز جب یہاں دارالقضاء کا مستحکم نظام قائم ہے، اولیاء اپنا حق وصول کر سکتے ہیں تو احتیاط بھی اسی میں ہے کہ انعقاد نکاح کا فتویٰ دیا جائے۔

اس بحث کی روشنی میں اور حالات کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ اگر بالغہ ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے تو نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوگا، البتہ اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا۔ درالافتاء امارت شرعیہ سے یہی جواب دیا جاتا ہے، (۱) لہٰذا صورت مسئولہ میں گرچہ زید اور ہندہ کے درمیان نہ تو کفاءت نسباً ہے اور نہ ہی دیانۃً، پھر بھی جب

(۱) اسلامی فقہ اکیڈمی کے فقہی سمینار میں بھی یہی فیصلہ ہوا ہے، فیصلہ کی عبارت ملاحظہ ہو: ''اگر عاقلہ بالغہ خاتون نے غیر کفو میں ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہوگا لیکن اولیاء کو قاضی کے یہاں مرافعہ کا حق ہوگا'' (نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے: ۸۶)

ہندہ نے نکاح قبول کرلیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوا، گر چہ ہندہ نے زبردستی نکاح قبول کیا ہے؛ اس لیے کہ زبردستی نکاح قبول کرلینے سے بھی نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے، (إذحقيقة الرضاء غير مشروطة فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل(ردالمحتار: ۲۷۱/۲)) البتہ ہندہ کے اولیاء کو یہ حق حاصل ہے کہ دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں درخواست دے کر فسخ نکاح کا مطالبہ کریں۔ قاضی شریعت ضروری کارروائی کے بعد جو فیصلہ دیں اس پر عمل کیا جائے۔ ملاحظہ ہو فقہی عبارتیں:

(فنفذنكاح حرّة مكلفة بلا) رضا (ولى) والأصل أن كل من تصرف فى ماله تصرف فى نفسه ومالا فلا (وله) أى للولى (إذاكان عصبة) ... (الاعتراض فى غير الكفء)فيفسخه القاضى ... (مالم) ... (تلد منه) ... (ويفتىٰ) فى غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) هوالمختار للفتوىٰ(لفساد الزمان). (الدرالمختار)

(قوله بعدم جوازه أصلا)هذه رواية الحسن عن أبى حنيفة وهذا إذاكان لها ولى لم يرض به قبل العقد فلايفيد الرضى بعده ... (قوله:هوالمختار للفتوىٰ)قال شمس الأئمة وهذا أقرب إلى الاحتياط كذا فى تصحيح العلامة قاسم لأنه ليس كل ولى يحسن المرافعة والخصومة ولا كل قاض يعدل ولو أحسن الولى وعدل القاضى فقد يترك أنفة للترددعلى الحكام واشتغالالنفس الخصومات فيتقررالضررفكان منعه دفعاً له. (ردالمحتار: ۲۹۷/۲)

البحر الرائق میں ہے:

وفى الخلاصة: كثير من مشائخنا أفتوا بظاهرالرواية أنها ليس لها أن تمنع نفسها وهذا يدل علىٰ أن كثيراً من المشائخ أفتوابانعقاده فقد اختلف الإفتاء. (البحرالرائق: ۱۳۸/۳)

شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

فللمفتى اتباع عرفه الحادث فى الألفاظ العرفية وكذا فى الأحكام التى بناها المجتهدعلى ماكان فى عرف زمانه وتغيرعرفه إلى عرف آخر. (شرح عقودرسم المفتى: ۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۸/۲/۱۴۱۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۲۰/۴-۳۲۳)

بالغہ سیدزادی کی شادی ولی کی رضا سے غیر کفو میں جائز ہے:

سوال: ایک شخص نے حسب احکام شریعت ایک عورت سے نکاح کیا، اس وقت تک کچھ علم اس بات کا نہ تھا کہ یہ عورت سیدزادی ہے، بعد میں شبہ گزرا کہ یہ شاید منکوحہ سیدزادی ہو، اگر وہ سیدزادی ہوتو اس نکاح میں کوئی نقص تو نہیں ہے، درآنحالیکہ مرد غیر سید ہے؟

الجواب

اگر اس سیدزادی کا کوئی عصبہ نہ تھا، یا اگر تھا تو اس کی رضا سے نکاح ہوا اور وہ سیدزادی بالغہ تھی اور اس نے اپنی رضا

سے غیر کفو سے نکاح کیا ہے تو دونوں صورتوں میں نکاح صحیح ہے، البتہ اگر اس سیدزادی کا کوئی ولی عصبہ موجود ہے اور وہ اس نکاح سے جو کہ غیر کفو میں ہوا، راضی نہیں ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔

(ویفتی) فی غیرالکفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتویٰ. (الدرالمختار)

اور شامی میں ہے:

وهذا إذا كان لها ولي ولم يرض به قبل العقد ... وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقا إتفاقا. (شامی: ۲۹۷/۲) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۷/۸)

لڑکی اپنا نکاح باختیار خود غیر کفو میں کرنے کا حکم:

سوال: دختر صغیرہ کا نکاح کرکے اس کے شوہر کو دینا ماں باپ کے لیے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ کلام اللہ کی چند آیات سے ثابت ہوتا ہے، اُن میں سے ایک آیت یہ ہے:

﴿وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ﴾ (۲)

اور یہ مسئلہ اس آیت سے اس طرح نکلتا ہے کہ لفظ ایامٰی جمع ہے، لفظ ایم کی اور ایم لغت میں عام طور پر صغیر اور کبیر اور مرد اور عورت کو کہتے ہیں کہ اگر وہ مرد ہے تو اس کی زوجہ نہ ہو اور اگر وہ عورت ہے تو اس کا شوہر نہ ہو، اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے زمرہ میں جو مرد ایسا ہو کہ اس کی عورت نہ ہو اور جو عورت بلا شوہر کے ہو، اس کا نکاح کر وا اور دختر صغیرہ نابالغہ بھی اس میں داخل ہے اور اس طریقہ کو اُصول اصطلاح میں درج فی العموم کہتے ہیں، من جملہ ان آیتوں کے دوسری آیت یہ ہے:

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾ (۳)

آدمیوں میں یتیم اس کو کہتے ہیں، جو صغیر السّن ہو اور اس کا باپ مر گیا ہو، جیسا کہ جانوروں میں یتیم اس جانور کو کہتے ہیں، جس کی ماں مر گئی ہو تو اللہ تعالیٰ نے یتیم کے حق میں فرمایا کہ اُن کے حق میں بھلائی کرنا بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ یتیم کے حق میں جو مصالحت ہو، وہ کرنا چاہیے۔ اکثر اوقات اس میں مصلحت ہوتی ہے کہ یتیم کا نکاح کر دیا جائے۔ علی الخصوص جب لڑکی یتیم ہو کہ نکاح کے بعد اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے، اس کا مہر مقرر ہو جاتا ہے،

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۸/۲۔۴۰۹، ظفیر

(۲) سورۃالنور: ۳۲

ترجمہ: یعنی اور نکاح کر دو بیوہ کا جو تم لوگوں میں ہو اور نکاح کر دو اپنے نیک غلام اور لونڈیاں کا۔

(۳) سورۃالبقرۃ: ۲۱۹

ترجمہ: یعنی لوگ آپ سے یتیموں کا حال پوچھتے ہیں، تو آپ کہہ دیجیے ان کے حق میں بھلائی کرنا بہتر ہے۔

اس میں سراسر منفعت ہے تو جولڑکی یتیمہ کو کہ اپنے زمرہ میں ہو، اگر چہ اس سے قرابت قریبہ نہ ہو؛ لیکن نکاح کر کے اس کو دے دینا جائز ثابت ہوا تو اپنی لڑکی کہ اس سے نہایت قرابت قریبہ ہے، اگر اس کے حق میں یہ امر مصلحت معلوم ہو تو ایسا کرنا زیادہ مناسب ہوگا تو یہ بابت ہوا کہ دختر صغیرہ کا نکاح کر کے دے دینا جائز ہے اور اس طریق اثبات کو اُصول میں بالاولیٰ اور دلالت النص کہتے ہیں۔ (فتاوی عزیزی، ص ۵۳۹-۵۴۰)

اگر لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو ماں باپ منع کریں:

سوال: اگر لڑکی چاہے کہ غیر کفو سے نکاح کرے تو اس کے ماں باپ کے لیے یہ حق ثابت ہے کہ نہیں کہ اس کو منع کریں؟

الجواب

یہ مسئلہ بھی کلام اللہ شریف کی چند آیات سے مستنبط ہوتا ہے۔

اول یہ کہ قرآن شریف میں اکثر جگہ واقع ہے:

﴿وبالوالدین اِحساناً﴾ (۱)

اور عقل سے یہ ثابت ہے کہ کسی امر کے کرنے کا حکم کرنا ایسا ہے کہ اس امر کے خلاف کرنے سے منع کرنا ہے؛ یعنی جب حاکم حکم دیتا ہے کہ فلاں کام کیا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کے خلاف کرنا نہ چاہیے، اس واسطے کہ اجتماع ضدّین محال ہے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین کو ایذا نہ دینا چاہیے، اس واسطے کہ ایذاء رسانی احسان کی ضد ہے، جب لڑکی کے غیر کفو کے باہر نکاح کرے گی تو اس کے والدین کو نہایت اذیّت ہوگی اور عار ہوگا تو یہ حرام ہوا۔

دوسری آیت یہ ہے، پندرھویں پارے میں واقع یہ ہے:

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوآ اِلَّآ اِیّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً ، اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَا ھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلاً کَرِیْماً﴾ (۲)

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین کی اہانت کرنا اور کوئی ایسا امر کرنا جو ان کی عار کا باعث ہو۔ ان کو ذلیل کرنا حرام ہے۔ جب لڑکی غیر کفو کے ساتھ نکاح کرے گی تو اس کے والدین کو اس امر سے رنج ہوگا اور ان کی ذلّت ہوگی تو لڑکی کو ایسا نہ کرنا چاہیے اور والدین کے لیے جائز ہے کہ لڑکی کو اس فعل سے منع کریں۔ (فتاوی عزیزی، ص: ۵۴۰-۵۴۱)

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۸۳، انیس

یعنی: اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

(۲) سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳

ترجمہ: تمہارے پروردگا نے حکم کیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر اسی پروردگار کی اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اگر کوئی ان میں سے حد پیری کو یا دونوں پہنچیں تو تنگ دل ہو کر ان کو کلمہ اُف کا نہ کہو اور ان کو جھڑکی بھی نہ دو، اُن سے ایسی بات کہو کہ اس سے ان کی تعظیم معلوم ہو۔

غیر کفو میں شادی ولی کی رضامندی سے درست ہے:

سوال: ایک مسلمان کسی قوم میں سے ہو، وہ دوسری قوم میں اپنے لڑکے، یا لڑکی کی شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نابالغہ کا باپ ایسا کرسکتا ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہو اور وہ راضی ہو غیر کفو میں شادی کرنے سے اور اس کا باپ اور ولی بھی راضی ہو، تب بھی درست ہے۔ (كذا في الدر المختار وغيره) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۱۵-۲۱۶)

باپ کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح جائز ہے:

سوال: ہمارے علاقے کے ایک معزز آدمی نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح اپنے غریب نوکر سے کیا ہے اور لڑکی بھی راضی ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ بظاہر دونوں کے درمیان مساوات نہیں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر ولی اپنی اور بیٹی کی رضامندی کے ساتھ غیر کفو میں بیٹی کا نکاح کرتا ہے تو نکاح درست ہوتا ہے، لہٰذا جب اس آدمی نے بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ اپنے غریب نوکر سے کیا تو یہ نکاح درست ہے۔

وفي الشامية (۸۵/۳، باب الكفاءة): قوله (فلو نكحت الخ) تفريع على قوله لا حقها وفيه أن التقصير جاء من قبلها حيث لم تبحث عن حاله كما جاء من قبلها وقبل الأولياء فيما لو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفائة ثم علموا رحمتي وفي كلام لولوالجية ما يفيده كما يأتي قريباً وعلٰى ما ذكرناه من الجواب فالتفريع صحيح لأن سقوط حقها إذا رضيت ولو من وجه وهنا كذلك ولذا لو شرطت الكفائة بقي حقها.

وفي الموسوعة الفقهية (۲۴۶/۳۴) حكم التزويج من غير كفء: لا يجوز للولي غير المجبر تزويج موليته بغير كفء دون رضاها باتفاق الفقهاء. فأما إذا زوجها بغير كفء برضاها جاز النكاح لأن الكفاءة حق المرأة والأولياء، فإذا اتفقت معهم علٰى تركها جاز. (نجم الفتاویٰ: ۵/۱۳۱)

---

(۱) وإذا زوجت نفسها من غير كفء ورضي به أحد الأولياء، لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله أو دونه في الولاية حق الفسخ ويكون ذلك لمن فوقه، كذا في فتاوىٰ قاضي خان، وكذا إذا زوجها أحد الاولياء برضاها، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح: ۱۷/۲، ظفير)

وإنما الخلاف بين أبي حنيفة وصاحبيه فيما إذا زوجها من رجل عرفه غير كفء، فعند أبي حنيفة يجوز؛ لأن الأب كامل الشفقة وافر الرأي فالظاهر أنه تأمل غاية التأمل ووجد غير الكفء أصلح من الكفء، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح: ۱۶/۲، ظفير)

بالغہ کا ازخود کفو میں کیا نکاح مناسب نہیں:

سوال: ایک بالغ لڑکا اور ایک بالغہ لڑکی کفو ہیں اور یہ دونوں گواہوں کی موجودگی میں بھاگ کر بغیر والدین کی رضامندی کے نکاح کرلیں، آیا یہ نکاح مانا جائے گا، یا نہیں؟ اور کیا اس طرح کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

دین اسلام اس نظامِ حیات کا نام ہے، جو زندگی کے ہر شعبے میں ہر فرد کے حقوق کا خیال رکھتا ہے، جن کا دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا ہر انسان پابند ہے اور اسی پابندی میں اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی خوشحالی اور اس کا توازن رکھا ہے۔ شادی بیاہ بھی زندگی کا ایک شعبہ ہے، جس میں شریعت نے جہاں والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق رکھے ہیں، وہاں اولاد کے ذمہ بھی والدین کے کچھ حقوق رکھے ہیں۔ نیز یہ کہ والدین اولاد کی پیدائش سے لے کر جوانی تک کی زندگی کے سفر میں کیسے کیسے کٹھن مراحل سے گزرتے ہیں اور اپنے کو جان جوکھوں میں ڈال کر ان کی دیکھ بھال میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، جب یہ اولاد جوان ہوجاتی ہے تو ماں باپ کو ان سے کچھ امیدیں بندھتی ہیں۔

اب اگر اولاد ماں باپ کے احسانات کو یکسر فراموش کر کے صرف اپنا حق سامنے رکھ کر بغیر کسی وجہ کے ماں باپ کی امیدوں اور تمناؤں کا خون کردیں تو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں، اسی طرح ماں باپ کو بھی اولاد کے رجحانات کا خیال رکھنا چاہیے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ تمام شرائط (یعنی نکاح کفوء میں ہوا ہو وغیرہ) کو ملحوظ رکھتے ہوئے نکاح تو صحیح ہوجائے گا؛ لیکن اس طرح گھر سے بھاگ کر نکاح کرنا جس میں ماں باپ کی ناراضگی کے ساتھ ساتھ ان کی بدنامی بھی ہو، بالکل مناسب نہیں؛ بلکہ اس میں سخت گناہ کا اندیشہ ہے اور ایسے نکاح اکثر دیرپا ثابت نہیں ہوتے۔

لما في المشكاة(ص: ٢٧٠): وعن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: البغايا اللاتى ينكحن أنفسهن بغير بينة.

وفيه أيضاً: وعن عائشة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل فنكاحها باطل فنكاحها باطل فإن دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها فإن اشتجروا فالسلطان ولى من لا ولىٰ له. (رواه أحمد والترمذى وأبو داؤد وابن ماجه والدارمى)

وفى التاتارخانية (٣١/٣): الحرة العاقلة البالغة اذا زوجت نفسها من رجل وهو كفء لها أو ليس بكفء لها وفى الخانية: بكرا كانت أوثيبا نفذ النكاح فى ظاهر رواية أبى حنيفة وهو قول أبى يوسف آخرا، الا أن الزوج اذا لم يكن كفؤا فللأولياء حق الاعتراض وروى الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله أن الزوج إذا لم يكن كفؤا لاينفذ النكاح.

وفى الهندية (٢٨٧/١): نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولى عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله فى ظاهر الرواية كذا فى التبيين سئل شيخ الإسلام عطاء بن حمزة عن امرأة شافعية بكر بالغة زوجت نفسها من حنفى بغير إذن أبيها والأب لا يرضى ورده هل يصح هٰذا النكاح قال: نعم. (نجم الفتاویٰ: ۱۳۱/۵-۱۳۲)

مرد نے غیر کفو میں نکاح کرلیا تو درست ہے:

سوال: زید نے غیر کفو میں سو برس ہوئے نکاح کرلیا تھا، اس کی اولاد، اولاد دالا ولاد ہوتی رہی اور آپس میں نکاح شادی ہوتے رہے، کوئی غیر اولاد میں نہیں رہی، اب سو برس ہوئے ہوا تھا اور وہ عورت غیر کفو تھی، نکاح کرتا ہے، جائز ہے، یا نہیں؟ اور والدین، یا کسی ولی کو حق فسخ نکاح بوجہ غیر کفو ہونے کے ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید کا غیر کفو میں نکاح کر لینے سے زید کی اولاد کے نسب میں کچھ فرق نہیں ہوا؛ کیوں کہ نسب باپ کی طرف سے ثابت ہوتا ہے، پس اگر زید کی اولاد میں سے کوئی لڑکی بالغہ اپنا نکاح بدون رضائے اولیا غیر کفو میں کرے گی تو وہ صحیح نہ ہوگا۔

كما في الدر المختار: (ويفتى) في غير الكفء (بعد م جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى. (۱)

اور اگر کوئی لڑکا بالغ زید کی اولاد میں سے بلا رضا ولی کے اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرے تو وہ صحیح ہے اور ولی اس کو فسخ نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ کفاءت کا اعتبار اس میں نہیں ہے کہ کوئی مرد شریف کسی کم نسب والی عورت سے نکاح کرے کہ اس میں عورت پر کچھ عار نہیں ہے اور مرد کی اولاد جو اس عورت سے ہوگی، وہ باپ کے نسب پر ہوگی۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۲۱۷-۲۱۸)

غیر کفو سے شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنا نکاح بالغ لڑکی سے کیا، جو غیر کفو کی تھی، یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ لڑکی اگر اپنا نکاح اپنی مرضی سے خلاف رائے ولی وبدون اجازت ولی غیر کفو سے کرے تو وہ نکاح مفتی بہ مذہب کے موافق صحیح نہیں ہوتا۔ (کذا فی الدر المختار) اور اگر اس بالغہ کا کوئی ولی نہ ہو، یا ہو اور اس نے اجازت دے دی ہو تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ (۲) منشا یہ ہے کہ لڑکی اونچے خاندان کی ہو، تب یہ جواب ہے اور نکاح جائز ہے؛ اس لیے کہ کفو کا اعتبار اسی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۲۳۷-۲۳۸)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۰۸، ظفير

(۲) (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوىٰ... إن لم يكن لها ولي فهو [أي العقد] صحيح نافذ مطلقا إتفاقا. (الدرالمختار) وهذا إذا كان لها ولي ولم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده، بحر وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقا لأن وجه عدم الصحة على هذه الرواية دفع الضرر من الأولياء ... وقول البحر لم يرض به يشمل ما إذا لم يعلم أصلا فلا يلزم التصريح بعدم الرضا بل السكوت منه لا يكون رضا، كما ذكرنا، فلابد حينئذ لصحة العقد من رضا صريحا. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۰۸-۴۰۹، ظفير)

(۳) فإن حاصله أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفء لايلزم أولا يصح بخلاف جانب الرجل فإنه اذا تزوج بنفسه مكافئة له أولا، فإنه صحيح لازم. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۲/۴۳۶، ظفير)

غیر کفو میں نکاح کا حکم:

سوال: مسماۃ بختان کا نکاح اس کی والدہ مسماۃ صالحہ نے حالت نابالغی میں سبحان سے کردیا تھا۔ مسماۃ بختان اپنے شوہر کے پاس چلی آئی تھی، اب اس وقت مسماۃ بختان بالغہ ہوچکی ہے اور اپنے شوہر سبحان سے جدا ہونا نہیں چاہتی، نکاح کے ایک معتدبہ عرصہ کے بعد جو عرصہ سال بھر سے زیادہ کا ہے، مسمی ماچھی اپنے آپ کو بختان کا والد ظاہر کرکے بختان کے فسخ نکاح کا دعویٰ کرتا ہے، اس بنا پر کہ نکاح بغیر اس کی ولایت کے ہوا ہے اور تفریق اس وجہ سے چاہتا ہے کہ اس کا شوہر سبحان کنجر ہے اور قصاب مشہور ہے اور قصابی کا پیشہ نہیں کرتا اور نیز اس کے یہاں پردہ وغیرہ مثل شرفا کے ہے۔

سوال یہ ہے کہ درصورت تسلیم ابویت ماچھی کے اس کو شرعاً فسخ نکاح کا اختیار ہے، جب کہ نکاح بغیر اس کی ولایت کے ہوا ہو اور متعاقدین نکاح پر راضی ہوں؟

الجواب

صورت مذکورہ بالا میں اگر مسماۃ بختان کا نکاح بحالت عدم بلوغ بلا اجازت ماچھی کے اس کی والدہ نے سبحان کے ساتھ کردیا ہے، پس اگر سبحان بختان کا ہم کفو نہیں ہے تو شرعاً یہ نکاح اصلاً صحیح نہیں ہوا۔

(وإن كان المزوج غير هما) أى غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضى ... (لايصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلاً). (الدر المختار)

وفى الشامى (قوله: أصلاً) أى لا لازماً ولا موقوفاً على الرضا بعد البلوغ. (۱)

پس جب کہ یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تو اس کا فسخ تحت ولایۃ القاضی داخل نہ ہوا؛ کیوں کہ فسخ تو جب ہوسکے کہ پہلے کسی درجہ میں اس کا انعقاد ہوا اور جب انعقاد مطلق نہیں تو فسخ جو وظیفہ قاضی ہے نہیں ہوسکتا، لہٰذا دعوی فسخ نکاح قابل سماع نہیں ہے؛ لیکن جب نکاح نہیں ہوا اور اس وقت بختان بالغہ ہے اور خود مختار ہوچکی ہے تو اس طرح ہردو بختان وسبحان کا باہم مثل زن وشوہر رہنا حرام ہے تو حسبِ وظیفہ احتساب ان کو ہدایت کی جائے کہ وہ دونوں بدون نکاح جدید اس طرح ہرگز نہ رہیں، پھر اگر وہ دونوں بتراضی باہمی نکاح کرلیں تو اس وقت ماچھی اگر دعویٰ کرے تو قابل سماعت ہوگا اور اس وقت ان کی تحقیق کی ضرورت ہوگی کہ باہمی کفاءت ہے، یا نہیں؟

اور اگر باہمی کفاءت بھی معتبر ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگیا، اس کے باپ کو فسخ کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں خود اس کو خیار بلوغ تھا، اگر وقت بلوغ فسخ کرتی تو فسخ ہوجاتا اور جب وہ رضا مند ہے تو اس کے فسخ کی کوئی صورت نہیں ہے اور حق شق ثانی ہے؛ کیوں کہ ماچھی اگر باعتبار عدم کفاءت نسب مدعی فسخ ہے تو اول عجمیوں میں کفاءت نسب معتبر ہی نہیں۔

إنما رخص الكفاءة فى النسب بالعرب فإن العجم ضيعوا أنسابهم. (شرح الوقاية)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی: ٦٧/٣ ـ ٦٨، دار الفکر بیروت، انیس

علاوہ ازیں عدم کفاءت ثابت نہیں؛ کیوں کہ کنجر ہونا ثابت نہیں اور اگر قصاب ہونا ثابت ہو تو یہ نسب نہیں؛ بلکہ حرفہ ہے اور اگر دعوی فسخ اس وجہ سے کرتا ہے کہ اس کی بلا اجازت نکاح ہوا تو یہ مسماۃ بختان کے بلوغ سے رفع ہو گیا۔

(وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و)لكن (لهما) أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيارا الفسخ) . . .(بالبلوغ). (الدر المختار)(۱)

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، ۲۴/ اپریل ۱۹۱۲ء۔ الجواب صحیح، عنایت الٰہی عفی عنہ

الجواب صحیح: محمد الیاس اختر عفی عنہ (کاندھلوی) ۶/ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ

لقد اصاب المجیب: احقر ظفر احمد تھانوی

الجواب صحیح: ثابت علی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: عبدالوحید عفی عنہ، عبداللطیف عفا اللہ عنہ (فتاوی مظاہر علوم، ص:۱۰۱)

بالغہ نکاح میں خود مختار ہے؛ مگر کفاءت کا لحاظ ضروری ہے:

سوال: زید نے انتقال کیا۔ بھائی، ماں، باپ، بیوہ، دختر چھوڑے، تھوڑے عرصہ کے بعد ماں باپ نے بھی انتقال کیا، لڑکی بخوشی ورضامندی اپنی ونیز اپنی ماں کی بکر سے جو اس کی برادی سے ہے، عقد کرنا چاہتی ہے، چچا حقیقی معترض ہے کہ بکر کفو نہیں ہے اور اپنے بیٹے سے عقد کرنا چاہتا ہے، جو لڑکی اور اس کی والدہ کو چند وجوہ سے ناپسند ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اور لڑکی کتنی عمر میں بالغہ سمجھی جاتی ہے اور کیا زید کا بھائی حق ولایت رکھتا ہے؟ کفو کا اعتبار کسی وقت ساقط ہو سکتا ہے، یا نہ؟ ہندوستان میں کون کس کا کفو ہو سکتا ہے؟ کفو وغیرہ کفو کی تعریف کیا ہے؟

الجواب

شرعاً پندرہ برس کی عمر میں لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے اور اگر اس سے پہلے کوئی علامت بلوغ کی مثل حیض وغیرہ کے پائی جاوے تو پہلے ہی بالغہ ہو جاوے گی اور چچا بے شک اس صورت میں ولی ہے؛ لیکن ولی کو نابالغہ پر تو جبراً اختیار نکاح کرنے کا ہے، بالغہ پر نہیں ہے، بالغہ خود اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کر سکتی ہے، غیر کفو میں نہیں کر سکتی، غیر کفو میں بے شک ولی کو روکنے کا اختیار ہے اور کفو کا اعتبار کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اور کفو ہونا باعتبار نسب اور باعتبار دیانت و پرہیزگاری اور باعتبار تمول وعدم تمول اور باعتبار پیشہ کے معتبر ہے اور تفصیل ان سب امور کی کتب فقہ میں ہے،(۲) یہاں اس کی تفصیل لکھنا دشوار ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۳-۷۴)

---

(۱) الدر المختار، باب الولی: ۳/۶۹، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء، فللأولياء أن يفرقوا بينهما، دفعا لضرر العار عن أنفسهم، ثم الكفاءة تعتبر في النسب لأنه يقع به التفاخر فقريش بعضهم أكفاء لبعض والعرب بعضهم أكفاء لبعض. (الهداية: ۲/۳۲۰، فصل في الكفاءة، ظفير)

بالغہ نے کفو سے جو نکاح خود کیا، درست ہے، باپ نے جو زبردستی کیا، وہ جائز نہیں:

سوال: ایک جوان لڑکی بالغہ نے اپنا نکاح اپنی قوم کے لڑکے سے خود دو گواہوں کے سامنے کرالیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے والد کو خبر ہوئی، اس نے بلا طلاق شوہر اول کے دوسرے شخص سے اس لڑکی کا نکاح کر دیا۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ لڑکی کے باپ اور معلم نکاح خواں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــ

اگر عورت اور خاوند کے علاوہ دو گواہ مسلمان اور موجود تھے اور ان کے سامنے نکاح ہوا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا، دوسرا نکاح جو باپ نے کیا بدون طلاق دینے شوہر اول کے صحیح نہیں ہوا، (۱) اور باپ اور معلم جس نے باوجود علم نکاح اول کے دوسرا نکاح پڑھا گنہگار ہوئے، توبہ کریں اور نکاح اس معلم وغیرہ کا نہیں ٹوٹا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۳/۸)

بیوہ سیدہ اپنی مرضی سے غیر سید سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال (۱) ایک بیوہ سیدزادی اپنی رضا ورغبت سے ایک غیر سید سے شرعاً نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

دیور، بھاوج کو نکاح ثانی سے جبراً نہیں روک سکتا:

(۲) ایک بیوہ سیدزادی زمانہ کی مجبوریوں سے غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے؛ مگر اس کا دیور محض تعصب نسلی اور اس کو تکلیف دینے کے لیے مانع ہے۔ کیا وہ بھاوج کو نکاح ثانی سے جبراً روکنے کا حق رکھتا ہے اور تعصب نسلی مشروع ہے؟

(المستفتی: ۲۷۰۰، حافظ رحیم بخش صاحب جہلم، پنجاب، ۹/محرم ۱۳۶۱ھ، مطابق ۲۷/جنوری ۱۹۴۲ء)

الجواب ــ

(۱) سیدزادی کے لیے تمام غیر سید کفو نہیں ہیں؛ بلکہ سیدزادی کے لیے تمام صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، عباسی، زبیری؛ یعنی شیوخ قریشی کفو ہیں، ان میں سے وہ کسی کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے اور سیدزادی بالغہ غیر کفو میں اولیاء کی رضامندی سے، یا اس کے اولیا میں کوئی نہ ہو تو اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے۔ (۲)

---

(۱) ولایجوز للولی إجبار البكر البالغة على النكاح ... ولنا أنها حرة مخاطبة فلايكون للغير عليها ولاية الإجبار. (الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۲۹۴/۲، ظفير)

(۲) وإن تزوجت المرأة غير الكفء فرضي به أحد الأولياء جاز ذلك ولا يكون لمن هو مثله في الولاية أو أبعد منه أن ينقضه إلا أن يكون أقرب منه فحينئذ له المطالبة بالتفريق... وإن تزوجت المرأة غير كفء ثم جاء الولي فقبض مهرها وجهزها فهذا منه رضا بالنكاح لأن قبض المهر تقرير لحكم العقد فيتضمن ذلك الرضا بالعقد ضرورة. (المبسوط، كتاب النكاح: ۲۶/۵-۲۷، بيروت)

(۲) دیور ولی نہیں ہے اور اس کی رصامندی، یا نارضامندی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ولی سے مراد عورت کے باپ، دادا، بھائی، چچا، تایا وغیرہم؛ یعنی باپ کے خاندان کے عصبات ہیں،(۱) اور ان میں سے جو قریب تر ہو اس کی اجازت اور عدم اجازت پر حکم ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۵/۲۰۶)

بیوہ بالغہ غیر کفو میں نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: بیوہ عورت اپنا نکاح غیر کفو میں بلا اجازت ولی کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

بیوہ عورت اپنا نکاح غیر کفو میں بدون رضاء ولی کے نہیں کر سکتی، اگر کرے گی تو موافق روایت مفتی بہا کے وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

کمافی الدرالمختار: (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا) وھو المختار للفتوی.(۲)

لیکن یہ واضح رہے کہ غیر کفو سے یہاں مراد یہ ہے کہ لڑکا نیچ خاندان ہو اور اگر لڑکا عورت سے اونچے خاندان کا ہے تو جائز ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۸/۲۱۲)

بیوہ سیدزادی غیر قریشی سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک سیدانی بیوہ اگر کسی غیر قریشی سے کہ وہ نہ تو عالم ہے اور نہ پٹھان نکاح کرنا چاہے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اگر نکاح ہو گیا ہو تو ایسے نکاح کو شرعاً توڑ دینا لازمی ہے، یا نہ؟ اور کیا یہ نکاح قابل فسخ ہے اور وہ شخص قابل تعزیر ہے، یا نہیں؟ اگر تعزیر ہے تو کیا؟

الجواب

اگر عورت بالغہ اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کفو میں کرے تو وہ مطلقاً صحیح ہے اور اگر غیر کفو میں کرے تو اگر اس کا ولی موجود ہے اور وہ راضی نہیں ہے تو وہ نکاح حسب مذہب مفتی بہ غیر صحیح ہے اور اگر اس کا کوئی ولی نہیں ہے، یا ہے؛ لیکن وہ راضی ہے تو نکاح مذکور صحیح ہے اور مرد غیر قریشی عورت سیدانی کا کفو نہیں ہے۔

قال فی الدرالمختار: (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا) وھو المختار للفتوی.(۳)

قال فی الشامی: وھذا إذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلایفید الرضا بعدہ،بحر، وأما

(۱) العصبة بنفسه وهو من يتصل بالتسب حتى المعنقة ... على ترتيب الإرث والحجب.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولی:۳/۷٦،سعيد)

(۳،۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولی :۲/۴۰۸،ظفير

إذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا إتفاقا.(شامی: ۲۹۷/۲)(۱)

اور جس صورت میں عدم جواز نکاح کا فتویٰ ہے، اس میں مابین زوجین تفریق کرادی جاوے گی اور کوئی تعزیر شرعا اس میں نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۷/۸-۲۱۸)

بالغہ سیدزادی کا نکاح بلا اجازت ولی غیر کفو میں جائز ہے، یا نہیں:

سوال: سیدزادی بالغہ صحیحۃ النسب کا نکاح کسی دوسرے شخص غیر عالم وغیر سید بلا رضائے ولی درست ہے، یا نہ؟

الجواب

سید بالغہ نے اگر غیر کفو میں اپنا نکاح بلا رضائے ولی کیا ہے تو بے شک موافق روایت مفتی بہا کے نکاح اس کا صحیح نہیں ہے،(۲) اور اگر بہ رضائے ولی کیا ہے، یا اس کا ولی نہیں ہے، یا کفو میں نکاح کیا ہے تو صحیح ہے۔

کمافی الشامی:وأما إذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا کمایأتی.(۳)

آگے اس کی وجہ درج ہے:

لأن وجه عدم الصحة علی هذه الروایة دفع الضرر عن الأولیاء، أما هی فقد رضیت باسقاط حقها،فتح.(۴)

اور واضح ہو کہ فقہاء باب الکفاءت میں یہ تصریح فرماتے ہیں کہ قریش بعض بعض کے اکفا ہیں، پس شیخ صدیقی وفاروقی وعثمانی وغیرہ جس قدر قریشی ہیں، سب سادات کے ہم کفو ہیں۔(۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۱۳/۸)

بالغہ لڑکی اگر غیر کفو میں نکاح بلا اجازت اولیا کرے تو نکاح باطل ہے:

سوال (۱) علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن قوم کا ایک مرد کا نکاح شیخ،سید، پٹھان وغیرہ اقوام کو عوتوں سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) اور کیا اس عورتوں کے اولیا کو ایسی صورت میں جب اس سے برضاء خاطر اور بعد بلوغت کسی مومن دیندار علم سے نکاح کیا ہے حق فسخ حاصل ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) ردالمحتار،باب الولی:۴۰۹/۲،ظفیر

(۲) (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوی. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی :۴۰۸/۲،ظفیر)

(۳) ردالمحتار، باب الولی،تحت (قوله:بعدم جوازه):۴۰۹/۲،ظفیر

(۴) ردالمحتار،باب الولی:۴۰۹/۲،ظفیر

(۵) (وتعتبر) الکفاءة للزوم النکاح خلافا لمالک (نسباً فقریش) بعضهم (أکفاء) بعض.(الدرالمختار) والخلفاء الأربعة کلهم من قریش.(ردالمحتار،باب الکفاءة:۴۳۷/۲-۴۳۸،ظفیر)

الجواب

(۱) بدون رضا عورت کے اولیا کے نہیں ہوسکتا۔

(۲) اگر کوئی شریف سید شیخ پٹھان عورت اپنے اولیا کی بدون رضا واجازت جُلا ہے، سے نکاح کرلے تو یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا؛ بلکہ ابتداہی سے باطل ہے، فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔

وظاهر الرواية أن النكاح ينعقد وللأولياء حق الفسخ والاعتراض ولكن المتأخرين أفتوا برواية الحسن عن أبی حنيفة أنه لا يصح ولا ينعقد.

یہ تو سوال کا جواب ہے؛ مگر اس مسئلہ کی بنا اس پر نہیں کہ قوم مومن شرعاً رذیل ہے، **فقد قال اللّٰه تعالىٰ** ﴿إِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ **فالكرم إنما هو بالتقوى والرذالة بالمعصية؛** بلکہ اس کی بنا اس پر ہے کہ نکاح کے مصالح عادۃً ہم کفو قوم ہی میں حاصل ہوتے ہیں اور یہ مشاہد ہے، اس کا انکار نہیں ہوسکتا؛ اس لیے شریعت نے نکاح میں کفاءت کا لحاظ کیا ہے؛ تاکہ مصالح نکاح بخوبی حاصل ہوں، البتہ اگر عورت کے اولیا راضی ہوکر غیر کفو سے کردیں تو ان کا راضی ہونا اس کی علامت ہوگی، اس غیر کفو سے بھی مصالح نکاح صرف میاں بیوی کی رضا مندی میں منحصر نہیں؛ بلکہ اس کے ساتھ زوج وزوجہ کی قرابت میں رابطہ اتحاد ومحبت وتعاضد وتناصر پیدا ہونا ہی ملحوظ ہے اور یہ بات غیر کفو کے نکاح میں مفقود ہے؛ **إلا نادراً والنادر كالمعدوم فلا يعتبر به فی الأحكام** اور غیر کفو سے نکاح کرکے اگر عورت کا خاوند مرجائے اور لاولد مرجائے، یا بچے چھوٹے چھوٹے ہوں تو اب اس عورت کی امداد اس کا خاندان تو ناراضی کی وجہ سے کرے گا نہیں تو اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے وغیر ذلک من المصالح؛ اس لیے کفاءت کا نکاح میں لحاظ ہے اور یہ امر قوم مومن ہی کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ اگر کوئی سید زادی، یا شیخ زادی پٹھان، یا مغل مرد سے بدون اپنے اولیا کی اجازت کے نکاح کرلے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر عدم کفاءت میں وہ مرد بڑھا ہو تو نکاح درست ہے، عورت کے ادنی ہونے سے وہ مصالح فوت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

۲۴ رجمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۳/۳۱۴)

بالغہ عورت بدون اذن ولی کفو میں مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کرے تو نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء حنفیہ ان مسائل میں: اگر کسی عاقلہ بالغہ ذات الولی کا نکاح اپنے کفو کے ساتھ اپنی رائے سے مہر مثل سیکم پر نکاح کرلے تو وہ مثل نکاح بغیر الکفء کے غیر صحیح ہوگا، یا بنا بر اس فرق کے جو ذیل کی عبارت میں مذکور ہے، صحیح ہوگا اور اولیا کو صرف اتمام مہر کا مطالبہ ہوگا۔ وہ عبارت یہ ہے:

فی الدر المختار: (ولو نكحت بأقل من مهرها فللولی) ...(الاعتراض حتى يتم) مهر مثلها (أويفرق)القاضی بينهما.

فی ردالمحتار: (قوله:الاعتراض) أفاد أن العقد صحيح وتقدم أنها لوتزوجت غير كفء فالمختار رواية الحسن أنه لا يصح العقد ولم أر من ذكر مثل هذه الرواية [أی رواية عدم الصحة] ههنا مقضاه أنه لا خلاف فی صحة العقد و لعل وجهه أنه لا يمكن الاستدراک هنا باتمام مهر المثل بخلاف الكفاء ة.(باب الكفاء ة)(۱)

قلت:والمراد بما تقدم ما فی الدرالمختار وله الاعتراض فی غيرالكفء [إلی قوله] ويفتی فی غير الكفو بعدم جوازه أصلاً وهوالمختار للفتوی لفسادالزمان.

الجواب

علامہ شامی نے اس مقام پر جولکھا ہے، محض ان کی رائے ہے، نقل نہیں ہے اوراس رائے پر صاحب تحریر مختار نے اعتراض کیا ہے، بلفظ:

ولكن التعليل المذكور للافتاء بعدم الجواز فی غيرالكفء فی مسئلة التزويج بدون مهرالمثل ومقتضی لعدم الجواز،تأمل.(۱۸۵/۱)

وفيه أيضاً علی قوله ومقتضاه أنه لا خلاف،الخ، مانصه:تقدم أن مقتضی العلة أنه لافرق بين المسئلتين.(۱۹۱/۱)واللہ اعلم

قال فی العالمگيرية: ولو زوج ولده الصغير من غير كفء بان زوج ابنه أمة أو ابنته عبداً أو زوج بغبن فاحش بأن زوج البنت ونقص من مهرها أوزوج ابنه وزاد علی مهر امرأته جاز وهذا عند أبی حنيفة،كذا فی التبيين، وعند هما لا يجوز الزيادة والحط إلا بما يتغابن الناس فيه، قال بعضهم: فأما أصل النكاح فصحيح والأصح أن النكاح باطل عندهما، (۲) هكذا فی الكافی والصحيح قول أبی حنيفة،كذا فی المضمرات وأجمعوا علی أنه لا يجوز ذلک من غير الأب والجد ولا من القاضی.(۱۸/۲) (۳)

قلت:ومقتضی تعليل المتأخرين لرواية الحسن عن أبی حنيفة عدم الجواز عنده أيضاً.

خلاصۃ یہ کہ اس مسئلہ میں یعنی مہر مثل سے کم کرنے میں صاحبین کا قول تو یہ ہے کہ نکاح صحیح نہیں، جب کہ عورت نے خود بلا رضا اولیاء مہر کم کیا ہو، یا ولی نے بلا رضا عورت کے کم کیا ہواور امام صاحب کے نزدیک نکاح صحیح ہے اور مضمرات میں قول امام ہی کو صحیح کہا ہے، لہذا فتوی تو صحت نکاح کے باب میں امام صاحب ہی کے قول پر دیا جائے گا؛ مگر احوط یہ ہے کہ مہر مثل سے مہر کم نہ باندھا جائے؛ کیوں کہ خلاف سے بچنا اولیٰ ہے۔

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الكفاءة:۹٤/۳،دارالفكربيروت،انيس

(۲) وليس الحكم خاصا بنكاح الصغيرين بل عام للبالغين ايضا كما فی البدائع وسيأتی.

(۳) الفتاویٰ الهندية،الباب السادس فی الوكالة بالنكاح:۲۸٤/۱،دارالفكربيروت،انيس

ولیتنبه لهذا فإن الناس عنه غافلون فیرون نقص المهر سنة وثوابا ولا یعلمون أن فی ذلک نقص حق المرأة وسکوت المرأة البالغة البکر إنما یکون رضا لقبول النکاح فقط لا لنقص المهر، فإن السکوت لا یکون حجة فی الأموال واللّٰه تعالیٰ أعلم

قال فی البدائع: وَمِنْهَا كَمَالُ مَهْرِ الْمِثْلِ فِي إِنْكَاحِ الْحُرَّةِ الْعَاقِلَةِ الْبَالِغَةِ نَفْسَهَا مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ بِغَيْرِ رِضَا الْأَوْلِيَاءِ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ حَتَّى لَوْ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْ كُفْءٍ بِأَقَلَّ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا مِقْدَارُ مَا لَا يُتَغَابَنُ فِيهِ النَّاسُ بِغَيْرِ رِضَا الْأَوْلِيَاءِ، فَلِلْأَوْلِيَاءِ حَقُّ الِاعْتِرَاضِ عِنْدَهُ، فَإِمَّا أَنْ يَبْلُغَ الزَّوْجُ إِلَى مَهْرِ مِثْلِهَا أَوْ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ هَذَا لَيْسَ بِشَرْطٍ، وَيَلْزَمُ النِّكَاحُ بِدُونِهِ حَتَّى يَثْبُتَ لِلْأَوْلِيَاءِ حَقُّ الِاعْتِرَاضِ، وَهَاتَانِ الْمَسْأَلَتَانِ أَعْنِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ،وَالْمَسْأَلَةَ الْمُتَقَدِّمَةَ عَلَيْهَا، وَهِيَ مَا إِذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ، وَبِغَيْرِ رِضَا الْأَوْلِيَاءِ لَا شَكَّ أَنَّهُمَا يَتفرَّعَانِ عَلَى أَصْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ، وَإِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، وَرِوَايَةِ الرُّجُوعِ عَنْ مُحَمَّدٍ؛ لِأَنَّ النِّكَاحَ جَائِزٌ،وَأَمَّا عَلَى أَصْلِ مُحَمَّدٍ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَنْهُ، وَإِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، فَلَا يَجُوزُ هَذَا النِّكَاحُ، فَيُشْكِلُ التَّفْرِيعُ، فَتُصَوَّرُ الْمَسْأَلَةُ فِيمَا إِذَا أَذِنَ الْوَلِيُّ لَهَا بِالتَّزْوِيجِ، فَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ أَوْ مِنْ كُفْءٍ بِأَقَلَّ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا.(۳۲۲/۲)(۱)

وفی البحر تحت قول الکنز: (قَوْلُهُ مَنْ نَكَحَتْ غَيْرَ كُفْءٍ فَرَّقَ الْوَلِيُّ) لِمَا ذَكَرْنَا، وَهَذَا ظَاهِرٌ فِي انْعِقَادِهِ صَحِيحًا وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنْ الثَّلَاثَةِ ... وَأَنَّ الْمُفْتَى بِهِ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ الْإِمَامِ مِنْ عَدَمِ الِانْعِقَادِ أَصْلًا إذَا كَانَ لَهَا وَلِيٌّ لَمْ يَرْضَ بِهِ قَبْلَ الْعَقْدِ فَلَا يُفِيدُ الرِّضَا بَعْدَهُ ... وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ كَثِيرًا مِنْ الْمَشَايِخِ أَفْتَوْا بِانْعِقَادِهِ، فَقَدْ اخْتَلَفَ الْإِفْتَاءُ،ملخصاً.(۱۲۸/۳)(۲)

قلت: ولم یثبت افتاء هم بقول أبی حنیفة ولا بمقتضی تعلیل روایة الحسن فی مسألة تقلیل المهر عن المثل بل صرح فی الهندیة: أن أصل النکاح الصحیح وروایة الحسن عن الإمام لیست صریحة فی هذه المسألة وإنما هی فی الکفاء ة فالأحوط الإفتاء بالمنع من ذلک أی التقلیل وإذا وقع التزویج بالأقل من الأب والجد فینبغی الإفتاء بالانعقاد من غیرهما وهی صغیرة فلا، واللّٰه اعلم

یکم صفر ۱۳۴۸ھ (امدادالاحکام: ۳۱۹/۳)

والدین کی چوری سے بالغ لڑکے لڑکی کا کفو میں نکاح:

سوال: جوان لڑکی اور لڑکا اپنی مرضی کامل اور والدین کی چوری سے کیا ایک دوسرے کو باعتبار شریعت قبول کر سکتے ہیں، فریقین ایک ہی حسب ونسب سے تعلق رکھتے ہیں اور حنفی العقائد بھی ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع،فصل کمال مهر المثل فی إنکاح الحرة العاقلة البالغة: ۳۲۲/۲،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس

(۲) البحر الرائق،فصل فی الأکفاء فی النکاح: ۱۳۷/۳،دارالکتاب الإسلامی بیروت،انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح کرلیں گے تو شرعاً درست ہو جائے گا؛(۱) لیکن بڑے سر پرست موجود ہوں تو بغیر ان کے مشورہ کے خود اقدام ان کی ناقدری اور غیر مناسب ہے، خاص کر لڑکی کے حق میں۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۳/۳/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۵۳)

والدین کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں بالغہ کا نکاح:

سوال: ایک عورت بالغہ نے والدین ایک شریف اور اس کی ہم عمر قریشی رشتہ دار سے شادی کررہے ہوں؛ مگر وہ عورت بدچلنی سے ایک اور رشتہ دار کے ساتھ نکل کھڑی ہو اور جا کر کہیں بغیر رضا مندی اور بغیر موجودگی والدین کے وہ نکاح کرالیں؛ مگر والدین جا کر اس عورت کو واپس گھر لے آئیں، اس عورت کا خاوند ایک فرضی ڈاکہ کا مقدمہ چھیڑ دے، اس عورت کے والدین عدالت میں ایک بناوٹی خاوند کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرنا چاہیں اور پہلے شخص سے طلاق چاہیں، وہ کسی صورت نہ دے اور وہ شخص اخلاق میں کمزور اور صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ ہو۔ اب عورت کے والدین پانچ سال بعد ایک مفتی مولوی محمد عبدالعلیم صاحب ملتانی کو حالات عرض کریں اور وہ یہ فتویٰ دیں کہ بغیر رضا ولی، یا والدین کے کوئی بالغہ، یا نابالغہ عورت کہیں بھی نکاح کرے، وہ باطل ہے، اس عورت کا نکاح مجوزہ آدمی سے پڑھ دیا جاوے، والدین نے اب وہ نکاح پڑھ دیا ہو تو کیا وہ نکاح درست ہے؟

(المستفتی: ۲۷۴۰: شاہ محمد صاحب چشتی مظفر آباد، ضلع ملتان)

الجواب ــــــــــــــــــــ

پہلا نکاح جس شخص کے ساتھ عورت نے خود کیا تھا، اگر وہ کفو تھا تو نکاح صحیح منعقد ہو گیا تھا اور بدون طلاق کے دوسرا نکاح درست نہیں ہوا؛ لیکن اگر عورت کا کفو نہ تھا تو اس کی گنجائش ہے کہ پہلے نکاح کو باطل قرار دے کر دوسرا نکاح جائز سمجھا جائے۔(۳) (کفایۃ المفتی: ۵/۱۹۲)

---

(۱) "وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه،فعقد بحضرة شاهدين جاز". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء،فصل في الوكالة بالنكاح: ۳۲۲/۲، شركة علميه)

"(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي)". (الدر المختار ،كتاب النكاح، باب الولي: ۵۵/۳، ۵۶،سعيد)

(۲) "يستحب للمرأة تفويض إلى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة". (ردالمحتار، باب الولي: ۵۵/۳،سعيد)

(۳) (فنفذ نكاح حرمة مكلفة بلا) رضا (ولي) والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه، وما لا فلا، (وله) أي للولي (إذا كان عصبة) ... (الاعتراض في غير الكفء) فيفسخه القاضي. (ردالمحتار،كتاب النكاح، باب الولي: ۵۶/۳، سعيد)

وفي المبسوط: وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء فللأولياء أن يفرقوا بينهما لأنها الحقت العار بالأولياء. (المبسوط للسرخسي،باب الأكفاء: ۲۵/۵، بيروت)

ولی کی بلا رضامندی بالغہ نے غیر کفو میں نکاح کرلیا درست ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک عورت بالغہ ثبیہ نے غیر کفو میں نکاح کرنا چاہا، اس کے اولیا میں سے اس ملک میں سوائے اس کی پھوپی کے کوئی نہیں، وہ مزاحم ہوئی، حاکم وقت نصاریٰ کے حکم سے وہ نکاح ہوگیا، پھوپھی نے بحیثیت ولی فسخ نکاح کا دعویٰ کیا، پھوپھی کے دعویٰ پر نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو وہ کون سا ولی ہے، جسے اس دعوے کا حق ہے اور پھوپھی ذوی الارحام میں ہے، یا عصبات میں سے؟ امام طحاویؒ نے باب النکاح بغیر ولی عصبہ کا جو باب باندھا ہے، اس میں عصبہ کی قید سے کیا فائدہ؟ کیا اس میں اخیر تک ولی عصبہ ہی بحث ہے، یا عام اولیاء سے؟

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

''امرأة تزوجت من غير كفء فللولي أن يرفع إلى القاضي حتى يفسخ وإن لم يكن الولي ذا رحم محرم كابن العم''. (۱)

اس کے کیا معنی ہیں؟ اور ابن عم بنفسہ نہیں؟

الجواب

کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ ولی نکاح کا عصبہ ہے اور اگر عصبہ نہ ہوتو پھر ذوی الفروض وذوی الارحام کو ولایت حاصل ہے، پس جب کہ سوائے پھوپھی کے اور کوئی ولی اس عورت کا وہاں موجود نہ تھا تو ولی اس حالت میں پھوپھی تھی جو کہ ذوی الارحام میں سے ہے، (۲) اور یہ بھی تصریح کتب فقہ میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح بالغہ کا بدوں اجازت ورضاء ولی صحیح نہیں ہوتا، پس جب کہ پھوپھی اس نکاح سے راضی نہیں ہے تو وہ نکاح حسب فتویٰ متاخرین فقہاء صحیح نہیں ہوا اور امام طحاویؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ولی دراصل عصبہ ہے، اگر عصبہ نہ ہوتو پھر حسب تصریح دیگر فقہاء ذوی الفروض وذوی الارحام ولی ہوتے ہیں، جس کی تفصیل وترتیب کتب فقہ میں موجود ہے اور فتاویٰ مزاحیہ میں جو اعتراض ولی کا حکم لکھا ہے، یہ اصل مذہب حنفیہ کا ہے؛ لیکن متاخرین حنفیہ کا فتویٰ بطلان نکاح مذکور کا ہے؛ یعنی غیر کفو میں نکاح بالغہ کا بلا اجازت ولی کی باطل ہوتا ہے، ولی کو فسخ کرانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ سب تفصیل درمختار میں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۹/۸-۲۲۰)

---

(۱) الفتاویٰ السراجية، باب الأكفاء، ص: ۱۹۷، دارالعلوم زکریا لینیشیا، جنوب افريقية، انيس

(۲) (فان لم يكن عصبة فالولاية للأم) ... (ثم لذوي الأرحام) ... (ثم للسلطان). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۹/۲، ظفير)

(۳) (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوىٰ (لفساد الزمان). (الدرالمختار، باب الكفاءة: ۴۰۸/۲-۴۰۹، ظفير)

کفو میں نکاح درست ہے، مہر کی کمی سے فرق نہیں پڑتا:

سوال: زید نے ہندہ ثیبہ بالغہ بیوہ سے بلا اذن ورضا مندی تن بخشی کرالی اور دس درہم مقرر ہوا، زید نے وطی بھی کی، زید خود مقر ہے۔ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ اور ولی کو فسخ کرنے کا حکم ہے، یا نہیں؟ زید اتمام مہر مثل سے انکار نہیں کرتا، نہ فسخ پر راضی ہے، نکاح کفو میں ہوا ہے، مہر مثل زیادہ ہے؟

الجواب

جب کہ نیہ کاح کفو میں ہوا ہے تو ولی کو بصورت اتمام مہر مثل فسخ کا اختیار نہیں ہے اور نکاح صحیح ہو گیا اور ولی اتمام مہر مثل کرا سکتا ہے۔

کما في الشامي: (قوله: ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلا، الخ) قيد بذلك لئلا يتوهم عوده إلى قوله: فنفذ نكاح، الخ، وللاحتراز عما لو تزوجت بدون مهر المثل فقد علمت أن للولي الاعتراض أيضاً والظاهر أنه لاخلاف في صحة العقد وأن هذاالقول المفتى به خاص بغير الكفء، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۲۲۱-۲۲۲)

اعلیٰ نسب کی لڑکی کا نکاح ادنی درجہ کے لڑکے سے ہو جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت قوم آدان کی اگر حجام سے نکاح کر لیوے تو ولی عورت کا جو کہ اعلیٰ کفو کا ہے، بہ نسبت حجام کے شرعاً نکاح فسخ کرا سکتا ہے، یا نہیں؟ عرب عجم میں نسب کا لحاظ ہے، یا نہیں؟

الجواب

کفاءت میں نسب کا اعتبار عرب میں ہے اور عجم میں پیشہ وغیرہ کا اعتبار ہے، پس اگر عورت اعلیٰ ہے باعتبار کفاءت کے اور مرد کم درجہ کا ہے اور کفو عورت کا نہیں ہے اور عورت اس مرد سے نکاح کر لیوے تو ولی کو اختیار نکاح کے فسخ کرانے کا ہے۔ (كذا في الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۲۲۴-۲۲۵)

کم درجہ کی عورت کا نکاح سید سے بلا اجازت ولی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک طوائف اپنے والدین کی رضا مندی اور تعلیم سے ناچنے گانے اور زنا کاری میں مبتلا تھی، بامداد سرکار

---

(۱) ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۰۸، ظفير

(۲) (و) الكفاءة (هي حق الولي لا حقها) فلونكحت رجلا ولم تعلم حاله فإذا هوعبد لاخيار لها، بل للاولياء. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الكفاءة: ۲/۴۳۶، ظفير)

وإن زوجت من غير كفوء لايلزم أولايصح. (ردالمحتار، باب كفاءة: ۲/۴۳۶، ظفير)

(وله) أي للولي (إذاكان عصبة) ... (الاعتراض في غير الكفء) فيفسخه القاضي. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۰۸، ظفير)

ان سے جدا ہوکر ایک آشناء قدیم ملازم ریلوے سے کہ اپنے آپ کو سید ظاہر کرتا ہے، نکاح کرنا چاہتی تھی اور والدین کا ابتدا سے یہ اصرار تھا کہ اس شخص سے نکاح نہ کرے، پردیس فاسق ہے، ہماری برادری کا ایک صالح شخص ہے، اس سے، یا کسی اور باشندہ شہر نیک آدمی سے نکاح کرے، وہ عورت کسی دوسرے سے رضامند نہیں تھی، ناچار اس مرد سے مسلمانوں کی جماعت کثیر نے توبہ کرا کر اس عورت سے نکاح کرا دیا، یہ نکاح شرعا جائز ہوا، بالسبب عدم کفاءت وعدم رضاء والدین منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ زوج شریف ہے اور عورت دنیہ ہے تو عدم کفاءت کی وجہ سے بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا؛ اس لیے کہ کفاءت میں جانب زوج کا اعتبار ہے کہ وہ عورت سے کم درجہ کا نہ ہو، اگر چہ عورت کمتر ہو،(۱) اور زوجین جب کہ دونوں تائب ہو گئے تو اس حیثیت سے کفاءت بھی ثابت ہوگئی، بہر حال نکاح مذکور صحیح ہے۔

فی الدرالمختار: (الکفاء ة معتبرة) ... (من جانبه) ... (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلاتغیظه دناء ة الفراش وهذا عندالکل فی الصحیح.

وفی الشامی: (قوله:من جانبه،الخ) أی یعتبر أن یکون الرجل مکافئاً لها فی الأوصاف الآتیة بأن لایکون دونها فیها ولاتعتبر من جانبها بأن تکون مکافئةً له فیها بل یجوز أن تکون دونه فیها.(۲)

الحاصل نکاح مذکور جو برضاء بالغہ ہوا، صحیح ہے؛ کیوں کہ شوہر بعد توبہ کے فاسق نہ رہا اور نسبا اعلیٰ ہونا شوہر کا ظاہر ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۰۶-۲۰۷)

عدم صحت نکاح بالغہ با غیر کفو بدون اذن ولی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ ہوگئی ہے اور اس کے کئی بچے بھی ہیں، قوم کی فاروقی ہے اور ان کے شوہر عالم دین دار تھے، اب وہ چاہتی ہے کہ کسی عالم دین سے عقد کریں، ان کی برادری اور میل کا کوئی شخص نہیں ملتا ہے، ان کی مرضی کے موافق ایک صاحب ہیں، جو کہ مدرسہ جامع العلوم کان پور اور مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں، ان کی جانب ان کا میلان طبع بھی ہے؛ مگر اتنا نقص واقع ہے کہ وہ صاحب قوم کے نوزباف ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ ہندہ کو ایسے شخص سے عقد کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اور لوگوں کا برا بھلا کہنا کیسا ہے اور مسماۃ ہندہ بغیر رضامندی والدین عقد کرسکتی ہے، یا نہ؟

---

(۱) (الکفاء ة معتبرة) فی إبتداء النکاح للزومه أو لصحة (من جانبه) أی الرجل لأن الشریفة تأبی أن تکون فراشاً للدنیء ولذا (لا) تعتبر (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلاتغیظه دناء ة الفراش وهذا عندالکل فی الصحیح ... (و) الکفاء ة (هی حق الولی لا حقها).(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الکفاء ة: ۲/۴۳۵-۴۳۶،ظفیر)

(۲) ردالمحتار،باب الکفاء ة: ۲/۴۳۵-۴۳۶،ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار: (ولہ) أی للولی (إذا کان عصبة) ولو غیر محرم کابن عم فی الأصح، خانیة، وخرج ذوالأرحام والأم والقاضی (الاعتراض فی غیرالکفء) ... (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلاً) وھوالمختار للفتویٰ (لفساد الزمان).

فی رد المحتار تحت (قولہ:بعدم جوازہ أصلا):ووقول البحر لم یرض یشمل ما إذا لم یعلم أصلاً، فلا یلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لا یکون رضا کما ذکرناہ، فلا بد حینئذ بصحة العقد من رضاہ صریحاً وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید، فلیتأمل.(۱)

وفیہ تحت (قولہ:وھو المختار للفتویٰ): وقال شمس الأئمة:وھذا أقرب إلی الاحتیاط،کذا فی تصحیح العلامة قاسم، لانہ لیس کل ولی یحسن المرافعة والخصومة ولا کل قاض یعدل ولو أحسن الولی وعدل القاضی فقد یترک أنفة للتردد علی أبواب الحکام واستثقالاً لنفس الخصومات فلیتقرر الضرر فکان منعہ دفعاً لہ،فتح.(۴۸۶/۲ـ ۴۸۷)(۲)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ والد کی صریح اجازت لے کر عقد کرنے سے صحیح ہوگا، ورنہ نہ ہوگا۔

۲۰/شوال ۱۳۳۸ھ (تتمہ خامسہ،ص:۱۰۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۱۹۰/۲)

سید، یا شیخ بالغہ لڑکی کا غیر برادری میں نکاح کرنا:

سوال: ہندہ بالغہ لڑکی سید، یا شیخ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کسی زید جولا ہے، یا تیلی وغیرہ کم ذات سے نکاح کر لیتی ہے، علم ہونے پر اس نکاح پر ولی ناخوش ہے۔ آیا یہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامداً ومصلیاً

سیدزادی، یا کوئی عالی نسب لڑکی (اگر چہ سید نہ ہو؛ بلکہ صدیقی، فاروقی، شیوخ میں سے ہو) جب اپنا نکاح غیر کفو میں کر لے؛ یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کر لے، جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو؛ بلکہ کم درجہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔

”(ویفتی) فی غیرالکفء (بعدم جوازہ أصلاً) وھوالمختار للفتویٰ“. (الدرالمختار: ۲۹۷/۲)(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۶۱۷/۱۱)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۵۶/۳ـ ۵۷، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) باب الولی: ۵۷/۳، دارالفکر بیروت

(۳) الدر المختار، باب الولی: ۵۷/۳، سعید

غیر کفو میں نکاح اور نکاحِ فاسد میں عدت:

سوال: غیر کفو میں نکاح بدونِ رضائے اولیاء کے ہوا، علمائے علاقہ سے دریافت کیا گیا کہ نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟ اس میں علما کا آپس میں اختلاف ہے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ زوج غیر کفو میں بدونِ رضائے اولیاء کے جس جگہ ننگ وعار موجود ہے، نکاح باطل ہے اور نکاحِ ثانی کے لیے عدت نہیں، خواہ مدخولہ ہو، یا غیر مدخولہ اور دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نکاح باطل باتفاقِ متون وشروح، روایتِ نادر حسن ابن زیاد باطل ہوا تو باتفاقِ فقہائے کرام: "**فلا عدة في باطل**". (الدر المختار)(۱) عدت نہیں۔ دوسرے جب نکاح باطل ہوا تو زنا ہوا، جس میں پھر بھی عدت نہیں۔

"**ولا تجب العدة على الزانية، وهذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله، كذا في شرح الطحاوي**". (عالمگیری: ۹۳۲/۲)(۲)

اور فریقِ ثانی فسخ بقضاء القاضی کی صورت مد نظر رکھ کر اور ظاہر الروایت پر عمل کرتے ہوئے مدخولہ میں عدت قرار دیتے ہیں، حالانکہ فسخ وجودِ نکاح کو مستلزم ہے، جب نکاح ہی باطل ہے تو پھر فسخ کیسے اور ثمرہ فسخ یعنی عدت کیسے؟ جب کہ علامہ حمویؒ نے شرح اشباہ میں تصریح کردی ہے:

"**الفرق ثلاثة عشرة فرقة، سبعة منها تحتاج إلى القضاء، وستة لا: الفرقة بالجب والعنة وبخيار البلوغ وبعدم الكفاءة". انتهىٰ بقدر الحاجة.** (۳)

اور "**قوله: بعدم الكفاءة**" پر علامہ حموی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"**(قوله: بعدم الكفاءة) يعني على قول من يقول بصحة العقد، وإما على قول من يقول ببطلانه، وهو الصحيح، فلا يحتاج إلى حكمه بفرقته**". (الحموی شرح الأشباه، الفن الثانی، کتاب النکاح، ص:۲۲۶)(۴)

آں جناب کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ہر دو فریق میں سے کس کا قول معتبر اور قابلِ عمل ہے؟ امید ہے کہ اول فرصت میں جواب باصواب سے مستفیض فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

باسمه تعالى

الجواب ــــــــــ وبيده أزمة التحقيق والصواب حامداً ومصلياً ومسلماً

جب حرہ بالغہ اپنا نکاح خود کرے بغیر رضامندی اولیاء کے تو اس میں کفاءۃ الزوج شرط ہے، ظاہر الروایۃ کے موافق تو شرط لزومِ نکاح ہے اور روایتِ حسن کے موافق شرط جوازِ نکاح ہے۔

---

(۱) الدر المختار: ۵۱۶/۳، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد
(۲) الفتاویٰ العالمگيرية: ۵۲۶/۱، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه
(۳) الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب النكاح، ص:۲۲۶
(۴) الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي: ۱۰۳/۲-۱۰۴، الفن الثاني، كتاب النكاح، إدارة القرآن كراتشي

"الكفاءة معتبرة فى ابتداء النكاح للزومه أو لصحته من جانبه: أى الرجل، آه". (الدرالمختار)

"(قوله: للزومه أو لصحته) الأول بناء على ظاهر الرواية، والثانى على رواية الحسن". (شامی: ۴۹۰/۲، باب الكفاءة)(۱)

اگر عورت بغیر رضا مندی اولیاء کے غیر کفو میں (جو کہ موجب عار ہو) نکاح کرے تو ظاہر الروایت کے موافق نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن اولیاء کو حقِ اعتراض باقی رہتا ہے کہ قاضی کے ذریعہ سے اس کو فسخ کرادیں، بغیر قاضی کے وہ فسخ نہیں ہوسکتا؛ لیکن روایتِ حسن کے موافق وہ منعقد نہیں ہوتا۔ ولی موجود نہ ہونے کی صورت میں باتفاق صحیح نافذ ہوجاتا ہے۔

"وأما إذا لم يكن لها ولى، فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً". (الدرالمختار، باب الولی، ص: ۴۵۹)(۲)

پس اس نکاح کے جواز میں اختلاف ہوا کہ ظاہر الروایت کے مطابق جائز ہوا، روایتِ حسن کے مطابق ناجائز ہوا اور جس نکاح کے جواز میں علماء کا اختلاف ہو، وہ نکاح فاسد ہوتا ہے۔ نیز روایتِ حسن (مفتی بہا) فاسد میں مدخولہ پر عدت واجب ہوتی ہے۔

"ويجب مهر المثل فى نكاح فاسد، وهو الذى فقد شرطاً شرائط الصحة، كشهود بالوطء فى القبل لا بغيره كالخلوة لحرمة وطئها، وتجب العدة بعد الوطء لاالخلوة للطلاق لا للموت، من وقت التفريق أو متاركة الزوج، آه". (الدرالمختار: ۵۴۱/۲، باب المهر)(۳)

"وفى المجتبىٰ: كل نكاح اختلف العلماء فى جوازه كالنكاح بلا شهود، فالدخول فيه يوجب العدة، آه". (البحرالرائق، باب العدة: ۱۴۴/۴)(۴)

جمیع علمائے حنفیہ وامام شافعی وامام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ متفق ہیں کہ بلا شہادت نکاح صحیح نہیں ہوتا، صرف امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے کہ وہ صحت کے قائل ہیں (گو اشاعت کو وہ بھی ضروری کہتے ہیں):

"ومن ذلك قول الأئمة الثلاثة: إنه لا يصح النكاح إلا بشهادة، مع قول مالك: إنه يصح من غير شهادة، إلا أنه يعتبر فيه الإشاعة وترك التراضى بالكتمان، حتى لو عقد فى السر واشتراط كتمان النكاح، فسخ عنده، وأما عنده، وأما عند الثلاثة فلا يضر كتمانهم مع حضور الشاهدين، آه". (ميزان الشعرانى: ۱۱۸/۴)(۵)

لیکن اس اختلاف کا اعتبار کرتے ہوئے بھی حنفیہ عدت کو واجب کہتے ہیں، کما مر۔ صورت مسئولہ میں تو حنفیہ کا خود اختلاف ہے تو یہاں وجوب عدت کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ فریق اول کا یہ کہنا کہ "باتفاق متون وشروح روایتِ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۸۴/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۶/۳-۵۷، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۱/۳-۱۳۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد

(۴) البحر الرائق: ۲۴۲/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه

(۵) ميزان الشعرانى، كتاب النكاح: ۱۱۱/۲، مصطفى البابى الحلبى، مصر

نادرحسن بن زیاد پر فتویٰ ہے اور ظاہر الروایت متروک ہے، الخ''، صحیح نہیں؛ کیوں کہ بہت سے مشائخ نے ظاہر الروایت پر بھی فتویٰ دیا ہے اور دونوں کی تفریعات فقہا نے علاحدہ علاحدہ بیان کی ہیں۔

''فإذا فرق القاضی بینهما،فإن کان بعد الدخول، فلها المسمیٰ، وعلیها العدة، ولها النفقة فیها، والخلوة الصحیحة کالدخول، وإن کان قبلها، فلا مهر لها، لأن الفرقة لیست من قبله، هکذا فی الخانیة، وهو تفریق علی انعقاده، وأما علی المفتیٰ به، فینبغی أن یجب الأقل من المسمیٰ ومن مهر المثل، وأن لا نفقة لهافی هذه العدة کما لا یخفی.

وأما تمکینهامن الوطء، فعلیٰ المفتیٰ به هو حرام، کما یحرم علیه الوطء لعدم انعقاده، وأما علی ظاهر الروایة، ففی الولو الجیة: أن لها تمنع نفسها،آه'' وفی الخلاصة: کثیر اً من المشائخ أفتوا بظاهر الروایة: أنها لیس لها أن تمنع نفسها،وهذا یدل علی أن کثیراً من المشایخ أفتوا بانعقاده، فقد اختلف الإ فتاء،آه''.(البحر الرائق بتغیر،ص:۱۲۸،والطحطاوی :۲/ ۲۷)(۱)

لہٰذا اس کو نکاح باطل کہنا بھی درست نہیں، پھر اس کو زنا کہنا (جو حرامِ قطعی ہے اور اس کا اقرار موجب حد ہے) بالکل بدیہی البطلان ہے اور انتہائی جرأت ہے؛ (کیوں کہ مشائخ جوازِ زنا کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔) فریقِ ثانی کو ایجابِ عدت کے لیے ظاہر الروایت پر، جس کو فریقِ اول نے بالکل متروک قرار دیا ہے، عمل کرنے کی چنداں حاجت نہیں؛ بلکہ روایتِ حسن بھی (جس کو فریق اول نے بھی تسلیم کیا ہے) کافی ہے، عدت صرف ثمرۂ فسخ ہی نہیں؛ بلکہ متارکت وغیرہ کی صورت میں بھی واجب ہوتی ہے۔

''ومنها الفرقة فی النکاح الفاسد بتفریقِ القاضی أوبالمتارکة، وشرطها الدخول، لأن النکاح الفاسد یجعل منعقداً عند الحاجة، وهی عند استیفاء المنا فع، وقد مست الحاجة إلی الانعقاد لوجوب العدة وصیانته للماء عن الضیا ع بثبوت،آه''.(بدائع:۳/ ۱۹۲)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۶۲۲)

---

(۱) البحر الرائق : ۳/ ۲۲٦، کتاب النکاح، فصل فی الکفاء ة، رشیدیه
حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/ ۲۷، کتاب النکاح ،باب الولی ، دار المعرفة بیروت

(۲) بدائع الصنائع: ٤/ ۱۱۱، کتاب الطلاق ،فصل فیما یتعلق بتوابع الطلاق ، دار الکتب العلمیة ،بیروت
''(وعدة المنکوحة نکاحاً فاسداً والموطوئة بشبهة وأم ولد غیر الأیسة والحامل، الحیض للموت وغیره) :أی کفرقة أومتارکة ...(و) مبدؤها (فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینهما أو)المتارکة (علی ترک وطئها)''.(الدر المختار :۳/ ٥۱٦۔٥۱۸،٥۲۲، کتاب الطلا ق ،باب العدة ،مطلب فی النکاح الفاسد والباطل،سعید)

سید کی لڑکی نے ایک لڑکے سے نکاح کیا جواب کو شیخ کہتا تھا، اب معلوم ہوا وہ کپڑے بننے والا ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت بالغہ نے اپنا نکاح ایک شخص سے کرلیا، عورت مذکورہ سید کی لڑکی ہے اور مرد نے پہلے اپنے کو شیخ ظاہر کیا؛ مگر نکاح ہوجانے اور خلوت صحیح کے بعد معلوم ہوا کہ ذات کا جولاہا ہے اور یہ نکاح عورت کے والد کی غیبت میں ہوا، آیا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بصورت صحت عورت کے والد کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح مذکور جوکہ غیر کفو سے ہوا، موافق روایۃ مفتی بہا کے صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ باطل اور ناجائز ہوا۔

درمختار میں ہے:

(ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا) وھو المختار للفتوی. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۴/۸)

زنا کا پیشہ کرنے والے سے تیل نکالنے والے کی لڑکی کا نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ بالغہ نے بغیر اجازت اپنے اولیا کے زید سے نکاح کرلی، زید و ہندہ دونوں ہم قوم ہیں؛ لیکن ہندہ کا کنبہ تیل نکالنے کا کام کرتا ہے اور زید کا کنبہ کا زنا کاری کرتا ہے، ہندہ کے اولیا اس نکاح کی اجازت نہیں دیتے، یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا) وھو المختار للفتویٰ (لفساد الزمان).

قال فی ردالمختار للشامی: وقال شمس الأئمة: وھذا أقرب إلی الاحتیاط. (شامی: ۲۸۷/۲) (۲)

وفیہ أیضاً من الکفاءة: فلیس فاسق کفؤاً لصالحة أو فاسقة بنت صالح. (الدرالمختار) (۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح صحیح نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۵/۸-۲۲۶)

ادنیٰ قوم کی لڑکی اعلیٰ قوم کے لڑکے سے نکاح کرسکتی ہے:

سوال: ایک عورت باکرہ قوم بافندہ رذیل قوم عمر ۱۸/سال نے اپنا نکاح اپنی رضامندی سے ایسے مرد سے جو شریف قوم کا ہے بدون اجازت ورضاء ولی کے کرلیا اور روبرو دو گواہوں کے، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح عورت بالغہ عاقلہ کا جوکہ اس نے اپنی رضامندی سے شریف قوم کے مرد کے ساتھ کرلیا ہے، بدون اجازت ولی کے روبرو دو گواہوں کے، وہ نکاح شرعاً صحیح ہوگیا ہے۔

(۱،۲) الدرالمختا رمع ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۸/۲-۴۰۹، ظفیر

(۳) الدرالمختار، باب الکفاءة: ۴۴۰/۲-۴۴۱، ظفیر

شامی میں ہے:

وإن كان ماظهر فوق ما أخبر فلا فسخ لأحد.(۵۹۸/۲)

وفى (ص:۳۱۷، باب الكفاءة): وفيه إشعار: بأن نكاح الشريف الوضيعة لازم فلا اعتراض للولى بخلاف العكس. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۶/۸)

بالغہ کا غیر کفو میں نکاح کب درست ہے:

سوال: بالغہ عورت کا نکاح غیر کفو میں ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ یعنی لڑکی متقی شخص کی ہو اور لڑکا عموما پیشہ جو ہڑی وغیرہ کرتا ہو؛ مگر مسلم ہو، نیز ولی غیراب وجد ایک دفعہ لڑکی کا نکاح کردینے سے ولایت اس کی ساقط ہوئی ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت اگر خود غیر کفو میں نکاح کرنے پر راضی ہو اور اس کا ولی بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے، البتہ رضائے ولی کے بغیر بالغہ عورت کو بھی غیر کفو میں نکاح کرنے کا اختیار نہیں۔

قال فى الدرالمختار: (ويفتى) فى غير الكفء (بعدم جوازه أصلا).

وفى الشامي: وهذا إذا كان لها ولى ولم يرض به قبل العقد فلايفيد الرضابعده، بحر، وأما إذا لم يكن لها ولى فهو صحيح نافذ مطلقا إتفاقا. (شامی)(۲)

اور ایک دفعہ کردینے سے ولی کی ولایت زائل نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۵/۸-۲۳۶)

باجازت ولی اعلیٰ قوم کی لڑکی کا نکاح ادنیٰ قوم سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اعلیٰ قوم کی لڑکی کا نکاح ادنیٰ قوم کے مرد سے باجازت اولیاء جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عورت بالغہ اگر اپنا نکاح غیر کفو میں کرے اور اولیا اس کے راضی ہوں تو وہ نکاح صحیح ہے، البتہ اگر اولیا راضی نہ ہو تو مفتی بہ یہ ہے کہ وہ نکاح غیر صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

(ويفتى) فى غير الكفء (بعدم جوازه أصلا). (قوله: بعدم جوازه أصلا).

هذه رواية الحسن عن أبى حنيفة وهذا إذا كان له ولى ولم يرض به قبل العقد. (شامی)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۶/۸)

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۳۶/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب الولى: ۴۰۸/۲-۴۰۹، ظفير

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكفاءة: ۲۹۷/۲، ظفير

بالغہ کو بہکا کرلے جاکر اس سے نکاح کرنا:

سوال: آج کل پنجاب میں یہ مرض عام پھیل گیا ہے کہ عموماً کنواری لڑکیاں محض فساق سے خفیہ ناجائز تعلقات پیدا کرلیتی ہیں، کئی دنوں کے بعد وہ فساق ان کو والدین کے گھر سے کوئی موقع پا کرلے بھاگتے ہیں، اور کسی اور علاقہ میں جاکے نکاح کرلیتے ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باکرہ (بالغہ) کا نکاح بغیر اجازت ولی جائز ہے جس سے فساق نے ناجائز نفع اٹھانا شروع کردیا ہے جس کی وجہ سے فساد برپا ہورہا ہے۔ کیا آج کل انسدادِ فتنہ کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول عدمِ جواز نکاح باکرہ بغیر رضائے ولی پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا اور اس پر عمل جائز نہیں، جبکہ دیگر ائمہ بھی امام شافعیؒ سے متفق ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس مرض کا علاج یہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کو ترک کردیا جائے؛ بلکہ یہ ہے (کہ) بعد بلوغ لڑکیوں کی شادی میں اپنے رواج، یا قومی مصالح یا ذاتی منافع کی بنا پر تاخیر نہ کی جائے، نیز شادی سے قبل لڑکی سے استیذان کیا جاوے؛ تاکہ اس کی رضا و عدم رضا کا بھی اندازہ ہوجائے۔ یہ علاج مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موافق اور احادیث سے ثابت ہے، دیگر ائمہ بھی اسی میں متفق ہیں، جبکہ متفق علیہ اور مسنون طریقہ موجود ہے، پھر مذہب کو چھوڑنے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔ (۱) دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا اس مسئلہ میں درست نہیں۔ (۲)

نوٹ: اگر بالغہ لڑکی غیر کفو میں اپنا نکاح خود کرے تو امام صاحبؒ کے ایک قول کے مطابق اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوتا اور یہی قول مفتیٰ بہ بھی ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: سعید احمد، عبداللطیف، ۲۶/۱۱/۱۳۶۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۴۱)

---

(۱) وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: "فی التوراة مکتوب: من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة، ولم یزوجها، فأصابت إثماً، فإنهم ذلک علیه". (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، الفصل الثالث، ص: ۲۷۱، قدیمی)

"وقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "ولاتنکح البکر حتی تستأذن". (مشکاة المصابیح، المصدر السابق، الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قدیمی)

"(قوله: وهو السنة) بأن قال لها: فلان یخطب أویذ کر ک فسکتت، وإن زوجها بغیر استیمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف علی رضاها". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۸، سعید)

(۲) "وفی الفتح: قالوا المنتقل من مذهب إلی مذهب باجتهاد وبرهان اثم یستوجب التعزیر، فبلا اجتهاد وبرهان أولی". (الحموی شرح الأشباه، کتاب الحدود والتعزیر، الفن الثانی، الفوائد: ۲/۱۷۱، إدارة القرآن کراتشی)

(۳) "(ویفتی) فی غیر الکف (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان)". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۶، ۵۷، سعید)

نداف کی لڑکی کو پٹھان لے کر بھاگ گیا، ان کا نکاح:

سوال: رشید احمد نداف کی لڑکی شفیعہ بیگم بالغہ کو سلیمان خان پٹھان لے کر بھاگ گیا اور کہیں جا کر شفیعہ بیگم کی مرضی سے سلیمان خان نے نکاح کرلیا، بغیر والدین کی مرضی کے اور ایک ماہ کے بعد رشید احمد نے بذریعہ پولیس لڑکی کو گرفتار کرا کرا اپنی ضمانت پر لے کر اپنے گھر لے آیا، بہت آدمی کہتے ہیں کہ نداف (۱) کی لڑکی کا نکاح سلیمان سے جائز نہیں ہوا، کیوں کہ غیر برادری ہے اور بغیر ولی کی اجازت نکاح ہوا، غیر برادری ہونے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں، اس وقت عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے، سلیمان بھی ضمانت پر ہے اور طلاق دینے کو تیار نہیں۔ ان حالات میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ہندوستانی نسلوں میں نسب کے اعتبار سے کفاءت معتبر نہیں، (۲) لہذا اس نکاح کو غیر معتبر قرار دینے، یا فسخ کرانے کے لیے یہ وجہ کافی نہیں؛ لیکن اگر لڑکی کا والد بہت صالح اور متبع سنت ہے اور جو پٹھان اس لڑکی کو بھگا کر لے گیا، وہ آوارہ بدچلن، فواحش میں مبتلا ہے اور اس کی یہ بدچلنی مشہور ومعروف ہے اور اس نکاح سے لڑکی کے خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے، (۳) اور لڑکی نے بغیر والد سے مشورہ کئے یہ نکاح بہت ہی غلط طریقہ پر بھاگ کر کیا ہے اور والد اس کو منظور کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، (۴) طلاق کی بھی ضرورت نہیں۔ (۵)

---

(۱) نداف: روئی دھنکنے والا، دھنیا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۵۴، فیروز سنز، لاہور)

(۲) والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم كفؤا لبعض". (البحر الرائق: ۲۳/۳، كتاب النكاح، فصل في الأكفاء في النكاح، رشيديه)

(۳) "(و) تعتبر في العرب والعجم (ديانة): أي تقوى، فليس فاسق كفؤاً لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلناً كان أولا على الظاهر". (الدر المختار) "والظاهر أن الصلاح منها أو من آبائها كاف لعدم كون الفاسق كفؤا لها ... إذا كانت فاسقة بنت صالح لا يكون الفاسق كفؤاً لها لأن العبرة لصلاح الأب، فلا يعتبر فسقها، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛ لأن الصالح يعير بمصاهرة الفاسق ... و(قوله: بنت صالح) نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة، وأفراده للعطف "بأو" فرجع إلى أن المعتبر صلاح الآباء فقط". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۸۹/۳، سعيد)

(۴) قال العلامة الحصكفي: "(ويفتى) في غير الكفء (بعد جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان)". (الدر المختار) "أما على رواية الحسن المختارة للفتوىٰ من أنه لا يصح". (رد المحتار، باب الولي: ۵۶/۳، ۵۷، سعيد)

"فالمختار للفتوىٰ رواية الحسن أنه لا يصح العقد". (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۴/۳، ۹۴، سعيد)

(۵) "فلا يتحقق الطلاق في النكاح (ففي الباطل بالطريق الأولى)". (ردالمحتار: ۴۸۴/۳، سعيد)

"وقد مر قبله إن (محله المنكوحة): أي ولو كان الفسخ بخيار ... عدم كفاءة ... فلا يقع عدة فيها". (رد المحتار: ۲۲۷/۳، كتاب الطلاق، ومطلب طلاق الدور: ۲۳۰/۳، سعيد)

لڑکی کو جب ایک حیض آ جائے،(۱) تو اس کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کر دینا درست ہوگا،(۲) البتہ قانونی تحفظ پہلے کرلیا جائے اور احوط یہی ہے کہ اس نکاح کو باقاعدہ عدالتِ مسلمہ سے فسخ کرالیا جائے؛(۳) لیکن اگر وہ شخص جس سے لڑکی نے نکاح کرلیا ہے، ایسا باوجاہت ہے کہ اس سے نکاح کرنا باعثِ عار شمار نہیں ہوتا تو یہ نکاح درست ہوگیا اور اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔(۴) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۹/۱۱)

بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں:

سوال: ایک لڑکی آگرہ ہوسٹل میں نرس کی ٹریننگ کر رہی تھی، دوران ٹریننگ ایک لڑکا ملا، جس نے اپنے کو "سی آئی ڈی انسپکٹر" بتایا، ذات سید بتائی اور بغیر شادی شدہ بتایا، لڑکی بھی سید کی تھی، پھر اسی دوران نکاح ہوگیا، آگرہ میں لڑکی کے والدین کو کوئی اطلاع نہیں، پھر لڑکی کا کہنا ہے کہ مجھے وکیل گواہ بھی معلوم نہیں کہ کون بنا، صرف ایک جگہ دستخط کرائے گئے، نکاح لڑکے نے کسی غیر آدمی کے گھر پر کرایا، لڑکا میرٹھ کا رہنے والا ہے۔

جب لڑکی چھٹی لے کر لڑکے کے گھر پر آئی، تب لڑکی کو سب حقیقت معلوم ہوئی کہ دھوکہ ہوا ہے، لڑکا بلیک کا کام کرتا ہے، ذات جولاہا، شادی شدہ ہے، دو بیویاں ہیں، ایک چھوڑ رکھی ہے، ایک گھر پر موجود ہے۔ پھر لڑکی لڑکے کو چھوڑ کر مظفرنگر اپنے باپ کے پاس آئی، پھر لڑکا مظفرنگر آیا اور لڑکی کے والدین سے کہا کہ لڑکی میرے نکاح میں ہے، میرے ساتھ شادی ہوئی ہے۔ لڑکی کے والدین نے کہ کہ بغیر ہماری اجازت نکاح کیسے ہوا؟ وکیل کون بنا؟ نکاح کا کاغذ دکھاؤ، ہم تصدیق کریں گے کہ کس نے بغیر ہماری اجازت کے نکاح پڑھایا ہے؟ ابھی تک کاغذ نہیں دکھایا گیا، ایسا دھوکہ دے کر بغیر ماں باپ کے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) "(وعدة ... الموطوء ة بشبهة الحيض للموت وغيره)" أى كفرقة أو متاركة ؛لأن عدة هولاء لتعرف براء ة الرحم وهو بالحيض". (الدرالمختار)

"أى لأجل أن يعرف أن الرحم غير مشغول، لا لقضاء حق النكاح الصحيح والحيض هو المعروف".
(ردالمحتار: ۵۱۷/۳، ۵۱۸، كتاب الطلاق، مطلب فى النكاح الفاسد والباطل، سعيد)

(۲) "إذا زوج الثيب فرضيت بقبلها ،ولم تظهر الرضا بلسانها، كان لها أن ترد؛ لأن المعتبر الرضا باللسان أو الفعل الذى يدل على الرضا". (ردالمحتار: ۶۲/۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

(۳) "ولا يكون التفريق بذلك إلا عند القاضى ،أما بدون فسخ القاضى فلا ينفسخ النكاح بينهما ، وتكون هذه الفرقة بغير طلاق". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۹۲/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس فى الكفاء ة، رشيديه)

(۴) "نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولى ... روى الحسن :إن كان الزوج كفئاً نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد أصلاً". (البحرالرائق: ۱۹۴/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سید کی لڑکی کا جولاہا کفو نہیں، (۱) بالغہ لڑکی کی غیر کفو میں نکاح کرے تو بغیر ولی کی اجازت کے مفتیٰ بہ قول پر منعقد نہیں ہوتا، لہذا یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، (۲) طلاق کی بھی ضرورت نہیں، کسی مناسب جگہ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۳/۱۱)

غیر کفو میں نکاح پر اولیا کا اعتراض:

سوال: آج کل بعض لڑکیاں کسی غیر کفو والے لڑکے کے ساتھ فرار ہو کر نکاح کر لیتی ہیں۔ کیا ایسی لڑکی کے اولیا کو نکاح پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

جب کوئی لڑکی از خود غیر کفو میں شادی کر لے، جو خاندان کے لیے ذلت و رسوائی کا باعث ہو تو لڑکی کے ورثا کو اس نکاح پر اعرتاض کرنے کا حق حاصل ہے۔

قال العلامة المرغيناني: إذا زوجت المرأة نفسها من غير كفو فللأولياء أن يفرّقوا بينهما دفعًا لضرر العار عن أنفسهم. (الهداية: ۲۹۹/۲، كتاب النكاح، باب الأكفاء والأولياء)

قال الكاساني: حتٰى لو زوجت نفسها من غير كفء من غير رضا الأولياء لا يلزم. وللأولياء حق الاعتراض لأن في الكفاء ة حقا للأولياء لأنهم ينتفعون بذلك ألا ترى أنهم يتفاخرون بعلو نسب الختن ويتعيرون بدنائة نسبه فيتضررون بذلك فكان لهم أن يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض. (بدائع الصنائع: ۳۱۸/۲، كتاب النكاح، فصل وأما الثاني) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۹۲/۴)

---

(۱) ”(و) أما في العجم فتعتبر (حرية وإسلاماً)“. (الدر المختار) ”المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب، ويسمون الموالي والعتقاء وعامة أهل الأمصار والقرى في زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أو غيرها ،إلا من كان له منهم نسب معروف“. (ردالمحتار: ۸۷/۳، كتاب النكاح، باب في الكفاء ة، سعيد

(۲) قال العلامة الحصكفي: ”(ويفتىٰ) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوىٰ (لفساده الزمان)“. (الدر المختار)

”أما على رواية الحسن المختارة للفتوىٰ من أنه لايصح“. (ردالمحتار، باب الولي: ۵۶/۳، ۵۷، سعيد)

(۳) ”فلا يتحقق الطلاق في النكاح الفاسد (ففي الباطل بالطريق الأولى)“. (ردالمحتار: ۴۸۴/۳، سعيد)

”وقدمر قبله أن (محله المنكوحة): أي ولو معتدة عن طلاق رجعي، الخ ... بخلاف عدة الفسخ بحرمة مؤبدة ... أو غيرمؤبدة كالفسخ بخيار ... عدم كفاء ة ... فلايقع الطلاق فيها“. (ردالمحتار: ۲۲۷/۳، كتاب الطلاق، وطلاق الدور: ۲۳۰/۳، سعيد)

باپ کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرنا:

سوال: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم !ایک شخص مسمیٰ زید اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرتا ہے، محض لالچ دنیوی پر ان سے مال چاہتا ہے، لڑکی کی صلاح کی بابت کچھ نہیں اوراس کے نشیب وفراز کی طرف خیال نہیں کرتا۔اب لڑکی بعد بلوغت اپنے والد کے کئے ہوئے اس نکاح سے متنفر ہے اوراپنے کفو میں خیال رکھتی ہے۔از دریں صورت علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کیاارشادفرماتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر باپ سئی الاخلاق ہونے کے ساتھ مشہور ہے، مثلاً لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ بہت کم عقل اور بیوقوف ہے کہ اپنے نفع ونقصان کونہیں سوچتا، یااس قدر لالچی ہے کہ روپیہ کے مقابلہ میں عزت کی بھی پرواہ نہیں کرتا، پھراس نے اس بات کو جانتے ہوئے نکاح کیا ہے، یہ غیر کفو ہے تو ایسی صورت میں لڑکی کواختیار حاصل ہے(۱) کہ حاکم مسلم کے ذریعے سے اس کوفسخ کرادے۔(۲) اگر باپ کا سئی الاخلاق، سئی الاختیار ہونا مشہور نہیں تو پھر نکاح درست ولازم ہے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ باپ کے ذہن میں لڑکی کی کوئی ایسی مصلحت ہو جواس کفاءت سے بڑھ کر ہو۔(هكذا في رد المحتار)(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۴۹)

---

(۱) "حتى لو عرف من الأب سوء الأختيار لسفهه أو لطمعه، لا يجوز عقده ... ثم اعلم أن ما مر عن النوازل : أن النكاح باطل، معناه أنه سيبطل، كما في الذخيرة.(ردالمحتار،باب الولي: ٦٧/٢،سعيد)

"وقيده الشارحون وغيرهم بأن لايكون معروفاً بسوء الأختيار،حتى لو كان معروفاً بذلك مجانة وفسقاً، فالعقد باطل،الخ ... وفي الظهيرية:يفرق بينهما، ولم يقل: إنه باطل، وهوالحق، ولذا قال في الذخيرة في قولهم: فالنكاح باطل:أي يبطل".(البحر الرائق)"(قوله :إن النكاح باطل)لايخفى إن قولهم:"النكاح باطل"، إنما هو بعد ردها، وذلك لا يفيد بطلانه من أصله ... وقد رأيته كذلك في الخانية، والذخيرة، والولوالجية والتجنيس، والبزازية، فكلهم ذكروا البطلان بعد الرد".(البحر الرائق مع منحة الخالق: ٢٣٧/٣، ٢٣٨،كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة،رشيديه)

(۲) "ويشترط فيه (أي خيار البلوغ) القضاء ، بخلاف خيار العتق".(الفتاوىٰ العالمگيرية،كتاب النكاح،الباب الرابع في الأولياء: ٢٨٥/١،رشيديه)

(۳) "ولزم النكاح إن كان الولي أبا أو جداً لم يعرف منهما سوء الاختيار، وإن عرف لا يصح".(رد المحتار: ٦٧/٣،كتاب النكاح،باب الولي ،سعيد)

"(ولو زوج طفله من غير كفء أو بغبن فاحش ،صح، ولم يجز ذلك لغير الأب والجد) ... وأطلق في الأب والجد، وقيده الشارحون وغيرهم بأن لا يكون معروفاً بسوء الاختيار ... إذا كان عالماً بأنه ليس بكفء،علم أنه تأمل غاية التأمل وعرف هذا العقد مصلحة في حقها".(البحر الرائق:٢٣٧/٣، ٢٣٨،كتاب النكاح، فصل في الكفاءة،رشيديه)

باپ نے لاعلمی میں نابالغہ لڑکی کا نکاح فاسق سے کردیا، نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شرابی وبدچلن ہے تو باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کا عقد لڑکے کے باپ نے پینتیس سالہ عمر والے شخص کے ساتھ کردیا۔لڑکی نابالغ ہوتے ہی اس کے ساتھ جانے ، یا رہنے سے انکار کردیا؛ کیوں کہ وہ شخص شراب خوری اور بدچلنی وغیرہ کے کاموں میں مصروف رہتا ہے اور نماز وغیرہ کا قطعی پابند نہیں، محض عیدین کی نماز شاذونادر پڑھ لیتا ہے اور لڑکی قرآن شریف ومسائل ضروری سے واقف ہے اور نماز کی بھی پابند ہے،شوہر سے طلاق کے لیے کہا جاتا ہے؛ مگر انکار کرتا ہے،لڑکی کا باپ بھی اسے شوہر کے ایسے حالات دیکھ کر نہیں چاہتا کہ میں ایک ایسی شائستہ اور دیندار لڑکی کو ایسے گمراہ شخص کے ساتھ کردوں، جو بالکل احکام شرعی کا پابند نہ ہو۔ بروقت عقد ولی جائز کو اس کے ناشائستہ حرکات سے بالکل بے خبری تھی۔پس ایسی صورت میں اس سے طلاق حاصل کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اورلڑکی کا طلاق مانگنا حق بجانب ہے، یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے ساتھ ولی جائز کا (بے جانے ہوئے) نکاح کردینا جائز ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ——————————

قال فی ردالمحتار: وأما إذا كانت صغيرة فزوجها أبوها من فاسق، فإن كان عالماً بفسقه صح العقد ولاخيار لها إذا كبرت لأن الأب له ذلك [أی عند الامام، لاعند هما] **مالم يكن ماجناً، كما مر فی الباب السابق، وأما إذا كان الأب صالحاً وظن الزوج صالحا فلا يصح، قال فی البزازية: زوج بنته رجلاً ظنه مصلحاً لايشرب مسكراً، فإذا هو مدمن، فقالت بعد الكبر: لا أرضى بالنكاح، إن لم يكن أبوها يشرب المسكر ولاعرف به وغلبة أهل بيتها مصلحون فالنكاح باطل بالاتفاق،آه، فاغتنم هذا التحرير فإنه مفرد.** (۲/ ٥٤٦)(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۴/ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام:۳۱۵/۳)

غلطی سے غیر کفو میں نکاح ہوجانے کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس خیال سے کردے کہ وہ شخص اس کا کفو ہے اور لڑکی شوہر کے یہاں چلی گئی؛ لیکن جب بوقت بلوغ لڑکی کو یہ معلوم ہوا کہ شوہر اس کا کفو نہیں ہے اور علم ہوتے ہی لڑکی اس امر کا اعلان کردے کہ وہ اس کی زوجیت میں رہنا نہیں چاہتی؛ لیکن اس کے ساتھ جبراً پہلی مرتبہ خلوت کی جائے تو کیا وہ اس نکاح کو فسخ کراسکتی ہے؟

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۹/۳، دارالفكر بيروت، انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر واقعۃً مندرجہ سوال صحیح ہے اور فی الواقع یہ شوہر اس لڑکی کا کفو نہیں ہے، اس کے والد کو بوقت نکاح اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا اور اس شخص نے دھوکہ سے اپنے آپ کو لڑکی کا کفو ہونا بوقت نکاح ظاہر کیا تو حکم شرعی یہ ہے کہ اس لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار شرعاً حاصل ہے اور مختار محققین متاخرین کا یہ ہے کہ اول ہی سے نکاح باطل ہے، لڑکی اور اس کے اولیا کو حق ہے کہ دوسری جگہ نکاح کر دیں؛ اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے، یا مسلمانوں کی مقتدر جماعت کے سرپنچ صدر سے تفریق کا حکم حاصل کرلیا جائے۔

لما قال الشامي عن النوازل: لوزوج بنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مدمن له وقالت: لا أرضى بالنكاح أى بعد ما كبرت، إن لم يكن يعرفه الأب بشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل؛ لأنه إنما زوج على ظن أنه كفء، آه. (۱)

خلافا لما ظنه المقدسي من إثبات المخالفة بينهما، كما نبه عليه الخير الرملي، قلت: ولعل وجه الفرق أن الأب يصح تزويجه الصغيرة من غير كفء لمزيد شفقته وأنه إنما فوّت الكفاءة لمصلحة تزيد عليها وهذا إنما يصح إذا علمه غير كفء، أما إذا لم يعلمه فلم يظهر منه أنه زوجها للمصلحة المذكورة، كما إذا كان الأب ماجناً أو سكران؛ لكن كان الظاهر أن يقال: لا يصح العقد أصلا كما في الأب الماجن والسكران مع أن المصرح به أن لها إبطاله بعد البلوغ وهو فرع صحته فليتأمل. (شامی، باب الكفاءة: ۳۱۸/۲، مجتبائی) (۲)

قلت: وصرح ببطلانه في الخلاصة من الكفاءة. واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۶۱/۲)

نکاح نابالغہ کی ایک صورت کا حکم:

سوال: علماء دین ومفتیان شرع متین ایسی حالت میں کیا فرماتے ہیں: ہندہ جس کی عمر دس سال، یا کچھ زائد، سن تمیز کو پوری طرح پہونچ چکی ہے اور نیک وبد کا بخوبی امتیاز ہے؛ لیکن نابالغ ہے، والد اس کا بزور جبر زید کے ساتھ کہ جس کی عمر ساٹھ سال سمجھی جاتی ہے، عقد کرنا چاہتا ہے، ہندہ زید کے ساتھ کسی طرح راضی نہیں ہے؛ بلکہ خودکشی وجان کھونے پر آمادہ ہے، اس کے والد نے مجبور ہوکر ظاہر کیا کہ زید کے ساتھ نہیں؛ بلکہ بکر کے ساتھ کہ جس کی عمر بھی مناسب ہے، عقد ہوتا ہے، روز نکاح جب ہندہ کو معلوم ہوا کہ وہی زید بوڑھا آدمی ہے، دھوکہ دیا جاتا ہے، نکاح کے خوف سے بھاگ کر دوسرے شخص کے مکان میں چھپی، اس کے والد کو جب خبر ہوئی، چھری وغیرہ لے کر اس مقام پر پہونچا اور قتل کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور بزور اپنے مکان میں پکڑ لایا، بلا رضا مندی ہندہ کے نکاح ہوگیا؛ مگر ہندہ نے ایجاب وقبول نہیں کیا،

(۱) ردالمحتار، باب الولي: ۶۷/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۵/۳-۸۶، دارالفکر بیروت، انیس

برابر انکار رہا، ہندہ رخصت ہو کر زید کے یہاں نہیں گئی، بعد چار سال کے محض دباؤ ڈرانے کی غرض سے ایک مقدمہ فوجداری میں ہندہ کے باپ اور اس کے خاص عزیزوں پر زید نے دائر کیا، زید کے خاص عزیزوں نے اپنی رہائی وگلو خلاصی ہندہ کے رخصت ہو جانے پر سمجھ کر بزور وجبر رخصت کرادیا، اس خوف سے ہندہ وہاں جا کر بیمار ہوگئی اور وہاں بھی وہی نارضامندی برابر رہی اور یکجائی کی نوبت نہیں آئی۔ اب عمر ہندہ کی بیس برس ہے اور اپنے باپ کے مکان میں ہے، جان کھونے پر آمادہ ہے؛ مگر زید کے ساتھ رہنے، یا اس کے گھر جانے پر رضامند نہیں ہے۔ فقط اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے ساتھ جو نکاح ہندہ کا بحالت نابالغی بلا رضامندی ہندہ ہندہ کے باپ نے کر دیا تھا، وہ صحیح نکاح ہوا تھا، یا نہیں؟ بلا زید کے طلاق دئے ہوئے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور کس طرح سے دوسرا نکاح ہوسکتا ہے؟

تنقیح:

(۱)　کیا ہندہ کے باپ نے اس نکاح میں زید سے کچھ رقم لی ہے، یا کچھ رقم لینا طے ہوا تھا، یا ہندہ کے باپ کو زید سے کچھ اور طمع تھی؟ صاف صاف لکھا جائے، نیز ہندہ کے باپ نے اس نکاح سے پہلے کسی اور لڑکے والوں سے روپئے لیے ہیں، یا نہیں؟

(۲)　بروقت نکاح ہندہ کا کوئی اور ولی باپ کے سوا موجود تھا، یا نہیں، مثلاً ماں، بھائی وغیرہ؟ اور یہ لوگ زید سے ہندہ کا نکاح ہو جانے پر راضی تھے، یا نہیں؟

(۳)　زید خاندان وغیرہ کی حیثیت سے ہندہ کا ہم کفو ہے، یا نہیں؟

ان سوالات کے جواب پر حکم نکاح بتلایا جائے گا۔ فقط

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ، ۵/صفر ۱۳۴۵ھ

جواب تنقیح:

(۱)　رقم کی بابت زید اور اس کے بہنوئی نے کچھ لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ روپیہ دے کر نکاح کیا ہوں، بلا رقم خرچ کئے ہوئے بھلا وہ کیوں ہوتا اور ایسا نکاح ہو جانے کے بعد کثرت رائے اس بات پر اتفاق کرتی ہے کہ ضرور کچھ رقم لی گئی اور قبل نکاح زید ہندہ کے باپ کو بہت سے تحفہ دیتا تھا اور لڑکوں کی شادی نہ تو اس طرح ہوئی ہے، جس میں کوئی خاص عزیز مثل بہنوئی خواہ بہن وغیرہ کے نہ شریک کئے گئے ہوں اور نہ اس طرح کا بے جوڑ معاملہ کہ جس سے لڑکی خود انکار کر دیوے اور زبردستی نکاح مشہور ہو۔

(۲)　بروقت نکاح ہندہ کی ماں موجود تھی، سوائے ماں کے اور کوئی دوسرا وارث، یا عزیز موجود نہیں تھا۔

(۳)　زید خاندان کی حیثیت سے ہندہ کا ہم کفو نہیں ہے، ہندہ کا حسب نسب زید سے کہیں اچھا ہے، زید و ہندہ کے باپ سے کبھی جان و پہچان نہ تھی اور نہ آمد و رفت تقریب مابین کبھی تھا۔

دوبارہ تنقیح:

زید کس بات میں ہندہ سے گھٹا ہوا ہے، دونوں کی ذات کیا کیا ہے؟ اس کے جواب کے بعد حکیم بتلایا جائے گا، نیز یہ بھی لکھیں کہ جن لوگوں کے سامنے زید اور اس کے بہنوئی نے اس نکاح میں رقم لینا بیان کیا ہے، وہ لوگ دیندار معتبر ہیں، یا نہیں؟ فقط

ظفر احمد

جواب تنقیح دوبارہ:

(۱) زید ہندہ کے مقابلہ میں نہیں ہے؛ کیوں کہ حسب نسب پیشتر سے اپنے برادرانہ وغیرہ برادرانہ میں اچھا سمجھا تا ہے اور اب تک اچھا ہے اور اس کا قاعدہ خاص طریقہ اسلام پر ہے اور فرض اسلام وطریقہ مسلمانی کو با قاعدہ ادا کرتی ہے۔ زید کا حسب نسب معمولی درجہ کا ہے اور قاعدہ بالکل خراب ہے؛ یعنی زید کے یہاں کو عورتیں اکثر بازار جانا، یا کہیں دوسری جگہ جانا ہو تو بلا کسی پردہ کے اور بلا کسی امداد یعنی مرد جوان کے گھر کا ہے، اس کے ساتھ نا جانا؛ بلکہ خود تنہا دوسری جگہ جانا جو دیگر اشخاص کے دیکھنے میں بالکل معیوب بات سمجھی جاتی ہے اور بات چیت بالکل اہل ہنود کے قاعدہ سے ملتی ہے۔

(۲) زید و ہندہ ہم قوم ہیں اور شیخ کہے جاتے ہیں۔

(۳) رقم کے بابت زید اور اس کے بہنوئی نے ایسے شخص کے سامنے بیان کیا ہے، جو دیندار اور نہایت معتبر شخص ہیں اور احکام خدا ورسول سے واقف ہیں۔ علاوہ بریں اور کئی جگہ رقم کا تذکرہ برادری وغیرہ میں بذریعہ زید واس کے عزیزان مثلاً بہن و بہنوئی وغیرہ سے آچکا ہے۔

الجواب

فی الدر المختار :(وَلَزِمَ النِّكَاحُ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ) بِنَقْصِ مَهْرِهَا وَزِيَادَةِ مَهْرِهِ (أَوْ) زَوَّجَهَا (بِغَيْرِ كُفْءٍ إنْ كَانَ الْوَلِيُّ) الْمُزَوِّجُ بِنَفْسِهِ بِغَبْنٍ (أَبًا أَوْ جَدًّا) وَكَذَا الْمَوْلَى وَابْنُ الْمَجْنُونَةِ (لَمْ يُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوءُ الِاخْتِيَارِ) مَجَانَةً وَفِسْقًا(وَإِنْ عُرِفَ لَا) يَصِحُّ النِّكَاحُ اتِّفَاقًا.

وقال الشامی تحت(قوله:وإن عرف لا)بعد الإشكال والجواب:وَالْحَاصِلُ: أَنَّ الْمَانِعَ هُوَ كَوْنُ الْأَبِ مَشْهُورًا بِسُوءِ الِاخْتِيَارِ قَبْلَ الْعَقْدِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مَشْهُورًا بِذَلِكَ ثُمَّ زَوَّجَ بِنْتَه مِنْ فَاسِقٍ صَحَّ وَإِنْ تَحَقَّقَ بِذَلِكَ أَنَّهُ سَيِّءُ الِاخْتِيَارِ وَاشْتُهِرَ بِهِ عِنْدَ النَّاسِ، فَلَوْ زَوَّجَ بِنْتًا أُخْرَى مِنْ فَاسِقٍ لَمْ يَصِحَّ الثَّانِي لِأَنَّهُ كَانَ مَشْهُورًا بِسُوءِ الِاخْتِيَارِ قَبْلَهُ، بِخِلَافِ الْعَقْدِ الْأَوَّلِ لِعَدَمِ وُجُودِ الْمَانِعِ قَبْلَهُ.(۴۹۹/۲)(۱)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار،باب الولی:۶۶/۳-۶۷،دارالفکر بیروت،انیس

وفی الفتاویٰ العالمگیریة (۱۸/۲): وَلَوْ زَوَّجَ وَلَدَهُ الصَّغِيرَ مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ بِأَنْ زَوَّجَ ابْنَهُ أَمَةً أَوْ ابْنَتَهُ عَبْدًا أَوْ زَوَّجَ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ بِأَنْ زَوَّجَ الْبِنْتَ وَنَقَصَ مِنْ مَهْرِهَا أَوْ زَوَّجَ ابْنَهُ وَزَادَ عَلَى مَهْرِ امْرَأَتِهِ؛ جَازَ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالٰى، كَذَا فِي التَّبْيِينِ وَعِنْدَهُمَا: لَا تَجُوزُ الزِّيَادَةُ وَالْحَطُّ إلَّا بِمَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ قَالَ بَعْضُهُمْ: فَأَمَّا أَصْلُ النِّكَاحِ فَصَحِيحٌ وَالْأَصَحُّ أَنَّ النِّكَاحَ بَاطِلٌ عِنْدَهُمَا هَكَذَا فِي الْكَافِي وَالصَّحِيحُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالٰى، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ ... وَالْخِلَافُ فِيمَا إذَا لَمْ يُعْرَفْ سُوءُ اخْتِيَارِ الْأَبِ مَجَانَةً أَوْ فِسْقًا أَمَّا إذَا عُرِفَ ذَلِكَ مِنْهُ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ إجْمَاعًا. (۱)

وفی تنقیح الفتاوی الحامدیة (۲۲/۱) (سئل) فی هاشمی زوج صغیرته بغیر هاشمی عالماً بذلک راضیاً فهل یصح النکاح؟ (الجواب) نعم والحالة هذه.

ان سب عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اس سوال میں اگر زید کو دین کے اعتبار سے ہندہ کا کفو بھی تسلیم نہ کیا جائے، (جس کو جواب تنقیح میں مجمل بیان کیا گیا ہے،) تب بھی نکاح صحیح ہوگیا، پس ہندہ زید سے طلاق لیے بدون دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی؛ کیوں کہ ہندہ کے والد کی طمع (اگر وہ ثابت ہوجائے) اسی نکاح ہندہ میں معلوم ہوئی ہے، اس سے پیشتر اس سے ایسا واقعہ نہیں ہوا، جو سوء اختیار کی شرط ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۵؍ربیع الاول ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۲۲/۳)

نابالغہ کا نکاح باپ لالچ کی وجہ سے غیر کفو میں کردے تو جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اگر باپ اپنی نابالغہ کا نکاح کسی غیر کفو سے بغیر رضامندی برادری ورشتہ داران طمع نفس کی وجہ سے کردے تو وہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولی نابالغہ لڑکی کا اس صورت میں اس کا باپ ہے اور اگر باپ غیر کفو میں بھی اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کردیوے تو صحیح ہے؛ لیکن یہ شرط ہے کہ باپ معروف بہ سوء الاختیار نہ ہو؛ یعنی بدخواہی سے لڑکی کا نقصان نہ کرے۔ (هکذا فی الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۸)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب السادس فی الوکالة فی النکاح وغیرها: ۲۹٤/۱، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) (ولزم النکاح ولو بغبن فاحش) (أو) زوجها (بغیر کفء ان کان الولی) المزوج بنفسه بغبن (أبا أوجدا) ... (لم یعرف منهما سوء الاختیار) مجانة وفسقا (وإن عرف لا). (الدرالمختار) وفی شرح المجمع: حتی لو عرف من الأب سوء الاختیار لسفهه أو لطعمه لایجوز عقده إجماعاً. (ردالمحتار، باب الولی: ٤١٨/٢، ظفیر)

نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کردے تو جائز ہے:

سوال: زید نے (جو کہ شیخ فاروقی ہے) اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح عمر سے (جس کا تین پشت سے اسلام ہے) کردیا ہے، یہ لڑکا اس لڑکی منکوحہ کا کفو ہے، یا نہیں؟ اس لڑکی کو نکاح کے فسخ کا اختیار بالغہ ہونے پر ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ لڑکا زید کی دختر کا کفو نہیں ہے؛ لیکن باپ اگر اپنی دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو سے کردیوے تو صحیح ہے، (۱) اور نابالغہ بعد بالغہ ہونے کے اس نکاح کو فسخ نہیں کراسکتی۔ (کذا فی الدر المختار و الشامی) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۶/۸-۲۱۷)

والدہ کا دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردینے کا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ جس کی عمر دس سال تھی، لڑکی کی والدہ بیوہ نے غیر کفو میں ایک لڑکے نابالغ سے اس کے باپ کے استدعا سے نکاح کردیا تھا اور اس لڑکے نابالغ کی والدہ انتقال کرچکی تھی، لہٰذا لڑکی کے خسر نے بدنیتی سے خواہش زنا لڑکی سے؛ یعنی اپنی بہو سے کرنا چاہا، جب لڑکی کو اس کی خواہش بدظاہر ہوئی تو متنفر ہوئی تو گھر میں ہر وقت تکرار فساد اور مار پیٹ شروع ہوگئی اور لڑکی کے سر میں زخم زیادہ ہوگیا، تب ہمسایوں نے لڑکی کے مائکہ میں جو وہاں سے ایک منزل کے بعد سے ہے، خیر پہونچائی اور یہ خبر پاکر لڑکی کی والدہ جاکر لے آئی۔ اب لڑکی کہتی ہے کہ میں وہاں ہرگز نہ جاؤں گی، دوسرے جگہ کسی شریف سے نکاح کردیا جاوے اور اب اس وقت لڑکی کی عمر تیرہ سال کی ہے اور بالغ ابھی تک نہیں ہے، لہٰذا گزارش ہے کہ اس مقدمہ میں بموجب حکم شرع شریف نفاذ حکم فرمایا جاوے کہ کیا کیا جاوے؟ فقط

الجواب

فی الدرالمختار: (وللولی)... (إنکاح الصغیر والصغیرۃ) ... (وإن کان المزوج غیرھما) أی غیر الأب وأبیه ... (لایصح) النکاح (من غیر کفء أو بغبن فاحش أصلا). (۵۰۰/۲) (۳)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ نکاح جو ماں نے اس لڑکی کا غیر کفو میں کردیا تھا، وہ منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا اس کا نکاح جگہ جائز ہے۔

۸/ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ (تتمہ اولیٰ: ۸۷/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۵۴/۲-۳۵۵)

---

(۱) (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلا) وھو المختار للفتوی. (الدرالمختار) ھذہ روایة الحسن عن أبی حنیفة، وھذا إذا کان لھا ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعدہ، بحر ... فلابد حینئذ لصحة العقد من رضاہ صریحاً. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۹/۲، ظفیر)

(۲) لوفعل الأب أوالجد عند عدم الأب لایکون للصغیر والصغیرۃ حق الفسخ بعد البلوغ. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۰۲/۲، ظفیر)

(۳) الدرالمختار، باب الولی: ۶۵/۳-۶۸، دارالفکر بیروت، انیس

کفو کے فوت ہونے کے اندیشہ سے

ولی قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید نے اگر صغیرہ کا نکاح کردیا تو جائز ہے:

السوال: ما قولكم أيها العلماء الكرام فى صغيرة زوجها الأم مع رجل كفء بمهرالمثل بل أزيد ومنع أخوها عناداً بلا وجه، هل يجوز نكاحها، أم لا؟

الجواب

يجوز فى هذه الحالة لأن الأخ وإن كان ولياً قريباً والأم بعيدةً لكنه بهذا المنع يكون عاضلا إن كان تزويجها لخوف فوت الخاطب، كما فى الد المختار: (ويثبت للأبعد) على أولياء النسب ... عند فوت الكفء (التزويج بعضل الأقرب) أى بامتناعه عن التزويج إجماعاً، خلاصة، انتهىٰ.

وفى الشامى (قوله:عند فوت الكفء) أى خوف فوته (قوله:أى بامتناعه عن التزويج) من كفء بمهر المثل، أما لو امتنع عن غير الكفء ... وإذا امتنع عن تزويجها من هذا الخاطب الكفء ليزوجها من كفء غيره استظهر فى البحر أنه يكون عاضلا، انتهىٰ.(۱) فقط والله أعلم بالصواب

كتبهٗ عبدالوهاب كان الله لهٗ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۶۷)

نابالغہ لڑکی کا نکاح اگر باپ یا دادا کرائے تو وہ نکاح بغیر طلاق، یا خلع، یا موت کے نہیں ٹوٹتا:

سوال: زید کہتا ہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح چار سال پیشتر صغر سنی میں کردیا تھا۔ اب اس کو بالغہ ہوئے دو سال ہوتے ہیں۔ آج تک وہ لڑکی نہ شوہر کے گھر گئی، نہ ان میں خلوت ہوئی۔ شوہر بھی نان نفقہ نہیں دیتا۔ وہ بلائے تو بھی لڑکی وہاں پر نہیں جاتی۔ شوہر سے بالکل ناراض وناخوش ہے۔ شوہر کے چال وچلن بھی ٹھیک نہیں ہے؛ اس لیے لڑکی دوسرا نکاح کر لینے کی خواہش کرتی ہے؛ لیکن شوہر بھی طلاق وخلع کرنے سے انکار کرتا ہے۔ کیا اہل شہر اور قاضی کی اجازت کے بغیر کسی دسرے شوہر سے لڑکی کا نکاح کردینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

هو الموفق للصواب: اگر نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ دادا نے کسی مرد سے کردیا چاہے، وہ اس کا کفو ہو، یا نہ ہو تو وہ نکاح بغیر اس کے نہیں ٹوٹتا کہ یا تو مرد طلاق دے، یا عورت اپنی طرف سے کچھ پیسے وغیرہ دے کر، یا اپنا مہر بخش کر راضی کر کے خلع کرالے، یا اس کا مرد انتقال کر جائے۔ (كذا فى كتب الفقه كالهداية والدر المختار) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۷۴،۱۷۵)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۲/۳، دارالفكر بيروت، انيس

نابالغہ کا رشتہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ شوہر زنا کار ہے، کیا نکاح فسخ ہوسکتا ہے:

سوال: زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کیا؛ لیکن عرصہ گزرنے کے بعد اب جب کہ زید کی دختر بالغ ہوئی زید کو معلوم ہوا کہ بکر اور بکر کے والدین فسق وفجور، زنا کاری اور حرام کاری میں مبتلا ہیں، حتی کہ بکر بحالت بلوغیت اپنی والدہ کی حرام کاری اور عفت وعصمت فروشی میں ایک طویل عرصے تک اپنے والدین کا ممد ومعاون رہا اور خود بھی وہی حرام کی کمائی کھاتا رہا۔ زید چونکہ نہایت شریف اور نجیب الطرفین خاندان کا فرد ہے، اس کی دختر نیک اپنی خاندانی روایات سے متاثر ہوکر بکر کے گھر جانے کے لیے مطلق رضامند نہیں ہے۔ اس کا یہ ظن غالب ہے کہ جس شخص نے دیدہ ودانستہ باصحت نفس وثبات عقل جب اپنی حقیقی والدہ کے ساتھ یہ ناروا سلوک کیا تو وہ اپنی بیوی کو بھی یقیناً حرام کاری پر مجبور کرے گا اور اس کی آمدنی سے اپنا دوزخ شکم پُر کرے گا، لہٰذا بموجب حکم شرع شریف کے ان واقعات وحالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے زید کی دختر کو بکر کے ساتھ رخصت کردینا جائز ہوگا، یا ناجائز؟

(المستفتی: ۲۵۱۵، شیخ عبدالحامد صاحب، دہلی، ۱۷/ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ، مطابق ۶/ جولائی ۱۹۳۹ء)

الجواب

اگر کوئی شخص نادانستگی کی حالت میں اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردے، یہ سمجھ کر کہ زوج صالح ہے، بعد میں ثابت ہو کہ زوج فاسق ہے اور لڑکی بالغہ ہوکر اس نکاح سے ناراضی ظاہر کردے تو یہ نکاح فسخ کرایا جاسکتا ہے۔

رجل زوج بنته الصغيرة من رجل على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجده الأب شريبًا مدمنًا وكبرت الإبنة فقالت: لا أرضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل أى يبطل وهذه المسئلة بالإتفاق. (كذا فى العالمگيرية، ص: ۳۱۰)(۱)

پس صورت مسئولہ میں لڑکی اور اس کے اولیا اس نکاح کو فسخ کراسکتے ہیں؛ کیوں کہ عدم کفاءت کی بنا پر جو تفریق کرائی جائے، اس کے لیے قضا شرط ہے۔

ولا يكون التفريق بذلک أى بعدم الكفاءة إلا عند القاضى أما بدون فسخ القاضى فلا ينفسخ النكاح بينهما. (عالمگيرية)(۲)

قلت: وهذا معنى قوله أى يبطل فى العبارة المقدمة أى يبطل بفسخ القاضى. واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۲۰۳/۵)

چچا نے نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی کی رضامندی کے بغیر آوارہ سے کردیا، کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا تھا۔ صورت اس کی یہ ہے کہ بھائی حقیقی ہندہ کا بالغ جائز ولی تھا، وہ وقت

(۱،۲) الفتاویٰ الهندية: كتاب النكاح، الباب الخامس فى الأكفاء فى النكاح: ۲۹۱/۱، ماجدية

نکاح موجود نہ تھا۔ والدہ ہندہ کی مسلوب الحواس ہے۔اس کے چچا نے بغیر اجازت بھائی حقیقی بالجبر ایک غیر محترم آدمی سے نکاح کر دیا تھا، جس کا حال قابل بیان نہیں ہے۔ زید نہایت آوارہ ہے اور صحبت زنانوں کی رکھتا ہے، جس وقت ہندہ کا نکاح ہوا تھا، اس وقت عمر ہندہ کی تخمیناً گیارہ سال کی تھی، اس وقت بالغ نہ تھی، اب بالغ ہے، جس کو عرصہ تخمیناً چار سال کا ہو گیا۔ بھائی اس کا اس رشتہ سے ہرگز راضی نہیں ہے؛ بلکہ ہندہ بھی سخت ناراض ہے اور کسی قسم کا آج تک لین دین نہیں ہوا اور زید اپنی رزالت سے باز نہیں آتا۔ ہندہ کا کسی قسم کا خبر گیران نہیں، سخت دھوکا دیا ہے، جو شخص اتنے عرصے تک خبر گیران نہ ہو اور دھوکا دہی کرے اور مجبور کرے۔اس کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر زید نے اول یہ بیان کیا تھا کہ میں خلاف شرع امور کا مرتکب نہیں ہوں اور چچا کو اس کی ان حرکات کا علم نہیں تھا تو اس صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجده الأب شريباً مدمنًا وكبرت الابنة، فقالت: لا أرضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل أي يبطل وهذه المسئلة بالاتفاق، كذا في الذخيرة. (الهندية: ۳۱۰/۱)(۱)

اور اگر بھائی حقیقی شہر میں، یا ایسی جگہ موجود تھا کہ اس سے اجازت لی جا سکتی تھی اور پھر بھی چچا نے بغیر استیذان اس کا نکاح کر دیا تو نکاح بھائی کی اجازت پر موقوف تھا، اگر بھائی نے اطلاع نکاح ہونے پر ناراضی ظاہر کر دی تو نکاح باطل ہو گیا۔

وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته. (الهندية: ۳۰۳/۱) (۲)

اور اگر بھائی نے اجازت دے دی، یا خبر ہونے پر ناراضی ظاہر نہ کی ہو تو نکاح صحیح ہو گیا؛ لیکن ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح کا حق حاصل ہے؛ لیکن فسخ نکاح کے لیے قضائے قاضی یعنی حکم حاکم مجاز کی ضرورت ہے۔

(و) لكن (لهما) أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) ... (بشرط القضاء). (الدر المختار: ۳۳۲/۲) (۳) (کفایۃ المفتی: ۱۸۸/۵)

اگر کوئی حالت نشہ میں نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت دے دے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(الف) زید ایک شرابی کبابی آدمی ہے، عرصہ سے شراب کا عادی ہے، زید کا بھائی عمر ہے، ایک مرتبہ زید کے

(۱) **الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس: ۲۹۱/۱، ماجدية**

(۲) **الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية**

(۳) **الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۹/۳، سعيد**

یہاں کچھ غربا و مساکین کو کھلانے کی تقریب تھی اور اس میں کچھ اشخاص رشتہ دار اور برادری کے تھے، اس تقریب کی چہل پہل میں زید کو اس کے بھائی عمر نے بہلا پھسلا کر الگ لے جا کر شراب پلائی، پھر عمر کے چند ساتھی اس جگہ آئے اور ایک شخص کو جو کچھ پڑھا لکھا تھا لائے، عمر نے زید کو پلا کر مست کیا ہی تھا، زید سے زید کی نابالغہ لڑکی ہندہ کے نکاح کی اجازت اپنے لڑکے بکر کے لیے مانگی، زید نے اجازت دے دی، یا نہیں (واللہ اعلم) فرض کیجئے دی، اس جگہ جہاں عمر کے چند ساتھی آئے تھے، نکاح پڑھا دیا گیا، نکاح ہو جانے کے بعد جب زید کو ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ اس کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر کے ساتھ ہو گیا، زید یہ سنکر بھونچکا رہ گیا اور کہا مجھ کو کچھ نہیں معلوم! میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر کے لڑکے بکر کا نکاح زید کی لڑکی ہندہ کے ساتھ شرعاً ہوا، یا نہیں؟ جبکہ زید نشہ کی حالت میں تھا اور عمر کی اجازت مانگنے پر اجازت دے دیا اور یہ سب حالت نشہ میں ہوا اور پھر زید نے صاف کہا اور آج تک کہتا آرہا ہے کہ میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے، مجھے نہیں معلوم مجھ سے کیا کہلوایا گیا ہے۔

(ب) مذکورہ بالا منکوحہ کا شوہر کافی عرصہ سے پاگل ہے، عام طور ننگا پر رہتا ہے، کمرہ میں بند رہتا ہے، تقریبا چار سال کی مدت اسی طرح گزر گئی، طلاق لینے اور خلع کرنے کی توفیق تو اس کے باپ کو ہے نہیں، لڑکی اپنا رشتہ کسی اور جگہ کس طرح کرے؟ لڑکی تو پہلے ہی حالت صحت ہی سے ناراض تھی تو اب کس طرح راضی ہو سکتی ہے۔ صدر شرعی پنچایت نے کہا ہے کہ ہم کو فسخِ نکاح کا حق نہیں ہے۔ آخر اس قسم کی منکوحہ عورتوں کی زندگی کس طرح بسر ہو؟ کیا طلاق خود بخود پڑ جائے گی، یا حکومت ھند کی عدلیہ کا فیصلہ مان لیا جائے گا، اگر چہ خلاف شرع کیوں نہ ہو، نیز جنون کی جتنی قسمیں ہوں، سب کے احکام مدلل طور پر بتلائیں، یا لکھیں؟ مذکورہ شوہر کا باپ لڑکی کا کوئی سگا بھائی نہ ہونے کی وجہ سے ساری جائداد بدل خلع کے طور پر لینے کے بعد تیار ہو سکتا ہے تو لڑکی کی شادی کس طرح ہوگی، لہذا بدل خلع کی مقدار شریعت مطہرہ میں کیا ہے؟

(ج) کسی نے دعوی کیا کہ مجھ کو شراب پلائی گئی اور فلاں کام اسی نشہ میں ہوا، گویا شربِ خمر کا دعوی کیا تو اس ضمن میں شرب خمر کا اقرار ہوا کہ نہیں؟ اور اگر ہوا تو "المرء یؤخذ بإقراره" (۱) کا نفاذ ہوگا کہ نہیں؟ اور اگر ہوگا تو کیا پھر مقر سے مزید گواہ طلب کئے جائیں گے کہ فلاں کام بجز گواہ کے متحقق نہ ہوگا، اگر چہ تم شرب خمر کا اقرار کرتے ہو۔ کیا مقر کی منفعت اور مضرت دیکھی جائے گی؟ اگر دیکھی جائے تو منفعت کا معیار کیا ہوگا؟ اگر شرب خمر کے اقرار کے بعد بھی گواہ ضروری قرار دیا جائے تو جبکہ شراب پلائی گئی، اور اسے ہوش نہ رہا تو وہ گواہ کہاں سے لائے گا؟ لہذا وہ اقرار جن سے حد لگتی ہے، اس اقرار کے مشابہ یہ صورت ہو جائے گی، جن پر حد نہیں لگتی، --- براہ کرم مذکورہ بالا مسائل اور ضمنی جزئیات پر نظر غائر ڈال کر ہر شق کا جواب مدلل دینے کی زحمت فرمائیں، خصوصا تیسرے سوال کا جواب بے حد

(۱) الإقرار حجة قاصرة على المقر. (الأشباه والنظائر، كتاب الإقرار ص: ۲۱۷، بيروت، انيس)

ضروری ہے۔﴿وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ﴾(القرآن)(۱)

(محمد عامر بستوی، امام مسجد جہاں آرا، ہمایوں نگر حیدر آباد، ۲۸)

الجواب

(الف) فقہا نے لکھا ہے کہ جس شخص کو جنون دائمی نہ ہو؛ بلکہ وقفہ وقفہ سے جنون کا دورہ پڑتا ہو تو حالت افاقہ ہی کا اس کا تصرف معتبر ہوگا۔

"وتنفذ تصرفاته فى حالة الإفاقة". (۲)

جس طرح مجنون حالت جنون میں مخبوط العقل ہوتا ہے، اسی طرح نشہ کی حالت میں بھی انسان مسلوب العقل ہوتا ہے؛ اس لیے اگر اس نے نشہ کی حالت میں اجازت دے بھی دی ہو اور یہ بات گواہوں سے ثابت بھی ہو تو اس کا تصرف معتبر نہ ہونا چاہیے، فقہا نے توکیل کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"من شرط الوكالة أن يكون التوكيل ممن يملك التصرف ويلزمه الأحكام وإذا وكل الحر العاقل البالغ، والماذون مثلها جاز". (۳)

(ب) اور اگر یہ نکاح صحیح بھی قرار دیا جائے تو اگر اس سے منسوب شوہر فاحش، یا غیر کفو ہو تو عورت کے بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ حاصل ہوگا۔ شیخ عبدالرحمان الجزیری فقہ حنفی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وصح إنكاح الأب أوالجد الصغير والصغيرة بغبن فاحش ومن غير كفء لا غيرهما وقال في شرحه: أي لو فعل الأب والجد عند عدم الأب، لا يكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ، وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعد البلوغ". (۴)

(ج) جنون ان اسباب میں سے ہے، جن کی وجہ سے قاضی شرع، یا اس کی عدم وجودگی میں شرعی پنچایت عورت کا نکاح فسخ کر سکتی ہے، البتہ عورت پر از خود طلاق واقع نہ ہوگی، یہی رائے احناف میں امام محمدؒ کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، "بدائع" نے امام محمدؒ کے مسلک کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"خلوه من كل عيب يمكنها المقام إلابضرر كالجنون، والجذام، والبرص، شرط لزوم النكاح حتى يفسخ به النكاح". (۵)

(د) اقرار اس وقت اور اس حد تک معتبر ہے، جہاں تک کہ اس کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود رہتا ہو،

---

(۱) سورة الأنفال: ۷۲، انیس

(۲) الفتاوى الهندية: ۲۹/۲

(۳) الهداية: ۱٦٢/٢

(۴) رد المحتار: ١٣٠/٤، نیز دیکھئے: فتح القدير: ١٧٥/٣

(۵) بدائع الصنائع: ٦٣٩/٢

اگراس کے اقرار کا اثر دوسروں پر بھی پڑے تو اس کے حق میں اس کا اقرار معتبر نہ ہوگا، شراب پلائے جانے کا دعوی ایک ایسا دعوی ہے، جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہوتا ہے؛ اس لیے جب تک شہادت نہ ہو، یا خود مقر علیہ کی طرف سے تسلیم نہ ہو قابلِ قبول نہ ہوگا، یہ تو اقرار کا عام حکم ہے، شربِ خمر کی حد میں چونکہ فقہا کے درمیان اختلاف رائے بھی ہے؛ اس لیے فقہا نے اس مسئلہ میں اقرار کو بھی بسا اوقات غیر معتبر قرار دیا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

''لا یحد السکران باقراره علی نفسه''.(۱)

هذا ما عندی واللّٰه أعلم بالصواب علمه أتم وأحکم (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۷۸-۳۸۲)

نشہ خوار باپ نے نابالغہ کا نکاح غیر کفو اور کم مہر میں کیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص چنڈو باز نشہ خوار نے محض اپنی نفسانی طمع کے لیے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے خاندان کے کم درجہ کے لوگوں میں ایک ایسے صغیر السن لڑکے سے کردیا، جس کے بالغ ہونے میں ۷-۸/سال کا عرصہ ہے اور لڑکی اس وقت بالغ ہے اور مہر بہت کم مقرر کیا گیا ہے، اس صورت میں ایسے باپ کا کیا ہوا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

أقول وباللّٰه التوفیق: تحقیق صاحب فتح القدیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک باپ پہلے سے معروف بسوء الاختیار نہ ہو تو وہ نکاح جو اس نے قبل از معروف ہونے کے کیا، صحیح ہے، جیسا کہ عبارت ''ما لم یعرف منهما سوء الاختیار وإن عرف لا یصح'' سے ظاہر ہوتا ہے اور مہر کا حال یہ ہے کہ بعض اقوام میں مہر اس درجہ کثیر رائج ہے کہ کوئی عاقل اس کو پسند نہیں کرسکتا اور مغالات مہر سے نہی صراحۃً موجود ہے تو اگر باپ موافق طریق سنت کی فرض کیجئے کہ اپنی دختر کا مہر مقرر کردیا اور نابالغ شوہر سے نکاح کرنا مصلحت آئندہ دختر کی موافق سمجھا تو اس کو سئی الاختیار نہ کہا جاوے گا اور اس وصف کے ساتھ معروف ہونا اس کا تو اس سے کسی طرح محقق نہ ہوگا، البتہ اگر بحالت نشہ اس نے یہ نکاح کیا ہے تو صحیح نہ ہوگا۔

کما فی الدرالمختار: (إن عرف لا) أی لا یصح النکاح وکذا لو کان سکران فزوجها من فاسق أو شریر أو فقیر أو ذی حرفة دنیة لظهور سوء اختیاره، الخ.(۲)

وفی الشامی: وهذا مفصود فی السکران وسیء الاختیار إذا خالف لظهور عدم رأیه وسوء اختیاره فی ذلک.(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۱۳۹)

---

(۱)　الفتاوی الهندیة:۳/۱۸۱٤

(۲)　الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی:۲/٤۱۸، ظفیر

(۳)　ردالمحتار، باب الولی:۲/٤۱۹، ظفیر

اعلی خاندان بتا کر اعلی نسب کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص مسمیٰ زید نے جو کنجڑوں کے خاندان سے ہے، ایک حسب ونسب والی لڑکی مسماۃ ہندہ سے جو کہ نسب کے اعتبار سے اعلی سمجھی جاتی ہے، اپنے نسب کو چھپا کر اپنے کو پٹھان ظاہر کر کے پچیس ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا، یہ بتا کر کہ پہلی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے اور اپنے کو پونے دس ہزار روپیہ کا ملازم بتلایا، لڑکی کے اولیا میں ایک حقیقی بھائی ہے، جو بالکل بے عقل ہے اور ایک سوتیلا بھائی ہے، جو لڑکی سے سخت ناراض ہے، اس نکاح کا کسی کو علم نہ ہوا، باہر لے جا کر ایک جگہ نکاح پڑھوانا چاہا؛ مگر وہاں کے حالات مساعد نہ ہونے کی بنا پر وہاں سے دوسرے قصبہ میں اپنی کسی عزیزہ کے مکان پر ایک مسجد کے امام کو بلا کر نکاح پڑھوایا گیا، اب تک بھی نہ لڑکی کو علم ہے اور نہ ہی اس کے اولیا اور خاندان میں کسی کو علم ہے کہ نکاح غیر کفو میں ہوا تو اس کا جواب مرحمت فرمائیں کہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

کنجڑن صحیح النسب کا کفو نہیں سمجھا جاتا۔ فتاوی محمودیہ، جلد: ۱۰؍ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نکاح ہی درست نہیں ہوا، اگر نکاح درست ہوگیا اور طلاق ہوجائے تو مہر واجب ہوگا، یا نہیں؟ جبکہ خلوت ہوچکی ہے اور طلاق کی عدت ہوگی، یا نہیں؟ اگر بچہ کی پیدائش ہوگئی؛ کیوں کہ ایک ہفتہ اس کے یہاں رہ چکی ہے تو ثابت النسب سمجھا جائے گا، یا نہیں؟ مفصل جواب مرحمت فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ (المستفتی: محمد اسجد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر اعلی نسب کی لڑکی ہے اور کسی نیچے درجے کے مرد نے اپنے آپ کو ہم کفو اور اعلی نسب کا بتلا کر اس کے ساتھ نکاح کرلیا ہے اور بعد میں مرد کا غیر کفو اور دھوکہ بازی کا علم ہوجائے تو لڑکی اور لڑکی کے اولیاء کو اس نکاح کے فسخ کردینے کا حق ہے۔

لو انتسب الزوج لها نسباً غير نسبه، فإن ظهر دونه وهو ليس بكفء فحق الفسخ ثابت للكل ،الخ. (شامی، كتاب النكاح، باب الكفاءة، كراچی: ۸۵/۳، ۵۰۱/۳، زکریا: ۲۰۸/۴، ۱۷۶/۵، الهندية زکریا: ۲۹۳/۱، جدید: ۳۸۶/۱، البحر الرائق، کوئٹہ: ۱۲۶/۳، زکریا: ۲۲۶/۳)

نیز حضرت حسن بن زیادؒ کے قول پر ہی فتوی ہے، لہٰذا جب مذکورہ مسئلہ میں شوہر کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوچکا ہے تو سوتیلے بھائی کی مرضی نہ ہونے کی وجہ سے وہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا۔

ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (الدر المختار، زکریا: ۱۵۶/۴، کراچی: ۵۶/۳)

اور اگر ایسے نکاح میں اولاد پیدا ہوجائے تو حق اولاد کی وجہ سے نکاح کو معتبر تسلیم کرلیا جاتا ہے، پھر اولاد بھی ثابت النسب شمار ہوجاتی۔

كما في التنوير الاعتراض في غير الكفء مالم يسكت حتى تلد منه لئلا يضيع الولد. وتحته

فی الشامیة: أی بالتفریق بین أبویه، فإن بقاهما مجتمیعین علی تربیته احفظ له بلا شبهة فافهم، الخ. (الدرالمختار، زکریا: ۱۵٦/٤، کراچی: ٥٦/٣)

نیز اگر جماع ہو چکا ہے اور اس کے بعد طلاق ہو جائے تو مہر اور عدت دونوں واجب ہو جائیں گی۔

فإن کان قد دخل بها فلها الأقل مما سمی لها و من مهر المثل ...وتجب العدة ویعتبر فی الجماع فی القبل،الخ. (التاتارخانية، کوئٹه: ۱۱/٣، زکریا دیوبند ٧٧/٤، رقم: ٥٥٧٠، المحیط البرهانی، المجلس العلمی: ١٦٨/٤، رقم: ٣٩٤٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۲؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۸۳۸/۴۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۱۹ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۶۰۴/۱۳-۶۰۶)

بالغہ نے کفو میں شادی کی، اب لڑکے کے فاسق ہونے کی وجہ سے ناراض ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک بالغہ نے اپنے قومی شخص سے بلا اجازت اولاد، یا باقی اولیا جلاوطن ہو کر نکاح کر لیا، کچھ دنوں کے بعد وطن واپس آئی، اب بالغہ بوجہ فسق اس شخص کے ناراض ہے، کیا بنت صالحہ فاسق کی کفو ہے، یا نہیں؟ اور ولی کو دفعا للعار فسخ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

شامی میں ہے:

قلت:والحاصل أن المفهوم من کلامهم اعتبار صلاح الکل [إلی أن قال] فعلی هذا فالفاسق لایکون کفؤاً لصالحة بنت صالح بل یکون کفؤاً لفاسقة بنت فاسق و کذا لفاسقة بنت صالح کما نقله فی الیعقوبیة فلیس لأبیها حق الاعتراض. (۱)

اس سے معلوم کہ جو عورت خود فاسقہ ہو، وہ اگر چہ بنت صالح ہو، وہ کفو ہے فاسق کی، لہذا نکاح مذکور اگر فاسقہ بنت صالح کا فاسق کے ساتھ ہوا تو وہ صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۱۲/۸-۲۱۳)

باپ نے نابالغہ کا نکاح کیا، بعد میں معلوم ہوا شوہر شرابی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر کا نکاح پنج سال کی عمر میں ایک لڑکے کے ساتھ کر دیا، بعد ازیں معلوم ہوا کہ وہ لڑکا جوئے باز اور شارب الخمر ہے اور جب وہ لڑکا اپنی منکوحہ کے لینے کے واسطے اپنے خسر سے آ کر متقاضی ہوا تو اس کے خسر نے کہا کہ جب تک تو جوئے کے کھیلنے اور شراب کے پینے سے باز نہ آئے گا، تب تک میں اپنی دختر کو تمہارے ساتھ روانہ نہ کروں گا؛ کیوں کہ ہمارے کنبے میں

(۱) ردالمحتار، باب الکفاءة: ٧٩/٣، دارالفکر بیروت، انیس

نہ کوئی شرابی ہےاور نہ قمار باز۔اس شخص نے کہا کہ میں شراب کے پینے اور جوئے کے کھیلنے سے ہرگز تائب نہ ہوں گا تو اس کے خسر نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کوتمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا۔حاصل کلام وہ شخص مذکور خالی پھر گیا، جب اس بات کو پنج سال کا عرصہ گزر گیا تو اس لڑکی کے والد نے بدین غرض کہ شاید وہ تنگ آ کر بدعادتوں کو چھوڑ دے اور میری دختر کو اپنے گھر آباد کر لیوے، عدالت میں دعوی دائر کر دیا، عدالت نے بذریعہ سمنہائے سخت تلاش کی؛ لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گیا، بعدازاں عدالت نے اس کے مہر کی یکطرفہ ڈگری دے دی، جب اس کا کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گیا، بعدازاں عدالت نے اس کے مہر کی یکطرفہ ڈگری دے دی، جب اس فیصلہ کوتخمیناً پنج سال گزر گئے تو اس عورت نے نان ونفقہ سے تنگ آ کر ایک شخص کے ساتھ ناجائز تعلق پیدا کر لیا اور صاحب اولاد ہوگئی، جب اس کے گاؤں والوں نے اس کو تنگ کیا اور حقہ پیش کیا کہ میرا نکاح بوجہ مفقودیت زوج، یا ان صورتوں کے جوذکر دیگر سے ہوسکتا ہے، اگر ہوسکتا ہے تو برائے مہربانی تحریر فرما کر مشکور فرمادیں؟

الجواب

قال فی العالمگیریة: رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجده الأب شريباً مدمناً وكبرت الابنة فقالت: لا أرضى بالنكاح، إن لم يعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل أى يبطل وهذه المسئلة بالاتفاق، كذا فى الذخيرة. (۱۶/۲)(۱)

وفى رد المحتار: قال فى البزازية زوج بنته من رجل ظنه مصلحا لا يشرب مسكراً فإذا هو مدمن، فقالت: لا أرضى بالنكاح، إن لم يكن أبوها يشرب المسكر، ولا عرف به وغلبة أهل بيتها الصالحون فالنكاح باطل بالاتفاق، آه. (۵۳۶/۲)(۲)

وفيه أيضاً: وأفرده للعطف بأو، فرجع إلى أن المعتبر صلاح الآباء فقط وأنه لا عبرة لفسقها بعد كونها من بنات الصالحين. (۳)

صورت مسئولہ میں اگر لڑکی نے بعد جوان ہونے کے اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کی تھی تو یہ نکاح باطل ہوگیا اور یہ لڑکی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر جوان ہونے کے بعد اس نے نکاح سے ناراضی ظاہر کی، یا رضامندی ظاہر کی تھی تو سوال دوبارہ کیا جاوے۔واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد بامر سید حکیم الامت، ۲۸/رجب ۱۳۴۱ھ۔(امداد الاحکام: ۲۶۹/۳)

---

(۱) الفتاویٰ الھندیة، الباب الخامس فی الأکفاء فی النکاح: ۲۹۱/۱، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب الکفاءة: ۸۹/۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) ردالمحتار، باب الکفاءة: ۸۹/۳، دار الفکر بیروت، انیس

فاسق لڑکے کو صالح سمجھ کر رشتہ دینا:

سوال: ایک شخص نے بے دین لڑکے کو صالح سمجھ کر اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا، نکاح کے بعد لڑکے کا فسق معلوم ہوا تو اب نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــ

اگر لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد اس نکاح پر ناراضگی کا اظہار کیا ہو اور لڑکی کے خاندان کے اکثر افراد صالح ہوں تو یہ نکاح باطل ہے، دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی۔

قال ابن عابدين: (تحت قوله أن عرف لايصح النكاح) زوج بنته الصغيره ممن ينكر أنه يشرب مُسكراً فإذا هو مدمن له، فقالت: لا أرضى بالنكاح، أى بعد ما كبرت إن لم يكن يعرفه الأب بشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل لأنه إنما زوج علٰى ظن أنه كفء، آه. (ردّ المحتار: ۶۷/۳، باب الأولياء) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۷۶/۴)

کفاءت زائل ہو جانے کے بعد نکاح کا فسخ کرنا:

سوال: ایک عالم فاضل اجل کی دختر صغیرہ کا نکاح ہوا ایک صغیر السن لڑکے سے، جو اچھے حال و ذات کا تھا اور جس میں امید تھی کہ یہ علم پڑھے گا اور صالح ہوگا اور فسق و فجور سے مجتنب رہے گا؛ مگر سن شعور سے لے کر اب تک چوبیس پچیس سال کی عمر کو پہونچ چکا ہے، فسق و فجور میں رہا، ترکِ صلوٰۃ عمداً، حقہ نوشی، دنگل و تماشا بینی وغیرہ میں منہمک ہے۔ کیا شرعاً ایسے نکاح کے متعلق تنسیخ و فسخ کی صورت ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ حامداً و مصلیاً

بوقتِ نکاح لڑکا صغیر السن تھا، عیوبِ مذکورہ اس وقت تو موجود نہیں تھے؛ بلکہ بعد میں پیدا ہوئے ہیں، پس ایسے عیوب مذکورہ کی بنا پر شوہر فاسق و فاجر تو ہو گیا، جس سے کفاءت زائل ہوگئی؛ مگر کفاءت کے زائل ہونے سے فسخ نکاح کا اختیار نہیں؛ کیوں کہ کفاءت بوقتِ نکاح معتبر ہے، بعد میں زائل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر بوقتِ نکاح فسق و فجور لڑکے میں موجود ہوتا تو وہ کفو نہیں تھا اور خیارِ کفاءت حاصل ہوتا، اب حاصل نہیں۔

"والكفاءة اعتبارها عند ابتداء العقد، فلا يضر زوالها بعده، فلو كان وقته كفواً ثم فجر، لم يفسخ، الخ". (الدر المختار)

---

(۱) قال فى الهندية: رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجده الأب شريبا مدمنا وكبرت الابنة فقالت: لا أرضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل أى يبطل وهذه المسألة بالاتفاق، كذا فى الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۹۱/۱، الباب الخامس فى الأكفاء)
ومثلهٗ فى البحر الرائق: ۱۳۵/۳، فصل فى الأكفاء

”(قوله:ثم فجر)الأولى أن يقول:ثم زالت كفاء ته؛لأن الفجور يقابل الديانة، وهى إحدىٰ ما يعتبر فى الكفاء ة،الخ“. (ردالمحتار: ٩٨/٢ ٤،باب الكفاء ة)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۱۰/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۵/۱۱)

کفاءت کا اعتبار صرف عقد کے وقت ہوتا ہے:

سوال: ایک لڑکی ہے، اس کا رشتہ ایک لڑکے کے ساتھ اس شرط پر ہوا کہ لڑکی کی ڈیمانڈ تھی کہ شوہر نمازی، پرہیزگار اور برسر روزگار ہو۔لڑکے کے والدین نے رشتے سے پہلے کہا کہ ہمارا لڑکا حافظ قرآن ہے اور نمازی پرہیزگار اور محنتی ہے؛ لیکن نکاح کے بعد پتہ چلا کہ لڑکا نہ تو حافظ قرآن ہے اور نہ نماز کا پابند ہے؛ بلکہ نشہ بھی کرتا ہے اور کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکا آوارہ گردی بھی کرتا ہے اور اس کا چال چلن صحیح نہیں ہے، جب منکوحہ لڑکی کو پتہ چلا تو اس نے رخصتی سے انکار کیا اور اُن کو کہا کہ مجھے طلاق دے دو؛ کیوں کہ لڑکی خود بہت دیندار ہے اور جن شرائط پر رشتہ طے کیا تھا، وہ پوری نہیں ہورہیں؛ لیکن شوہر نے اس بات پر توجہ نہیں دی تو لڑکی نے عدالت سے رجوع کیا اور عدالت نے تین بار سمن بھی جاری کیا اور لڑکا عدالت میں حاضر نہیں ہوا تو عدالت نے اپنے لوازمات پورا کرنے کے بعد لڑکی کو خلع کی ڈگری جاری کردی اور عدالت نے لڑکی کی طرف جتنے پیغامات بھیجے، وہ لڑکے نے وصول بھی کر لیے؛ مگر خود عدالت میں حاضر نہیں ہوا۔

(نوٹ: عدالت جب شوہر کو طلب کرتی ہے تو ساتھ یہ نوٹس بھی دیتی ہے کہ اگر آپ مقررہ تاریخ پر عدالت نہ آئے تو یہ آپ کی طرف سے آپ کی بیوی کو طلاق سمجھی جائے گی۔)

اب عدالت نے جو خلع کی ڈگری جاری کی ہے، اس سے اس لڑکی کو قانوناً طلاق مل چکی ہے، وہ لڑکی اب دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اسی طرح لڑکا جو کہ لڑکی کا کفو نہیں ہے، اس سے نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب عقد سے قبل لڑکی نے یہ شرط رکھی تھی کہ لڑکا نمازی، پرہیزگار اور برسر روزگار ہو اور لڑکے کے والدین نے اس کی یاددہانی کرائی تھی اور نکاح کے بعد لڑکا ان صفات کا حامل ظاہر نہ ہوا؛ بلکہ بالعکس نشہ وغیرہ بھی کرتا ہے اور لڑکی دیندار ہے، لہٰذا لڑکا غیر کفو ہے (یعنی لڑکی کا ہمسر نہیں) اور لڑکی کو دھوکہ میں رکھ کر، نیز اس کی شرائط کی مخالفت میں یہ عقد کیا گیا ہے، لہذا یہ عقد منعقد تو ہوگیا؛ لیکن لڑکی اور لڑکی کے اولیاء دونوں اس عقد کو فسخ کرسکتے ہیں، دھوکے کی وجہ سے ان کو یہ حق فسخ ملے گا۔

البتہ اگر بوقتِ عقد لڑکا نمازی، پرہیزگار اور برسرِ روزگار ہو اور عقد کے بعد لڑکے نے بری صفات کو اختیار کیا ہو تو

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ٩٢/٣، كتاب النكاح، باب الكفاء ة،سعيد

پھر وہ عقد منعقد ہو چکا ہے کیونکہ لڑکے کا کفوء ہونا (یعنی لڑکی کا ہمسر ہونا) صرف بوقت عقد ضروری ہے اگر عقد کے بعد حالات بدل جائیں تو اس سے عقد پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس صورت میں لڑکی اور اس کے اولیاء کو یک طرفہ حق فسخ نہ ملے گا؛ کیوں کہ دھوکا نہیں ہوا، اس صورت میں نکاح کو عدالت سے فسخ کرانے (یعنی خلع لینے) کے لیے جانبین میاں، بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔

لما فی الهندية (۲۹۱/۱): ثـم الكفاء ة تعتبر عند ابتداء النكاح ولا يعتبر استمرارها بعد ذلك حتٰى لو تزوجها وهو كفء ثم صار فاجرا داعرا لا يفسخ النكاح، كذا فی السراج الوهاج.

وفی تنوير الأبصار (۴۴۱/۳): هو لغة الازالة وشرعا ازالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع.

وفـی الشـامية تـحتـه: قـولـه (وشرطه كالطلاق) وهو أهلية الزوج وكون المرأة محلا للطلاق مـنـجـزا أو مـعلقا على الملك وأما ركنه فهو كما فی البدائع إذا كان بعوض الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول.

وفيه أيضاً (۸۵/۳): هـی حـق لها أيضاً ... لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فإن ظهر دونه وهو ليس بكفء فحق الفسخ ثابت للكل وإن كان كفؤاً فحق الفسخ لها دون الأولياء وإن كان مـا ظهـر فـوق مـا أخبـر فـلا فسـخ أحـد وعـن الثانی أن لها الفسخ لأنها عسى تعجز عن المقام معه، آه. (نجم الفتاویٰ: ۱۲۹/۵-۱۳۰)

اشتراط قضاء قاضی وفسخ نکاح بغیر کفوء:

سوال: اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح فی الحقیقت اس کے کفو میں ہوا؛ لیکن اس کے اولیاء شرعی اپنے خیال میں اپنا کفو نہیں سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے ایسے نکاح پر نارضامندی ظاہر کرتے ہیں تو یہ نکاح برخلاف رضامندی ان کے جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: (وله) أی للولی (إذاكان عصبة) ... (الاعتراض فی غيرالكفء) فيفسخه القاضی.
فی ردالمحتار: فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء لأنه مجتهد فيه. (۱)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۵۶/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(وله) أی لكل من الأولياء إذا لم يرض واحد منهم (الاعتراض) أی ولاية المرافعة إلى القاضی ليفسخ وليس هـذا التـفريق طلاقا حتى لا ينقص عدد الطلاق ولا يجب شیء من المهر قبل الدخول ولو بعده لها المسمى وكذا بعد الـخلوة الصحيحة وعليها العدة ولها نفقة العدة ولا يثبت إلا بالقضاء لأنه مجتهد فيه، الخ. (مجمع الأنهر، باب الأولياء والأكفاء: ۳۳۲/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت، انيس)

رفع اختلاف کے لیے قضا کی ضرورت ہے، ورنہ مفتی بہ قول پر غیر کفو میں بدون رضاء ولی نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ رشید احمد عفی عنہ

اس سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح تو جائز ہوگیا، البتہ اگر ولی اس کو غیر کفو سمجھتا ہے تو قاضی؛ یعنی حاکم مسلم کے اجلاس میں رجوع کرے۔ اس کی تحقیق میں اگر وہ غیر کفو ہوگا اور وہ فسخ کردے گا تو فسخ ہوجاوے گا، ورنہ بدون حکم حاکم مسلم کے فسخ نہ ہوگا۔ فقط

۱۱/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد: ۳۵/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۵۷/۲-۳۵۸)

عدالت کے ذریعے نکاح کے فسخ کرانے سے حق مہر کا حکم:

سوال: ایک لڑکی نے ازخود غیر کفو میں نکاح کرلیا اور ورثاء نے بذریعہ عدالت نکاح ختم کرالیا تو کیا لڑکی اب مہر کی مالکہ ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں غیر کفو میں نکاح کے بعد اگر دخول ہوا ہو تو حق مہر شوہر کے ذمے لازم ہے اور عدم دخول کی صورت میں تفریق ہوجانے سے بیوی حق مہر کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

وفی الهندية: ولو تزوجت المرأة ونقصت من مهر مثلها فللولی الاعتراض عليها حتٰی يتم لها مهرها أويفارقها وإذا فارقها قبل الدخول فلا مهر لها، وإن فارقها بعده فلها المسمى، إلخ. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۳/۱-۲۹٤، الباب الخامس فی الأكفاء) (۱) (فتویٰ حقانیہ: ۳۵۸/۴)

لے پالک بیٹے کا حکم:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر سے گواہوں کے روبرو کردیا، ایک دوسرے شخص نے ہندہ کو بیٹی بنا رکھا ہے تو ولی ہندہ کا کون ہے اور وہ کس کی بیٹی ہوگی اور باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح جو اس کے باپ زید نے اس کی اجازت سے کیا ہے اور باقاعدہ گواہوں کے سامنے کیا ہے،

---

(۱) قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاری: وإذا فسخ القاضی بينهما تكون هذهٖ فرقة بغير طلاق حتٰی لو لم يكن الزوج دخل بها فلاشیء لها من المهر وإن كان قد دخل بها فلها ما سمی من المهر وعليها العدّة. (الفتاویٰ التارتاخانية: ٦٤/٣، كتاب النكاح، الفصل الخامس عشر فی الكفاءة)

ومثلهٗ فی الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار: ۳٥۲/۲، باب الكفاءة

(وله) أی لكل من الأولياء إذا لم يرض واحد منهم (الاعتراض) أی ولاية المرافعة إلى القاضی ليفسخ وليس هذا التفريق طلاقا حتى لا ينقص عدد الطلاق ولا يجب شیء من المهر قبل الدخول ولو بعده لها المسمى وكذا بعد الخلوة الصحيحة وعليها العدة ولها نفقة العدة ولا يثبت إلا بالقضاء لأنه مجتهد فيه، الخ. (مجمع الأنهر، باب الأولياء والأكفاء: ۳۳۲/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت، انيس)

وہ شرعا نافذ ہو چکا، اول تو ہندہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے، ثانیاً اس کا ولی بھی صورت مذکورہ میں باپ ہی ہے، جس نے اس کو بیٹی بنایا ہے، شرعاً اس کو نہ باپ کہا جا سکتا ہے، نہ باپ کے حقوق اس کو دیئے جا سکتے ہیں۔

قال الله تعالى:﴿وما جعل أدعياء كم أبناء كم ذلكم قولكم بأفواهكم والله يقول الحق وهو يهدى السبيل﴾(سورة الأحزاب: ٤،انيس)

وقال فى الهداية:وينعقد نكاح الحرة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولى بكراً كانت أو ثيباً. (١)(امداد الاحکام:۴۵۹/۲)

ہیجڑے کے نکاح اور کفاءت کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہیجڑے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اور یہ بھی بتا دیں کہ ہیجڑے ایک دوسرے کے لیے کفو ہیں، یا نہیں؟

الجواب______ بعون الملك الوهاب

ہیجڑے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس کے عضو مخصوص مرد اور عورت دونوں کے پائے جاتے ہوں تو جس عضو سے وہ پیشاب کرے گا اس کا اعتبار ہوگا مثلاً اگر ذکر سے پیشاب کرے تو مرد کے حکم میں ہوگا اور اگر فرج سے کرے تو عورت کے حکم میں ہوگا اور اگر پیشاب دونوں سے خارج ہوتا ہو تو جس سے پہلے نکلتا ہو اس کا اعتبار ہوگا لہٰذا اگر عورت کے حکم میں ہو تو مرد سے شادی کر سکتا ہے اور اگر مرد کے حکم میں ہو تو عورت سے شادی کر سکتا ہے اور اگر مرد عورت دونوں کی علامات میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو یا دونوں برابر پائی جائیں تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اس کی شادی درست نہیں اسی طرح ایک خنثیٰ مشکل کا دوسرے خنثیٰ مشکل سے شادی کرنا بھی درست نہیں جب تک کہ ان میں سے ایک کا مؤنث اور دوسرے کا مذکر ہونا ثابت نہ ہو جائے اور اگر مرد ہو لیکن خصی ہو یا مجبوب تو اس کو نکاح نہیں کرنا چاہیئے اور اگر ہو جائے تو عورت چاہے تو تفریق کرا سکتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک کفوٴ میں چھ چیزیں معتبر ہیں۔ دین، اسلام، حریت، نسب، مال اور حرفت۔ حنفیہ کے ہاں کفو میں جسمانی عیوب سے سالم ہونا معتبر نہیں ہے لہٰذا ایک ہیجڑا مذکر اور دوسرا مؤنث کے حکم میں ہو تو ایک دوسرے کے کفو ہوں گے۔

لما فى الشامية (٤/٣)**:قوله (فخرج الذكر والخنثى المشكل) أى أن إيراد العقد عليهما لا يفيد ملك استمتاع الرجل بهما لعدم محليتهما له وكذا على الخنثى لامرأة أو لمثله ففى البحر عن الزيلعى فى كتاب الخنثى لو زوجه أبوه أو مولاه امرأة أو رجلا لا يحكم بصحته حتى يتبين حاله أنه رجل أو امرأة فإذا ظهر أنه خلاف ما زوج به تبين أن العقد كان صحيحا وإلا**

(١) الهداية،باب فى الأولياء والأكفاء: ١٩١/١،دار إحياء التراث العربى بيروت،انيس

فباطل لعدم مصادفة المحل وكذا إذا زوج خنثى من خنثى آخر لا يحكم بصحة النكاح حتى يظهر أن أحدهما ذكر والآخر أنثى،آه.

وفي الفقه الإسلامي وأدلته (٦٧٤٧/٢):اختلف الفقهاء في خصال الكفائة ... عند الحنفية ستة: هي الدين والإسلام والحرية والنسب والمال والحرفة ولا تكون الكفائة عندهم في السلامة من العيوب التي يفسخ بها البيع كالجذام والجنون والبرص، والبخَر والدفَر إلا عند محمد في الثلاثة الأولى. (نجم الفتاویٰ:۱۵۷/۴)

برادری سے باہر نکاح کرنے والے کا مقاطعہ، گناہ ہے:

سوال: ایک قصائی مسلمان کی عورت شوہر دار کی، ایک مہاجن [ہندو، بنئے] سے ملاقات ہے اور چند مرتبہ ان دونوں کو پکڑ لیا ہے، برادری سب اس کو جانتی ہے اور ذات سے علاحدہ نہیں کرتی؛ بلکہ اسی قوم میں سے ایک بیوہ نے ایک نورباف مسلمان سے اپنا نکاح کرلیا ہے تو اس کو اس بات پر ذات سے نکال دی ہے۔ان میں سے کون سی عورت قابل، ذات سے ڈالنے کی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جس عورت نے مسلمان سے نکاح کرلیا ہے، اس کا ذات سے ڈالنے والا گنہگار ہے اور جو عورت کسی سے خراب ہے، اس کو برادری میں رکھنا نہیں چاہیے اور جو رکھتے ہیں، وہ گنہ گار ہیں۔فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فیوض رشیدیہ،ص:۲۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ،ص:۲۴۷)

لڑکی اور ولی کی رضا مندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا تو برادری کو ترکِ تعلق کا حق نہیں:

سوال: زید ایک دیندار اور مالدار شخص ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنی اور لڑکی کی رضامندی سے غیر کفو میں کردیا، لڑکا جس سے نکاح کیا، وہ بھی دیندار باحیثیت ہے تو کیا غیر کفو میں نکاح کردینے سے زید کی برادری کو یہ حق ہے کہ وہ زید سے ترک تعلقات کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

کفاءت لڑکی اور اس کے ولی کا حق ہے،(۱) جب دونوں اپنے اس حق کو ختم کرنے پر رضا مند ہوں تو برادری کو ترک تعلقات کرنے کا حق نہیں؛ بلکہ یہ ترک تعلق کی سزا غلط ہے، ظلم ہے۔(۲)

---

(۱)　"وظاهر قوله:كحق الكفاءة، الانفاق على أنه حق لكل منهما". (ردالمحتار: ۸۵/۳،باب الكفاءة،سعيد)

(۲)　"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". (الحديث)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۷۵۸/۸،باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع،رشيديه)

مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ بحر، (۱) عالمگیری، (۲) خانیہ (۳) وغیرہ میں ہے، لڑکے میں بعض دفعہ ایسا جوہر ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے حق کفاءت کو ختم کر دینا لڑکی کے حق میں انفع ہوتا ہے، (۴) اس کے نظائر سلفِ صالحین میں موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۴۴)☆

(۱) "وإن زوجها الأولياء برضاها ،ولم يعلموا أنه عبد أو حر ، ثم علموا ،لا خيار لأ حدهم". (البحر الرائق: ۲۲۵/۳، الكتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "وإن كان الأولياء هم الذين باشروا عقد النكاح برضاها ولم يعلموا أنه كفء أو غير كفء فلا خيار لواحد منهما". (الفتاویٰ العالمگيرية: ۲۹۳/۱، كتاب النكاح ،الباب الخامس، رشيديه)

(۳) فتاویٰ قاضي خان: ۳۵۳/۱، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه) ردالمختار (رد المحتار: ۸۵/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(۴) "(أنه لوفور شفقته بالإبوة لا يزوج بنته من غير كفء أو بغبن فاحش ،إلا لمصلحة تزيد على هذا الضرر كعلمه بحسن العشرة معها وقلة الأذى ونحو ذلك". (رد المحتار: ۶۷/۳، كتاب النكاح ، باب الولي ،سعيد)

☆ سیدزادی اپنا نکاح غیر کفو میں کرلے تو والد کو فسخ کا اختیار ہے:

سوال: ایک لڑکا اور لڑکی عاقل بالغ ہیں، سنی حنفی مسلمان ہیں، لڑکی سید خاندان کی ہے اور لڑکا غیر سید ہے، دونوں شادی کرنے کے لیے تیار ہیں؛ لیکن لڑکی صاف شرط لگا کر یہ کہتی ہے کہ میرے والدین کی رضامندی اور اجازت کے بغیر میں یہ شادی نہیں کرسکتی۔ لڑکے کی طرف سے لڑکی کے والدین کی اجازت لینے کی کوشش ڈیڑھ سال تک ہوتی رہی؛ لیکن لڑکی کے والدین اس رشتہ کو ہم پلہ اور کفو نہیں مانتے اور منظور نہیں کرتے۔ اس کے بعد لڑکا لڑکی کو یہ لالچ دے کر کہتا ہے کہ ہم نکاح کرلیں گے؛ اس کے بعد تمہارے والدین راضی ہو جائیں گے، یہ کہہ کر ایک دن لڑکی کو قاضی کے مکان لے جاتا ہے، جہاں لڑکی اکیلی ہوتی ہے اور لڑکا اپنے دو دوستوں کو گواہ بنا کر لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے، اس وقت لڑکی کے والدین یا اس کا کوئی رشتہ دار وہاں حاضر نہیں تھا، لڑکی نے مجبوراً نکاح قبول کیا؛ لیکن بعد میں لڑکی نے لڑکے سے کہا کہ اس طرح والدین کی اجازت کے بغیر چوری چھپے سے نکاح کو میں دھوکہ سمجھتی ہوں اور اب تو میں بھی تجھ سے تھک گئی ہوں اور کسی قیمت پر تمہارے ساتھ آنے کے لئے راضی نہیں ہوں، اور میں اپنے والدین کے ساتھ ہی رہوں گی لڑکی کے والد کو یہ سب باتیں معلوم ہوتی ہیں تو وہ فوراً نکاح کو رد کر دیتا ہے۔ تو کیا یہ نکاح شریعت کی روشنی میں صحیح ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو لڑکی کے والد اس نکاح کو فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

عاقل بالغ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے؛ لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کے کفو اور برابری کا ہو، لڑکے کا خاندان لڑکی کے خاندان سے اسفل درجہ کا نہ ہو، اگر لڑکے کا خاندان لڑکی کے خاندان سے اسفل درجہ کا ہے اور لڑکی نے اپنی مرضی سے اس سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح لڑکی کے والد کی رضامندی پر موقوف رہے گا، والد اگر اس نکاح کو منظور کرے گا تو ہی نکاح صحیح ہوگا اور اگر لڑکے کے ہم پلہ نہ ہونے کی وجہ سے لڑکی کے والد نے رد کر دیا تو یہ نکاح معتبر نہیں کہلائے گا، اور ظاہری روایت اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

و فی العالمگيريه: ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفء صح النكاح في ظاهر الرواية الى قوله و لكن للاولياء حق الاعتراض و روى الحسن عن ابی حنيفة ان النكاح لا ينعقد و به اخذ كثير من مشائخنا،آه. (۲۹۲/۱)

صورت مسئولہ میں نکاح رجسٹرڈ بھی کیا گیا ہے؛ اس لیے کورٹ، یا شرعی پنچایت میں جا کر نکاح کو فسخ بھی کروانا چاہیے۔ فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۶۱۷ پر ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے: "سیدزادی یا کوئی عالی نسب لڑکی جب اپنا نکاح غیر کفو میں کرلے یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کرلے، جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو بلکہ کم درجہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا"۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ: ۲۵۴/۳-۲۵۵)

خیار بلوغ کے احکام ومسائل

ثیبہ کے نکاح کے لیے اس کی صراحتہً رضامندی شرط ہے:

سوال: کتاب تجرید صحیح بخاری کے صفحہ:۲۶ پر یہ حدیث نظر سے گزری، امید ہے کہ آپ اس کے بارے میں پوری تشریح فرمائیں گے (نابالغہ کو بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا اختیار) حضرت خنساء بنت حذام انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے والد نے میرا نکاح کسی شخص سے کردیا، اس سے قبل میری ایک مرتبہ شادی ہوچکی تھی، کنواری نہ تھی، اور اس نکاح سے میں خوش نہ تھی، میں حضور اکرم ا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ نے نکاح کو ناجائز قرار دیا اور لوٹا دیا، الخ۔ اس کے علاوہ دیگر کتب سے سن بلوغ اور اختیار فسخ نکاح پر روشنی ڈال کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

یہ حدیث صحیح ہے اور اسی بنا پر اسلامی فقہ میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ جو عورت ثیبہ ہو؛ یعنی پہلے ایک مرتبہ شادی ہوچکی ہو تو اس کا نکاح اس وقت تک منعقد نہیں ہوتا، جب تک وہ صریح الفاظ میں رضامندی ظاہر نہ کرے، (۱) اس طرح رضامندی حاصل کئے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، حدیث مذکور میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا چونکہ ثیبہ تھیں اور ان کے والد نے ان کی مرضی لیے بغیر نکاح کردیا تھا؛ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کو ناجائز قرار دیا؛ (۲) لیکن اس حدیث کو نابالغ لڑکی کے فسخ نکاح کے حق سے کوئی تعلق نہیں ہے، نابالغ کا حق فسخ دوسری روایات سے ثابت ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور شخص نے نابالغی کی حالت میں کردیا تو لڑکی کو یہ حق ہے کہ بالغ ہوتے ہی فوراً نکاح کو نامنظور ہونے کا اعلان کردے تو وہ نکاح ختم ہوجاتا ہے، (۳) جسے عدالت کے ذریعے ثابت کیا جاسکتا ہے اور بالغ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کو حیض آنا شروع ہوجائے، یا شرعی عمر پورے پندرہ سال کی ہوجائے۔ (۴) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲/۷/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: محمد عاشق الٰہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۸۳-۲۸۳)

---

(۱) و فی الدر المختار: ۶۲/۳: ... بل لا بد من القول (کالثیب)... (البالغة)، الخ.

(۲) وفی الصحیح البخاری: ۷۷۱/۲ (طبع قدیمی کتب خانه) باب إذا تزوج ابنته وھی کارھة فنکاحه مردود، وأن خنساء بنت حذام الانصارة أن أباھا زوجھا وھی ثیب فکرھت ذٰلک فأتت رسول اللّٰه أ فرد نکاحھا.

(۳) وفی الھندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱ (طبع ماجدیة): فإن زوجھما الأب والجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما وان زوجھما غیر الأب والجد فلکل واحد منھما الخیار... وایشترط فیه القضاء. ==

لڑکی ثیبہ کس کو کہتے ہیں:

سوال: ثیب باعتبار فقہاء کے کس کو کہتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

ثیب اس کو کہتے ہیں کہ خاوند کے پاس جا کر اس کا ازالہ بکارت ہوگیا ہو۔ فقہا کے نزدیک اور لغت میں مطلقاً ازالہ بکارت سے ثیب ہوجاتی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۶)

عاقلہ بالغہ نکاح میں خودمختار ہے:

سوال: ایک عورت عاقلہ بالغہ ثیبہ کو اس کے اقربا نے ایک جگہ پر مجبور کر کے نکاح کر دیا، اس کی والدہ کو مار کر اس سے نکاح قبول کروایا، خود اس عورت کو بہت زیادہ مارا پیٹا؛ مگر اس نے اپنی زبان سے نکاح قبول نہیں کیا اور اب تک اس نکاح سے انکار کر رہی ہے، پس یہ نکاح شرعاً درست ہوگیا، یا نہیں؟ اور اگر یہ بدون اذن اولیا کسی دوسری جگہ نکاح کر لے تو یہ صحیح ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

عاقلہ بالغہ عورت نکاح میں خودمختار ہے، اسے کوئی شخص بھی نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے کسی شخص نے نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح درست نہیں۔ غرضیکہ عاقلہ بالغہ عورت جب تک خود قبول نہ کرے، یا کسی کو اپنا وکیل نہ بنائے، اس وقت تک اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا، اس کی رضا کے بغیر اس کی والدہ کی اجازت کا کوئی اعتبار سے نہیں، لہذا یہ نکاح قطعاً صحیح نہیں۔

== وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح باب الأولياء: ۱۲۰/۳ (طبع رشيدية كوئٹه)

(۴) وفي الدر المختار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام: ۱۵۳/۶، والجارية بالاحتلام والحيض و الحبل فإن لم يؤجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، وبه يفتىٰ.

و في البحر الرائق: ۹۶/۸، باب الحجر: بلوغ الغلام بالاحتلام و الاحبال و الانزال... والجارية بالحيض والاحتلام والحبل، ويفتي بالبلوغ فيهما بخمسة عشرة سنة. وكذا في البدائع: ۱۷۱/۷.

حاشية صفحه هذا:

(۱) [الْبكر]: كل امْرَأَة لم يبتكرها رجل فَهِيَ بكر، هَذَا عِند الْإِمَامَيْنِ وَأما عِند أبي حنيفَة إِذا زَالَت بَكَارَتهَا بِالزِّنَا فَهِيَ بكر أَيْضا وَلَيْسَت بثيب. وَالثَّيِّب: كل امْرَأَة جومعت بِنِكَاح أَو شُبْهَة، وَعِنْدهُمَا: الثّيب: كل أمْرَأَة زَالَت بَكَارَتهَا بجماع. (الكليات لأبي البقا الحنفي، فصل الباء، ص: ۲۲۶، مؤسسة الرسالة بيروت، انيس)

قوله: (ثَيِّباً)، الثَّيبُ: هي من انْفَضَّت [بكَارَتُها] من النساء. (الدرالنقي في شرح ألفاظ الخرقي، باب المصراة وغير ذلك: ۴۶۴/۲-۴۶۵، دار المجتمع جدة، انيس)

قال فی شرح التنویر:(وَلَا تُجْبَرُ الْبَالِغَةُ الْبِكْرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ بِالْبُلُوغِ.(۱)

وفیہ أیضاً:وَوِلَايَةُ إِجْبَارٍ عَلَى الصَّغِيرَةِ وَلَوْ ثَيِّبًا وَمَعْتُوهَةٍ وَمَرْقُوقَةٍ كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ (وَهُوَ) أَيْ الْوَلِيُّ (شَرْطُ) صِحَّةِ (نِكَاحِ صَغِيرٍ وَمَجْنُونٍ وَرَقِيقٍ) لَا مُكَلَّفَةٍ (فَنَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا) رِضَا (وَلِيٍّ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي مَالِهِ تَصَرَّفَ فِي نَفْسِهِ وَمَا لَا فَلَا.(۲)

وفی الشامیة تحت(قوله:فنفذ،الخ):وَحَدِيثُ لَا نِكَاحَ إلَّا بِوَلِيٍّ،رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَغَيْرُهُ، فَمُعَارَضٌ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا « رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَمَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ، وَالْأَيِّمُ مَنْ لَا زَوْجَ لَهَا بِكْرًا أَوْ لَا فَإِنَّهُ لَيْسَ لِلْوَلِيِّ إلَّا مُبَاشَرَةُ الْعَقْدِ إذَا رَضِيَتْ وَقَدْ جَعَلَهَا أَحَقَّ مِنْهُ بِهِ.(۳)

(قَوْلُهُ وَالْأَصْلُ ،إلَخْ) عِبَارَةُ الْبَحْرِ : وَالْأَصْلُ هُنَا أَنَّ كُلَّ مَنْ يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ فِي مَالِهِ بِوَلَايَةِ نَفْسِهِ إلَخْ فَإِنَّهُ يَخْرُجُ الصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ، فَإِنَّهُ وَإِنْ جَازَ تَصَرُّفُهُ فِي مَالِهِ لَكِنْ لَا بِوَلَايَةِ نَفْسِهِ.(۴)

وأیضاً فی شرح التنویر:(وَشُرِطَ سَمَاعُ كُلٍّ مِنْ الْعَاقِدَيْنِ لَفْظَ الْآخَرِ) لِيَتَحَقَّقَ رِضَاهُمَا.(۵)

وفی الشامیة:(قَوْلُهُ:احْتِرَامًا لِلْفُرُوجِ) أَيْ لِخَطَرِ أَمْرِهَا وَشِدَّةِ حُرْمَتِهَا، فَلَا يَصِحُّ الْعَقْدُ عَلَيْهَا إلَّا بِلَفْظٍ صَرِيحٍ أَوْ كِنَايَةٍ.(قَوْلُهُ:سَمَاعُ كُلٍّ) أَيْ وَلَوْ حُكْمًا كَالْكِتَابِ إلَى غَائِبَةٍ؛ لِأَنَّ قِرَائَتَهُ قَائِمَةٌ مَقَامَ الْخِطَابِ كَمَا مَرَّ،وَفِي الْفَتْحِ يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ مِنْ الْأَخْرَسِ إذَا كَانَتْ لَهُ إشَارَةٌ مَعْلُومَةٌ (قَوْلُهُ: لِيَتَحَقَّقَ رِضَاهُمَا) أَيْ لِيَصْدُرَ مِنْهُمَا مَا مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَدُلَّ عَلَى الرِّضَا إذْ حَقِيقَةُ الرِّضَا غَيْرُ مَشْرُوطَةٍ فِي النِّكَاحِ لِصِحَّتِهِ مَعَ الْإِكْرَاهِ وَالْهَزْلِ رَحْمَتِيٌّ.(ردالمحتار،ج:۲)(۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ ربیع الآخر ۱۳۷۳ھ (احسن الفتاویٰ:۵/۹۳-۹۴)

خیار بلوغ:

سوال: جہاں پر حکومت غیر مسلم ہو اور شرعی با اختیار قاضی کی جگہ غیر مسلم اور غیر شرعی حاکم ہو تو حالتِ موجودہ میں کیا صورت ہوگی؛ یعنی زید کا نکاح بزمانہ نابالغی ایک نابالغہ لڑکی کے ساتھ اس لڑکی کے بھائی نے باپ کے انتقال کے بعد کر دیا، لڑکی نے بوقتِ بلوغ اس نکاح سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اس کی اطلاع شوہر اور اس کی والدین کو کر دی

(۱) الدرالمختار،باب الولی:۳/۵۸،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) الدرالمختار،باب الولی:۳/۵۵-۵۶،دارالفکر بیروت،انیس

(۳) ردالمحتار،باب الولی:۳/۵۵-۵۶،دارالفکر بیروت،انیس

(۴) ردالمحتار،باب الولی:۳/۵۶،دارالفکر بیروت،انیس

(۵،۶) الدرالمختار مع ردالمحتار،کتاب النکاح:۳/۲۱،دارالفکر بیروت،انیس

گئی۔لڑکی اس نکاح سے کسی صورت میں رضامند نہیں، وہ بموجب استحقاقِ شرع شریف عقد دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے،لہٰذا اس بارے میں کیا صورت ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نے فوراً بوقتِ بلوغ اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کر دی اور شوہر کے یہاں جانے کے لیے رضامند نہیں تو اس کو چاہیے کہ اس مقدمہ کو کسی مسلمان حاکم عادل بااختیار کے یہاں پیش کرے اور وہ حاکم اس نکاح کو فسخ کردے، بغیر حاکم مسلم فسخ کیے فسخ نہ ہوگا اور جب فسخ کردے تو وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

"وإن زوجها غير الأب والجد،فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغا،إن شاء أقام على النكاح، و إن شاء فسخ،يشترط فيه القضاء".(الهداية:۲۹۷/۲)(۱)

اگر اس جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو تو دوسری جگہ جہاں حاکم مسلم ہو، وہاں نکاح فسخ کرانا چاہیے اور چوں کہ شوہر کے ساتھ جماع، یا خلوتِ صحیحہ کی نوبت نہیں آئی؛ اس لیے عدت واجب نہ ہوگی،(۲) فسخ کے بعد فوراً دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۸۴)☆

(۱) الهداية،باب الأولياء والأكفاء ،كتاب النكاح:۳۱۷/۲،مكتبه شركة علمية،ملتان

(۲) "أربع من النساء لا عدة عليهن:المطلقة قبل الدخول".(الفتاوىٰ العالمغيرية ،كتاب الطلاق،الباب الثالث عشر في العدة:۵۲۶/۱،رشيدية)

"(وسبب وجوبها) عقد (النكاح المتأكد بالتسليم وماجرىٰ مجراه) من موت أو خلوة أى صحيحة".(الدر المختار، كتاب الطلاق ،باب العدة:۴۶۴/۱، دار إحياء التراث العربى،بيروت)

☆ **خیار بلوغ:**

سوال: پارسا بانو دختر احمد حسین ساکن چورو کا نکاح نابالغی بعمر آٹھ سال میں والدین نے عمر ولد نجیب الدین ساکن بمبئی سے کرادیا۔رواج کے مطابق اسی وقت پارسا بانو سسرال گئی۔شوہر وسسرال والوں نے جہیز کم لانے کو بنیاد بنا کر بھوکا پیاسا رکھا اور مارا پیٹا خودکشی کرنے پر مجبور کیا اور باپ کے گھر بھیج کر جہیز واپس لانے کو کہا۔پارسا بانو جوں ہی بالغ ہوئی نابالغی کے نکاح کو جو ظالموں اور ناعاقبت اندیش لوگوں سے کرادیا تھا، گواہان کے سامنے نامنظور کیا اور توڑ دیا اور اس توڑ دینے کی تصدیق نوٹیری پبلک سے بھی کرادی، پھر پارسا بانو کو خیال ہوا کہ اپنا یہ معاملہ شرعی پنچایت جھنجھنوں کو پیش کر کے طلاق لینے کی کارروائی کرلی جائے؛ تاکہ نکاح توڑنے میں کوئی کمی رہی ہو تو اسے شرعی پنچایت کے ذریعہ پورا کرلیا جائے۔پنچایت نے ۱۴/فروری ۱۹۸۹ء عمر کو رجسٹرڈ لکھا جس کا سوا سال میں آج تک کوئی جواب نہیں آیا اور کبھی بھی پارسا بانو کی کوئی دیکھ ریکھ بھی نہیں کی ہے۔وہ ۲/فروری ۱۹۸۹ء کو دوسری شادی بھی کرچکا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ پارسا بانو جو بالغ ہوتے ہی خیار بلوغ کو کام میں لاکر نکاح فسخ کرچکی ہے، کیا پارسا بانو اب اس رشتہ سے آزاد مانی جائے گی؟ فقط (وارڈ نمبر:۱۴/ چورو، راجستھان)==

بالغہ اور نابالغہ کے نکاح کی دوصورتیں اور خیارِفسخ:

سوال: ایک شخص نے روبروئے چنداشخاص اس امر کا اقرار کیا کیا کہ میں نے اپنی لڑکی مسماۃ چاندنی کے مسمی اللہ دتہ ولد گوڈر قوم کھوکھر کے ساتھ ایجاب وقبول کرادئے اور مسماۃ الٰہی دختر گوڈر کے ایجاب وقبول اپنے لڑکے مسمیٰ کرم دین المعروف گلا کے لیے کرائے اور مسماۃ الٰہیٰ وقت ایجاب وقبول نابالغہ تھی اور مسماۃ چاندنی بالغہ تھی اور مسماۃ چاندنی کے والد مسمیصا حبدین ولد سیدو نے ایجاب وقبول کرائے اور مسماۃ الٰہی کا ایجاب وقبول اس کے بھائی اللہ دتہ نے کرایا؛ کیوں کہ اس کا والد فوت ہو چکا تھا۔ اب نکاح دونوں درست ہیں، یا دونوں نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیے، اس کا بھائی؛ یعنی اللہ دتہ انکاری ہے کہ میں نے ایجاب وقبول نہیں کیا تھا؛ بلکہ وعدہ کیا تھا، آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسماۃ چاندنی کا نکاح اگر اس کی اجازت سے ہوا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے اور لازم ہو چکا؛ کیوں کہ اس میں فریقین کا اتفاق ہے کہ اس کا نکاح اللہ دتہ کے ساتھ کیا گیا۔ زیر اختلاف مسماۃ الٰہی کا نکاح ہے، گواہان نمبر اول کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ دتہ برادر مسماۃ الٰہی نے اس کا نکاح کرم دین سے کر دیا تھا اور گواہ نمبر: ۲ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اس نے نہیں کیا؛ بلکہ صرف وعدہ کیا تھا کہ نکاح کردوں گا، پھر مولوی غلام رسول صاحب نے اس کا نکاح پڑھا، اب اگر گواہان نمبر اول کا بیان صحیح ہے تو نکاح مسماۃ الٰہی کا کرم دین کے ساتھ پہلے ہی منعقد ہو چکا ہے، البتہ اس کو بعد بالغ ہونے کے نکاح فسخ کرانے کا اختیار شرعاً ملے گا؛ مگر فوراً بالغ ہوتے ہی کسی مسلمان حاکم سے نکاح فسخ کرالے اور اگر گواہان نمبر دوم کا بیان صحیح ہے تو مولوی غلام رسول صاحب نے جو نکاح پڑھا ہے، اگر اللہ دتہ کی اجازت سے پڑھا ہے تو نکاح منعقد ہو گیا اور ہر صورت میں اگر نکاح منعقد بھی ہو گیا، تب بھی مسماۃ مذکور کو بعد بلوغ فسخ نکاح کرانے کا اختیار ملے گا، بشرطیکہ بالغ ہوتے ہی بغیر کسی مہلت کے فسخ کرنے کو کہہ دے اور پھر حاکم مسلمان کی اجازت وعدالت سے فسخ کرالے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۵۶)

==

الجواب

اندریں حالات پارسا بانو کو ظالم شوہر سے نابالغی کے اس نکاح کو بالغ ہوجانے پر نامنظور وفسخ کردینے کا پورا حق واختیار تھا جس حق کو اس نے استعمال کیا ہے ایسے حالات میں والدین کا بزمانۂ نابالغی کرایا ہوا نکاح بھی لڑکی کو بالغ ہوجانے پر نامنظور وفسخ کرنے کا حق ہوتا ہے، اس بنا پر موجودہ حالات ہوتے ہوئے پارسا اور عمر کا رشتۂ زوجیت باقی نہیں، وہ مذکورہ رشتہ سے آزاد مانی جائے گی، جب کہ پارسا بانو شرعی پنچایت سے خیار بلوغ کے استعمال کا فیصلہ حاصل کرلے۔ علماء اسلام نے ایسے ناعاقبت اندیشانہ نابالغی کے نکاح کے انعقاد تک سے بھی انکار کیا ہے۔

لوعرف من الأب سوء الاختيار وعدم النظر في العواقب ... لا يجوز عقده اِتفاقاً ومثله في الدر والغرر، وقع في أكثر الفتاوىٰ في هذا المسئلة أن النكاح باطل أي يبطل. (الفتاوىٰ الخيرية، ص: ۲۳)

المسئلة مفروضة اِذا لم ترض البنت بعد ما كبرت. (شامي: ۲/۴۱۸)

۹/محرم ۱۴۱۱ھ، م ۲/اگست ۱۹۹۰ء، احمد حسن غفرلہ۔ (فتاویٰ حکمت: ۲/۱۶۰)

بالغ ہوتے ہی نکاح فوراً مسترد کرنے کا اختیار:

سوال: کیا نابالغ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے ہوجاتا ہے، جبکہ وہ دونوں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ اپنی والدہ کا دُودھ پی رہے ہوتے ہیں؟ بعض خاندانوں میں ایسے نکاح کا رواج عام ہے، اوراس نکاح کے تمام فرائض لڑکی کی ماں اورلڑکے کا باپ انجام دیتا ہے، کیا یہ نکاح شریعت کی رُو سے جائز ہے؟

الجواب

نابالغی میں بچوں کا نکاح نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کے رُجحان کا لحاظ کرتے ہوئے کرنا چاہیے؛ تاہم بعض اوقات والدین اَز راہِ شفقت اسی میں بھلائی دیکھتے ہیں کہ نابالغی میں بچے کا عقد کردیا جائے؛ اس لیے شریعت نے نابالغی کے نکاح کو بھی جائز رکھا ہے، پھراس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نکاح باپ، یا دادا نے کیا ہوتو بچوں کو بالغ ہونے کے بعد اختیار نہیں؛ بلکہ لڑکا اگراس رشتے کو پسند نہیں کرتا تو طلاق دے سکتا ہے اور اگرلڑکی پسند نہیں کرتی تو خلع لے سکتی ہے اور اگر باپ، یا دادا کے علاوہ کسی اور نے نابالغ کا نکاح کردیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد ان کو اس نکاح کے رکھنے، یا مسترد کرنے کا اختیار ہے؛(۱) مگراس کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئے ہوں، اسی مجلس میں بالغ ہوتے ہی اس کو مسترد کردیں اور اگر بالغ ہونے کے بعد فوراً اسی مجلس میں نکاح کو مسترد نہیں کیا؛ بلکہ مجلس کے برخاست ہونے تک خاموش رہے تو نکاح پکا ہوجائے گا، بعد میں اس کو مسترد نہیں کرسکتے۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۱۲۶/۶)

نابالغی کا نکاح اور بلوغت کے بعد اختیار:

سوال: ہمارے گاؤں میں نکاح کا ایک طریقہ رائج ہے، جو کہ کم وبیش ہی پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ لڑکا اورلڑکی ابھی چھوٹی عمر کے ہی ہوتے ہیں؛ یعنی بالکل نابالغ بچے ہوتے ہیں کہ ان کے والدین ان نابالغ بچوں کے نکاح کا آپس میں ایک

---

(۱) لوفعل الأب والجد عند عدم الأب لا يكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ.(رد المحتار، باب الولي: ۶۸/۳، طبع سعيد كراچى)

وفيه أيضاً: وإن فعل غيرهما فلها أن يفسخا بعد البلوغ.(رد المحتار: ۶۸/۳)

وفي البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۲۸/۳، طبع دار المعرفة بيروت)

(قوله: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء)أى للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد جاز ... بخلاف ما إذا زوجها الأب والجد فإنه لاخيار لهما بعد بلوغها لأنهما كاملاً الرأى وافراً الشفعة فيلزم العقد بمباشرتهما كما إذا باشرا برضاهما بعد البلوغ.(البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۲۸/۳ ، طبع دار المعرفة، بيروت)

(۲) ولا يمتد الى آخره المجلس) ... إذا بلغت وهى عالمة بالنكاح أوعلمت به بعد بلوغها فلا بد من الفسخ فى حال البلوغ أوالعلم فلوسكتت ولو قليلا بطل خيارها ولو قبل تبدل المجلس.(رد المحتار، باب الولي: ۷۳/۳)

معاہدہ کر لیتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ کیا یہ نکاح اسلام میں جائز ہے؟ ہماری مقامی زبان میں اسے ''جابہ قبولہ'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ نکاح میں لڑکے اور لڑکی کا رضامند ہونا نہایت ہی ضروری ہے، ورنہ جبراً نکاح نہیں ہوتا۔ اگر یہ جابہ قبولہ جائز ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟ اور یہ معاہدہ کون کر سکتا ہے؟ نیز بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی کی رضامندی نہ ہو تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس معاہدہ یعنی جابہ قبولہ کا شریعت کی رُو سے نام کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نابالغی کا نکاح جائز ہے،(۱) پھر اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور نے کرا دیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے رکھے، یا مسترد کر دے؛(۲) مگر شرط یہ ہے کہ جس مجلس میں لڑکی بالغ ہو، اسی مجلس میں اعلان کر دے، ورنہ نکاح لازم ہو جائے گا اور بعد میں مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا،(۳) اور باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو مسترد کرنے کا اختیار نہیں،(۴) اِلاَّ یہ کہ واضح طور پر یہ نکاح اولاد کی رعایت وشفقت کی بنا پر نہیں؛ بلکہ کسی لالچ کی بنا پر کیا ہو۔(۵) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۱۲۷)

حدِ بلوغ:

سوال: مسلمانوں میں لڑکا اور لڑکی کس عمر میں بالغ سمجھے جاتے ہیں، عمر معصومیت کب ختم ہوتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا اور لڑکی دونوں کے لیے بلوغ کا حکم شرعاً کر دیا جائے گا، اگر اس سے پہلے علاماتِ بلوغ ظاہر ہو جائیں تو اسی وقت سے حکم کر دیا جائے گا، پندرہ سال پورے ہوں، یا نہ ہوں لڑکی میں عامۃً نو سال سے پہلے اور لڑکے میں عامۃً بارہ سال سے پہلے علاماتِ بلوغ ظاہر نہیں ہوتیں۔(۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۹/۸/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۹/۸/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۹۶)

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرۃ ولو ثیبا. (الدر المختار، باب الولی:۳/۶۶)

قال أبو جعفر: ولسائر الأولیاء تزویج الصغار ویتوارثان بذلک ... ومن جهة السنة: أن النبی صلی اللہ علیه وسلم تزوج عائشة رضی اللہ عنها، وهی صغیرة زوجها إیاه أبو بکر. (شرح مختصر الطحطاوی، کتاب النکاح: ۴/۱۹۲، ۱۹۳، طبع دائر البشائر الإسلامیة)

(۲) وإن فعل غیرهما فلهما أن یفسخا بعد البلوغ. (رد المحتار، باب الولی:۳/۶۸، طبع ایس ایم سعید کراتشی)

(۳) فلو سکتت ولو قلیلا بطل خیارها ولو قبل تبدیل المجلس. (رد المحتار:۳/۷۳)

(۴) لو فعل الأب أو لاجد عند عدم الأب لا یکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ. (رد المحتار، باب الولی:۳/۶۸)

(۵) لو عرب من الأب سوء الاختیار لسفهه أو لطمه لا یجوز قعده إجماعاً. (رد المحتار، باب الولی:۳/۶۷)

(۶) ''یحکم ببلوغ الغلام بالا حتلام أو الإنزال أو الإ حبال ... وببلوغ الجاریة بالحیض أو الا حتلام أو ==

شریعت میں بلوغ کی حد:

سوال: شریعت میں لڑکے اور لڑکی کی حد بلوغ کیا ہے؟

الجواب

لڑکے میں بلوغ کی نشانی احتلام کا ہونا ہے اور لڑکی کے بلوغ کی علامت حیض کا آنا ہے، اگر یہ دونوں نشانیاں نہ ہوں تو مفتی بہ قول کی رو سے پندرہ سال پورے ہو جانے پر بلوغ کا حکم جاری کیا جائے گا۔

قال فی الهندیة: بلوغ الغلام بالاحتلام أو الاحبال أو الانزال والجاریة بالاحتلام أو الحیض أو الحبل كذا فی المختار: والسن الذی یحكم ببلوغ الغلام والجاریة إذا انتهیا إلیه خمس عشرة سنة عند أبی یوسف ومحمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ، وهو روایة عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ وعلیه الفتویٰ. (الفتاویٰ الهندیة: ٦١/٥، الباب الثانی فی الحجر، الفصل الثانی فی معرفة البلوغ)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۸۰/۴)

علامتِ بلوغ:

سوال: شرع میں بالغ ہونے کی کیا علامتیں مانی گئی ہیں؟

(ظاہر خان، نائب مدرس مدرسہ مہنوں، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی ۱۹۳۶ء)

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں: احتلام، انزال، احبال۔

اور لڑکی میں بھی تین ہیں: حیض، احتلام، حبل۔

اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر دو کو پندرہ سال پورے ہونے پر بقولِ مفتیٰ بہ بالغ کہا جائے گا۔ (كذا فی تبیین الحقائق، ص: ٤٠٣)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۵/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۶/ جمادی الأولیٰ/ ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۰۰/۱۱)

== الحبل ... فإن لم یوجد شئی من ذلک، فإذا تم له ثمانی عشرة سنة ولها سبع عشرة سنة عنده، وعندهما إذا تم خمسة عشر سنة فیهما، وهو روایة الإمام، وبه قالت الأئمة الثلاثة، وبه یفتی ... وأدنی مدته له ثنتاعشرة سنة، ولها تسع سنین". (ملتقی الأبحر علیٰ هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل فی بیان أحكام البلوغ: ٤٤٤/٢، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) قال النسفی: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال...والجاریة بالحیض والاحتلام و الحبل ... ویفتیٰ البلوغ فیهما بخمسة عشرة سنة. (البحر الرائق: ٨٥/٨، باب الحجر) ومثلهٗ فی بدائع الصنائع: ١٧١/٧، كتاب الحجر، فصل حكم الحجر)

(۲) "قال رحمه اللّٰه تعالیٰ:" بلوغ الغلام بالا حتلام والإ نزال، وإلا فحتیٰ یتم له ثمانی عشرة سنة والجاریة بالحیض والا حتلام والحبل، وإلا فحتی یتم له سبع عشرة سنة، ویفتی بالبلوغ فیهما بخمس عشرة سنة، اه" (تبیین الحقائق، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام: ٦/ ٢٧٥، ٢٧٦، دار الكتب العلمیة، بیروت)

علامتِ بلوغ اور اجازتِ نکاح:

سوال: نابالغہ کا نکاح جس کی عمر بارہ، تیرہ برس ہو، ہوسکتا ہے، یانہیں؟ اور یہ عمرسن بلوغ ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر اس عمر میں اس کو حیض آنا شروع ہوگیا تو وہ بالغہ ہے،(۱) اور خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے،(۲) اگر غیر خاندان میں کیا جاوے تو ولی کی اجازت بھی ضروری ہے،(۳) اگر ابھی اس کو حیض آنا شروع نہیں ہوا تو وہ نابالغہ ہے۔ ولی کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے، تنہا اس لڑکی اجازت پر نکاح کرنے سے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۹/۱۱)

لڑکی کی حد بلوغت:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر بوقت نکاح تیرہ سال تین ماہ تھی۔ باپ دادا، پردادا فوت ہوچکے تھے۔ حقیقی بالغ بھائی موجود تھے؛ لیکن بلا اس کی اجازت اور رضامندی کے سوتیلے بھائی نے ولی بن کر بے میل لڑکے کے ساتھ نکاح کردیا، خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، نہ لڑکی آج تک شوہر کے مکان میں گئی، نہ رخصت ہوئی۔ اب لڑکی کی عمر پندرہ سال نو ماہ ہے، حقیقی بھائی اب تک اس نکاح سے رضامند نہیں ہے۔ لڑکی نے بعد بلوغ نوٹس انفساخ نکاح ناکح کو دے دیا ہے تو بحالت واقعہ بالا:

---

(۱) بلوغ ... الجارية بالاحتلام والحيض والحبل". (الدر المختار: ۱۵۳/۶، كتاب الحجر ، فصل بلوغ الغلام بالا حتلام ،سعيد)

(۲) "(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لإنقطاع الولاية بالبلوغ". (الدرالمختار: ۵۸/۳، باب الولي ،سعيد)

(۳) "وإنما تحل في الصورة الرابعة،وهي رضا الولي بغير الكفؤ،مع علمه بأنه كذلك،آه ... إن الولي لو قال لها: أنا راض بما تفعلين، أو زوجي نفسک ممن تختارين ونحو ه أنه يكفي،وهو ظاهر؛لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإ سقاط". (الدرالمختار مع رد المحتار: ۵۷/۳، كتاب النكاح،باب الولي، سعيد)

"وإذا زوجت نفسها من غير كفء رضي به أحد الأولياء، لم يكن لهذا الولي ولالمن مثله أو دونه حق الفسخ". (الفتاویٰ العالمگيرية: ۲۹۳/۱،كتاب النكاح، الباب الخامس، رشيديه)

"لا يشترط مباشرة الولي لعقد ؛لأنه رضاه بالزوج كاف". (البحرالرائق: ۱۹۴/۳،كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء،رشيديه)

(۴) "(وهو):أي الولي(شرط) صحة (نكاح صغيرومجنون ورقيق)". (الدرالمختار: ۵۵/۳،باب الولي، سعيد)

(۱) لڑکی کا بابت نکاح بلوغ کس عمر میں متصور ہے۔

(۲) سگے بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیلے بھائی کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے، حقیقی بھائی کی موجودگی اور نارضامندی میں نکاح مذکور باطل ہے، یانہیں؟ اگر باطل ہے تو طلاق کی ضرورت ہے، یا بلا طلاق کے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟

(۳) اگر شرعاً باطل نہیں ہے تو لڑکی جو نکاح کو منظور نہیں کرتی اور نوٹس انفساخ باضابطہ دے چکی ہے، اس کے لیے چارہ کار کیا ہے؟

(المستفتی: ۲۳۹۰، سمیع احمد صاحب، ایٹہ، ۱۰؍جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۸؍اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب ــ

حقیقی بھائی ولی اقرب تھا، (۱) اس کی موجودگی میں سوتیلے بھائی نے جو ولی ابعد تھا، نابالغہ کا نکاح کیا تو یہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف تھا۔ (۲) اگر حقیقی بھائی نے اس نکاح کو نامنظور کردیا تو نکاح اسی وقت باطل ہوگیا اور اگر حقیقی بھائی نے اجازت دے دی ہو اور لڑکی نے بلوغ کے وقت ناراضی ظاہر کردی ہو تو بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرایا جاسکتا ہے، (۳) عدالت مسلمان حاکم کی ہو۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۸۸)

لڑکے اور لڑکی کی مدت بلوغ کیا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں؟ مفتی بہ قول سے مستفید فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکے کے بالغ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کو احتلام، یا انزال ہونے لگے، شرعاً ایسی حالت کے بعد اس کو بالغ تصور کیا جائے گا اور لڑکی کے بالغ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کو احتلام ہونا، یا حیض آنا شروع ہوجائیں، ایسی صورت میں لڑکی کو شرعاً بالغہ تصور کیا جائے گا، البتہ اگر لڑکے کو احتلام، یا انزال نہ ہوتا ہو اور لڑکی کو حیض آنا شروع نہ

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب. (الفتاویٰ الهندية، النكاح، الباب الرابع فی الأولياء: ۲۸۳/۱، ماجدية)

(۲) وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد علىٰ إجازته. (الفتاویٰ الهندية، النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۳) ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غير الأب والجد بشرط القضاء أی العضير والصغيرة. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء: ۱۲۸/۳، بيروت)

ہوا ہو، ایسی صورت میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں جب پندرہ سال کی عمر تک پہنچ جائیں تو اس وقت دونوں کو شرعاً بالغ شمار کیا جائے گا۔

لما في الهندية (٦١/٥، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ) بلوغ الغلام بالاحتلام أو الإحبال أو الإنزال والجارية بالاحتلام أو الحيض أو الحبل كذا في المختار والسن الذي يحكم ببلوغ الغلام والجارية إذا انتهيا إليه خمس عشرة سنة عند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وعليه الفتوى.

وفي الدرالمختار (١٥٣/٦): (بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال (والجارية بالاحتلام والحيض والحبل) ولم يذكر الإنزال صريحا لأنه قلما يعلم منها (فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى) لقصر أعمار أهل زماننا. (نجم الفتاویٰ: ۵۷/۵-۵۸)

بالغ ہونے کے بعد خیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً چار، یا پانچ سال تھی۔ اس لڑکی کی والدہ نے ایک دس سال کے لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا، لڑکی کا والد ملک سے باہر کاروبار کے سلسلے میں گیا ہوا تھا، وہ تقریب نکاح میں موجود نہیں تھا، اب لڑکی جوان ہوگئی ہے تو کیا لڑکی پر اس نکاح کو برقرار رکھنا لازم ہے، یا اس کو اختیار حاصل ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ بات واضح رہے کہ نابالغ بچے، یا بچی کا نکاح اگر اس کے والد، یا والد نہ ہو تو دادا کر دیں، اس صورت میں بلوغ کے بعد کسی قسم کا خیارِ بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔ نیز اگر کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر نابالغ کا نکاح کرادے اور پھر یہ اجازت دے دیں، تب بھی یہی حکم ہے، البتہ والد اور دادا کے علاوہ کوئی شخص نابالغ کا نکاح کرائے (چاہے وہ شخص ولی بھی ہو) تو بلوغ کے بعد نکاح کو ''فسخ'' کرنے کا اختیار ملتا ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں نابالغہ کا نکاح چوں کہ والدہ نے کرایا ہے، لہٰذا اگر باپ نے اس نکاح کی اجازت دے دی ہو، (بذریعہ ٹیلیفون، یا دیگر کسی بھی ذریعے سے) تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو خیارِ بلوغ نہ ملے گا؛ لیکن اگر باپ سے کوئی رابطہ نہ ہوا اور اس نے اجازت نہ دی ہو تو پھر بلوغ کے بعد لڑکی کو یہ اختیار ملے گا کہ وہ والدہ کے کئے نکاح کو ''فسخ'' کردے، البتہ یہ یاد رہے کہ بالغ ہونے کے فوراً بعد اس خیار کو استعمال کرنا ضروری ہے، اگر ذرا بھی تاخیر کی گئی تو یہ خیار باطل ہو جائے گا۔

لما في التاتارخانية (٢٦/٣): واذا زوج الصغير أو الصغيرة غير الأب والجد ثم بلغا فلهما الخيار عند أبي حنيفة ومحمد ولو زوجتها أمها فبلغت فلها الخيار عند أبي حنيفة رحمه الله خلافا لهما.

وفي الدرالمختار (٧٣/٣): (وبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارة (عالمة ب) أصل

(النكاح) فلو سألت عن قدر المهر قبل الخلوة أوعن الزوج أوسلمت على الشهود لم يبطل خيارها نهر بحثا(ولا يمتد إلى آخر المجلس) لأنه كالشفعة.

وفيه أيضاً:(۷۸/۳) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم ثم لأم الأب وفي القنية عكسه، ثم للبنت، ثم لبنت الابن، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الابن، ثم لبنت بنت البنت وهٰكذا ثم للجد الفاسد ثم للأخت،إلخ. (نجم الفتاویٰ:۵/۵۸-۵۹)

نابالغی کی حالت میں والدین کا نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی لڑکی کی بلوغت کی عمر سے کافی قبل بچپن ہی میں اس کے ماں باپ نے نکاح کر دیا ہواور وہ لڑکی اس نکاح کو ناپسند کرتی ہے تو کیا صورت ہوگی کہ وہ اپنے نکاح کو فسخ کر سکے اور کتنی عمر کے بعد؟ (المستفتی:تسلیم احمد اکبرپوری)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر نابالغی میں باپ نے نکاح کر دیا ہے،تو بالغ ہونے کے بعد نکاح پسند نہ ہونے کی وجہ سے اس نکاح کو ختم کرنے کا حق نہ ہوگا اور اسی نکاح پر قائم رہنا لازم ہے۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم:۶/۱۵۶)

لو فعل الأب، أوالجد عند عدم الأب لايكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ،الخ.

(شامی، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا: ۱۷٤/٤، كراچی:٦٨/٣،مصری:٤٢٠/٢)

بخلاف ما إذا زوجهما الأب، والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما. (البحرالرائق، باب الأولياء والأكفاء، كوئٹه:١٢٠/٣، زكريا ديوبند:٢١١/٣)

وللولي نكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولوثيباً، فإن كان أبا،أوجدا لزم. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ٤٩٤/١)

وفي سكب الأنهر: ولاخيار لهم بعد البلوغ. (سكب الأنهر، دار الكتب المية بيروت: ٤٩٤/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۵/ذی الحجہ۱۴۱۲ھ (فتویٰ نمبر:الف ۲۸/۲۹۱۴) (فتاویٰ قاسمیہ:۱۳/۶۱۹-۶۲۰)

دادادادی کا تیرہ سال کے لڑکے کا زبردستی نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بندہ محمد عارف بن حاجی انصار کی شادی تیرہ سال کی عمر میں زبردستی؛یعنی ناپسندگی کے باوجود ریشمہ بنت حاجی شبیر کی لڑکی سے کردی، (ہندوستانی قانون کے اعتبار سے بالغ ہونے سے پہلے کی شادی کو نہیں مانا جاتا ہے) یہ شادی دادا، دادی نے کرائی تھی، والدین بھی شریک تھے، دادا، دادی نے قسم کھائی تھی، اگر لڑکی خوبصورت اور خوب سیرت نہ ہو تو چھوڑ دینا، بندہ

محمد عارف نے جب اپنی بیوی ریشمہ کو دیکھا تو ناپسند ہونے کا اظہار کردیا، محمد عارف نے بالغ ہونے کے بعد والدین اور سسر صاحب اور دیگر رشتہ داروں کی موجودگی میں تین طلاق دے دی، پھر جس مجلس میں بھی طلاق کا تذکرہ کرتا تو یونہی کہتا رہا میں تین طلاق دے چکا ہوں۔

اب معاملہ یہاں تک پہونچ چکا ہے کہ سسر صاحب کا کہنا ہے کہ اگر تو نے لڑکی کو نہ رکھا تو تیرا مڈر ہو جائے گا، دیگر رشتہ دار اور سسر صاحب بھی کہتے ہیں ہم طلاق کو نہیں مانتے لڑکی کو کسی بھی حال میں رکھنا پڑیگا نہیں تو پٹائیبھی ہوگی جھوٹے کیس میں بھی الجھا دیں گے، کبھی قتل کی دھمکی دیتے ہیں؛ اس لئے چند سوالات مطلوب ہیں۔

(۱) یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

(۲) محمد عارف نے بالغ ہونے کے بعد والدین اور سسر کے سامنے تین طلاقیں دی اور ہر مجلس میں کہتا ہے کہ میں طلاق دے چکا ہوں، تین طلاق واقع ہوگی، یا نہیں؟

(۳) کیا بندہ محمد عارف ریشمہ کو اپنے نکاح میں طلاق کے بعد بغیر نکاح کے، یا بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے؟

(۴) اگر عارف طلاق دینے کے بعد بغیر نکاح کے ریشمہ کو اپنے نکاح میں رکھتا ہے تو حرام کاری ہوگی، یا نہیں؟ اور جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی، یا نہیں؟

(۵) ریشمہ کو لڑکے کے گھر لانے میں جن لوگوں نے سسر صاحب کا ساتھ دیا، وہ سب اور ساس سسر اور والد صاحب اس حرام کاری کے گناہ میں شریک ہوں گے، یا نہیں؟

(۶) جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم طلاق کو نہیں مانتے، طلاق نہیں پڑی، تجھے تو ہر حال میں رکھنا ہی ہے تو ایسے لوگ مسلمان رہے، یا نہیں؟ (المستفتی: عارف خان)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شریعت میں بلوغیت کا اصل مدار سالوں پر نہیں؛ بلکہ اس کے آثار وعلامات پر ہے، مثلاً داڑھی، زیر ناف، بغل کے بال، مونچھ وغیرہ میں سے کوئی ایک نکل آئے، یا احتلام ہو جائے اور تیرہ سال کے لڑکے میں ان میں سے کسی علامت کے ظاہر ہونے سے وہ بالغ شمار ہو جائے گا۔ اب سائل خود دیکھ لے کہ شادی کے وقت شرعی طور پر بالغ ہوا تھا، یا نہیں؟ اور اگر سائل نابالغ تھا تو باپ اور دادا کی مرضی سے جو نکاح ہوا تھا، وہ شرعی طور پر صحیح ہو چکا تھا اور بعد میں جب تین طلاق دی تو اس سے طلاف مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ کے دوبارہ اس کے ساتھ نکاح بھی درست نہ ہوگا اور بغیر حلالہ شرعی کے میاں بیوی کی طرح رہنا زنا کاری اور حرام کاری ہوتی رہے گی اور بغیر حلالہ رکھنے پر زور دینے والے سب گنہگار ہوں گے، سب پر توبہ لازم ہوگی، البتہ اس درمیان جو اولاد پیدا ہوئی، وہ ثابت النسب شمار ہوگی، آئندہ یوں ہی بغیر حلالہ رکھنا حرام کاری کا سلسلہ رہے گا۔

فإن زوجهما الأب،أو الجد: يعني الصغير، والصغيرة فلاخيار لهما بعد بلوغهما،الخ. (الهداية، كتاب النكاح، باب الولي، اشرفية ديوبند في الأولياء والأكفاء: ۳۱۷/۲)

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها،ثم يطلقها أويموت عنها. (عالمگيری، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقه وما يتصل له، زكريا ديوبند: ۴۷۳/۱،جديد: ۵۳۵/۱)

المبتوتة بالثلاث إذاوطئها الزوج بشبهة كانت شبهة الفعل. قوله بأن وطئها المطلقة بالثلاث، أوعلى مال لم تتمحض للفعل؛بل هي شبهة عقد أيضاً فلاتناقض أن لا ثبوت النسب لوجود الشبهه العقد (إلى قوله) وان النسب يثبت إذاا دعاه. (شامی، مطلب في ثبوت النسب من المطلقة، زكريا ديوبند: ۲۳۲/۵، كراچی: ۵۴۱/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹؍محرم الحرام ۱۴۲۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۴۳۰/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۱/۲۹ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۶۲۱/۱۳-۶۲۳)

نابالغ لڑکی کا نکاح باپ یا دادا کردے تو خیار بلوغ حاصل ہوگا، یا نہیں:

سوال: گزارش یہ کہ باپ، یا دادا ولی کی عبارت سے ایجاب وقبول ہونے کی صورت میں لڑکا اورلڑکی کو بعد بلوغ خیار فسخ نکاح نہیں ملتا ہے، الا یہ کہ باپ اور دادا معروف بسوء اختیار ہو۔ کتب فقہ شامی میں معروف کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ کسی کو دو اولاد ہو، پہلی اولاد نابالغ کے نکاح میں کسی قسم کا سوء اختیار سرزد ہوگیا تو اس سوء اختیار سے اس اولاد کو بعد البلوغ خیار بلوغ نہیں ملے گا، سمجھا یہ جائے گا کہ ابھی صرف سوء اختیار کا وقوع ہوا ہے، باپ اور دادا ابھی معروف بسوء اختیار نہیں ہوئے، پھر جب دوسری اولاد کے ساتھ کسی قسم کا سوء اختیار پایا جائے تو دوسری اولاد کو خیار بلوغ ملے گا؛ کیوں کہ اب دوسری اولاد کے حق میں باپ، یا دادا سوء اختیار میں معروف ومشہور ہوگیا۔

دوسری طرف ایسا ہوسکتا ہے؛ بلکہ حال ہی میں میرے سامنے ایک کیس ایسا آیا کہ دعویٰ کے مطابق چھ سالہ لڑکے سے ۱۲؍سالہ لڑکی کا نکاح دونوں کے باپ نے اپنی عبارت سے باندھا دیا، نکاح کے ایک سال بعد لڑکی باضابطہ بذریعہ حیض بالغ ہوگئی، پھر اس کے بعد مزید تقریباً دو سال اور گزرے ہیں، باوجود ضعف کے میں نے سرزمین پر پہونچ کر لڑکا اور لڑکی کو بچشم خود دیکھا، بلا شبہ لڑکی تقریباً دو سال سے بالغ ہے، اس کی جسامت بتارہی ہے اور لڑکا کے بالغ ہونے میں تقریباً ۶؍سال اور لگیں گے، ایسا سمجھئے کہ لڑکی کے قد سے لڑکا ایک ہاتھ چھوٹا تھا، نکاح کے تقریباً ۴؍سال گزرنے کے باوجود لڑکا تقریباً ۷-۸؍سال کا معلوم ہوتا ہے اور چوں کہ باپ کی یہ واحد لڑکی ہے؛ اس لیے معروف کی تفسیر بالا کے مطابق اس باپ کے معروف بسوء اختیار ہونے کی کبھی نوبت نہیں آئے گی، تیسری طرف نابالغ کی طلاق

بھی واقع نہ ہوگی، اندریں صورت اس لڑکی کو اگر خیار بلوغ نہ دیا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے، چوں کہ فتنہ کا دور ہے۔

قاضی شریعت جس کے ذمہ احیاء حقوق ہے، وہ اپنی ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہوگا؟ ایک بات ہوئی، دوسری بات یہ کہ حضرت مولانا مودودی نے اپنے رسالہ حقوق الزوجین میں لکھا ہے کہ تمام کتب فقہ میں لے دیکر غالبًا سرخسی نے صرف ایک دلیل لکھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیار بلوغ نہیں دیا گیا تھا، پھر مولانا نے اس دلیل کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ نفیٔ دلیل ہے، جو دلیل نفی نہیں ہے، میں نے اس دلیل کے رد کی قوت محسوس کی کہ واقعی عدم ثبوت ثبوت عدم نہیں ہوتا ہے، چوں کہ مولانا مودودی ہمارے علماء کے نزدیک غیر مقبول ہیں؛ اس لیے میں نے ان کی دلیل قبول نہیں کی۔

اس کے بعد اسی مسئلہ پر حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانیؒ کا ایک معرکۃ الآراء رسالہ دیکھا، جس میں انہوں نے مولانا مودودی کی طرح مسئلہ کا رد نہیں کیا ہے، انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کے لیے باپ دادا کا معروف بسوء اختیار ہونا ضروری ہے؛ مگر معروف کی مذکورہ بالا تفسیر صحیح نہیں ہے، انہوں نے بہت سی کتب فقہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ باپ، دادا کا سوء اختیار کھلا ہوا ہو، چاہے پہلی بار ہی باپ دادا سے سرزد ہوا ہو، یا یکے بعد دیگرے، دو اولاد کے ساتھ سوء اختیار پایا جانا معروف بسوء اختیار کی ایک مثال ہے؛ مگر اس کا انحصار اس مثال میں نہیں ہے، مفتی صاحبؒ نے معروف کے یہ معنیٰ اس سلسلہ میں لکھے ہیں کہ ایک مقتول کے اولیا نے ایک بے گناہ کو قاتل قرار دے کر عدالت میں مقدمہ دائر کیا، بعد کو یہ طے پایا کہ بے گناہ چار ہزار روپیہ دے اور اپنی دو لڑکیوں کا نکاح مقتول کے اولیاء کے لڑکوں سے کر دے تو وہ اپنے گواہوں کو بٹھا دے گا، اس طرح بے گناہ عدالت سے بری ہو جائے گا، چنانچہ ۴؍ ہزار روپیہ ایک شخص کے پاس جمع کر دیا گیا اور بے گناہ باپ کی اجازت سے اس کی دو شیر خوار لڑکیوں کا نکاح دو ۳۰-۳۵ سالہ لڑکوں سے باندھ دیا گیا؛ مگر تاریخ پیشی میں اولیاء مقتول نے وعدہ شکنی کر کے اپنے گواہ نہیں بیٹھائے، نتیجہ میں بے گناہ کو سزائے قتل ہوگئی، جمع شدہ روپے تو واپس لے لیے گئے؛ مگر نکاح تو ہو چکا تھا، اب علماء سے استفتاء کیا گیا، ایک جواب بحوالہ کتاب یہ ملا کہ نکاح منعقد نہیں ہوا، دوسرا جواب یہ تھا کہ باپ کی اجازت سے نکاح ہوا ہے؛ اس لیے لازم ہو گیا ہے، یہ استفتاء اور دونوں جواب حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ کے پاس آیا، مفتی صاحب نے دونوں جواب کی تغلیط کی اور لکھا کہ اس نکاح میں سوء اختیار کھلم کھلا پایا گیا ہے؛ اس لیے نکاح تو منعقد ہو گیا ہے؛ مگر لڑکیوں کو خیار بلوغ ملے گا اور قاضی شریعت کے ذریعہ نکاح فسخ ہوگا، بشرطیکہ دیگر شرائط پائے جائیں، اسی ذیل میں لکھا ہے کہ یکے بعد دیگرے دو اولاد کے ساتھ سوئے اختیار پایا جانا بھی معروف بسوئے اختیار کی ایک صورت ہے؛ مگر صرف یہی ایک صورت نہیں ہے، جس طرح دو شیر خوار بچیوں کا نکاح دو ۳۰-۳۵؍ سالہ لڑکوں سے

کر دیا گیا تھا، یہاں ایک مراہقہ ۱۲؍سالہ لڑکی کا نکاح ایک ۶؍سالہ لڑکے سے کیا گیا ہے؛ اس لیے میں نے اس مسئلہ کی دیگر شرطوں کے ساتھ اجلاس ہی میں لڑکی کو خیار بلوغ دیا اور لڑکی نے اجلاس ہی میں اپنا نکاح رد کر دیا، ابھی لڑکی عدت گذار رہی ہے، فرمایئے میں نے صحیح فیصلہ کیا، یا غلط؟ دونوں سوالوں کا جواب جلد عنایت فرمائیں؟

اس کے علاوہ ایک کیس اور آیا ہوا ہے، یہ بالغہ کا خیار بلوغ ہے، جب کہ خود بالغہ کے اذن سے باپ نے غیر کفو میں نکاح کر دیا ہے؛ مگر اذن صرف نکاح کا لیا گیا، غیر کفو کی بات بالغہ پر ظاہر نہیں کی گئی، میرے خیال میں اس میں بھی خیار بلوغ بالغہ کو حاصل ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، صرف شرائط سے انطباق ضروری ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بارہ سالہ لڑکی کا نکاح چار سالہ لڑکے سے ولی جابر نے کر دیا، اب لڑکی پوری طرح جوان ہو چکی ہے، لڑکے کے بالغ ہونے میں چھ سات سال کی دیر ہے، مذکورہ صورت میں قاضی کے لیے سیدھا راستہ یہ تھا کہ لڑکی کی درخواست پر شہادت وثبوت کے بعد معصیت سے بچانے اور ظلم وضرر کو رفع کرنے کے لیے نکاح فسخ کر دیتا، اس میں مختلف فیہ مسائل میں جانے کی ضرورت نہ تھی اور خیار بلوغ وغیرہ کی بحث سے بھی قاضی محفوظ رہتا اور خیار بلوغ کی شرائط پائی گئیں، یا نہیں پائی گئیں؟ اس پر بھی وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، یہ عدل وانصاف رفع ضرر اور معصیت سے تحفظ کا مختصر راستہ تھا۔

آپ نے اس بالغہ کو خیار بلوغ دیا اور اسی مجلس میں آپ کے سامنے اس نے اپنا یہ حق استعمال کیا اور لڑکی نے آپ کے سامنے نکاح رد (فسخ) کر دیا اور لڑکی کے فسخ کو آپ نے قبول کر کے عدت گزارنے کا حکم دے دیا، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ کی دیگر شرطوں کے ساتھ اجلاس ہی میں لڑکی کو خیار بلوغ دیا، اپنے گرامی نامہ میں آپ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک سال بعد لڑکی باضابطہ بذریعہ حیض بالغ ہوگئی، پھر اس کے بعد مزید تقریبا دو سال اور گذرے ہیں، باوجود ضعف کے میں نے سرزمین پر پہنچ کر لڑکا اور لڑکی کو بچشم خود دیکھا، بلاشبہ لڑکی تقریبا دو سال سے بالغ ہے، جیسا کہ اس کی جسامت بتا رہی ہے، اب آپ دو سال کے بعد اسے خیار بلوغ دے رہے ہیں اور وہ اتنے عرصہ کے بعد حق کو استعمال کر رہی ہے، کیا خیار بلوغ کے حق کو استعمال کرنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ جس مجلس میں لڑکی بالغ ہوئی ہے، اسی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے وہ اعلان کرے کہ میں بالغ ہو چکی ہوں، مجھے عقد منظور نہیں۔

لڑکی کا بلوغ کے بعد کچھ عرصہ تک خاموش رہنا اور قاضی کے یہاں درخواست فسخ نکاح دینا اور اپنے بلوغ کے وقت کو لوگوں پر ظاہر نہ کرنا اور بات ہے۔

لیکن جب قاضی کو علم ہو چکا کہ اس نے خیار بلوغ بر وقت استعمال نہیں کیا، ایک عرصہ کے بعد یہ مسئلہ سامنے آ رہا ہے، ایسی حالت میں خیار بلوغ کا استعمال کہاں تک صحیح ہے، اس پر غور فرمالیں۔

میں ایک اور امر کی طرف متوجہ کرنا چاہوں گا، گرامی نامہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی شریعت کٹیہار کے دیئے ہوئے حق کی بنیاد پر اس نے اپنا نکاح رد کر دیا اور قاضی نے لڑکی کے رد و فسخ نکاح کو قبول کرتے ہوئے عدت گزارنے کا حکم دے دیا، اس کی صحت پر بھی آپ غور فرمالیں، خیار بلوغ میں لڑکی کے رد کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا؛ بلکہ لڑکی کو قاضی کے پاس درخواست گزارنی ہوگی کہ میں نے اپنا خیار بلوغ استعمال کیا ہے، جس کے فلاں فلاں گواہ ہیں، میرا نکاح فسخ کر دیا جائے، قاضی اطمینان حاصل کرنے کے بعد حکم دے گا، جب نکاح فسخ ہوگا اور جب دونوں کے درمیان تنہائی و یکجائی اور خلوت نہیں ہوئی ہے تو عدت گزارنے کا حکم کیوں ہے؟ اس پر بھی غور ہونا چاہیے۔

اس لیے صورت مسئولہ میں محفوظ ترین شکل یہی ہے کہ لڑکی درخواست دے کہ میں جوان ہو چکی ہوں اور میرے شوہر کے جوان ہونے میں پانچ سات برس کی دیر ہے، مجھے معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے؛ اس لیے میرا نکاح فسخ کر دیا جائے اور مجھے دوسرا نکاح کرنے کا حکم دیا جائے، اس مسئلہ سے متعلق بحث کرتے ہوئے آپ نے مولانا مودودیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب کا ذکر فرمایا ہے، مولانا مودودیؒ کی علمی وسعت اور دینی و فقہی بصیرت اور ان کی غیر معمولی ذکاوت اور بے مثال تعبیر کا میں معترف ہوں، بعض مسائل میں ان سے اختلاف اور بات ہے، یہ صحیح ہے کہ ان کے آزاد تنقیدی قلم نے کسی کو نہیں چھوڑا اور اس میں وہ حد سے آگے نکل گئے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود صاحب علم و بصیرت قاضی شریعت کو ''**خذ ما صفا ودع ما کدر**'' پر عمل کرنا چاہیے، علم انسان کے ذہن میں روشنی اور قلب میں جرأت پیدا کرتا ہے، محض اس خیال سے کہ مولانا مودودی علمائے دیوبند میں مقبول نہیں ہیں، ان کے کسی قول، یا تحقیق کو ترک کر دینا اہل علم کی جرأت کو زیب نہیں دیتا ہے۔

واقعتاً یہ بات سوچنے کی ہے، اگر باپ دادا کے معروف بسوء اختیار ہونے کی ابتدا دوسری لڑکی کے نکاح سے تسلیم کی جائے تو پہلی لڑکی بعض حالات میں ظلم کا شکار ہو کر رہ جائے گی اور اس کی فریاد انتہائی خواہش کے باوجود قاضی نہ سن سکے گا، یہ دفع ظلم اور دفع ضرر میں بڑی رکاوٹ ہے، جسے نظام عدل گوارہ نہیں کر سکتا؛ اس لیے حضرت مفتی صاحب قبلہ کا کہنا بالکل صحیح ہے کہ باپ دادا کا سوء اختیار کھلا ہوا ہو، چاہے پہلی بار ہی باپ دادا سے سرزد ہوا ہو، یکے بعد دیگرے دو اولاد کے ساتھ سوئے اختیار پایا جانا معروف بسوء اختیار کی ایک مثال ہے؛ مگر اس کا انحصار اس مثال میں نہیں ہے۔

حق تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کے مراتب بلند فرمائے کہ انہوں نے عام فقہاء سے ہٹ کر اس مسئلہ کی ایسی وضاحت فرمائی، جو ضرورت کے عین مطابق ہے اور عقل کے بالکل موافق ہے۔ (**فجزاہ اللّٰہ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء**)

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ بالغہ کا خیار بلوغ، جب کہ خود بالغہ کے اذن سے باپ نے غیر کفو میں نکاح کر دیا؛ مگر اذن صرف نکاح کا لیا، غیر کفو کی بات بالغہ پر ظاہر نہیں کی گئی تو اس صورت میں کیا ہوگا؟

پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ یہ مسئلہ خیار بلوغ کا نہیں ہے، بلکہ خیار کفاءت کا ہے، اس کی مختلف شکلیں ہیں اور ہر شکل کے احکام بھی یک گونہ مختلف ہیں، مثلاً کوئی لڑکی بالغہ اپنا نکاح خود غیر کفو میں کر لے تو دفعاً للعار اولیاء کو حق اعتراض ہوتا ہے، اور وہ دار القضاء میں معاملہ دائر کر کے ایسا نکاح فسخ کرا سکتے ہیں۔

دوسری شکل یہ ہے کہ ولی نے بالغہ کا نکاح بلا اذن غیر کفو میں کر دیا تو اس صورت میں بھی لڑکی کو بعض حالت میں خیار کفاءت ملا کرتا ہے، مگر یہ واضح رہے کہ خیار کفاءت اسی صورت میں ملتا ہے، جب کہ عند العقد شوہر نے اپنا کفو ہونا ظاہر کیا تھا، یا کفو ہونے کی شرط لگادی گئی تھی اور بعد میں غیر کفو ہونا ظاہر ہو جائے؛ لیکن اگر ولی نے باذن بالغہ کوئی نکاح کیا ہو، جبکہ ان میں سے کسی کو لڑکے کے کفو ہونے، یا نہ ہونے کا کوئی علم نہیں ہوا اور نہ اس کی تحقیق کی گئی ہو، پھر لڑکے کا غیر کفو ہونا معلوم ہو جائے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ تو عالمگیری: ۲۹۳/۲ کی عبارت تحریر ہے، آپ غور فرمالیں!

”**إن كان الأولياء هم الذين باشروا عقد النكاح برضاها ولم يعلموا أنه كفؤ أو غير كفؤ فلا خيار لواحد منهما وأما إذا شرط الكفاءة أو أخبرهم بالكفاءة ثم ظهر أنه غير كفؤ كان لهم الخيار**“. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۳/۱)

اس سلسلہ میں ”**الحيلة الناجزة**“ کا ص: ۹۰ بھی دیکھ لیں، مسئلہ کی تمام شکلیں سامنے آجائیں گی۔

اب اپنے سوال پر آیئے، بالغہ کے اذن سے باپ نے غیر کفو میں نکاح کر دیا ہے، مگر اذن صرف نکاح کا لیا ہے، غیر کفو کی بات بالغہ پر ظاہر نہیں کی گئی، سوال کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ باپ کو غیر کفو ہونے کا علم تھا، مگر وقت استیذان بالغہ سے چھپایا، اس صورت میں بالغہ کو خیار کفاءت ملے گا، یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اولا ایک فقہی جزئیہ پر غور کیجئے:

”**لو نكحت رجلا ولم تعلم حاله فإذا هو عبد لا خيار لها**“. (الدر المختار: ۴۳۷/۲) (الدر المختار على صدر ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۰۸/۴)

اس عبارت پر علامہ شامی لکھتے ہیں:

”**إن التقصير جاء من قبلها**“. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۲۰۸/۴)

شامی کی اس توجیہ وتعلیل سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ بالغہ کی تقصیر اور عدم تحقیق اس کے خیار کفاءت کو ساقط کر دیتی ہے، صورت مسئولہ میں جب باپ اس بالغہ سے اجازت لیتا ہے اور کسی مصلحت کی بنیاد پر شوہر کا غیر کفو ہونا ظاہر نہیں کرتا ہے تو بالغہ کا بلا تحقیق کفاءت اور بلا اشتراط کفاءت اذن نکاح دے دینا اس کی کوتاہی ہوئی؛ اس لیے اس کو خیار کفاءت حاصل نہیں ہوگا۔

علاوہ اس کے حاشیہ عالمگیری پر فتاویٰ قاضی خان میں مذکور اس جزئیہ پر بھی نظر ڈالیے:

”**رجل زَوَّج ابنته البكر البالغة من غير كفء**“. (ردالمحتار، باب الكفاءت: ۲۰۸/۴)

اس مسئلہ کی تعلیل میں امام اعظم کا یہ قول خصوصیت سے قابل توجہ ہے:

"لأن علی قول أبی حنیفة:الأب ولی فی نکاح من غیر کفء". (الدر المختار: ۱/۳۳۸)
اس لیے ہمارے خیال میں پیش آمدہ صورت میں لڑکی کو خیار کفائت نہیں ملنا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(فتاویٰ رحمانی،مخطوطہ،کتاب النکاح)

لڑکی اپنے باپ کا کیا ہوا نکاح بعد البلوغ فسخ نہیں کرسکتی:

سوال: ہندہ کا عقد گیارہ سال کی عمر میں اس کے والدین نے زید سے کر دیا،اب ہندہ بالغ ہونے پر زید کو اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی۔کیا ہندہ زید کے عقد سے علاحدہ ہوسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

چوں کہ یہ نکاح والد کا کیا ہوا ہے،لہذا بعد بلوغ ہندہ کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں۔

کذا فی الهدایة والدرالمختار والشامی لشرائط ذکرها الشامی وهی غیرموجودة ههنا. واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (امداد المفتین:۲/۴۴۵)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں:

سوال: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دیا تھا،ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا نابالغ دوسری شادی کر رہا ہے اور اس لڑکی کی رخصتی نہیں کراتا۔کیا لڑکی بالغ ہونے پر اپنا نکاح خود فسخ کرسکتی ہے،یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ابھی لڑکا اور لڑکی دونوں نابالغ ہیں،رخصتی کی کیا ضرورت ہے۔باپ نے جو نکاح حالتِ نابالغی میں کر دیا،وہ لازم اور صحیح ہوگیا اور لڑکا اور لڑکی فسخ نہیں کرسکتے۔بالغ ہونے پر اگر لڑکا رخصتی نہ کروائے تو مسئلہ دریافت کرلیا جائے۔(۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،۳۰/۳/۱۳۸۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۸۴)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں:

سوال: صغیرہ کا نکاح اس کے باپ نے کروایا تو اس صغیرہ کو خیار بلوغ ہے،یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اس لڑکی کو خیار بلوغ نہیں۔

---

(۱) "ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء". (البحرالرائق،باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۱۱،رشیدیة)

قال فی شرح التنویر: (وَلِلْوَلِيِّ) الْآتِي بَيَانُهُ (إِنْكَاحُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ) جَبْرًا (وَلَوْ ثَيِّبًا) كَمَعْتُوهٍ وَمَجْنُونٍ شَهْرًا (وَلَزِمَ النِّكَاحُ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ). (۱)

وفی الشامیة: (قَوْلُهُ وَلَزِمَ النِّكَاحُ) أَيْ بِلَا تَوَقُّفٍ عَلَى إِجَازَةِ أَحَدٍ وَبِلَا ثُبُوتِ خِيَارٍ فِي تَزْوِيجِ الْأَبِ وَالْجَدِّ وَالْمَوْلَى وَكَذَا الِابْنُ عَلَى مَا يَأْتِي .(ردالمحتار، ج: ۲) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴/رجب ۱۳۷۲ھ (احسن الفتاویٰ: ۵/۹۹)

باپ اگر اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردے تو وہ نکاح صحیح ہوگا، لڑکی کو بعد بلوغ اسے فسخ کرنے کا حق نہ ہوگا:

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا کسی مرد سے نکاح کردیا۔ ایک سال بعد وہ نابالغہ ہوئی اور اسی وقت اپنی قرابت کے دو تین مردوں کے سامنے اس اس لڑکی نے کہہ دیا کہ میں عقلمند تھی۔ میرے باپ نے مجھ سے پوچھے بغیر بلا میری رضا کے اس شخص سے نکاح کردیا ہے، میں اس نکاح سے راضی نہیں تھی۔ اب میں بالغہ ہوئی ہوں اور میں نے اس نکاح کو فسخ کردیا ہے۔ تا حال اس مرد سے خلوت تک نہیں ہوئی ہے۔ قطع نظر اس کے وہ مرد مرگی کی شکایت والا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی ایک اور عورت بھی ہے۔ پس س صورت میں کیا اس کا نکاح فسخ ہوگیا؟ اُس لڑکی کا نکاح دوسرے مرد سے کرلینا کیا جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ھو المصوب: نابالغہ لڑکی اگرچہ کہ وہ عقلمند ہو، اس کے باپ نے کسی مرد سے اگر اس کا نکاح کردیا تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہوجائے گا۔ چاہے وہ لڑکی اس نکاح سے راضی رہے، یا نہ رہے، پھر اس کو بلوغ کے بعد اس نکاح کو فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے:

وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیبا ثم إن زوجهما الأب أو الجد لزم، انتهٰی.

پس صورت مسئولہ میں جب تک اس لڑکی کو اس کا خاوند طلاق نہ دے گیا، یا وہ اس خاوند سے خلع نہ کرالے گی، یا یہ کہ اس کا خاوند انتقال کرگیا اور اس کی عدت چار مہینے دس دن گزر جائے، وہ اس کے تعلق سے نہیں چھوٹے گی اور کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلینا بھی اس کے لیے جائز نہ ہوگا۔ خلع یہ ہے کہ عورت کی طرف سے کچھ مال وغیرہ خاوند کو دے کر، یا اپنا مہر بخش کر اس کے تعلق سے چھوٹ جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۵۳)

کیا بچپن میں باپ کے کیے ہوئے نکاح کو بلوغ کے بعد لڑکی فسخ کرسکتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس

(۱،۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب ولی: ۳/ ٦٥ ـ ٦٦، دارالفکر بیروت، انیس

کے والد نے اس لڑکی کے بچپن میں کر دیا تھا، اب وہ لڑکی بالغ ہوگئی ہے، کیا وہ لڑکی اپنے اس نکاح کو منسوخ کر کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر والد خود اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرائے تو بلوغ کے بعد اس بچی کو وہ نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا، لہٰذا مسئولہ صورت میں جب تک یہ نکاح باقی ہے، اس لڑکی کے لیے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی: ۹۸/۵)

فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغها. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۵/۱، زکریا)

ولزم النكاح ... إن كان الولي ... أبا أوجدا. (شامی: ۶۶/۳، کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۵/۲/۱۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۴۹/۸)

بچی کا نابالغی کی حالت میں کیئے ہوئے نکاح سے بلوغ کے بعد انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح شمیم احمد سے کر دیا تھا، لڑکی نکاح کے وقت نابالغ تھی، اب جوان ہونے پر لڑکی وہاں جانے پر یعنی شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ جس وقت نکاح کیا تھا میں ناسمجھ تھی، میں ہرگز وہاں نہ جاؤں گی، اگر زبردستی کی تو زہر کھا کر مر جاؤں گی، اب صورتِ مسئولہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس بچی کا نکاح نابالغی کی حالت میں خود باپ کرائے تو بالغ ہونے کے بعد اُس بچی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا مسئولہ صورت میں بچی کا نکاح بدستور اپنے شوہر سے قائم ہے، جب تک وہ طلاق نہ دے، یا شرعی طور پر اس سے تفریق واقع نہ ہو جائے، اس بچی کا نکاح کسی اور جگہ جائز نہیں ہے۔

عن الحسن أنه كان يقول: نكاح الأب جائز على ابنته، بكرًا كانت أو ثيبًا كرهت لو لم تكره. (المصنف لابن أبي شيبة: ۴۶۶/۳، رقم: ۱۵۹۶۸، دار الكتب العلمية بيروت)

عن مالك بن أنس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوّج أبو البكر البكرَ فهو لازم لها وإن كرهت. (المصنف لابن أبي شيبة: ۴۶۶/۳، رقم: ۱۵۹۷۰، دار الكتب العلمية بيروت)

وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبراً، ولزم النكاح، وفي الشامي: أي بلا توقف على إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد. (شامي: ۱۷۱/۴، زكريا، كذا في البحر الرائق: ۲۱۱/۳، زكريا، مجمع الأنهر: ۳۳۵/۱، بيروت)

بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجدّ، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما؛ لأنهما كامل الرأي

وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما، كما إذا باشراه برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲۱۱/۳، زكريا، كذا في مجمع الأنهر: ۳۳۵/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذا معتدته. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۱/۱۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۴۹/۸-۳۵۰)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲/ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک نابالغہ لڑکی زید کے ساتھ منسوب ہوئی اور نسبت کے تین سال کے بعد زید کے ساتھ اس کا نکاح ہوا؛ لیکن لڑکی چونکہ نابالغہ تھی؛ اس لیے بہ مجمع عام اس کے باپ کی ولایت سے نکاح ہوا۔ اب ہندہ کہتی ہے کہ بلوغ کے وقت ہم نے نکاح منسوخ کر دیا۔

الجواب

باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہوجاتا ہے، نابالغہ کو بلوغ کے وقت یہ اختیار نہیں ہوتا کہ باپ کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کر سکے؛ (۱) اس لیے صورت مسئولہ میں لڑکی کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۹۹/۵)

باپ، دادا کے کئے ہوئے نکاح میں لڑکی کے خیار بلوغ کا حکم:

سوال (۱) والد نے لڑکی کا نکاح ایسی جگہ، یا خاندان میں کرایا جہاں پردہ کا کوئی انتظام نہیں اور نہ لڑکی اور اس کے خاندان کے رہن سہن میں مطابقت ہے، اس لڑکی کے والد نے اس کی شادی سے پہلے لڑکی کے ماموں کو کہہ دیا تھا کہ آپ اپنے لڑکی کی شادی اس لڑکی کا بٹہ دے کر کرلو؛ مگر اس میں ایک شرط یہ ہے کہ مہاجرین سے رشتہ نہ کرنا؛ مگر لڑکی کے والد نے خود اس سے خلاف کیا اور لڑکی کا نکاح مہاجر سے کر دیا اور ان کا کاروبار کاشتکاری ہے۔

(۲) لڑکی نے بلوغ پر خود ہی نکاح فسخ کرنا منظور کیا؟

(۳) لڑکی بالغ ہونے پر ایک دن بھی اپنے شوہر کے ہاں آباد نہیں ہوئی تو کیا اس صورت میں نکاح باقی ہے؟

الجواب

باپ، دادا کے کئے ہوئے نکاح میں لڑکی کو خیار بلوغ صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب کہ فاسق وفاجر ہو، یا لالچی ہو اور اس کا سوء اختیار معروف ومشہور ہو، (۲) اور اس نے غیر کفو میں نکاح کیا ہو، اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا

(۱) فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۲) وفي ردالمحتار كتاب النكاح باب الولي: ۶۶/۳-۶۷ (طبع سعيد): لوعرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أولطمعه لا يجوز عقده إجماعاً.

کہ اس نے یہ نکاح محض لالچ کی بناپر کیا تھا،بٹہ پر نکاح کرنا بوجہ رواج عام کے اس کی کافی وجہ نہیں ہے؛اس لیے مذکورہ صورت میں خیار بلوغ کی بناپر نکاح فسخ کرنے کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی،اب اگر دونوں میں نبھاؤ کی کوئی صورت ممکن نہیں تو سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ شوہر سے معاوضہ وغیرہ کے ذریعے طلاق حاصل کی جائے۔واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۳۹۱/۵/۲۶ھ۔الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔(فتاویٰ عثمانی:۲۹۰/۲)☆

والد کے کیئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ کا حکم:

سوال(۱) کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ''بشریٰ'' کا نکاح اُس کے والد زید نے ساڑھے چھ سال کی عمر میں بکر سے کردیا تھا،اس وقت بکر بھی بچہ تھا،دونوں کی طرف سے ایجاب وقبول دونوں کے والد نے کیا،پھر جب یہ دونوں بڑے ہوگئے تو رخصتی سے پہلے پہلے دونوں خاندانوں کے درمیان ناچاقی ہوگئی، جس کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے عدالت سے رجوع کیا گیا تو عدالت نے فیصلہ دیا کہ یہ نکاح ہوا ہی نہیں،لہٰذا دوسری جگہ نکاح کردیا جائے۔اَب سوال یہ ہے کہ آیا وہ نکاح جو دونوں کے والد نے باہمی رضامندی سے کیا تھا،جب کہ بچے دونوں نابالغ تھے اورانہوں نے خود ایجاب قبول نہیں کیا تو کیا وہ نکاح ہوگیا،یانہیں ہوا؟

(۲) عدالت نے جو فیصلہ دیا ہے کہ یہ نکاح ہوا ہی نہیں تو کیا عدالت کے فیصلہ کی روشنی میں یہ نکاح نہیں سمجھا جائے گا،یا نکاح اب بھی قائم ہے؟ برائے مہربانی شرعی نقطہ نظر سے ہماری راہنمائی فرمائیں؛ تاکہ ہم کوئی صحیح فیصلہ کرسکیں۔

(نوٹ: لڑکی کے والد کا انتقال ہوچکا ہے اور یہ دونوں آپس میں دور کے رشتہ دار بھی ہیں۔)

☆ باپ،دادا کا کیا ہوا نکاح،لڑکی بلوغ کے بعد فسخ نہیں کرسکتی:

سوال: زید نے اپنی چھ سالہ لڑکی کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کردیا،لڑکی ابھی حد بلوغت کو نہیں پہنچی تھی کہ اس کو اپنے نکاح کا علم ہوگیا تو اس نے ناخوشی کا اظہار کیا اور بالغ ہونے کے بعد بھی وہ اس بات پر مصر ہے کہ مجھے وہ نکاح منظور نہیں،کیا اس صورت میں لڑکی کا والد اس کا نکاح دوسری جگہ کراسکتا ہے،یانہیں؟اور پہلا نکاح خود بخود فسخ ہوجائے گا،یانہیں؟

الجواب

باپ،دادا کا کیا ہوا نکاح لڑکی بلوغ کے بعد فسخ نہیں کرسکتی،(وفی الهندية، كتاب النكاح،الباب الرابع: ۲۸۵/۱ (طبع ماجدية):فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما.وفی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء: ۱۲۸/۳ (طبع بيروت وفی طبع مكتبة رشيدية كوئٹه: ۱۲۰/۳)ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غير الأب والجد،الخ.) لہٰذا وہ نکاح درست ہوچکا ہے اور لڑکی کے انکار سے فسخ نہیں ہوگا،البتہ اگر لڑکی بالغ ہونے کے بعد یہ دعویٰ کرتی ہو کہ میرے باپ نے کسی لالچ کی وجہ سے میری خیر خواہی کے برخلاف میرا نکاح کردیا تھا تو ایسی صورت میں اس لالچ کی تفصیل لکھ کر مسئلہ دوبارہ معلوم کرلیا جائے،اس صورت کا حکم اسی وقت بتایا جائے گا۔واللہ سبحانہ اعلم

۱۱/۳/۷ ۱۳۹ھ(فتاویٰ عثمانی:۲۹۱/۲)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ میں والد کو اپنی نابالغ اولاد کا بچپن میں نکاح کر دینے کا حق حاصل ہے، لہٰذا اگر والدین اپنی نابالغ اولاد کا نکاح شرعی ایجاب وقبول اور گواہوں کے ساتھ کر دیں تو یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد جب تک خاوند طلاق نہ دے، یا عورت خاوند کی رضامندی سے خلع نہ لے تو یہ نکاح ختم نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں ''بشریٰ'' کا نکاح چوں کہ بکر کے ساتھ ان کے والدین کے ایجاب وقبول کرنے کی وجہ سے منعقد ہو چکا تھا، لہٰذا جب تک ''بشریٰ'' کے خاوند'' بکر'' سے طلاق نہ لی جائے، یا خاوند کی رضامندی سے خلع نہ لیا جائے، اس وقت تک یہ نکاح ختم نہیں ہو سکتا، نیز طلاق کے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں عدالت کا فیصلہ شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا یہ فیصلہ قابلِ عمل نہیں ہے۔

لما في مشكاة المصابيح (ص: ٢٧٠): عن أبي موسى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا نكاح إلا بولي. (رواه أحمد والترمذي وأبوداؤد وابن ماجه والدارمي)

وفي البحرالرائق (٢٠٨/٣): قوله (وللولي انكاح الصغير والصغيرة والولي العصبة بترتيب الإرث)

وفيه أيضاً (٢٠٨/٣): ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء.

وفيه أيضاً (٤٢٦/٣): ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ لصدوره من أهله.

وفي الدرالمختار (٦٥/٣): (وللولي) الآتي بيانه (إنكاح الصغير والصغيرة) جبرا (ولو ثيبا) كمعتوه ومجنون شهرا (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره (أو) زوجها (بغير كفء إن كان الولي) المزوج بنفسه بغبن (أبا أوجدا).

وفي الرد تحته (٦٧/٣): ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء إن كان الولي أبا أو جدا.

وفيه أيضاً (٥١٦/٣): أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونها زنا كما في القنية وغيرها، اه. (نجم الفتاویٰ: ۵۹/۵-۶۱)

نابالغہ کا نکاح فسخ نہ کر سکنے کا حدیث سے ثبوت:

سوال: اگر کوئی آدمی اپنی چھوٹی بچی کا نکاح بچپن میں کر دیتا ہے تو بالغہ ہونے کے بعد اس لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، یہ کس حدیث سے ثابت ہے؟ حالانکہ حدیث میں تو یہ آتا ہے کہ ایک لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے اس کی رضامندی کے بغیر کر دیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے اختیار ہے، پھر نابالغہ کو اختیار نہ دینے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

عن أبی موسی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لا نکاح إلا بولی. (رواہ أحمد والترمذی وأبو داود وابن ماجہ والدارمی)(مشکاۃ، ص: ۲۷۰)

(حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ولی کے بغیر نکاح کالعدم ہے۔)

اسی طرح ایک اور حدیث میں نہایت واضح الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے:

وعن عائشۃ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: أیما امرأۃ نکحت بغیر إذن ولیھا فنکاحھا باطل، فنکاحھا باطل، فنکاحھا باطل.

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس عورت نے بھی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔)

یہ اور ان جیسی دیگر احادیث کا تقاضہ تو یہ ہے کہ لڑکی چاہے بالغہ ہو، یا نابالغہ اس کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کالعدم قرار دیا جائے اور بہت سے فقہا کی یہی رائے ہے کہ بغیر اجازت ولی کے باکرہ عورت مطلقاً اپنا نکاح نہیں کرسکتی، البتہ امام ابوحنیفہ قرآن وحدیث کے مختلف نصوص کی دلالت کی وجہ سے اس عموم سے بالغہ کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ ان نصوص میں سب سے پہلے تو قرآنِ پاک کی آیت ہے:

﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيْ أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(سورۃ البقرۃ: ۲۳٤)

(پھر جب وہ اپنی میعاد ختم کرلیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لیے کچھ کاروائی کریں قاعدے کے موافق۔)(ترجمہ از بیان القرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے اپنی ذات کے بارے میں کسی بھی فیصلے کو عورت کی طرف ہی منسوب کیا ہے، نہ کہ یہ شرط لگائی ہے کہ ولی بھی ضروری ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿حَتّٰى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾(سورۃ البقرۃ: ۲۳۰)

(یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند سے نکاح کرلے۔)(ترجمہ از بیان القرآن)

اس آیت میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ بالغہ عورت اپنا نکاح کرنے میں خودمختار ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ، ص: ۱۷۰)

نیز سوال میں ذکر کردہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں مکمل حدیث یوں منقول ہے:

عن أبی سلمۃ بن عبد الرحمن قال: کانت امرأۃ من الأنصار تحت رجل من الأنصار فقتل عنھا یوم أحد ولہ منھا ولد فخطبھا عم ولدھا ورجل إلی أبیھا فأنکح الرجل وترک عم ولدھا فأتت النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم، فقالت: انکحنی أبی رجلا لا أریدہ وترک عم ولدی فیؤخذ

منی ولدی، فدعا النبی صلی اللّٰه علیه و سلم أباها، فقال أنکحت فلانا فلانة، قال: نعم، قال: أنت الذی لا نکاح لک اذهبی فانکحی عم ولدک.

(حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت کا نکاح ایک انصاری مرد سے ہوا تھا، وہ انصاری احد کے دن شہید ہوگئے، ان سے اس عورت کا ایک بچہ تھا، اس عورت کے باپ کے پاس سابقہ شوہر کے بھائی اور ایک اور شخص دونوں نے پیغامِ نکاح بھیجا، باپ نے اس دوسرے شخص سے نکاح کر دیا اور اس عورت کے دیور کو منع کر دیا، وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا میرے والد نے میرا نکاح ایک ایسے شخص سے کرا دیا، جس سے میں نکاح نہیں کرنا چاہتی اور میرے بچے کے چچا کا رشتہ منع کر دیا (جس کے نتیجے میں پہلے شوہر سے میرے بچے کو بھی مجھ سے جدا کر دیا جائے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے باپ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم نے فلاں کا فلانہ سے نکاح کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں نکاح کرانے کا حق نہیں، اس عورت سے فرمایا: جاؤ اور اپنے بچے کے چچا سے نکاح کرلو۔)

اس حدیث میں "**لا أریده**" کے الفاظ آئے ہیں؛ یعنی میں اس شخص سے نکاح نہیں کرنا چاہتی اور کسی چیز کو پسند، یا ناپسند کرنا بالغہ کی صفات میں سے ہے، اسی طرح کی ایک اور حدیث بخاری شریف میں ہے کہ ایک عورت کا نکاح اس عورت کے باپ نے کرا دیا "**فکرهت**" اس عورت کو وہ نکاح ناپسند تھا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو کالعدم قرار دے دیا۔ امام بخاری نے اس حدیث پر باب باندھا ہے: "**باب إذا زوج الرجل ابنته وهی کارهة فنکاحها مردود**" (یہ باب ہے اس شخص کے بیان میں جو اپنی بچی کا نکاح کر دے، درآں حالیکہ وہ بچی اس نکاح کو ناپسند کرتی ہو تو وہ نکاح ردّ ہوگا)۔

اس کے تحت شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

المراد بنته البالغة یدل علیه قوله وهی کارهة لأن هٰذه الصفة للبالغات. (عمدة القاری علی صحیح البخاری: ۱۲۹/۲۰)

(حدیث میں بنت سے مراد بالغہ لڑکی ہے، اس پر یہ قول "**وهی کارهة**" کہ وہ ناپسند کرتی تھی دلالت کرتا ہے؛ کیوں کہ کسی چیز کو پسند، یا ناپسند کرنا بالغہ عورت کی صفات میں سے ہے۔)

اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تنکح الأیم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتیٰ تستأذن، قالوا: یا رسول اللّٰه وکیف إذنها؟ قال: أن تسکت.

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [بالغہ ثیبہ] عورت کا نکاح اس کی زبانی اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا اور [باکرہ بالغہ] لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ اس [بالغہ کنواری لڑکی] کی اجازت کیسے معلوم ہو؟ ارشاد فرمایا: وہ خاموش رہے [تو یہ بھی اجازت ہے]۔)

اس حدیث کے ذیل میں ملاعلی قاری شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

(حتى تستأذن) وهذا باطلاقه حجة لأبي حنيفة في عدم جوازه إجبار البكر البالغة.

([لڑکی سے اجازت لی جائے] حدیث کے یہ الفاظ اپنے عموم کے ساتھ امام ابوحنیفہ کی دلیل ہیں کہ ان کا مذہب ہے کہ بالغہ باکرہ لڑکی پر نکاح کے معاملہ میں جبر نہیں کیا جاسکتا۔)

لہٰذا مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اصلاً تو لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہی نہیں ہونا چاہیے، البتہ ان دیگر نصوص کی موجودگی میں بالغہ لڑکی کو مستثنیٰ کرنا ضروری تھا، لہٰذا امام ابوحنیفہ نے یہ موقف اختیار فرمایا کہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح کے معاملے میں خودمختار ہوگی، البتہ بہتر یہ ہے کہ بالغہ بھی اپنا معاملہ ولی کے سپرد کردے؛ تاکہ معاشرے میں بدنامی اور عیب کا سبب نہ ہو۔ نیز نابالغہ لڑکی تو اصل کے مطابق ولی کے تابع ہے، اس کے تمام معاملات ولی کے سپرد ہیں۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ نابالغہ کے ساتھ یہ معاملہ اس وقت ہے، جب کہ اس کا نکاح باپ، یا دادا (باپ کی عدم موجودگی میں) کرائیں؛ لیکن اگر نکاح کا ولی ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ہو اور وہ نابالغہ کا نکاح کراتا ہے تو جواب یہ نہ ہوگا؛ بلکہ دیکھا جائے گا، اگر باپ، یا دادا کے علاوہ نے غیر کفو میں نکاح کرایا ہو تو یہ نکاح کالعدم ہوگا اور اگر کفو میں کیا ہو تو بلوغ کے بعد لڑکی کو اختیار ملے گا، چاہے نکاح کو باقی رکھے، یا رد کردے؛ کیوں کہ باپ، یا دادا کے علاوہ کوئی بھی ولی ہو، اس کی شفقت تام نہیں، چاہے وہ ماں ہی کیوں نہ ہو، ماں کی شفقت تام نہ ہونا یہ ہے کہ اس کی سوچ اور قوت فیصلہ ناقص ہے، لہٰذا نابالغہ لڑکی کو اختیار نہ ملنا باپ اور دادا کے نکاح کی صورت میں ہے، غیر باپ دادا کی صورت میں خیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے اور یہ فرق حدیث سے بھی ثابت ہے:

وفي الحديث أن قدامة بن مظعون زوج بنت أخيه عثمان ابن مظعون من ابن عمر فردها صلى الله عليه وسلم وقال إنها يتيمة...[قال ابن الهمام:] تأويله أنه خيرها صلى الله عليه وسلم فاختارت الفسخ ألا ترى إلا ما ماروى عن ابن عمر أنه قال: والله لقد انتزعت منى بعد أن ملكتها. (فتح القدير: ۲۷۵/۳)

(حدیث میں قدامہ بن مظعون کا واقعہ ذکر ہے، انہوں نے اپنی بھتیجی (عثمان بن مظعون کی بیٹی) کا نکاح ابن عمر سے کردیا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو ردّ کردیا۔۔۔ابن الہمام فرماتے ہیں: حدیث کی حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو اختیار دیا اور اس لڑکی نے فسخِ نکاح کو اختیار کرلیا۔ اس بات پر یہ دلیل ہے کہ ابن عمر نے فرمایا تھا وہ لڑکی مجھ سے بعد اس کے کہ میں اس کا مالک بن گیا تھا جدا ہوگئی۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باپ، یا دادا کے علاوہ کا کیا ہوا نکاح لڑکی بعد از بلوغ فسخ کرسکتی ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں سائل کا اشکال خلافِ حقیقت ہے، قرآن وحدیث کے نصوص کی روشنی میں جو تفصیل مسئلہ کی تھی وہ تحریر کردی

گئی، لہٰذا یہ کہنا کہ ''نابالغہ کو اختیار نہ دینے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی'' درست نہیں؛ بلکہ اصل یہی ہے کہ کسی بھی لڑکی کو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کا اختیار نہ ہو، البتہ بالغہ کو دیگر نصوص کی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

لما في عمدة القاري (۱۲۹/۲۰): وقد احتج أصحابنا بحديث الباب وبهٰذه الأحاديث على أنه ليس للولي إجبار البكر البالغة على النكاح.

وفي إعلاء السنن (۶۹/۱۱): ومنها مافي زيلعي وعن مستدرك حاكم مرفوعا لانكاح الا بولي فهذا الحديث محمول على نكاح الصغيرة والأمة.

وفي الفقه الإسلامي وأدلته (۶۵۷۸/۹): ودليل أبي حنيفة ومحمد: ما روى أن قدامة بن مظعون زوَّج بنت أخيه: عثمان بن مظعون، من عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنه، فخيرها رسول الله صلّى الله عليه وسلم بعد البلوغ، فاختارت نفسها، حتٰى روى أن ابن عمر قال: إنها انتزعت مني بعد ما ملكتها. (نجم الفتاویٰ: ۶۲/۵ـ۶۵)

اگر ماں باپ کی رضامندی سے نکاح ہو تو لڑکی کو خیار بلوغ نہیں ہے:

سوال: اس مسئلہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں جب کہ ایک شخص نے اپنی بالغ دختر کا نکاح ایک بالغ لڑکے سے کیا اور اس لڑکی کا والد ہمیشہ شراب پیتا تھا، نیز اس نے قبل از نکاح شراب پی ہوئی تھی اور بے ہوشی کی حالت میں تھا، اس نے عین نکاح کے وقت بکواس شروع کر دیا تو اس کے قریبی رشتہ داروں نے اس کو ایک مکان میں بند کر دیا، لڑکی کی والدہ اور دادی اس جگہ موجود تھیں، ان کی بھی نامرضی تھی؛ مگر بعد کچھ جدو جہد کے مشورہ کر کے لڑکے کی طرف سے ایک اقرار نامہ سرکاری کاغذ پر لکھوایا گیا، پیشتر نکاح پڑھنے کے کہ میں اپنی زوجہ کو اپنی تمام زندگی میں وداع کرا کر اپنے گھر نہ لے جاوں گا، ہمیشہ اپنی بودو باش اپنے سسرال کے گھر رکھوں گا اور پانچ سو روپیہ بابت مہر مؤجل عند الطلب ادا کروں گا۔ نیز اگر میں اپنے شہر سے باہر کسی اور شہر، یا ملک میں برائے روزگار چلا جاؤں تو پانچ روپیہ ماہوار خرچ نان پارچہ ادا کرتا رہوں گا، بعد نشہ اُترنے کے اس کاغذ اقرار نامہ سے لڑکی کے والد کی تسلی کر دی گئی اور کاغذ دے دیا گیا؛ یعنی لڑکی کے والد کو، اب اس نکاح کو عرصہ چھ سال کا گزر گیا اور لڑکی اب بالغ ہوگئی ہے، اس عرصہ میں اس کا شوہر نہ اپنی زوجہ کو اپنے گھر لے گیا اور نہ بموجب اقرار نامہ اپنی سسرال میں آ کر رہا اور نہ کوئی خرچ نان پارچہ ادا کیا، اب یہ لڑکی اپنے بالغ ہونے پر بموجب شرع محمدی بذریعہ فقہ امام صاحب اس نکاح کو فسخ کر کے اپنی مرضی سے اور کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

خیار بلوغ اس وقت ہوتا ہے، جب کہ باپ اور دادا کے سوا اور ولی نکاح نابالغہ کا کرے اور صورت موجودہ میں یہ

نکاح باپ کی اجازت سے ہوا ہے، وہ بعد نکاح کے اس پر راضی رہا؛ اس لیے صورت موجودہ میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں۔ واللہ اعلم

۱۸/رجب ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۲۸۶/۳)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہے:

سوال: رابعہ نابالغہ کی شادی اس کے باپ نے زید سے کی تھی، اب رابعہ بالغہ ہو چکی ہے اور اس نے بالغہ ہوتے ہی لڑکپن کے نکاح کو نامنظور کر دیا، اس دوران وہ ایک بار بھی شوہر کے گھر نہیں گئی ہے اور نہ اب جانا چاہتی ہے۔ مذکورہ صورت میں رابعہ کا نکاح زید کے ساتھ باقی رہا، یا ٹوٹ گیا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

باپ، یا دادا جب نابالغہ کا نکاح کر دیں تو اس کو بلوغ کے بعد نکاح توڑنے اور نامنظور کرنے کا اختیار نہیں ہوتا؛ اس لیے رابعہ کو بھی کوئی اختیار نہیں ہے، (۱) وہ اپنے شوہر کی جائز بیوی ہے۔ بغیر طلاق، یا بغیر فسخ نکاح کے اس کا دوسرا نکاح جائز نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۶/۸/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۳/۴)

باپ کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں کیا جا سکتا:

سوال: زید نے اپنی رفیقہ حیات زیب الٰہی کی سفارش پر اپنے بہنوئی کے طفل صغیر کے ساتھ اپنی صغیرہ نابالغہ کا عقد نکاح مجلس عوام وخواص میں برضا ورغبت کر دیا، اب لڑکی جوان ہوگئی ہے، لڑکا بھی تک جوان نہیں ہوا، البتہ دس سال تک جوان ہو جائے گا، اب زید یہ عذر پیش کرتا ہے کہ میں نے برضا ورغبت اپنی دختر صغیرہ نابالغہ کا نکاح نہیں کیا ہے اور اتنی طویل زحمت کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا (کہ مزید دس سال لڑکے کے بالغ ہونے کا انتظار کروں) لہٰذا عدالت عالیہ میں دعویٰ دائر کر کے اپنی لڑکی کی طلاق لینا چاہتا ہوں اور دوسری جگہ اس کا نکاح کر دینا چاہتا ہوں، آج دعویٰ تنسیخ نکاح کا رائج ہو گیا ہے، کیا شرعا درست ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں عدالت کے ذریعے فسخ نکاح کا کوئی سوال نہیں، شرعا ایسا فسخ نکاح معتبر نہ ہوگا۔ (۲) واللہ سبحانہ اعلم

۱۴/۷/۱۳۹۷ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲۹۱/۲-۲۹۲)

---

(۱) فإن زوّجهما الأب والجد فلاخيار لهما بعد بلوغهما. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۵/۱)

(۲) وفي الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱ (طبع ماجدية) فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وان زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار، إلخ. وكذا في الشامية: ۶۸/۳.

باپ کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں کیا جا سکتا:

سوال: مسمیٰ رحیم بخش نے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح بحالت نابالغی بعمر ۹، ۱۰/سال کے خوشیو رضا مندی کے ساتھ شیر محمد کے ساتھ کر دیا، کچھ عرصہ بعد مسمیٰ شیر محمد باہر چلا گیا، اور عدم الخبر ہوا، عرصہ چار، پانچ سال کے بعد لڑکی کے باپ نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا، عدالت میں مقدمہ سات، آٹھ ماہ چلتا رہا، اس دوران عدالت نے شیر محمد مذکور کے وارثوں کو حکم دیا کہ وہ شیر محمد کو تین ماہ کے اندر اندر حاضر عدالت کریں، ورنہ حکم تنسیخ کر دیا جائے گا، چناں چہ اس قلیل وقت میں لڑکے کو عدالت میں حاضر نہ کیا جا سکا تو عدالت نے تنسیخ نکاح کا حکم دے دیا، تنسیخ سے قبل عدالت نے سرکاری طور پر شیر محمد کو تلاش نہیں کیا، نہ تو عدالت نے کوئی نوٹس دیا اور نہ کوئی اعلان، یا اخبار میں اشتہار دیا، تنسیخ کے بعد دوسری شادی کی اجازت دے دی گئی، چنانچہ بعد تین ماہ عدت گزارنے کے لڑکی کے باپ نے اس کی شادی ایک اور شخص مسمیٰ محمد شفیع سے کر دی، نکاح کے دو، تین ماہ بعد شیر محمد مذکور آ گیا اور اس نے اپنی بیوی کا مطالبہ کیا؛ مگر لڑکی کے والد نے انکار کر دیا اور کہا کہ لڑکی دوسرے شخص محمد شفیع کے گھر رہے گی؛ کیوں کہ عدالت نے نکاح ثانی کی اجازت دے دی ہے اور اب تک بضد قائم ہے، لہٰذا اب صورت مذکورہ می کیا نکاح اول منسوخ سمجھا ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب

اس سوال کے ساتھ عدالت کا جو فیصلہ منسلک تھا، اس میں فسخ نکاح خیار بلوغ کی بنا پر کیا گیا ہے، جس پر تنقیحات کی گئیں، ان تنقیحات کے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) لڑکی کا نکاح خود باپ نے کیا تھا۔

(۲) لڑکی نے آثار بلوغ ظاہر ہوتے وقت نکاح کو نامنظور کرنے کے لیے کوئی قدم نہیں کیا۔

لہٰذا اولاً تو یہ نکاح چونکہ باپ کا کیا ہوا ہے (اور اس کے سیی ءالاختیار ہونے کا دعویٰ لڑکی نہیں کرتی) اس لیے اس میں لڑکی کو خیار بلوغ سرے سے حاصل ہی نہیں ہے، **کما هو مصرح فی سائر کتب الفقه.** (۱) دوسرے اگر حاصل ہوتا؛ تب بھی لڑکی نے خیار بلوغ کے حق کو استعمال کرنے کا وقت گزار دیا، لہٰذا شرعاً خیار بلوغ کی بنا پر عدالت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں تھا اور شریعت کی رو سے اس کا فسخ نکاح صحیح نہ ہوا، لہٰذا محمد شفیع سے اس کا نکاح باطل وکالعدم ہے اور اصل خاوند شیر محمد بدستور لڑکی کا شوہر ہے، البتہ اگر محمد شفیع لڑکی کے ساتھ صحبت کر چکا ہو تو جب تک اسے تین حیض نہ آ جائیں شیر محمد کے لیے اس سے صحبت کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۲/۴ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۸۲-۲۸۳)

---

(۱) و فی الهندیة: ۱/۲۸۵ (طبع ماجدیة) فان زوجهما الأب والجد فلا خیار لهما بعد بلوغهما.

وفی البحر الرائق، باب الأولیاء: ۳/۱۲۰ (طبع رشیدیه کوئٹه) ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد، الخ.

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ:

سوال: ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے زید سے کردیا، ہندہ نے بالغ ہوکر زید کے یہاں جانے سے انکار کردیا، ہندہ نکاح کے بعد سے اب تک زید کے یہاں نہیں گئی اور نہ اب کسی طرح جانے پر رضامند ہے۔اب ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب ________________ حامداً و مصلیاً

اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں، والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی۔جب تک زید طلاق نہ دے دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔

"وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیباً، ولزم النکاح: أی بلا توقف علیٰ إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد، آه". (شامی: ۲/۴۶۹) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۸۹)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۵-۶۶، سعید

☆ نابالغہ کا نکاح باپ نے کیا ہو تو بعد میں خود باپ وہ نکاح فسخ نہیں کرسکتا:

سوال: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نام بکر کے ساتھ اپنے وکیل سے کرایا اور ایجاب وقبول کی مجلس کے اندر موکل (یعنی باپ) موجود تھا، اور مہر اور خطبہ بھی پڑھا گیا، چند سال بعد زید اپنی لڑکی کے نکاح کے ایجاب وقبول سے انکار کرتا رہا؛ مگر پہلے نکاح کے وکیل اور گواہ موجود ہیں اور اقرار بھی کرتے ہیں، اب زید اور اس کے معین فی ہذا عند الشرع کیا حکم رکھتے ہیں؟ اور جس مولوی صاحب نے نکاح پڑھایا وہ کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب ________________

صورت مسئولہ میں اگر نابالغ لڑکی کا نکاح کفو میں مہر کے ساتھ کیا گیا ہے تو یہ نکاح منعقد ہوگیا، اب زید کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے، (**و فی الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق و أهله زوج عاقل. وفی الشامیة احترز بالزوج عن سید العبد و والد الصغیر.**) البتہ لڑکی کو بلوغ کے وقت یہ اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کو نامنظور کردے، اس صورت میں نکاح فسخ ہوجائے گا۔

لما فی الدر المختار: وان المزوج غیرهما أی غیر الأب وأبیه ونو الأم أو القاضی أو وکیل الأب... لایصح النکاح من غیر کفوء أو بغبن فاحش أصلاً، وإن کان من کفوء وبمهر المثل صح ولهما خیار الفسخ. (شامی: ۲/۴۱۹-۴۲۰) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۷-۶۹ (طبع سعید)

و فی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۱/۲۸۵ (طبع مکتبه ماجدیه): وإن زوجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ ...وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء: ۳/۱۲۸ (طبع بیروت، وفی طبع مکتبة رشیدیة کوئٹه: ۳/۱۲۰) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۱/۳ھ۔ الجواب صحیح: محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۸۵-۲۸۶)

نابالغ لڑکی کا نکاح اگر باپ کردے تو بلوغت کے بعد اسے فسخ کا اختیار نہیں:

سوال: ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے کردیا تھا، پھر اس کا والد فوت ہوگیا، وہ لڑکی اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہے، یہاں تک کہ اب بالغ ہے، اب لڑکے والے اصرار کرتے ہیں کہ لڑکی ہمارے ہاں رُخصتی کردو؛ لیکن لڑکی کی ماں اور لڑکی نہیں مان رہی ہیں، اب کیا کیا جائے؟ اور لڑکے والے چھوڑ نہیں رہے۔ اب عدالت میں لڑکے سے طلاق دِلوائی جائے، یا لڑکی کو بھیج کر پھر وہ خودبخود طلاق دے دے، یا مہر واپس کرکے طلاق لی جائے؟

الجواب

جب نابالغ کا نکاح اس کے والد نے کردیا اور نکاح گواہوں کے سامنے ہوا تو یہ نکاح برقرار ہے اور لڑکے والے اپنے مطالبے میں حق بجانب ہیں اور لڑکی اور اس کی والدہ کا انکار صحیح نہیں، اب اگر لڑکی وہاں آباد نہیں ہونا چاہتی تو اس کے شوہر سے طلاق لے لی جائے اور اگر شوہر مہر معاف کرنے کے بدلے میں طلاق دینا چاہتا ہے تو مہر چھوڑ دیا جائے۔ لڑکے کو بھی چاہیے کہ جب لڑکی اس کے گھر آباد ہونا نہیں چاہتی تو خواہ مخواہ اس کو روک کر گنہگار نہ ہو؛ بلکہ خوش اُسلوبی سے طلاق دے کر فارغ کردے۔ بہرحال جب تک لڑکے سے طلاق نہ لی جائے (خلع بھی طلاق ہی کی ایک شکل ہے)، تب تک یہ نکاح قائم ہے، محض لڑکی کے، یا لڑکی کی والدہ کے انکار کردینے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا اور لڑکی دُوسری جگہ عقد کرنے کی مجاز نہیں ہوگی۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۱۲۸/۶)

والد نے نابالغ لڑکی کا نکاح ذاتی منفعت کے بغیر کیا تھا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد ختم کرنے کا اختیار نہیں:

سوال: الف نے اپنی بچی کی بچپن ہی میں وکیل بن کرب سے منگنی اور باقاعدہ نکاح کیا؛ مگر بوجہ نابالغ ہونے کے رُخصتی ۱۲-۱۳/سال تک ممکن نہ تھی؛ مگر جب مذکورہ لڑکی جوان ہوگئی اور سمجھ دار ہوگئی تو اس نے ب سے رشتے کو پسند نہیں کیا اور صاف انکار کرگئی تو کیا اس صورت میں لڑکی اس نکاح کو ختم کرسکتی ہے، یا کہ نہیں؟ ختم کرسکتی ہو تو محض زبان سے، یا عدالت سے رُجوع لڑکی کے لیے اَزروئے شریعت ضروری ہے؟

---

(۱) لو فعل الأب والجد عند عدم الأب لا يكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ.(ردالمحتار، باب الولی: ۶۸/۳،طبع سعید کراچی)

قال أبوجعفر: ومن وقع بينه وبين زوجته شقاق فله يطلقها علىٰ جعل يأخذه منها بعد أن لا يتجاوز به ما أعطاه،وإن كان النشوز من قبله،لم ينبغ له أن يأخذ منها شيئاً ... قال أحمد:الأصل فی ذلک قول اللّٰه تعالىٰ:ولا يحل لكم أن تأخذوا مما آتيتموهن شيئا إلا أن يخافا ألا يقيما حدود اللّٰه،فإن خفتم ألا يقيما حدود اللّٰه فلا جناح عليهما فيما افتدت به.فاقتضىٰ ظاهر الآية جواز خلعها عند الخوف أن لا يقيما حدود اللّٰه على الكثير والقليل... الخ.(شرح مختصر الطضاوی،کتاب النکاح،مسألة الخلع: ۴۵۴/۴،طبع بیروت)

الجواب

اگر باپ نے اپنے کسی ذاتی مفاد کے لیے یہ نکاح نہیں کیا تھا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں،(۱) اگر وہ اس گھر میں آباد نہیں ہونا چاہتی تو اپنے شوہر سے خلع لے سکتی ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۱۲۹/۶)

باپ، دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں:

سوال: ایک لڑکی کا سات برس کی عمر میں نکاح ہوا اور وہ اپنی سسرال میں وداع ہوکر گئی اور قریب ایک برس زبردستی ماں کے ہاں رہی، پھر اس کے خسر صاحب آکر لے گئے اور لڑکی جانے کے لیے بالکل راضی نہ ہوئی۔ یہ لوگ زبردستی لے گئے اور یہ نابالغہ تھی، پھر وہاں برس دن رہی، پھر ماں بدا کر کے لے آئی، اب وہ جانے کو راضی نہیں ہے اور کہتی ہے کہ میں اس لڑکے سے راضی نہیں اور میں اس نکاح کو قبول نہیں کرتی، اب اس کی عمر چودہ برس کی ہے؟

(المستفتی:۳۱۹، ایچ اے میاں (ناٹال افریقہ) ۶/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ، مطابق ۱۸/جون ۱۹۳۴ء)

الجواب

(ازمولوی حبیب المرسلین صاحب، نائب مفتی)

اگر اس لڑکی کا نکاح نابالغی کے زمانے میں باپ دادا نے پڑھایا تھا تو یہ لڑکی اپنی ناراضی کی وجہ سے اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکے گی اور اگر ماں باپ دادا کے اور کسی ولی ماں وغیرہ نے اس لڑکی کا نکاح پڑھایا تھا تو یہ لڑکی اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔(۳) حاکم مسلمان کی عدالت سے بشرط یہ کہ بلوغ کے پہلے ہی جلسے میں اپنی ناراضگی کا اظہار کردے گی اور اس ناراضگی پر دو گواہ بھی مقرر کرلے گی،(۴) اور بعد فسخ کرالینے نکاح کے اگر خلوت صحیحہ شوہر کی نہیں پائی گئی تو بغیر انقضائے عدت کے یہ لڑکی خود دوسرا نکاح کرسکے گی،(۵) اور خلوت صحیحہ پائی جانے کے صورت میں بعد انقضائے عدت کے دوسرا نکاح کرسکے گی۔(۶) فقط واللہ اعلم

---

(۱) ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أوبغير كفوء إن كان الولى أبا وجدا لم يعرف منهما سوء الاختيار.(الدر المختار مع رد المحتار،باب الولى:۶۶/۳،طبع ايچ ايم سعيد كراچى)

(۲) ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾(سورة البقرة: ۲۲۹)وفى شرح مختصر الطحاوى، كتاب النكاح:۴۵۴/۴.فاقتضى ظاهر الآية جواز خلعها عند الخوف أن لا يقيما حدود الله على الكثير والقليل

(۳) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن يعقد عليها ولى.(الفتاوىٰ الهندية،كتاب النكاح،باب فى الأولياء:۳۱۳/۲،شركة علمية)

(۴) فإن زوجهما الأب والجد فلا خيارلهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار ويشترط فيه القضاء (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح،الباب الرابع: ۲۸۵/۱،ماجدية

(۵) وإذا بلغت وهى بكرفسكتت ساعة بطل خيارها إن اختارت نفسها كما بلغت واشهدت علىٰ ذلک صح (قاضى خان، كتاب النكاح،فصل فى الأولياء: ۲۸۶/۱،ماجدية)

(۶) رجل تزوج امرأة ... وطلقها بعد الدخول أوبعد الخلوة الصحيحة كان عليها العدة.(قاضى خان، كتاب الطلاق،باب العدة : ۵۴۹/۱،ماجدية)

(از حضرت مفتی اعظمؒ)

اگر اس لڑکی کا نکاح اس کے باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے کیا تھا تو اس لڑکی کو حق تھا کہ بالغہ ہونے پر نکاح سے ناراضی ظاہر کر کے بذریعہ عدالت کے اپنا نکاح فسخ کرالے؛ مگر شرط یہ تھی کہ بالغہ ہونے کے وقت فوراً ناراضی ظاہر کردے، ایک منٹ کا توقف نہ کرے اور اگر نکاح اس کے باپ دادا نے کیا تو اسے یہ حق حاصل نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۶۹/۵)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں شرط کے خلاف ہونے پر بھی خیار بلوغ حاصل نہیں:

سوال: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح عمر کے لڑکے کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ عمر اپنی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے کے ساتھ کردے، یا کسی اور رشتہ دار کی لڑکی سے کرادے اور زید کی لڑکی کی عمر اس وقت تین سال کی تھی تو زید کی لڑکی نے بالغ ہونے پر فوراً انکار کردیا اور عمر نے بھی زید کی لڑکی کی شادی کا انکار کردیا تو آیا زید کی لڑکی کا نکاح ٹوٹ گیا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

باپ نے جب اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا تو وہ صحیح اور پختہ ہوگیا، بالغ ہونے پر لڑکی کو اس کے فسخ کردینے کا اختیار نہیں، (۱) عمر کے شرط پورا نہ کرنے کی وجہ سے اس نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، یہ نکاح باطل نہیں ہوا۔

”وهو (أي النكاح) لايبطل بالشرط الفاسد، بل يبطل الشرط، ويصح (النكاح)، آه“. (شامی)(۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۱۲/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۰/۱۱)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں:

سوال: ایک لڑکی آٹھ سال کی ہے۔ اس کے باپ نے اس کا نکاح کردیا تھا؛ لیکن لڑکی کا باپ گزر گیا اور اس لڑکی کو ایک لڑکا جو رشتہ دار ہے؛ یعنی یہ لڑکی اس لڑکے کے ماموں کی لڑکی ہے اور وہ لے آیا ہے، جس کو تخمیناً ایک سال ہوگیا ہے۔ اب جس شخص سے باپ نے نکاح کردیا تھا، وہاں جانے کے لیے رضامند نہیں ہے؛ بلکہ جو لڑکا اس کو لے آیا ہے، اپنے ماموں کی لڑکی سمجھ کر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس وقت لڑکی کی عمر گیارہ سال کی ہے، لہٰذا گزارش ہے کہ جس سے نکاح پہلے ہوا تھا، وہ طلاق نہیں دیتا اور نہ لڑکی اس کے گھر جانا چاہتی ہے، اب اس نابالغہ لڑکی کا ماموں کے اس لڑکے سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۰۵۲، احمد خاں و اسماعیل خاں صاحب، قصبہ ہابڑی، کرنال، ۱۵/ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۰/ نومبر ۱۹۳۷ء)

---

(۱) ”وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ولو ثيباً، ولزم النكاح: أي بلا توقف على إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد“. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۵/۳-۶۶، سعيد)

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب فيما زوج المولى أمته: ۵۳/۳، سعيد

الجواب

اس نابالغہ لڑکی کا جو نکاح باپ نے کردیا تھا، وہ نکاح قائم ہے اور جب تک وہ خاوند طلاق نہ دے، دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا، (۱) اب جب تک لڑکی بالغ نہ ہو، اس کو خیار بلوغ کے ماتحت کوئی کاروائی کرنے کا مجاز نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۴/۵)

باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیٹی صغیرہ کا نکاح کردے تو بعد از بلوغ وہ لڑکی نکاح فسخ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں لڑکی کو بعد بلوغ فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہوتا، الا یہ کہ باپ کو لڑکی کے خاوند نے کوئی دھوکا دیا ہو تو اس صورت میں باپ اور لڑکی دونوں نکاح کو فسخ کراسکتے ہیں۔ (۲)

محمد کفایت اللہ

الجواب صحیح: محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ عبدالرب دہلی۔ الجواب صحیح: محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی۔

جواب دیگر:

باپ اپنی کم عمر نابالغہ بچی کا نکاح کردینے کا حق رکھتا ہے اور اس کا کیا ہوا نکاح جائز اور صحیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۷۴/۵-۷۵)

دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح ایسی صورت میں جب کہ اس کے باپ کا انتقال ہوچکا تھا، اس کے بھائی نے کردیا اور رخصتی تک کی بھی نوبت نہیں آئی، اس نے بوقت بلوغ اپنے گھر کے چند اعزا کے سامنے نارضامندی کا اظہار کردیا اور اس کی نارضامندی کی اطلاع بذریعہ خط اس کے خاوند اور گھر والوں کو کردی گئی، لڑکی باوجود سمجھانے کے اس نکاح پر رضامند نہ ہوئی اور موت کو اس کے مقابلہ میں ترجیح دیتی ہے، اس صورت میں لڑکی کا نکاح قائم رہا، یا نہیں؟

الجواب

نابالغہ کا نکاح جب کہ اس کے باپ (۳)، دادا نے کردیا ہو تو نابالغہ کو حق حاصل ہے کہ وہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح

(۱) فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع فی الأكفاء: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۲) زوج بنته من رجل ظنه مصلحًا لا يشرب مسكراً فإذا هو مدمن فقالت بعد البكر: لا أرضى بالنكاح إن لم يكن أبوها يشرب المسكر ولا عرف به وغلبة أهل بيتها الصٰلحون فالنكاح باطل بالاتفاق. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۸۹/۳، سعيد)

(۳) عبارت میں سقط ہے، دراصل عبارت یوں ہے، نابالغہ کا نکاح جب کہ اس کے باپ دادا کے علاوہ کسی نے کردیا ہو۔

سے ناراضی ظاہر کردے اور اس کو قبول کرنے سے انکار کردے اور جب کہ وہ ایسا کرے تو اس کے بعد کسی مسلمان حاکم عدالت، یا ثالث مسلم فریقین سے حکم فسخ حاصل کرے گی، (۱) اور بعد حکم فسخ جب کہ رخصت اور موت نہیں ہوئی تو بغیر انتظار عدت دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا۔ (۲)

آپ نے مذکورہ فتویٰ صادر فرمایا تھا، گزارش ہے کہ اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح پڑھا گیا، جب کہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا اور صرف نابالغہ کے دادا اور ہمشیرہ زندہ تھے، قدرت کی نیرنگیاں ہمشیرہ کا بھی انتقال ہو جاتا ہے اور نابالغہ جب سے اس کے والدین کا انتقال ہوا تھا، اپنی ہمشیرہ کے پاس پرورش پاتی رہی اور اپنے دادا کے پاس کبھی نہیں گئی۔ جب ہمشیرہ کا انتقال ہوتا ہے اور نابالغہ کی عمر اس وقت قریب آٹھ نو سال ہے، دادا کا ایک خط رجسٹری ہو کر آتا ہے، اس میں تحریر ہے کہ نابالغہ کا نکاح میں نے کر دیا ہے، نابالغہ اپنے بہنوئی کے پاس پرورش پا رہی ہے، ایسی صورت میں کیا وہ نکاح جائز ہے۔ نابالغہ سن بلوغ کو پہنچتے ہی؛ بلکہ اس جگہ جب کہ اس کے دادا نے نکاح بتلایا جانے سے پہلے ہی سے انکار کرتی ہے، ایسی صورت میں دوسری جگہ نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ حوالہ دے کر مشکور فرمائیں؟ یا اگر ایک بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی سے ہوتا ہے اور اس کے بعد لڑکی کے تایا صاحب و دیگر رشتہ دار لڑکی کو بھگا دیتے ہیں، اور کوئی رخصتی و خلوت وغیرہ ہی نہیں ہوئی (محمڈن لا، جو کہ مسلمانوں میں جب وہ خدا رسول کی حکم کو توکر انسان کا بنایا ہوا قانون پیش نظر رکھتے ہیں) کے مطابق نوٹس منجانب لڑکی کے شوہر کو دلوا دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا طلاق ہوگی اور وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ شوہر اس نکاح کے متعلق کیا کاروائی (جب کہ کسی عالم کو یہ دھوکا دیا جائے کہ لڑکی کنواری ہے، نکاح پڑھوا دے) کر سکتا ہے اور نکاح کس صورت میں جائز ہو سکتا ہے؟

(المستفتی: ۱۴۳۹، غلام علی، شملہ، ۸؍ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۹؍مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

جواب کی نقل میں شاید غلطی ہوئی ہے، صحیح عبارت یوں ہونی چاہیے: نابالغہ کا نکاح جب کہ اس کے باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے کر دیا ہو تو نابالغہ کو حق حاصل ہے، الخ۔ (۳) دادا کے کئے ہوئے نکاح میں نابالغہ کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا، (۴) باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں نابالغہ جن وجوہات کی بنا پر شوہر کے پاس جانا نہیں چاہتی، وہ بیان کرنے چاہئیں، اگر ان میں سے کوئی وجہ شرعی طور پر قابل فسخ ہوگئی تو جواز فسخ کا حکم دیا جائے گا۔

---

(۱) وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ... ويشترط فيه القضاء (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۲) ﴿يأيها الذين آمنوا إذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها﴾ (سورة الأحزاب: ۴۹)

(۳) وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۴) فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

بالغہ لڑکی کا نکاح جب کہ اس کی اجازت اور مرضی سے کیا گیا ہو تو پھر بالغہ اس نکاح سے پھر نہیں سکتی، (۱) البتہ اگر اور کوئی وجہ قابل فسخ نکاح کے پیدا ہو جائے تو اس کو بیان کر کے حکم دریافت کرنا چاہیے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۷۷-۸۷)

باپ، بیٹی کا نکاح کروانے کے بعد اسے فسخ نہیں کرسکتا:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲/فروری ۱۹۲۶ء)

سوال: ہندہ نابالغہ بعمر ۷/سالہ کا نکاح زید نابالغ بعمر ۸/سالہ کے ہمراہ ہندہ اور زید کے حقیقی والد نے اپنی ولایت سے پڑھایا، بعد کو کسی وجہ سے ہندہ کا باپ اس نکاح سے ناراض ہو گیا اور چاہتا ہے کہ میں نکاح فسخ کردوں تو کیا ہندہ کے باپ کو تنسیخ نکاح کا مجاز ہے، یا ہندہ کو خود کسی وقت انفساخ نکاح کا مجاز ہو سکتا ہے؟

الجواب

باپ، یا دادا کا کیا ہوا نکاح صحیح نافذ ہو جاتا ہے، (۲) نابالغوں کو جن کا نکاح ان کے باپ، یا دادا نے کیا ہو، بلوغ کے وقت خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔ (۳) باپ، یا دادا خود بھی اپنے کئے ہوئے نکاح کو نابالغوں کی نابالغی کے زمانے میں، یا بعد بلوغ فسخ نہیں کر سکتے۔ (۴) ہاں اگر کوئی ایسی صورت ہو جائے کہ ان کی وجہ سے نکاح فسخ ہو سکتا ہو تو بذریعہ عدالت فسخ کرلیا جا سکتا ہے، مثلاً غیر کفو زوج نے نابالغہ کے باپ کو دھوکا دے کر نکاح کرلیا ہو، وغیرہ۔ (۵)

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایت المفتی: ۵/۹۷)

نابالغی میں والدین کے کرائے ہوئے نکاح میں خیار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری عمر چار سال کی تھی، میرے والد نے میرا نکاح نابالغ لڑکے سے کر دیا تھا، اب میں خود بالغ ہو چکی ہوں، اپنا نکاح اپنی مرضی سے دوسرا کرنا

(۱) وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ، برضاھا. (الھدایۃ، کتاب النکاح: ۱/۳۱۳، شرکۃ علمیۃ)

(۲) فلوزوج الأبعدحال قیام الأقرب توقف علیٰ إجازتہ. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۸۱، سعید)

(۳) فإن زوجھما غیر الأب والجد فلکل واحد منھما الخیار إذا بلغ ... ویشترط فیہ القضاء (الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۱/۲۸۵، ماجدیۃ)

(۴) ولزم النکاح ولو بغبن ... إن کان الولی ... أباً أوجداً. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۸۱، سعید)

فإن زوجھما الأب والجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما. (الھندیۃ، النکاح، الباب الرابع: ۱/۲۸۵، ماجدیۃ)

(۵) إذا شرطوا الکفائۃ أوأخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علیٰ ذلک ثم ظھر أنہ غیر کفء کان لھم الخیار. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ: ۳/۸۶، سعید)

چاہتی ہوں، اس وقت میرے والد صاحب کے دماغ میں کمی تھی صحیح نہیں تھا، اس کے بارے میں علماء دین کی کیا رائے ہے، ایک حدیث لکھ رہی ہوں، جو میں نے علماء دین سے سنی ہے، حدیث یہ ہے کہ ایک بالغ لڑکی اللہ کے رسول کے پاس آئی، اللہ کے رسول سے کہنے لگی کہ میرے والد نے میرا نکاح نابالغی میں کر دیا تھا، جب میری چار سال کی عمر تھی، اب میں خود بالغ ہوں، وہاں پر جانا نہیں چاہتی ہوں، نہ مجھ کو وہ آدمی پسند ہے، اس کے بارے میں مجھ کو فرمایئے، میں کیا کروں، اللہ کے رسول نے فرمایا: تمہاری ناپسندیدگی کے باوجود تمہارے والد نے تمہارا نکاح نابالغی میں کر دیا تھا، اب تمہارے والد تمہارا نکاح تمہاری مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے ہیں، تمہاری مرضی ہے اس نکاح کو قائم رکھو، یا توڑ سکتی ہو اور اپنی مرضی سے دوسری شادی کر سکتی ہو۔

اس حدیث کو صحابی رسول عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں، یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ کون سی حدیث سے ثابت ہے، اس حدیث کو پوری لکھیں، اللہ کے رسول نے عربی میں کس طرح بیان کی، اردو میں ترجمہ کس طرح ہے، پرچے کے پیچھے اس کا جواب لکھیں اور اجازت دیں؛ تاکہ جواب آنے پر اپنا نکاح کرلوں، لڑکا اپنی مرضی سے پسند کرلیا ہے، دین دار ہے، جواب کا انتظار ہے، اللہ تعالیٰ بزرگان دین کے سائے میں مجھ کو نیک توفیق دیں۔ آمین

خدا حافظ، جواب آنے پر اپنا قدم آگے بڑھاؤں گی۔

(المستفتية: شاہدہ بانو، خورشید احمد پینٹر، کوٹھی ۱۷ رسیکٹر اے ۲۸، چندی گڑھ، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بحالت نابالغی آپ کے والد نے آپ کا جو نکاح کر دیا ہے، وہ شرعاً لازم ہو چکا ہے، آپ کو اسی شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا لازم ہے، اس شوہر سے طلاق، یا شرعی تفریق حاصل کئے، بغیر کسی دوسرے کے ساتھ شرعاً آپ کا نکاح صحیح نہیں ہوگا، ہمیشہ حرام کاری میں مبتلا سمجھا جائے گا۔

فإن زوجهما الأب، أو الجد: يعني الصغير، والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما؛ لأنهما كاملا الرأي وافرا الشفقة، فيلزم العقد بمباشرتهما كما إذا باشراه برضاهما بعد البلوغ، الخ. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، أشرفية ديوبند: ۳۱۷/۲، الدر المختار مع الشامي، كوئٹه: ۳۳۰/۲، كراچي: ۶۵/۳، زكريا ديوبند: ۱۷۰/۴ـ۱۷۱، فتاوى عالمگيرى، زكريا: ۲۸۵/۱، جديد: ۳۵۱/۱)

آپ نے جس حدیث شریف کے بارے میں لکھا ہے، اس میں اس لڑکی کا واقعہ ہے جو باپ کے نکاح کراتے وقت بالغ ہو چکی تھی اور بوقت نکاح آپ نابالغہ تھیں۔

عن ابن عباس قال: إن جارية بكرا أتت النبي صلى الله عليه وسلم، فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة، فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في البكر يزوجها أبوها ولا يستأمرها، النسخة الهندية: ۲۸۵/۱، دار السلام رقم: ۲۰۹۶، مشكاة: ۲۷۱/۲)

وعلى هامش المشكاة: وهی كارهة فيه أنه لاخيا للولی علی البالغة ولو كانت بكراً (وقوله) لو كانت صغيرة لما اعتبر كراهتها. (حاشية مشكاة: ٢٧١/٢)

آپ کے والد کی دماغی حالت میں کیا کمی تھی، اس کی شرعی شہادتوں کے ساتھ تفصیلی ثبوت کے بعد غور کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹/ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۷/۲۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۹/۱۴۰۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۵۲۳/۱۳-۶۲۵)

کیا والد کا کیا ہوا نکاح فسخ ہوسکتا ہے:

سوال: نابالغہ ہندہ کا عقد اس کے باپ خالد نے زید سے کر دیا، بعد بلوغ ہندہ نے بہ نفاذ حق خیار بلوغ اس نکاح سے انکار کر دیا، وجوہ یہ بیان کرتی ہے:

(۱) اس کے باپ خالد مرحوم نے اپنی خلاف مرضی کسی اثر سے یہ نکاح کر دیا تھا۔

(۲) زید شوہر فاسق وبد خلق اور غیر صالح ہے، لہٰذا وہ باپ کے گھر سے رخصت ہونا نہیں چاہتی۔

الجواب

جو نکاح والد نے کیا ہے، اس کو بعد البلوغ لڑکی فسخ نہیں کرا سکتی، بشرطیکہ باپ کا آوارہ وفاسق اور لڑکی پر نامہربان ہونا پہلے سے مشاہد نہ ہو۔

قال فی الدر المختار: (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره (أو) زوجها (بغير كفء إن كان الولی) المزوج بنفسه بغبن (أباً أو جداً) ... (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقاً (وإن عرف لا) يصح النكاح اتفاقاً. (الدر المختار، باب الولی: ١٧١/٤)

البتہ اگر باپ فاسق وآوارہ اور لڑکی سے بے خبر ہو تو اس نکاح کو بعد بلوغ کے فسخ کرانے کا اختیار رہتا ہے۔ (كما مر من الدر المختار) نیز اگر باپ اور لڑکی دونوں نیک صالح آدمی ہیں اور کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے، اس نے اپنے فسق کو چھپایا اور ان کو دھوکہ دے کر اپنے کو نیک صالح ظاہر کیا ہے، پھر بعد نکاح معلوم ہوا کہ وہ شخص فاسق وفاجر ہے تو اب لڑکی اور اس کے والد دونوں کو اختیار ہے کہ بذریعہ حاکم مسلم نکاح فسخ کرادیں۔

قال الشامی نقلاً عن فتح القدير: وفی النوازل: لو زوج ابنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مدمن له وقالت: لا أرضى بالنكاح أی بعد ما كبرت إن لم يكن يعرفه الأب يشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل؛ لأنه إنما زوج علیٰ ظن أنه كفؤاً. (شامی، باب الولی: ٤١٨/٢)

محمد شفیع غفرلہ (امداد المفتین: ۴۴۰/۲)

---

(۱) فتح القدير، فصل فی الكفاءة: ٣٠٣/٣، دار الفكر بيروت، انيس

باپ نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا تو بعد بلوغ لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا حق نہیں:

سوال: اگر باپ نے اپنی نابالغہ لڑکی کا کسی سے نکاح کردیا تو وہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بعد بلوغ اس لڑکی کو خیار بلوغ کی رو سے نکاح فسخ کرنے کا حق ہے، یا نہیں؟ اور مذکورہ خاوند کے موجود ہوتے ہوئے ماں باپ کی اجازت کے بغیر اس لڑکی کا دوسرے سے نکاح کرلینا صحیح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ فتویٰ مہر اور دیگر علما کے دستخط کے ساتھ روانہ فرمائیں۔

الجواب

هو المصوب: جس نابالغہ لڑکی کے باپ نے نکاح کردیا، اس کا نکاح صحیح ہوگیا، پھر وہ لڑکی نہ خود نکاح کو فسخ کرسکتی ہے، نہ اس کا باپ، جو عورت کسی کے نکاح میں ہو، اس سے نہ کوئی شخص نکاح کرسکتا ہے اور نہ وہ عورت خود کسی سے نکاح کرسکتی ہے، چناں چہ قرآن شریف میں ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٣)

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (سورة النساء: ٢٤)

اور کتب فقہ میں مرقوم ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج، انتهىٰ. (١)

پھر یہ کہ مفتی دلائل اور سندوں سے فتویٰ دیتا ہے اور اس فتویٰ پر دستخط کرنے والے علما گواہ ہوتے ہیں۔ سندوں کی کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر اور قول مفتیٰ بہ کو صحیح جانے بغیر گواہی دینا معتبر نہیں ہوسکتا اور دستخط اور مہر شدہ فتویٰ کے گواہ عالم ہیں، یا نہیں؟ اور گواہی شرط کے موافق دی ہے، یا نہیں؟ یہ معلوم کئے بغیر محض کسی کے بولنے پر، یا دستخط دیکھ کر یہ باور کرلینا کہ حق ہے، یہ جہل ہے؛ لیکن مفتی کے قول پر اگر آپ کو اعتماد نہ ہو، یا اس کی صحت میں شبہ ہو تو علمائے سے دریافت کرلینا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۳۶-۱۳۷)

باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں صغیر وصغیرہ کو خیار بلوغ حاصل نہ ہونے کی دلیل:

سوال: سید سلیمان ندوی نے حنفیہ کے خلاف یہ لکھا ہے کہ اب وجد [باپ اور دادا] اگر صغیر وصغیرہ [نابالغ لڑکا اور لڑکی] کا نکاح کردیں تو انہیں خیار بلوغ حاصل ہونا چاہیے؛ کیوں کہ خیار نہ ہونے پر حدیث سے ثبوت نہیں؛ بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ جن عورتوں نے آکر دربار رسالت میں باپ کے نکاح پر ناگواری ظاہر کی حضور نے بلا اس کے دریافت فرمائے کہ تم بوقت نکاح نابالغ تھیں، یا بالغ؟ نکاح فسخ کردیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ تزویج اب [باپ]

(١) الفتاوىٰ الهندية، المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ١/ ٢٨٠، انيس

کے بعد حق فسخ رہتا ہے۔(۱) مبسوط، بدائع، بذل وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ نکاح سے ثبوت دیا ہے؛ مگر حدیث میں خیار نہ دینے کا ذکر ہے اور عدم ذکر سے استدلال کیسے ہوسکتا ہے۔ أنت و مالک لأبیک سے بھی استدلال بظاہر نہیں ہوتا۔ اب کی تزویج کے بعد صغیرہ بکر کو خیار بلوغ نہ ہونے پر ائمہ کا اتفاق ہے؛ مگر ثبوت نہیں ملتا، حضرت کچھ ارشاد فرماویں کہ ثبوت کہاں سے ہوا؟

الجواب

اس مسئلہ کی دلیل اجماع امت کافی ہے، اب کی تزویج کے بعد صغیرہ بکر کو خیار بلوغ نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے اور اجماع خبر واحد سے اقوی ہے۔

فلا حاجة إلى الاستدلا ل بالأخبار وأيضاً فالا ستدلال بنكاح عائشة رضى الله عنها تام، فقد ثبت أنه صلى الله عليه وسلم خير بريرة رضى الله عنها حين عتقت وقال لبنت حمزة حين زوجها وهى صغيرة لها الخيار إذا بلغت فلو كان الخيار ثابتاً للصغيرة إذا زوجها أبوها لصرح النبى صلى الله عليه وسلم حين تزوج عائشة بأن لها الخيار إذا بلغت، والسكوت فى موضع البيان بيان، فثبت أن لا خيار للصغيرة والحال هٰذه وأيضاً فقولهٖ تعالىٰ﴿وانكحوا الأيامى منكم﴾ أطلق للأولياء إنكاح مواليتهم التى لا زوج لها وهذا هو معنى الأيم لغة وإطلاق ذلک لهم يقتضى تمام العقد بانكاحهم، وثبوت الخيار بعد تمام العقد خلاف القياس فيقتصر علىٰ مورده، وقد خيّر صلى الله عليه وسلم الثيب و البكر البالغة ولم يخير الصغيرة إلا إذا زوجها غير الأب، كما ورد أنه زوج أمامة بنت حمزة وقال لها الخيار إذا بلغت. (أنظر فتح القدير:۱۷۵/۳) **ولم يثبت أنه خير صغيرة زوجها أبوها فلا خيار لها ،والله تعالىٰ أعلم**

۱۵/صفر ۱۳۴۷ھ

(تتمة) وفى الجوهر النقى قال ابن المنذر:إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:ولا تنكح البكر حتىٰ تستأذن وهو قول عام و كل من عقد علىٰ خلاف ما شرع رسول الله عليه وسلم فهو باطل لأنه الحجة على الخلق وليس لأحد أن يستثنى من السنة إلا سنة مثلها، فلما ثبت أن أبا بكر الصديق زوج عائشة من النبى صلى الله عليه وسلم وهى صغيرة لا أمر لها فى نفسها كان ذلک مستثنى منه، إنتهى كلامه.(۲)

وهذا صريح فى ثبوت نفى الخيار لعائشة إما نقلاً وإبن المنذر حجة فى النقل وإما لكون السكوت بمعرض البيان بياناً ففيه تائيد لما قلنا أولا، فافهم. (امداد الاحکام:۳۱۳/۳)

---

(۱) أشار إلى رواية التى أخرجها البخارى فى صحيحه برقم: 5138،عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهْيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِکَ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهُ.(باب إذا زوج بنته وهى كارهة فنكاحه مردود،انيس

(۲) الجوهر النقى،باب نكاح الأيامىٰ والإبكار: ۷۶/۲-۷۷،دار الفكر بيروت،انيس

نابالغی میں نکاح ہوجانے کے بعد والدین کا اس کو فسخ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا اور لڑکی دونوں نابالغ ہیں اور ان کے والدین نے اسی حالت میں ان کا نکاح کردیا۔ اب کسی بنا پر ان دونوں کے بالغ ہونے سے پہلے ان کے والدین نے نکاح فسخ کردیا، یا ان کے بالغ ہونے کے بعد رخصتی سے پہلے ان کے والدین نے نکاح فسخ کردیا، آیا ان دونوں شکلوں میں والدین کے ایسا کرنے سے نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟ یا کسی ایک شکل میں؟ وضاحت فرمادیں۔

(المستفتی: محمد مصطفیٰ، چاندکھیڑی، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں ہوجانے کے بعد (ولی اقرب) والدین کو بلوغیت سے قبل، یا بعد دونوں حالتوں میں فسخ کا اختیار نہیں بالغ ہونے سے پہلے اس لیے اختیار نہیں کہ فسخ کے لیے شرعی وجہ اور قضاء قاضی لازم ہے کہ قاضی کے فیصلہ کے بغیر محض والدین کو یہ حق حاصل نہیں۔

أما الطلاق فلا يتكمن منه أب الزوج، ولاالقاضي. وأما الفسخ فلايجوز إلا بسبب. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث، كوئٹه: ۲۵۵/۳، زكريا: ۳۹۳/٤، رقم: ٦٥٠٦)

اور بالغ ہونے کے بعد بھی والدین کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہے اور لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے، جس کے لیے قضاء قاضی بھی لازم ہے، اس میں والدین کا کوئی اختیار نہیں۔

اختيار الصغير أو الصغيرة بعد البلوغ في خيار البلوغ وهذه الفرقة لاتقع إلا بتفريق القاضي. (بدائع الصنائع، كراچی: ۳۳٦/۲، زكريا ديوبند: ٦٥٣/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۶؍۷۹۰۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۶۲۵/۱۳-۶۲۶)

باپ نے اپنی شادی کی لالچ میں نکاح کردیا، کیا لڑکی فسخ کراسکتی ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ بہ عمر ۵؍سال کا نکاح ایک شخص سے بہ تبادلہ نکاح خود کردیا اور مبلغ دوسو روپے بصورت نقد زیور بھی ادا کیا۔ بعدا بھی اپنی شادی نہ کی تھی کہ وہ خود (والد دختر نابالغہ) فوت ہوگیا۔ اب اس کی دختر (جو اس وقت بالغ ہوچکی ہے) کا ناکح بہت بری عادتیں اختیار کرچکا ہے۔ دربدر دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ اپنے خرچ خوراک کے لائق بھی نہیں، منکوحہ کے اخراجات کا متحمل بھی نہیں ہوسکتا، نیز اس کی منکوحہ اس پر رضامند نہیں، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۴۵۴، حاجی احمد بخش صاحب ریاست بھاولپور ۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲؍اپریل ۱۹۳۴ء)

الجواب

اگرلڑکی کے والد نے اپنی لڑکی کے نکاح میں یہ شرط کی تھی کہ اس کے بدلے میں اس کو عورت دی جائے تو لڑکی کا نکاح کرنے میں اس کی اپنی غرض نفسانی شامل ہوگئی اور اس کی ولایت مطلقہ میں نقصان آ گیا اور لڑکی کو اپنے خاوند سے اپنے نکاح کو فسخ کرا لینے کا حق ہوگیا۔(۱) لڑکی بذریعہ عدالت مجاز اپنا نکاح فسخ کرسا کتی ہے۔فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۶۷/۵)

والد نے ضد کی وجہ سے نابالغہ کا نکاح بے موقع کر دیا تو لڑکی کو بعد بلوغ نکاح کرانے کا حق ہے:

سوال: احمد علی شاہ چاہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح کسی مالدار کے یہاں کر دوں اور پھر بذریعہ عدالت لڑکی کو اس کی ماں سے لے لو، کیا احمد علی شاہ لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب

نکاح کرنے کا حق نابالغہ کے باپ احمد علی شاہ کو ہے، وہ نکاح کرسکتا ہے؛ لیکن اگر کسی ضد وغیرہ کی وجہ سے بے موقع نکاح کرے گا لڑکی بعد بلوغ اس کو فسخ کر سکے گی۔(کذا فی الدر المختار و الشامی، باب الأولیاء و الأکفاء)

۲۸/صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین:۴۴۰/۲)

باپ نے بے خبری میں لڑکی کا نکاح آوارہ سے کر دیا، لڑکی کو خیار فسخ ہے:

سوال: اگر باپ نے عدم علم کی بنا پر اپنی لڑکی کا نکاح ایک آوارہ شخص سے کر دیا ہو اور لڑکی اس کے یہاں جانا نہ چاہتی ہو تو خیار فسخ ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۴۳۸، شفیع احمد خان صاحب، لکھنؤ، ۷/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۹/مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر باپ نے بے خبری میں اپنی لڑکی کا نکاح بدچلن اور آوارہ شخص سے کر دیا اور لڑکی اس کی بدچلنی کی بنا پر اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو وہ بذریعہ عدالت اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل على ظن أنّه صالح لا يشرب الخمر فوجده الأب شرابيا مًدمنا و كبرت الابنة فقالت لا أرضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها يشرب الخمر وغلبة أهل بيته صالحون فالنكاح باطل أى يبطل. (فتاوى عالمگیری)(۲)

---

(۱) بلکہ ایسا نکاح ولی کے سوء اختیار کی وجہ سے منعقد ہی نہیں ہوا، كما في الشامي: لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعًا. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۶/۳، سعيد)

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الكفاء: ۲۹۰/۱، ماجدية

اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی چھوٹی یعنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی شخص کے ساتھ (بے خبری میں) اس خیال سے کہ دیا کہ زوج نیک آدمی ہے شرابی نہیں، پھر لڑکی کے باپ نے شوہر کو دیکھا کہ وہ شرابی دائم الشرب ہے اور لڑکی نے بالغ ہو کر نکاح سے نارضامندی ظاہر کر دی تو یہ نکاح باطل قرار دیا جائے گا۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۷۷)

کیا باپ سے بحالت نشہ اجازت لے کر کیا ہوا نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے:

سوال: زید نشہ خوار نشہ میں چور و بے ہوش تھا، اس وقت محض اپنی اور ساتھیوں کی جان بچانے کے لیے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت دے دی اور نکاح پڑھا دیا گیا، پھر شوہر کا اس لڑکی پر بے انتہا ظلم ہے؛ اس لیے وہ میکہ میں آ گئی، سسرال نہیں جانا چاہتی ہے، جان دینے پر آمادہ ہے، کیا قاضی شریعت کو حق فسخ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

باپ نے جب نابالغہ کے نکاح کی اجازت دے دی اور نکاح کر دیا گیا تو اگر چہ وہ نشہ میں ہو اور اس سے زبردستی اجازت دلوائی گئی ہو، نکاح منعقد ہو جائے گا۔(۱) باقی رہا رفع ظلم تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ہر دو زن وشو کے قرابت مند کا ایک ایک آدمی ثالث بنایا جائے اور وہ دونوں اصلاح اور ملا دینے کی کوشش کریں، اگر اصلاح دشوار ہو تو طلاق دلا دیں اور اگر دونوں ثالث ناکامیاب رہیں تو اس کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ مقدمہ دارالقضاء پھلواری شریف میں پیش کیا جائے، پھر قاضی شریعت تحقیقات کے بعد جو فیصلہ کریں، اس پر عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۲/۸/۱۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۷)

شوہر کے آوارہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح:

سوال: زید نے اپنی ایک نابالغہ لڑکی کا بکر کے ایک بالغ لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا تھا، چوں کہ لڑکی اس وقت نابالغہ تھی؛ اس لیے وہ باپ کے گھر رہی اور وداع نہیں کیا گیا تھا اور نہ دولہا کے ساتھ خلوت ہوئی۔ اب جب کہ لڑکی مذکورہ بالغہ ہوئی ہے تو لڑکے والے وداع چاہتے ہیں؛ لیکن لڑکی جانا نہیں چاہتی اور نہ نکاح منظور کرتی ہے، بوجہ اس کے کہ دولہا بدچلن ہے، کیا ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو گیا کہ نہیں؟

(المستفتی: ۱۷۵۵، حکیم عظمت اللہ، کراچی، ۸/رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴/ستمبر ۱۹۳۷ء)

---

(۱) وبين في التحرير حكمه أنه إن كان سكره بطريق محرم لايبطل تكليفه فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفوء والإقراض والاستقراض لأن العقل قائم وإنما عرض فوات فهم الخطاب بمعصيته. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج: ۲/۴۲۴)

الجواب

دولہا کی بدچلنی اور فسق وفجور کی وجہ سے لڑکی بعد البلوغ اپنا نکاح کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے فسخ کراسکتی ہے۔ (عالمگیری)(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۸۱/۵)

سورہ کی رسم کے ذریعہ قائم نکاح میں خیار بلوغ:

سوال: پٹھانوں میں ایک رسم زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے کہ جب وہ کسی جھگڑے کے سلسلے میں راضی نامہ کرتے ہیں تو اس میں فریق مخالف کو لڑکی نکاح دی جاتی ہے، جس کو عرف میں سورہ کہا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے معاملے میں اگر باپ اپنی نابالغ بیٹی دے دے تو کیا اس لڑکی کو بعد البلوغ خیار حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ ایک جاہلانہ رسم ہے، اس میں لوگ انتقام میں اس مظلوم لڑکی سے لیتے ہیں، گھر میں اس کو زرخرید باندی کی طرح رکھا جاتا ہے؛ بلکہ معاشرہ میں بھی یہ معیوب سمجھا جاتا ہے، لہٰذا ایسی مظلوم لڑکی کو باپ کے سوء اختیار کی وجہ سے خیار بلوغ حاصل ہے، اگر وہ چاہے تو خیار استعمال کرکے الگ ہوسکتی ہے۔

عن خنساء بنت خذام الأنصارية رضی اللّٰہ تعالٰی عنها أن أبها زوجها وهی ثيبٌ فكرهت ذٰلك فاتت رسول اللّٰه فَرَدَّ نِكاحه. (مختصر صحيح البخاری: ۴۳۱/۲،باب إذا زوج الرجل ابنته وهی كارهة فنكاحه مردودٌ)(۲)(فتاوی حقانیہ:۳۹۱/۴)

سیئ الاختیار باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: شامی وغیرہ کتب فقہ میں جن کی عبارت ذیل میں درج کی جائے گی، مصرح ہے کہ ولی صغیرہ نابالغہ اگرچہ

---

(۱) باپ نے دھوکہ میں اگر ایسے شخص کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل علٰی ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجد الأب شرابياً مدمناً وكبرت الابنة فقالت: لا أرضى بالنكاح،إن لم يعرف أبوها يشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل أی يبطل وهٰذه المسئلة بالاتفاق. (الهندية،كتاب النكاح،الباب الخامس،فی الاكفا: ۲۹۱/۱، ماجدية)

(۲) قال العلامة المرغينانی: ولايجوز للولی اجبار البكر البالغة علی النكاح. وبعد أسطرٍ ولنا أنها حرة فلايكون للغير عليها ولاية الاجبار.(الهداية: ۱۰/۲،كتاب النكاح)

وقال أيضاً:. وإذا زوج الأب ابنته الصغيرة ونقص من مهرها أو ابنه الصغير وزاد فی مهر امرأته جازذلك عليهما ولا يجوز ذلك لغير الأب والجد وهٰذا عند أبی حنيفة رحمه اللّٰه و قالا لا يجوز الحط والزيادة إلا بما يتغابن الناس فيه ومعنا هذا الكلام أنه لايجوزالعقد عندهما لأن الولاية مقيدة بشرط النظر فعند فواته يبطل العقد. (الهداية: ۱۷/۲،كتاب النكاح،فصل فی الكفاءة)

باپ، یا دادا کیوں نہ ہو، اس صغیرہ کا نکاح کر دیتا ہے؛ لیکن اس نکاح میں ایسے فعل کا ارتکاب کرتا ہے، جو کہ شفقت پدری، یا غرض ولایت کے بالکل مخالف ہے، مثلاً طمع مال کے لیے، یا کسی اور وجہ سے صغیرہ کا نکاح کر دیا، جس میں صغیرہ کا نقصان ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں، جیسا کہ عبارت شامی سے معلوم ہوتا ہے تو تائید کی ضرورت ہے، (۱) اور اگر نکاح صحیح ہے تو عبارت مندرجہ ذیل کا مدلل جواب دے کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

(المستفتی: ۱۶۱۲، حافظ احمد بخش صاحب ضلع مظفر گڑھ، ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۹/ جولائی ۱۹۳۷ء)

الجواب

باپ، یا دادا کی طرف سے اگر کوئی ایسی صریح بے رحمی اور بے شفقتی ناانصافی سرزد ہو تو نکاح صحیح نہ ہونے کا حکم صحیح ہے، (۲) اور ظاہر یہ ہے کہ کسی نکاح میں ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا ثبوت حکم بطلان کے لیے کافی ہے؛ مگر فقہانے لفظ عرف کو سامنے رکھ کر اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ کسی ناانصافی بے رحمی طمع وغیرہ کا صدور وثبوت بطلان کا حکم لگانے کے لیے کافی نہیں؛ بلکہ باپ یا دادا کا ان اوصاف ذمیمہ کے ساتھ معروف ہونا ضروری ہے، اس کے لیے ضروری قرار دیا کہ کم ازکم یہ شخص اپنی ایک لڑکی کا نکاح اس سے پہلے اسی طرح ناانصافی، یا بے رحمی، یا طمع زر کے ماتحت کر چکا ہو تو دوسرا نکاح جو اسی طرح واقع ہو باطل قرار دیا جائے گا اور اگر یہ چیزیں پہلے نکاح میں ہی سرزد ہوئیں تو باوجود ثبوت کے بھی نکاح کو باطل قرار نہیں دیا جائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں **عرف منهما سوء الاختيار** صادق نہیں، (۳) اگر چہ تفصیل کچھ مناسب اور موجہ نہیں ہوتی؛ مگر فقہانے اس کو لیا ہے اور اس کے موافق تفریعات کی ہیں۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۷۹/۵)

سوء اختیار ثابت کئے بغیر باپ، دادا کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں ہوسکتا:

سوال: زید بعمر ۵/ سال کا، سعیدہ بعمر ۲/ سال سے نکاح ہوا، بالغ ہونے پر سعیدہ نے نکاح کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا، زید نے نوٹس کے ذریعے سعیدہ کی رخصتی کا مطالبہ کیا تو سعیدہ نے نوٹس کے جواب میں زید کو اپنے فیصلے

(۱) وفي الشامي: حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز إجماعًا.
وفي الدر: وإن عرف لايصح النكاح اتفاقًا.

(۲) لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده اجماعًا. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۷/۳، سعيد)

(۳) والحاصل: أن المانع هو كون الأب مشهوراً بسوء الاختيار قبل العقد، فإذا لم يكن مشهوراً بذلك ثم زوج بنته من فاسق صح وإن تحقق بذلك أنه سيئ الاختيار واشتهر به عند الناس فلو زوج بنتا أخرى من فاسق لم يصح الثاني، لأنه كان مشهوراً بسوء الاختيار قبله بخلاف العقد الأول لعدم المانع قبله، ولو كان المانع مجرد تحقق سوء الاختيار بدون الاشتهار لزم احالة المسئلة أعني قولهم: ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كف إن كان الولي أباً أو جدًا. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۷/۳، سعيد)

سے آگاہ کیا اور عدالت عالیہ سے درخواست کی کہ اس کے اس حق کو تسلیم کیا جائے اور نکاح منسوخ قرار دیا جائے، سات سال کی مقدمہ بازی کے بعد عدالت نے اس حق کو تسلیم کرلیا اور اس بات کی تصدیق کردی کہ نکاح منسوخ ہوگیا ہے، اس کے خلاف اپیل کی جو مسترد ہوگئی، اب فرمائیں کہ نکاح شرعاً منسوخ ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر سعیدہ کا نکاح خود اس کے باپ نے کیا تھا تو اب بالغ ہونے کے بعد سعیدہ کے اسے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے، (۱) تاوقتیکہ وہ سوء اختیار کو ثابت نہ کرے اور اگر سعیدہ کا نکاح کرنے والا خود اس کا باپ نہیں تھا، خواہ باپ کا وکیل ہی کیوں نہ ہو تو لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے، (۲) اس صورت میں عدالت کا منسلکہ (۳) فیصلہ شریعت کے مطابق ہوگا۔

ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أوبغير كفء إن كان الولى المزوج بنفسه بغبن أبا أوجد لم يعرف منهما سوء الاختيار ... وإن كان المزوج غيرهما أى غير الأب ولو الأم أوالقاضى أو وكيل الأب لايصح من غير كفء أو بغبن فاحش أصلاً وإن كان من كفء وبمهر المثل صح ولهما خيار الفسخ. (الدر المختار باختصار مع الشامی: ۴۱۷/۲ ـ ۴۲۰) (۴) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ، ۱۱/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/ ۲۸۱-۲۸۲)

رسالہ ''کشف الغبار عن مسئلۃ سوء الاختیار'' کے بارے میں:

جناب محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال: حضرت سے گزارش یہ ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ ''کشف الغبار عن مسئلۃ سوء الاختیار'' کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، تحریر فرمادیں؟ تاکہ آئندہ کام آسکے، اور دارالافتاء میں محفوظ رہے۔

الجواب

نحمده ونصلى على رسوله الكريم، أما بعد!

احقر نے احسن الفتاویٰ، جلد پنجم میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کا تحریر فرمودہ رسالہ

(۱) وفى الهندية (۲۸۵/۱) فان زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بلوغهما وإن زوجهما غير الأب الجد فلكل واحد منهما الخيار.

وفى البحر الرائق كتاب النكاح باب الأولياء: ۱۲۸/۳ (طبع بيروت وفى طبع رشيدية كوئٹه: ۱۲۰/۳)

(۲) وفى الهندية (۲۸۵/۱) فان زوجهما الأب والجد فلا خيار لما بعد بلوغهما وان زوجهما غير الأب و الجد فلكل واحد منهما الخيار.

وفى البحر الرائق كتاب النكاح باب الأولياء: ۱۲۸/۳ (طبع بيروت و فى طبع مكتبة رشيدية كوئٹه: ۱۲۰/۳)

(۳) رجسٹر فتاویٰ میں یہ فیصلہ موجود نہیں ہے، سوال وجواب سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالت نے فسخ نکاح کا فیصلہ کیا تھا۔ (محمد زبیر)

(۴) الدر المختار: ۶۶/۳ـ۶۹ (طبع ایچ ایم سعید)

”کشف الغبار عن مسئلة سوء الأختیار“ کا مطالعہ کیا اور متعلقہ عبارات پر غور کیا، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس رسالہ میں جو تحقیق فرمائی ہے، وہ درست ہے، اس کے مطابق سوء الاختیار کی صورت میں جو نکاح غیر کفو، یا غبن فاحش کے ساتھ کیا گیا ہو، وہ اصلاً ہی باطل ہے اور غیر منعقد ہے، لہٰذا اس کے فسخ کے لیے قضاء قاضی کی ضرورت نہیں، البتہ جو نکاح کفو میں ہو، یا مہر مثل کے ساتھ ہو، وہ منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن اس صورت میں بھی کوئی ناگوار اور ناقابل برداشت صورت حال ہو، مثلاً عمر میں بہت زیادہ فرق ہو، جس کی وجہ سے لڑکی کا شوہر کے ساتھ نباہ نہ ہوسکتا ہو تو وہاں بھی سوء اختیار واضح ہونے کی صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ ملنے پر غور کرنا چاہیے؛ لیکن اس صورت میں عدالت سے نکاح فسخ کرانا بھی ضروری ہونا چاہیے، جیسا کہ اس رسالے کے آخر میں درج ہے اور اس کی ایک بنیاد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ باپ، دادا کی شفقت مظنونہ کی وجہ سے انعقاد نکاح کا جو حکم تھا، وہ سوء اختیار واضح ہونے کی صورت میں جب سوء اختیار واضح ہونے کی صورت میں جب غیر کفو، یا غبن فاحش کی صورت ہو تو مرتفع ہو گیا، اب باپ، دادا اور ولی غیر اب برابر ہو گئے کہ دونوں کا کیا ہوا نکاح غیر منعقد قرار پایا تو کفو اور مہر مثل کی صورت میں بھی جب سوء اختیار واضح ہو تو باپ کا حکم ولی غیر اب جیسا ہونا چاہیے کہ اس میں خیار بلوغ ملتا ہے تو یہاں بھی ملنا چاہیے؛ لیکن یہ بات فی الحال حتمی نہیں، محض ایک خیال ہے اور مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۲۵/۱/۱۴۱۲ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۹۸)

غیر مشفق باپ کے کئے ہوئے نکاح میں فسخ کا اختیار:

سوال: کسی صورت سے باپ کا کیا ہوا نکاح بھی فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

باپ کا کیا ہوا نکاح صغرسنی صرف اس صورت میں فسخ ہوسکتا ہے کہ اس نکاح کے کرنے سے پہلے ہی یہ بات عام طور پر مشہور و معروف ہو کہ اس کے باپ کو اپنی اولاد نابالغ پر شفقت نہیں اور ان کے معاملہ میں کسی وجہ سے بے پروائی کرتا ہے تو صرف اس صورت میں اگر وہ نابالغ لڑکے، یا لڑکی کا نکاح کردے گا تو ان کو بعد البلوغ فسخ کا اختیار رہے گا۔

قال فی الدر المختار: (وإن عرف [یعنی سوء الاختیار من الأب والجد] لا) یصح النکاح اتفاقاً وکذا لو کان سکران فزوّجها من فاسق أو شریر أو فقیر أو ذی حرفة دنیة لظهور سوء اختیاره فلا تعارضه شفقته المظنونة.

وقال الشامی: والحاصل أن المانع هو کون الأب مشهوراً بسوء الاختیار قبل العقد، فإذا لم یکن مشهوراً بذلک ثم زوج بنته من فاسق صح (إلیٰ قوله) ثم اعلم أن ما مر من النوازل من أن النکاح باطل معناه سیبطل، کما فی الذخیرة. (شامی، باب الولی من النکاح: ۲/۲۱۲) (امداد المفتین: ۲/۴۴۰)

نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا، شوہر بداخلاق ہے، راہِ نجات کیا اختیار کیا جائے:

سوال: محمد شفیع ومسماۃ عنایت بی کا نکاح بوجہ ان کی نابالغیت کے ان کے ولیوں نے اپنی اجازت سے تقریباً بارہ برس کا عرصہ ہوتا ہے، کردیا تھا۔ وقتِ نکاح محمد شفیع کی عمر آٹھ سال اور مسماۃ کی عمر چار سال تھی؛ لیکن چوں کہ محمد شفیع کی اخلاقی حالت اس قسم کی ہوگئی ہے، جو شریعت کے بالکل متضاد ہے، مثلاً ڈاڑھی منڈانا، شراب پینا، نماز کا بالکلیہ نہ پڑھنا وغیرہ، گویا کہ محمد شفیع کا چال چلن نہایت خراب ہے، جس کی وجہ سے مسماۃ عنایت بی کو اپنی جان وایمان وعصمت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے؛ بلکہ یقین ہے، بایں درجہ مسماۃ عنایت بی محمد شفیع کے یہاں جانا ہی نہیں چاہتی؛ بلکہ اگر اس کو زبردستی بھیج بھی دیا جائے تو اس کا خودکشی کرلینا یقینی ہے اور مسماۃ عنایت بی کا نکاح کے وقت سے اس وقت تک غیر مدخول بہا ہے؛ کیوں کہ محمد شفیع کے یہاں اب تک نہ گئی ہے اور نہ خلوتِ صحیحہ ثابت ہوئی، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرع شریف میں مسئلہ مذکورہ کے لیے ایسی کوئی صورت ہوسکتی ہے کہ مسماۃ عنایت بی ومحمد شفیع کے درمیان تفریق کردی جائے، جب کہ محمد شفیع نہ طلاق کے لیے رضامند ہے اور نہ خلع کرنے کے لیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر نکاح مسماۃ بی کے باپ، یا دادا نے کیا ہے، تب تو وہ فسخ نہیں ہوسکتا؛ بلکہ وہ لازم ہوچکا ہے، (۱) اب جب تک محمد شفیع طلاق نہ دے، دوسری جگہ ہرگز نکاح جائز نہیں، (۲) یا اس کے یہاں جائے، یا اس سے طلاق حاصل کرے، خواہ سمجھا کر، یا لالچ دلا کر، یا ڈرا کر جس صورت سے بھی ہو، یا خلع کرے اور کوئی صورت نہیں۔ (۳) اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نکاح کیا ہے تو اس میں خیار بلوغ حاصل ہے، وہ یہ کہ اگر آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے عدمِ رضا کا کم ازکم دو گواہوں کے سامنے اظہار کردیا ہے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرکے اپنا نکاح فسخ کرالے۔

"للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، بخلاف ما إذا زوجها الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما". (بحر: ۱۲۰/۳) (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۰/۲/۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۸/۱۱)

---

(۱) البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۲۱۱/۳، رشيدية

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلابأس تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الفتاویٰ العالمگرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشيديه)

(۴) البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲۱۱/۳، رشيديه/الدر المختار على رد المحتار، باب الولي: ۶۷/۳-۶۹، سعيد

چچا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ:

سوال: امام الدین نے اپنی نابالغہ بھتیجی کا نکاح گل احمد کے ساتھ کردیا، اس وقت منکوحہ کی عمر ساڑھے گیارہ سال کی تھی، اب جب کہ وہ ۲۱/سال کی ہے تو اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کردیا ہے کہ چچا کا نکاح کردہ چوں کہ میری مرضی کے خلاف ہے، لہٰذا عدالت خیارِ بلوغ کی دفعہ کے تحت مجھے دوسری جگہ نکاح کی اجازت دے اور پہلے نکاح کو کالعدم قرار دے دے۔ لڑکی نے عدالت میں دعویٰ دائر کرنے سے پہلے کسی اجلاس، یا شریعت، یا قاضی کے سامنے کوئی درخواست وغیرہ نہیں دی ہے اور بلوغت میں ۲۱/سال تک جتنا عرصہ گزرا ہے، بالکل خاموشی رہی ہے۔ کیا یہ نکاح مذکورہ صورت میں قابلِ فسخ ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر یتیمہ کا دادا، یا بھائی موجو نہیں تو چچا کو ولایتِ نکاح حاصل تھی، (۱) چچا نے جو نکاح کیا، وہ منعقد ہوگیا، یتیمہ کو خیارِ بلوغ حاصل تھا، اگر وہ آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کر کے اس پر گواہ بنالیتی تو اس کو بذریعہ عدالتِ مسلمہ اس نکاح کو فسخ کرانے کا حق ہوتا؛ لیکن اگر اس نے بالغہ ہونے پر خاموشی اختیار کی، نکاح کو رد اور نامنظور نہیں کیا تو وہ نکاح پختہ اور لازم ہوگیا اور فسخ کرانے کا حق ختم اور کالعدم ہوگیا، اب اس کو چاہیے کہ اسی شوہر کے مکان پر آباد ہو۔ (۲) بلوغ کی علامت حیض ہے، یا پھر پوری پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم ہوجاتا ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۱/۱۱)

لڑکی کے مرتد ہونے کے ڈر سے نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنے نابالغ لڑکے مسمی عمرو کا نکاح اپنی بھتیجی مسماۃ رحمت نابالغہ سے، جس کا والد فوت ہوچکا تھا اور اسی لڑکی کا ایک نابالغ بھائی موجود تھا، سے پڑھا، لڑکے اور لڑکی کی طرف سے زید خود ہی ولی ہوا اور خود ہی ایجاب

(۱) "والولي هو العصبة نسباً أوسبباً علىٰ ترتيب الإرث والحجب، فيقدم الفرع وإن نزل، ثم الأصل وإن علا، ثم الأخ لأبوين ثم لأب ... ثم العم، ثم ابنه". (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳۳۷/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲۱۱/۳، رشيديه)

(۳) "وبلوغ الجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شئ حتىٰ يتم لكل منهما خمس عشر سنة، وبه يفتى". (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۶، سعيد)

وقبول کیا۔ زید سے دریافت کیا گیا کہ تو نے کس طریقے سے ایجاب وقبول کیا تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں۔ نکاح خواں مولوی نے جس طرح کہا تھا، ویسا کیا۔ بستیوں کے نکاح خواں چنداں مسائل سے واقفیت نہیں رکھتے اوراب وہ نکاح خواں موجود نہیں کہ اس سے دریافت کیا جاسکے۔ اب وہ لڑکی مسماۃ رحمت عرصہ چار سال سے بالغ ہوچکی ہے اور عمرو کی عمر ابھی بارہ سال کی ہے۔ لڑکی کو جب ابتدائے ایام بلوغ میں اس نکاح کا علم ہوا تو اس نے انکار نہ کیا۔ جب مکمل چار سال گزر گئے تو وہ کہتی ہے کہ مجھے نکاح منظور نہیں۔ زید کہتا ہے کہ لڑکی مسماۃ رحمت بوجہ بالغ ہوجانے کے اب میرے پاس رہنا نہیں چاہتی اور چند مرتبہ لکھ چکی ہے کہ اگر مجھے طلاق نہ دی گئی تو میں تبدیل مذہب کرلوں گی۔

(المستفتی: ۳۶۱ ۳ محمد حیات، ڈیرہ اسماعیل خاں، ۱۸/ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ، مطابق یکم جولائی ۳۴ء)

الجواب

نابالغہ کا نکاح اس کے چچا نے کیا ہے، اسے خیار بلوغ حاصل تھا؛ لیکن جب اس نے بلوغ کے وقت نکاح سے انکار نہ کیا تو وہ خیار ساقط ہوگیا، (۱) تاہم یہ نکاح بوجہ مفاسد مذکورہ کے قابل فسخ ہے اور لڑکی اور ولی زوج دونوں مل کر کسی صالح شخص کو حکم بنادیں اور وہ فسخ نکاح کا حکم دے دے تو فسخ ہوسکتا ہے، خوف ارتداد زوجہ اس کے لیے وجہ رخصت بن سکتا ہے، (۲) اور نکاح فی حد ذاتہٖ صلاحیت فسخ کی رکھتا تھا، یہ دوسری بات ہے کہ بوجہ وقت پر مطالبہ نہ کرنے کے لڑکی کا حق مطالبہ ساقط ہوگیا۔ نابالغ کی طرف سے طلاق نہیں ہوسکتی، ورنہ طلاق دلوائی جاسکتی تھی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۲/۵: ۷۷)

فسخ نکاح کے لیے قضاء قاضی ضروری ہے:

سوال: عم حقیقی نے لڑکی نابالغہ کا نکاح لڑکے نابالغ سے کیا ہے، عرصہ طویل کے بعد لڑکی بالغ ہوگئی اور لڑکا ابھی نابالغ ہے، لڑکی بوجہ لوازمات بشری فسخ نکاح کی خواہاں ہوتی ہے، علمائے عظام نے امام مالک رحمۃ اللہ کے مذہب پر

---

(۱) وبطل خيار البكر بالسكوت ... ولا يمتد إلى آخر المجلس. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/ ۷۳-۷۴، سعيد)

(۲) زوجہ کے ارتداد کے خوف کا وجہ رخصت بننا محل نظر ہے؛ بلکہ مرتدہ کو بھی زوج اول سے نکاح پر مجبور کیا جائے گا، اس لیے کہ وقوع الطلاق عند الحاجت کے جن مواضع کو فقہاء رحمہم اللہ نے ذکر فرمایا ہے، حکم صرف انہی مواضع پر محصور رہے گا؛ کیوں کہ تصانیف فقہاء کا مفہوم مخالف بالاتفاق حجت ہے۔

نعم المفهوم معتبر عندنا في الروايات في الكتب ومنه قوله في أنفع الوسائل: مفهوم التصنيف حجة، آه، أي لأن الفقهاء يقصدون بذكر الحكم في المنطوق نفيه عن المفهوم غالبًا كقولهم تجب الجمعة على كل ذكر حر عاقل مقيم، فإنهم يريدون بهذه الصفات نفي الوجوب عن مخالفها ويستدل به الفقيه على نفي الوجوب على المرأة والعبد والصبي. (رد المحتار، كتاب الوقف: ٤/ ٤٣٣، سعيد)

فتویٰ دیتے ہوئے باجازت قاضی فسخ نکاح کا حکم دیا ہے؛ لیکن ایک مولوی صاحب غیر مقلد نے قضائے قاضی کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ پڑھایا ہے، لڑکے نابالغ کا والد اس نکاح میں مانع بھی نہیں ہوا اور شمولیت بھی نہیں کی، البتہ عم المرأۃ نے لڑکی کے لحاظ سے کئی تمسک لکھوائے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ والد صاحب کیا اس میں عنداللہ ماخوذ نہیں ہوگا؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا ناجائز ہے؟

(المستفتی: ۹۰۰، الٰہی بخش، ملتان، ۷؍سفر ۱۳۵۵ھ، مطابق ۲۹؍اپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس میں قصور لڑکی کے ولی کا ہے کہ اس نے منکوحہ کا دوسرا نکاح کر دیا، لڑکے کا ولی قصوروار نہیں ہے، جب کہ وہ شریک نکاح نہیں ہوا، اس پر صرف یہ الزام ہے کہ اس نے منع کیوں نہیں کیا تو ممکن ہے وہ یہی سمجھتا ہو کہ یہ تعلق منقطع ہو جائے؛ اس لیے خاموش رہا ہو اور اس کا الزام جب بالغ ہو جائے تو طلاق دلوادے؛ لیکن یہ نکاح ثانی جو بدون فسخ نکاح اول ہوا ہے، صحیح نہیں ہوا۔ (۱) جب فسخ کے لیے قضاء قاضی شرط ہے تو قضا کے بغیر پہلا نکاح برقرار ہے اور دوسرا نکاح جائز نہیں، (۲) اور اس کو فوراً علاحدہ کرنا لازم ہے اور پھر باقاعدہ نکاح اول کو فسخ کرا کے ازسرنو تجدید کی جائے۔ نکاح اول کے فسخ کرانے کا مبنا عورت کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہوسکتا ہے، (۳) اور اس بنا پر نکاح اول فسخ کیا جاسکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۵؍۷۳)

چچا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ:

سوال: مہر النساء کا نکاح سات سال کی عمر میں ہوا، جب کہ وہ نابالغہ تھی، اس کے چچا نے بحیثیت ولی محمد نظیر منصوری سے کر دیا اور مہر النساء جس وقت بالغہ ہوئی، یعنی حیض کا خون جس وقت پہلی مرتبہ آیا، اس نے چند آدمیوں کے سامنے کہہ دیا کہ میرے چچا نے جو میرا نکاح محمد نظیر منصوری سے کیا ہے، میں اس کو فسخ کرتی ہوں، اب نکاح مذکور رہا، یا فسخ ہو گیا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نابالغہ کا نکاح اس کے باپ، دادا کے علاوہ کسی ولی نے کیا ہو تو بالغہ ہونے کے بعد اس کے فسخ کا اختیار لڑکی کو حاصل ہوتا ہے اور اسی اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے؛ لیکن خیار بلوغ کو استعمال کرنے کے بعد نکاح ثانی کے لیے

(۱) وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار ... ويشترط فيه القضاء. (الهندية، كتاب النكاح: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۲) وفي الهندية: لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة. (كتاب النكاح، الباب الثاني: ۲۸۰/۱، ماجدية)

(۳) زوجہ کے زنا میں مبتلا ہونے کا خوف نکاح کے فسخ کا سبب نہیں بن سکتا اس لیے کہ یہ وقوع الطلاق عندالحاجہ کے مواقع میں سے نہیں، البتہ بوقت ضرورت شدیدہ مذہب مالکیہ کے مطابق عدم نفقہ کی بنا پر حاکم سے فسخ کرایا جاسکتا ہے۔

قضاء قاضی شرط ولازم ہے، بغیر قضاء قاضی کے صرف خیار بلوغ استعمال کرنے کی بنیاد پر لڑکی کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرنے کی مجاز نہیں۔

وحاصله أنه إذا كان المزوّج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (ردالمحتار: ۳۰۷/۲)

اس لیے صورت مسئولہ میں مہرالنساء کا خیار بلوغ استعمال کرنا درست ہے، اب مہرالنساء کو چاہیے کہ باضابطہ درخواست مولانا حسین احمد صاحب، قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ، مدرسہ امجدیہ میرٹولہ سہرسہ کی خدمت میں پیش کرے، جس میں وہ لکھے کہ میرا نکاح فلاں کے ساتھ مورخہ۔۔۔کو ہوا تھا، نکاح میرے فلاں چچا نے کیا تھا؛ لیکن میں نے بالغ ہوتے ہی فلاں فلاں گواہوں کے سامنے اس نکاح کو نامنظور کردیا، لہٰذا میرے اس نکاح کو جس کی نامنظوری کا شرعاً مجھے اختیار تھا فسخ کرکے دوسرے عقد کی اجازت دی جائے۔

جب قاضی صاحب نکاح فسخ کردیں گے تو مہرالنساء اپنے نفس کی مجاز ہوگی، بغیر قاضی شریعت کے نکاح فسخ کیے مہرالنساء کا دوسرے مرد کے ساتھ نکاح درست وجائز نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۳/۱۱/۱۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۵/۴-۳۰۶)

بھائی کے کیے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ رد کرنا:

سوال: خدیجہ نابالغہ کا نکاح اس کے حقیقی بھائی نے اپنی ولایت سے کردیا تھا، خدیجہ نے بالغہ ہوتے ہی اسی مجلس میں اس نکاح کو نامنظور کردیا۔ اس صورت میں اس کا عقد ثانی درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں خدیجہ کو خیار بلوغ حاصل تھا؛ لیکن خیار بلوغ کے صحیح استعمال کے بعد قضاء قاضی ضروری ہے؛ اس لیے خدیجہ کو چاہیے کہ وہ قاضی شریعت پھلواری شریف کے پاس اس واقعہ کو لکھ کر درخواست کرے کہ میرے خیار بلوغ کی تصدیق کردیجئے؛ تاکہ میں دوسرا نکاح کرسکوں، قاضی شریعت کی تصدیق کے بعد دوسرا نکاح جائز ودرست ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۶۸/۱۰/۱۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۴/۴-۳۰۵)

بھائی نکاح کا ولی ہو تو لڑکی کو خیار بلوغ ہوتا ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح ایسی صورت میں جب کہ اس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا، اس کے بھائی نے کردیا

(۱) إن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ...ويشترط فيه القضاء. (الهداية: ۳۱۷/۲)

اور رخصت کی نوبت اب تک نہ آئی اور اس نے بوقت بلوغ اپنے گھر کے چند اعزا کے سامنے اس نکاح سے نارضامندی ظاہر کردی اور اس نارضامندی کی اطلاع بذریعہ خط اس کے خاوند اور گھر والوں کو کردی گئی۔لڑکی باجود سمجھانے کے اس نکاح پر رضامند نہیں اور موت کو اس کے مقابلے پر ترجیح دیتی ہے۔صورت مذکورہ میں اس کا نکاح قائم رہا، یا نہیں؟

(المستفتی:۴۰،محمد نور الحق صاحب،۱۳؍جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ،مطابق ۴؍اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

نابالغہ کا نکاح جب کہ باپ، یا دادا کے سوا اور کسی ولی نے کردیا ہو تو نابالغہ کو اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے ناراضی ظاہر کردے اور اس کو قبول کرنے سے انکار کردے اور جب کہ وہ ایسا کرلے تو اس کے بعد کسی مسلمان حاکم عدالت، یا ثالث مسلم فریقین سے حکم فسخ حاصل کرسکے گی، (۱) اور بعد حکم فسخ (جب کہ رخصتی اور خلوت نہیں ہوئی ہے تو بغیر انتظار مدت عدت) دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۶۴/۵)

عاق شدہ بیٹے سے بہنوں کے نکاح کی ولایت ساقط نہیں ہوتی:

سوال: زید متوفی نے بعد وفات تین بیبیوں کی اولاد چھوڑی، دو بیٹیاں حمیدہ وآمنہ سے دو لڑکے اور ایک میمونہ سے تین لڑکیاں، حمیدہ وصابرہ ورقیہ چھوڑیں؛ مگر دونوں لڑکوں مسمیان عبداللہ وحامد کو بہ سبب بد چلنی اپنی حیات میں ہی عاق کردیا اور بالکل تعلقات سے علاحدہ کردیا اور اپنی وفات کے وقت تینوں لڑکیوں حمیدہ وصابرہ ورقیہ کو بحالت نابالغی ان کی والدہ رقیہ اور نانا عبدالرحمٰن اور ماموں عبدالرشید کے سپرد کیں؛ مگر عبداللہ وحامد باوجود عاق ہونے کے اپنی تینوں نابالغ بہنوں پر جبریہ قبضہ اور تولیت کے طالب ہیں تو کیا شرعاً عبداللہ وعابد کو بعد عاق ہونے کے اپنی تینوں نابالغ بہنوں پر جبریہ قبضہ اور تولیت کے طالب ہیں تو کیا شرعاً عبداللہ وعابد کو بعد عاق ہونے کے بھی جبر کا حق پہنچتا ہے اور ان کا نکاح عبداللہ وحامد اپنے جبر واکراہ سے اپنی تولیت سے کردیں تو یہ نکاح شرعاً جائز ونافذ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی:۶۸،نعمت علی سہارنپور،۲۵؍جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶؍اکتوبر ۱۹۳۲ء)

الجواب

لڑکیاں اپنی ماں رقیہ کی حضانت وپرورش میں رہیں گی، بلوغ تک ماں ان کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے، (۳) (بشرط یہ

(۱) فإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام وإن شاء فسخ وهٰذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ويشترط فيه القضاء الهندية، كتاب النكاح،الباب الرابع: ۲۸۵/۱،ماجدية)

(۲) ﴿يٰأيها الذين آمنوا إذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها﴾(الأحزاب:۴۹)

(۳) والأم و الجدة أحق بالجارية حتىٰ تحيض.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح،الباب السادس عشر: ۵۴۲/۱، ماجدية)

کہ رقیہ نے کسی ایسے شخص سے جولڑکیوں کا غیر ذی رحم محرم ہو،(۱) نکاح نہ کرلیا ہو،) نکاح کی ولایت بھائیوں کو حاصل ہے۔(۲)عاق کرنا شرعاً غیر معتبر ہے اوراس سے ان کی ولایت ساقط نہیں ہوتی، اگر وہ لڑکیوں کی نابالغی کی حالت میں ان کا نکاح کردیں گےتو نکاح ہوجائے گا؛ مگرلڑکیوں کو بالغ ہونے کے وقت اس نکاح کو باقی رکھنے، یا فسخ کرانے کا حق ہوگا،(۳)اور جب لڑکیاں بالغ ہوجائیں گی تو پھرلڑکیوں کی اجازت ورضا مندی کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا۔(۴) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۶۵/۵-۶۶)

علاتی بھائی کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ ہوگا:

سوال: زید نے اپنی نابالغہ علاتی بہن کا نکاح کردیا ہے،اس لڑکی کوخیار بلوغ حاصل ہے، یانہیں؟

الجواب________________ وباللہ التوفیق

اگر زید کے والد، یا دادانہیں ہیں اوراس علاتی بہن کا کوئی حقیقی بالغ بھائی بھی نہیں ہے تو اس نابالغہ کا ولی قریب زید ہے۔اگراس نے اس کا نکاح کردیا تو نکاح صحیح ہوا؛لیکن بعد بلوغ اس کوخیار بلوغ حاصل ہوگا۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۵/۸/۱ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۰۵/۴)

نکاح کے بعد انکار کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوتا:

سوال: محمد اسحٰق ولد حسین حقیقی بھائی ایک ماں سےاور مبارک حسین ایک ماں سے یہ تین شخص تھے۔احمد حسین کی لڑکی مسماۃ زہرہ کا نکاح بحالت نابالغی مبارک حسین کےلڑکے مسمی سعادت علی کے ساتھ باجازت بھائی حقیقی مسمی محمد حنیف سے ہوا۔اس نکاح کے بعد ایک مولوی صاحب نے یہ کہا کہ مسماۃ زہرہ کا نکاح اس کے حقیقی چچا محمد اسحٰق کے ہوتے ہوئے بھائی کی اجازت سےنہیں ہوسکتا۔مولوی صاحب کےاس فتویٰ پرلڑکی کی ماں اوراس کے بھائی کوشبہ پیدا ہوگیا اور معاملہ تردد میں پڑا رہا۔نکاح کے تین چار سال قبل ہی مسماۃ زہرہ کا باپ مسمی احمد حسین بحالت ملازمت فوج

---

(۱) والحضانة (یسقط حقها بنكاح غير محرمه) أي الصغير. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الحضانة:۵۴۲/۳،ماجدية)

(۲) ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح،الباب الرابع فی الأولياء: ۲۸۳/۱، ماجدية)

(۳) فإن زوجهما غيرالأب والجر فلكل والجد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ. (الهندية، كتاب النكاح،الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۴) ومنها رضاالمرأة إذا كانت بالغة بكراً أو ثيباً فلا يملك الولي اجبارها على النكاح (الهندية، كتاب النكاح، الباب الأوّل: ۲۶۹/۱، ماجدية)

(۵) وإن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبی حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ ويشترط فيه القضاء. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۵/۱)

انتقال کر چکا تھا۔انتقال کے بعد گورنمنٹ نے فوجی ملازمت کے صلے میں بطور مدگزارہ احمد حسین کی بیوہ مسماۃ افروز،اس کی لڑکی مسماۃ زہرہ اوراس کے لڑکے محمد حنیف کے لیے پنشن مقرر کردی تھی۔ایک عرصہ تک یہ پنشن گورنمنٹ سے ان وارثوں کوملتی رہی۔زہرہ کے نکاح کے کچھ روز کے بعد مسماۃ افروز بیوہ احمد حسین نے ایک غلط درخواست بہ شاملات عبدالوہاب وباقر حسین جومسماۃ زہرہ کے شوہر کے حقیقی بھائی تھے،اس مضمون کی دی کہ میری لڑکی مسماۃ زہرہ کی شادی ابھی نہیں ہوئی اورنہ اس بیوہ غریب عورت کے لیے کوئی سبیل ہی ہے کہ نکاح کر سکے۔اگرسرکار سے کچھ روپیہ شادی کے واسطےمل جاوے تو مجھ غریب عورت پر بہت کچھ سرکار کی مہربانی ہوگی۔اس درخواست کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے اس امر کی جانچ ہوئی کہ آیادراصل احمد حسین کی لڑکی مسماۃ زہرہ کا نکاح ہوا،یانہیں؟ جب جانچ کے لیےآدمی گورنمنٹ کی طرف سے آیا تو اس کونکاح کے ہونے اور نہ ہونے دونوں باتوں پر شہادت ملی۔جب مسماۃ افروز وغیرہ عدالت میں طلب ہوئی تو سعادت علی نے اس وجہ سے کہ کہیں میرا نکاح کالعدم نہ ہوجائے،عدالت مذکورمیں درخواست دی کہ میرا نکاح ان دو گواہوں مسمی ناہر وامتیاز الدین کے موجودگی میں ہو چکا ہے،جو درخواست مسماۃ افروز نے دی ہے غلط اورجھوٹ ہےاوراس نے دونوں گواہوں کوپیش کیا۔مسماۃ افروزاورزہرہ اورمحمد حنیف نے ایک بڑے مجمع کے روبرو نکاح نہ ہونے پرحلف اٹھالیا،حلف کے بعد معاملہ ختم ہوگیا۔نکاح کے وقت زہرہ نابالغہ تھی اورحلف کے وقت بالغہ تھی۔حلف کے تین چاردن کے بعد بلاطلاق شوہراول زہرہ کا نکاح دورے کےساتھ کردگیا۔اب چندامور دریافت طلب ہیں:

(۱) جن مولوی صاحب نےفتویٰ دیا تھا کہ چچا کی موجودگی میں بھائی کا کیا ہوا نکاح درست نہیں اورانہیں کے کہنے سے بلاطلاق شوہراول اس کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا،ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲) چچا کی موجودگی میں جب بھائی اپنی بہن کا نکاح کر چکا تو یہ نکاح جائز ہوسکتا ہے،یانہیں؟

(۳) عدالت میں جب مسماۃ زہرہ اوراس کی ماں اور بھائی نے حلف اٹھالیا کہ نکاح نہیں ہوا تواس حلف سے لڑکی کے لیے خیار بلوغ ثابت ہوا،یانہیں؟اورعدالت میں انکارکردینے سے نکاح فسخ ہوگیا،یانہیں؟

(۴) خیاربلوغ میں جب کوئی عورت وقت بلوغ اور بوقت علم نکاح اپنا نکاح توڑنے پرتیار ہوگئی ہو،یایہ کہہ دیا ہوکہ میں نے اپنا نکاح توڑدیا اور کہہ کر دوسرا نکاح کرلیا ہو،تو ایسی صورت میں بلا درخواست عدالت مجاز توڑکر دوسرا نکاح کرسکتی ہے،یانہیں؟

(۵) حلف کے بعددوسرانکاح جائز ہے،یانہیں؟

(المستفتی:۳۳۹،سمیع اللہ،ضلع پرتاپ گڑھ،۸/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۱/جون ۱۹۳۴ء)

الجواب

(۱) یہ فتویٰ صحیح نہیں تھا،بھائی کی ولایت چچاپرمقدم ہے۔(۱)

(۱) وفی الهندية:ثم الأخ لأب وأم ... ثم العم.(الفتاویٰ الهندية،كتاب النكاح،الباب الرابع:۱/۲۸۳،ماجدية)

(۲) بھائی اور چچا کی موجودگی میں بھائی ولی ہے، چچا اس صورت میں ولی قریب نہیں، لہٰذا نکاح کی وجہ سے خیار بلوغ کی بنا پر فسخ نکاح کا دعویٰ نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ یہ دعویٰ ان کے پہلے بیان حلفی کے منافی ہے۔(۱)

(۳) ان کے اس حلف سے وہ نکاح جو منعقد ہو چکا تھا، باطل نہیں ہوا؛(۲) مگر اب یہ انکار نکاح کی وجہ سے خیار بلوغ کی بنا پر فسخ نکاح کا دعویٰ نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ یہ دعویٰ ان کے پہلے بیان حلفی کے منافی ہے۔

(۴) خیار بلوغ میں محض عورت کے انکار کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا؛ بلکہ قضائے قاضی فسخ نکاح کے لیے ضروری ہے۔(۳) ہندوستان میں مسلمان حاکم عدالت کا فیصلہ قائم مقام قضائے قاضی کے ہوسکتا ہے۔

(۵) خلف کے بعد دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۷۰/۵-۷۱)

نابالغہ کا نکاح بوڑھے سے کر دیا گیا، اس کو خیار بلوغ ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا، زید کی عمر تقریباً اسی (۸۰) سال اور ہندہ کی تقریباً اٹھارہ، یا بیس سال ہے، بحالت بلوغت ہندہ نے قبل از جانے خاوند خود کے انکار کر دیا کہ میرا نکاح جو زید سے ہوا ہے، اس کو قبول نہیں کرتی۔

(المستفتی: ۱۰۲، مولوی حکیم عبدالرزاق صاحب، ضلع جالندھر، ۲۱/رجب ۱۳۵۲ھ)

الجواب

ہندہ کی نابالغی میں اس کا نکاح اگر ہندہ کے باپ، یا دادا نے کیا تھا تو ہندہ کو خیار بلوغ نہیں ہے اور اگر باپ، یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا تھا تو ہندہ کو خیار بلوغ حاصل تھا،(۵) اور اگر اس نے بالغ ہوتے ہی انکار کر دیا تھا تو بذریعہ عدالت اس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۶۷/۵)

---

(۱) وفی الهندية: ثم الأخ لأب وأم ... ثم العم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۳/۱، ماجدية)

(۲) وجحد العقد لا يرتفع العقد. (الفروق للكرابيسي: ۱۳۱/۱، كويت)

(۳) ويشترط فيه القضاء. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۴) ويشترط أن تكون المرأة محلا للإنشاء حتٰى لو كانت ذات زوج ... لا ينفذ قضائه؛ لأنه لا يقدر على الإنشاء فی هٰذه الحالة. (تبيين الحقائق، فصل فی المحرمات: ۱۱۶/۳، إمدادية)

(۵) فإن زوجها أب أو جد فلا خيار لهما بعد بلوغهما ... وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ. (الهندية، كتاب النكاح، باب فی الأولياء: ۳۱۷/۲، شركة علمية)

(۶) لهما خيار الفسخ بالبلوغ ... بشرط القضاء. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی: ۶۹/۳، سعيد)

لڑکی بالغ ہوگئی ہے اور شوہر ابھی نابالغ ہے تو کیا لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے:

سوال: دو نابالغ لڑکیوں کا نکاح دو نابالغ لڑکوں کے ساتھ کیا گیا تھا، اب جب کہ لڑکیاں بالغ ہوگئیں اور شوہران کے بالغ نہیں ہوئے تو وہ دونوں وہاں جانے سے انکار کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو یہ عقد منظور نہیں ہے اور ماں باپ بھی لڑکیوں کی مرضی کے موافق ہیں، بوقت نکاح ماں باپ دونوں بیمار تھے، وکالت بھی غیر قوم کے شخص نے کی تھی؟

(المستفتی: ۳۴۲، نصیر الدین حجام، ضلع میرٹھ، ۸/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ، مطابق ۲۱/جون ۱۹۳۴ء)

الجواب

اگر ان لڑکیوں کا نکاح ان کے باپ نے کیا تھا، یا اس کی اجازت سے ہوا تھا تو اب فسخ نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ باپ کے کئے ہوئے نکاح میں نابالغوں کو خیار بلوغ نہیں ہوتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۵/۷۱)

عقد سے پہلے مشورہ دینا اجازت نہیں:

سوال: ایک لڑکی مسماۃ جنت کو اس کی مطلقہ والدہ نے بہ مشورہ شوہر سابقہ جب کہ جنت کی عمر چار سال تین ماہ کی تھی، مسمی حاکم سے نکاح کر دیا اور والدہ نے مسماۃ جنت کو پرورش کے واسطے اپنے پاس رکھ لیا اور پرورش کرتی رہی، جب جنت کی عمر چودہ سال چار ماہ کی ہوئی تو پہلی دفعہ حیض ہوا اور لڑکی نے اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کر دیا، اس وقت لڑکی کی عمر سولہ سال ہے؛ مگر وہ بدستور شوہر کے گھر جانے سے انکاری ہے۔

(المستفتی: ۹۸۸، بشیر محمد، ضلع جالندھر، ۲۳/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴/جون ۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر نکاح لڑکی کی والدہ نے کیا تھا، باپ نے صرف اجازت نکاح سے قبل دے دی تھی، بعد نکاح کے باپ نے کچھ نہیں کہا تو یہ نکاح لڑکی کے انکار کرنے سے فسخ ہوگیا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۷۵)

ماں کے کئے ہوئے نکاح کو لڑکی بعد بلوغ فسخ کر سکتی ہے، یا نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲۲/جولائی ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک لڑکی کی شادی نابالغی میں اس کی ماں نے اپنی مرضی سے کر دی تھی، اب لڑکی بالغ ہے، رخصتی نہیں

---

(۱) فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۲) وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

ہوئی تھی اوراب وہ شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے؟

الجواب

جب کہ نابالغہ کی شادی اس کی والدہ نے کی تھی، اس وقت کوئی ولی قریب موجود تھا، یا نہیں؟ اگر تھا اوراس نے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی تو نکاح ہی صحیح نہیں ہوا، (۱) اورنہیں تھا تو ماں کا کیا ہوا نکاح جب کہ لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کردی ہو، بحکم حاکم مجاز فسخ ہوسکتا ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۹۹/۵)

شرائط خیار فسخ نکاح بوجہ بلوغ:

سوال: میرا عقد مسماۃ بانو دختر لاڈلی جان طوائف عمر تخمیناً ۱۷، ۱۸ر سال کی بموجودگی والدہ و ماموں وغیر خود مسماۃ مذکور کے بالعوض مبلغ پنتیس روپیہ دس آنے مہر کے ہوا اور بروقت ہونے خلوت صحیحہ کے پیشتر ہی مہر ادا کردیا گیا اوران کے خاندان کا علم مجھ کو اب معلوم ہوا ہے، خیر اب مسماۃ مذکورہ میرے مکان پر نہیں آئی ہے، صرف تین ماہ میرے ساتھ رہی اور حمل بھی قرار پایا چونکہ مسماۃ خاندان طوائف سے ہے؛ اس لیے اس کے باپ کا کوئی ٹھیک نہیں ہے اس کی والدہ کل بات کی مالک ہوتی ہے، اب مسماۃ مذکورہ نے میرے نام نوٹس دیا ہے کہ اب آج میں بالغہ ہوئی اور میری والدہ کی ولایت میں میرا عقد ہوگیا، لہٰذا میں اپنا عقد فسخ کیا اوراب آج سے نہ آپ میرے شوہر رہے اور نہ میں آپ کی زوجہ رہی؛ مگر بوجہ ہونے خلوت صحیحہ کے آپ پر میرا مہر واجب الادا ہوگیا، لہٰذا حضور انور جملہ عبارت کو خوب غور سے ملاحظہ فرما کر فتویٰ دیجئے کہ علماء کرام وشرع اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو اب ایسی حالت میں عقد فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: (والجارية بالإحتلام والحيض والحبل) ... (فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتىٰ يتم لكل منهم خمس عشرة سنة وبه يفتىٰ).

فی ردالمحتار: (قوله: به يفتى هٰذا) عندهما وهورواية عن الإمام وبه قالت الأئمة الثلاثة وعندالإمام حتىٰ يتم له ثماني عشرة سنة ولها سبع عشرة سنة. (رد المحتار: ۱۴۸/۵)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ منکوحہ یعنی مسماۃ سمی بانو وقت نکاح کے بالغہ تھی، اگر پورے سترہ برس کی تھی، تب تو بالاتفاق اوراگر سترہ سے کچھ کم تھی تو بقول مفتی بہ کہ پندرہ سال میں بلوغ کا حکم کردیا جاتا ہے اور بالغہ کا نکاح جب اسی کا ولی کردے اوروہ صحبت کرنے دے، اس وقت وہ نکاح لازم ہوجاتا ہے۔

---

(۱) فلو زوج الأقرب حال قيام الأبعد توقف علىٰ إجازته. (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۸۱/۳، سعيد)

(۲) وإن زوج غيرالأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ ... ويشترط فيه القضاء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

فی الدرالمختار: (ولاتجبر البالغة البكر على النكاح) ...(فإن استأذنتها هو) أى ولى ... (أووكيله أورسوله أوزوجها) وليها.... (فسكتت) ... (فهوإذن) ... (وكذا إذا زوجها الولى عندها) أى بحضرتها (فسكتت) صح (فى الأصح) ... (فإن استأذنها غير الأقرب) ... (فلا) ... (بل لابد من القول كالثيب) البالغة ... (أوما هوفى معناه) ... (كطلب مهرها) ونفقتها (وتمكينها من الوطء) ودخوله بها برضاها.(۱)

فی رد المحتارعن البحرعن الظهيرية: ولوخلا بها برضاها هل يكون إجازة، لارواية لهٰذه المسئلة وعندى أنها إجازة، آه، وفى البزازية: الظاهرة أنه إجاز. (ردالمحتار، باب الولی: ۱٦٥/٤)

سواگر ماں کے سوااس کا کوئی ولی نہ تھا، تب تو نکاح کرتے ہی اگر وہ منکوحہ بالغہ ساکت رہی، یہ نکاح لازم ہوگیا اور اگر بالفرض ماں سے زیادہ اور کوئی ولی تھا اور وہ نکاح میں شریک، یا راضی نہ تھا، تب بھی اگر وہ منکوحہ ساکت رہی، پھر صحبت کے وقت انکار اور مخالفت اور مزاحمت نہ کی تو وہ نکاح اب لازم ہوگیا، غرض بالغہ وقت النکاح کو خیار فسخ شرعاً حاصل نہیں اور اگر فرضاً یہ نابالغہ بھی ہوتی، تب خیار فسخ کے لیے منکوحہ کا یہ کہہ دینا کہ میں نے فسخ کر دیا، کافی نہیں؛ بلکہ قضاء قاضی؛ یعنی حاکم مسلم کا حکم اس کے لیے شرط ہے، جس کا ہمارے دیار میں کوئی انتظام نہیں ہے۔

فى الدرالمختار: وشرط للكل القضاء إلا ثمانيةً.

فی ردالمحتار: تحت (قوله: إلا ثمانية) وخيارالبلوغ مبنى علىٰ قصورالشفقة وهوأمر باطنى والإباء ربما يوجد وربما لا يوجد[أى بهٰذاالسبب يشترط له القضاء]، **كذا فى البحر.** (ردالمحتار: ۱۷۸/٤)

اور واقعہ مسئول عنہا میں تو منکوحہ بالغ ہی ہے، خیار فسخ کا احتمال ہے نہیں۔

۲۲/شوال ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانی، ص: ۹۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳٦۰/۲-۳٦۱)

نابالغی کی حالت میں ماں کے کئے نکاح کو فسخ کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی شادی نابالغی میں اس کی ماں نے اپنی مرضی سے کردی تھی، اب لڑکی بالغہ ہے رخصتی نہیں ہوئی تھی اور اب وہ شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر ماں کے علاوہ دوسرا کوئی ولی عصبہ نہ تھا تو ماں کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے؛ لیکن لڑکی کو بالغہ ہونے کے ساتھ اختیار ملتا ہے کہ نکاح قائم رکھے، یا فسخ کردے۔ اگر لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی نکاح کا انکار کیا، یا بالغہ ہونے کے وقت اسے نکاح کا علم ہی نہ ہو اور پھر جس مجلس میں نکاح کی خبر ملی ہو، اسی مجلس میں نکاح کا انکار کردیا تو نکاح قاضی کے فیصلے کے ذریعے فسخ کرایا جا سکتا ہے، بصورت دیگر نکاح منعقد ہے۔

---

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۵۸/۳-٦۳، دارالفکر بیروت، انیس

لما فی الهندية (۲۸۵/۱):وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ... ويبطل هذا الخيار فی جانبها بالسكوت إذا كانت بكراً.

وفی الدر المختار (۶۷/۳):(وإن كان المزوج غيرهما) أی غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضی... (وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لٰكن (لهما) أی لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة... (بشرط القضاء) للفسخ.

وفی الرد تحته(۶۹/۳): قوله (لقصور الشفقة) أی ولقصور الرأی فی الأم.

وفيه أيضاً (۷۰/۳):وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (نجم الفتاویٰ:۶۵/۵)

تیرہ سالہ لڑکی نے پہلے بلوغ کا دعویٰ نہیں کیا، بعد میں کرتی ہے، کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ جس کی عمر اس کی والدہ تیرہ سال بتلاتی ہے اور اس کا باپ زندہ نہیں ہے، حقیقی چچا موجود ہے، ماں بلا رضا و موجودگی چچا کے نکاح ہندہ کا خفیہ کر دیتی ہے اور ہندہ بوقت نکاح باوجود کہنے والدہ کے کہ یہ لڑکی نابالغہ ہے، دعویٰ بلوغ کا نہیں کرتی۔ چچا نکاح سے مطلع ہو کر ناراض ہوا اور انکار کر دیا، بعد انقضاء چھ ماہ تعلیم و تلقین سے ہندہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں وقت نکاح بالغہ تھی، یہ دعویٰ ہندہ کا صحیح ہو گیا، یا نہیں؟ یا نکاح کے وقت دعوی کرنا چاہیے تھا؟

الجواب

تیرہ برس کی عمر میں بلوغ ممکن ہے اور یہ عمر مراہقت کی ہے اور درمختار میں ہے کہ مراہق اگر دعویٰ بلوغ کا کرے اور ظاہر حال اس کا مکذب نہ ہو تو قول اس کا معتبر ہے۔

(وأدنٰی مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين) ... (فإن راهقا) بأن بلغا هٰذ السن (فقالا: بلغنا، صدقا إن لم يكذبها الظاهر)... وهو أن يكون بحال يحتلم مثله وإلا لايقبل قوله،شرح وهبانية.(۱)

پس معلوم ہوا کہ لڑکی کا دعویٰ بلوغ کا صحیح ہے اور اس دعویٰ کی صحت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ نکاح کے وقت دعویٰ بلوغ کا کرے؛ بلکہ بعد میں دعویٰ بلوغ کا صحیح ہے؛ کیوں کہ دعویٰ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ کوئی شخص مخالف اور منکر ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۲۹/۸-۱۳۰)

ماں کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ ہے:

سوال: ایک لڑکی مسماۃ رسولاً سات، یا آٹھ سال کی ہوئی کہ اس کے باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اس کی والدہ نے ایک اور نکاح کر لیا۔ آج سے ڈیڑھ سال پیشتر اس کی والدہ نے اس کی شادی ایک جگہ پر کر دی؛ لیکن وہ لڑکی اب تک نابالغ

(۱) الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۲۲۷/۹، ظفير

ہے اور لڑکی کا دل اس خاوند سے بالکل نہیں ملتا اور چھ سات ماہ سے اپنی والدہ کے گھر آ گئی ہے اور جب اس کی والدہ نے اس کی شادی کی اس وقت مسماۃ رسولاً بارہ تیرہ سال کی ہوگی اور رسولاً کے جائز وارث اس کے چچازاد بھائی ہیں جو اس کے نکاح میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

(المستفتی: ۱۹۷۵، غلام حسین، بوسال، ضلع گجرات، پنجاب، ۲۷/شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

ماں نے نابالغہ لڑکی کا جو نکاح کر دیا ہے، اگر لڑکی کا اور ولی نہیں ہے تو یہ نکاح منعقد تو ہو گیا؛ (۱) مگر لڑکی کو بالغہ ہونے کے وقت اختیار ہوگا کہ چاہے اسے قبول کرے اور چاہے رد کرے، اگر بالغہ ہوتے ہی اس نے رد کر دیا تو پھر حاکم اس نکاح کو باطل کر دے گا۔ (۲)

کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۳/۵)

نابالغہ کا جبراً نکاح اور خیارِ بلوغ کی تفصیل:

سوال: ہندہ کا نکاح نابالغہ ہونے کی حالت میں ایسی صورت میں کیا گیا، اس کے ولی شرعی ناراض تھے، ہندہ کی خالہ نے ہندہ کا نکاح بلا اس کی مرضی کے جبراً کر دیا؛ لیکن ہندہ برابر انکار کرتی رہی۔ جب رخصتی کا وقت آیا، اس وقت بھی ہندہ نے انکار کر دیا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس کی ناراضگی کی وجہ سے ہی اس کی رخصتی ملتوی کر دی گئی، چناں چہ ہندہ آج تک یعنی عرصہ تقریباً چھ سال کا ہو چکا اور اس شخص کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ عرصہ چھ سال سے وہ لوگ جہاں ہندہ کا نکاح ہوا تھا، ہندہ کے طالب ہیں، چوں کہ ہندہ کی خالہ اپنی طرف سے وہاں بھیجنا چاہتی تھی؛ مگر ہندہ جانے سے انکار کرتی رہی۔ سوال یہ ہے کہ ہندہ کا یہ نکاح شریعت کے مطابق ہے، یا نہیں؟ جب کہ محض ہندہ کی خالہ نے اپنے ارادہ سے بلا اس کی مرضی کے کر دیا تھا اور نہ ہی کوئی ہندہ کے نکاح کے شاہد ہیں، محض اس کی خالہ اور خالو ہی ہندہ کو اس شخص کے یہاں بھیجنا چاہتے ہیں؟ اب ایسی صورت میں ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے، یا نہیں؟ نکاح کے وقت محض ہندہ کی والدہ موجود تھی؛ لیکن ہندہ کی والدہ کی بھی مرضی نہیں تھی کہ یہ نکاح کیا جائے۔ اب ایسی صورت میں ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے، یا نہیں؟ (نوٹ) ہندہ کے والد کے پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

الجواب حامداً و مصلیاً

اگر وقتِ نکاح والدہ نے اس کو منظور نہیں کیا؛ بلکہ نامنظور کر دیا تھا تو یہ نکاح اس وقت ختم ہو گیا تھا، (۳) اگر والدہ

---

(۱) وإن لم یکن عصبة فالولایة للأم. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۷۸/۳، سعید)

(۲) وإن زوجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء أقام علی النکاح وإن فسخ. (الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدیة)

(۳) "فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم) ثم لأم الأم ... (ثم لذوی الأرحام) العمات ... ثم الخالات ... فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". (الدر المختار) ==

خاموش رہی اورلڑکی نے بالغہ ہونے پراس کونامنظور کردیا تب بھی بیکار ہوگیا،(۱)اب لڑکی کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کردیا جائے۔ یہ اس وقت ہے، جب لڑکی کا کوئی ولی عصبہ موجود نہ ہو، ورنہ اس کی منظوری اورنامنظوری پرموقوف رہے گا،(۲)البتہ بالغہ ہونے پرلڑکی کوخیار بلوغ حاصل ہوگا؛ یعنی اگرولی عصبہ نے منظورنہیں کیا تھا تو بیکار ہوگیا تھا،اگر منظور کرلیا تھا تو درست ہوگیا تھا، پھراگرآ ثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی لڑکی نے فوراً دوگواہوں کے سامنے اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کردی تھی تو عام حاکم مسلم، یامسلم کمیٹی کے ذریعہ فسخ کرانے کااس کواختیار حاصل ہوگا، پھرفسخ کے بعدنکاحِ ثانی کی اجازت ہے۔(۳)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۴/۴/۱۳۸۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۹۵/۱۱)

نابالغہ کاانکار:

سوال(۱) ہندہ نابالغہ کوجب فریب کا حال معلوم ہوا تواس نے انکارکردیا کہ ہم کونکاح منظورنہیں ہے،اس صورت میں کیاحکم ہے؟

نابالغہ کی اجازت:

(۲) ہندہ نے بحالت عدم بلوغ نکاح کرنامنظور کیا، پھرجس وقت بالغہ ہوئی، اسی وقت نکاح کونامنظور کیا اورفوراًہی انکارکردیا کہ ہم کونکاح منظورنہیں ہے،اس صورت میں کیاحکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) نابالغہ کاانکاروعدم انکاربرابرہے۔(۴)فقط

== ”فلا يكون سكوته (أى سكوت الأقرب)إجازة لنكاح الأبعد،وإن كان حاضراً فى مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالة“. (رد المحتار : ۷۸/۳ـ ۸۱، كتاب النكاح ،باب الولى،سعيد)

(۱) (ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فى غير الأب والجد بشرط قضاء القاضى)أى للصغيروالصغيرة إذ ابلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادرمن ولى غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضى بالفرقة.(البحر الرائق ، باب الأولياء والأكفاء :۲۱۱/۳،رشيديه)

(۲) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم)ثم لأم الأم ... (ثم لذوى الأرحام) العمات ... ثم الخالات ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب ، توقف على إجازتة “.(الدر المختار)”فلايكون سكوته(أى سكوت الأقرب)أجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً فى مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالة“.(ردالمحتار:۷۸/۳ـ۸۱، كتاب النكاح ، باب الولى،سعيد)

(۳) ”ثم إذا اختارت وأشهدت ولم تتقدم إلى القاضى ... فهى على خيارها“.(البحرالرائق: ۲۱٤/۳،كتاب النكاح ، باب الأولياء والأكفاء ،رشيديه)

(۴) اگرصرف اس کی اجازت سے نکاح کیا گیاہےتودرست ہی نہیں ہوا۔(وهو) أى الولى (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) أى شخص صغير... فيشمل الذكر والأنثىٰ.(ردالمحتار،باب الولى: ۰۷/۲ ٤،ظفير)

(۲) بعد بلوغ کے انکار معتبر ہے؛ لیکن فسخ نکاح کے لیے قضاء قاضی شرط ہے۔(کذا فی الدرالمختار الشامی) (۱) فقط (صرف نابالغہ کی منظوری سے نکاح درست نہیں؛ اس لیے اگر ولی نے اجازت نہیں دی تھی تو وہ نکاح نہیں ہوا کہ فسخ کی ضرورت ہو۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۱/۸)

نابالغہ کا نکاح کرنے والے قرابت دار اگر باپ، یا دادا کے سوا دوسرے ہوں تو بالغ ہوتے ہی اس کو اپنا نکاح فسخ کرالینے کا اختیار ہے:

سوال: زید کا رقیہ سے نکاح ہوئے کوئی تین چار سال کا عرصہ ہوا ہے، بوقت نکاح رقیہ نابالغہ سات، یا آٹھ سال کی عمر تھی، باپ اس کا انتقال کر چکا تھا، ماں اور دوسرے قرابت داروں نے اس کا نکاح کرادیا؛ اس لیے رقیہ اس سے روگردانی کر کے ماں کے گھر چلی آئی، رقیہ آج تک نابالغہ ہے؛ مگر رقیہ کی ماں بہت ہی مفلسی اور تنگی میں ہونے کی بنا پر رقیہ کا نکاح ثانی کردینا چاہتی ہے۔کیا اس وقت، یا بعد بلوغ اس کا نکاح ثانی کردینا جائز ہے؟

الجواب

ھو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں نابالغہ کا نکاح کرانے والے قرابت داروں میں اگر اس کا دادا نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ بالغ ہوتے ہی قاضی کے ذریعہ اپنا نکاح توڑ دے؛ یعنی اگر اس کا بلوغ حیض سے ہو تو خون حیض دیکھتے ہی خود اپنے نفس میں کہہ دے کہ میں اس خاوند سے راضی نہیں ہوں اور اس پر گواہ قائم کرلے اور قاضی کے یہاں نکاح فسخ کردینے کے لیے دعوی کردے تو اب جائز ہوگا کہ قاضی اس کے خاوند کے روبرو اس کا نکاح فسخ کردے، جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے:

(وإن كان المزوج غيرهما): أى غير الأب وأبيه ... (لهما) أى لصغير وصغيرة ... (خيار الفسخ) ... (بشرط القضاء) للفسخ،انتهىٰ ملخصاً.(۲)

ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ بِشَرْطِ الْقَضَاءِ) أَيْ لِأَنَّ فِي أَصْلِهِ ضَعْفًا، فَيَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ كَالرُّجُوعِ فِي الْهِبَةِ، وَفِيهِ إيمَاءٌ إلَى أَنَّ الزَّوْجَ لَوْ كَانَ غَائِبًا لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا مَا لَمْ يَحْضُرْ لِلُزُومِ الْقَضَاءِ عَلَى الْغَائِبِ نَهْرٌ .قُلْت: وَبِهِ صَرَّحَ الْأُسْرُوشَنِيُّ فِي جَامِعِهِ ،انتهىٰ.(۳)

اسی میں تین صفحے کے بعد لکھا ہے:

(۱) (لهما) أى لصغير وصغيرة (خيارالفسخ) ... (بالبلوغ) ... (بشرط القضاء) للفسخ.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولى:۴۲۰/۲-۴۲۱،ظفير)

(۲) الدرالمختار،باب الولى:۶۷/۳-۷۰، دارالفكر بيروت،انيس

(۳) ردالمحتار،باب الولى:۷۰/۳،دارالفكر بيروت،انيس

(قَوْلُهُ وَتَشْهَدُ، إلَخ) قَالَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ: وَإِنْ أَدْرَكَتْ بِالْحَيْضِ تَخْتَارُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الدَّمِ، وَلَوْ فِي اللَّيْلِ تَخْتَارُ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ، ثُمَّ تَشْهَدُ فِي الصُّبْحِ وَتَقُولُ رَأَيْت الدَّمَ الْآنَ لِأَنَّهَا لَوْ أَسْنَدَتْ أَفْسَدَتْ وَلَيْسَ هَذَا بِكَذِبٍ مَحْضٍ بَلْ مِنْ قَبِيلِ الْمَعَارِيضِ الْمُسَوِّغَةِ لِإِحْيَاءِ الْحَقِّ لِأَنَّ الْفِعْلَ الْمُمْتَدَّ لِدَوَامِهِ حُكْمُ الِابْتِدَاءِ وَالضَّرُورَةُ دَاعِيَةٌ إلَى هَذَا لَا إلَى غَيْرِهِ، آه، انتهیٰ.(۱)

پس طریق مذکور پر اس کا نکاح فسخ کیے بغیر دوسرا نکاح جائز نہیں ہے۔ فقط

ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔ الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۸۴۔۱۸۵)

نابالغی میں لڑکی نکاح ہونا بتاتی تھی، بالغ ہونے کے بعد انکار کرتی ہے، اس کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک نابالغہ آٹھ سال ایک شخص کو کہیں سے مل گئی، اس کا کوئی رشتہ دار اور وطن معلوم نہیں، جب وہ شخص لڑکی کو اپنے مکان میں لایا تھا، وہ اپنی ہم سن لڑکیوں سے کہتی تھی کہ میری ایک شخص سے شادی ہوئی تھی؛ مگر یہ نہیں بتلاسکتی تھی کہ کس سے ہوئی اور وہ کہاں ہے؟ اب اس کی عمر پندرہ سولہ سال کی ہے اور پہلی شادی سے انکار کرتی ہے، اب وہ نکاح کی خواہش کرتی ہے۔ آیا اس کا نکاح کسی شخص سے کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وہ لڑکی اس وقت بالغہ ہے اور پندرہ برس کی پوری ہوگئی ہے اور کسی کی منکوحہ ہونے کا اس وقت بعد بلوغ کے انکار کرتی ہے تو اس کی رضامندی جس شخص سے ہو، اس کے ساتھ اس کا نکاح درست ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۹۴۔۱۹۵)

صغیرہ کے لیے خیار بلوغ:

سوال: زید نے ایک عورت ہندہ جس کے ساتھ اس کی شیرخوار لڑکی صفیہ تھی نکاح کیا اور صفیہ شیرخوار کی پرورش بھی کرتا رہا اور پھر بصورت نابالغی زید نے صفیہ کا نکاح بھی کردیا۔ زید صفیہ کے خاندان سے بھی نہیں؛ بلکہ ہندہ اپنے آپ کو نومسلم ظاہر کرتی ہے، صفیہ نابالغہ کو بھی زید نے اس کے سسرال میں بھیج دیا، وہاں فتنہ وفساد ہوتا رہا، صفیہ کا خاوند کبھی صفیہ کو گھر سے نکال دیتا رہا، کبھی صفیہ خود سسرال سے نکال آتی رہی۔

اب صفیہ بالغہ ہے، اس کے خاوند نے اب اس کو گھر سے نکال دیا ہے، اب صفیہ اور اس کی والدہ کے خاوند کا ارادہ کسی جگہ نکاح کردینے کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ صفیہ نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ کے خاوند کا کیا ہوا سرے سے صحیح ہی نہیں ہوا، عالمگیری: ۲/۱۳ کے حوالے سے یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۳/۷۴، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) (فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا) رضا (ولی). (الدر المختار علیٰ ھامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۰۷، ظفیر)

"ولو كا ن الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كا لملتقط ونحوه ،فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوى قاضي خان". (۱) بينوا توجروا عند الله أجراً عظيماً

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

یہ نکاح فضولی کا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف ہے، (۲) اگر اس لڑکی کا کوئی ولی عصبہ موجود نہیں تو اس کی ماں ولی ہے، (۳) اگر ماں نے اجازت دے دی تو جائز ہو گیا، اگر ماں نے اجازت نہیں دی؛ بلکہ رد کر دیا تو رد ہو گیا اور اس صورت میں کسی طلاق، یا تفریق کی ضرورت نہیں اور پہلی صورت میں؛ یعنی جب کہ ماں نے اجازت دے دی ہو تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل تھا؛ یعنی اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً لڑکی نے اس نکاح سے ناراضی نہیں کیا تو اب فسخ نہیں کرا سکتی، تاوقتیکہ شوہر طلاق نہ دے، یا کسی دوسرے شرعی طریق پر خلع وغیرہ کے ذریعہ سے جدائی نہ ہوا اور پھر عدت نہ گزر جائے تو دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔

"ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، آه". (بحر: ۱۲۰/۳) (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۱۱/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۳/۱۱)

باپ، دادا کے علاوہ کسی ولی کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ ہے:

سوال: ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کی زوجہ نے بعد انقضائے عدت نکاح ثانی کر لیا، اس کی گود میں شوہر اول سے ایک شیر خوار لڑکی تھی، خاوند ثانی نے اس لڑکی نابالغہ کا نکاح ولی بن کر ایک شخص کے ساتھ کر دیا اور رخصتی نہیں کی، یہ لڑکی ۲۷/ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵/ نومبر ۱۹۳۶ء کو بالغہ ہو کر نکاح فسخ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس شوہر کے ہاں اس وجہ سے جانا نہیں چاہتی کہ وہ بد چلن ہے۔

(المستفتی: ۶۸۰، عبد الرشید، پہاڑ گنج دہلی، ۲۹/ شعبان ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۷/ نومبر ۱۹۳۵ء)

---

(۱) الفتاویٰ العمالمكيرية، كتا ب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۴/۱، رشيديه

(۲) "وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد علىٰ إجازته، الخ". (الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۵/۱، رشيديه)

(۳) "وعند عدم العصبة، كل قريب يرث الصغيرة والصغيرة من ذوي الأرحام ...الأقرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ الأم، الخ". (الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۴۸۴/۱، رشيديه)

(۴) البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲۱۱/۲، رشيديه

الجواب

ہاں جب کہ لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی نکاح سے انکار کردیا اور ناراضی ظاہر کردی تو اب اس کو حق ہے کہ بذریعہ عدالت نکاح کو فسخ کرالے، حاکم بعد بیان وثبوت نکاح کو فسخ کردے گا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۵/۷۳)

سوال: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور نابالغہ لڑکی کو شوہر نے اس کی ماں کے ساتھ کردیا، پھر نابالغی کی حالت میں لڑکی کا نکاح نانا نے کردیا، اب لڑکی نے بالغ ہونے پر جب کہ اس کو ایام آنے لگے، نکاح فسخ کردیا۔ از روئے شرع شریف وہ نکاح فسخ ہوگیا، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۰۷، محمد یوسف امرتسری۔۱۹/شوال ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۵/جنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر نانا نے اپنی نواسی کا نکاح اس کی نابالغی کی حالت میں لڑکی کے باپ کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کردیا تھا اور اس کے باپ نے رضامندی ظاہر نہ کی ہو اور نکاح سے انکار کردیا ہو تو لڑکی کے بلوغ کے وقت انکار کرنے سے حق فسخ حاصل ہوگیا، (۲) بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرایا جاسکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی:۵/۷۳)

باپ دادا کے علاوہ دُوسرے کا کیا ہوا نکاح لڑکی بلوغت کے بعد فسخ کرسکتی ہے:

سوال: مسماۃ زینب کا نکاح مسمّٰی زید سے اس وقت منعقد ہوا جب زینب بالغ نہیں تھی، چناں چہ زینب کی طرف سے زینب کے والدین کی عدم موجودگی میں زینب کے ماموں نے قبول کیا، دوسال بعد زینب بالغ ہوگئی، بلوغت کے ساتھ ہی زینب نے اس نکاح کو فسخ کرڈالا، اس صورت میں مسماۃ زینب کے لیے شرعاً وقانوناً دُوسرے شوہر کے نکاح میں جانے کا جواز ہے، یا نہیں؟ جانے میں عدّت کا مسئلہ طے ہوگا کہ نہیں؟

الجواب

نابالغ بچی کا نکاح اگر اس کے باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کردیا ہو تو اس بچی کو بالغ ہونے کے بعد اختیار رہے، خواہ اس نکاح کو برقرار رکھے، یا مسترد کردے، (۳) چونکہ زینب نے بالغ ہونے کے فوراً بعد اس نکاح کو، جو اس کے

(۱) فإن اختارت نفسها كما بلغت، اشهدت على ذلك، صح. (فتاویٰ قاضی خان، كتاب النكاح، فصل في الخيار: ۱/۴۱۶، ماجدية) وفي الهندية: ويشترط فيه القضاء. (كتاب النكاح، الباب الرابع: ۱/۲۸۵، ماجدية)

(۲) وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعد البلوغ. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۶۸، سعيد

(۳) لو فعل الأب والجد عند عدم الأب لا يكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ. (رد المحتار، باب الولي: ۳/۶۸، طبع سعيد كراچي)

==

ماموں نے کیا تھا، مسترد کر دیا؛ اس لیے یہ نکاح فسخ ہو گیا، لڑکی دُوسری جگہ عقد کر سکتی ہے، چوں کہ ماموں کا کیا ہوا نکاح رُخصتی سے پہلے ہی کالعدم ہو گیا؛ اس لیےلڑکی کے ذمہ عدّت بھی نہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۶/۱۲۷۔۱۲۸)

ماموں کے کئے ہوئے نکاح خیار بلوغ کی ایک صورت:

سوال: ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی اس کے ماموں نے کر دیا، بجرد آثار بلوغ ہندہ نے مردوں اورعورتوں کو گواہ کر کے کہا کہ مجھے وہ نکاح جو فلاں شخص کے ساتھ میری طفولیت میں ماموں نے کیا تھا، مجھے نامنظور ہےاور یہ پارچہ خون آلودہ میرے پاس موجود ہے، اس کو عورتیں دیکھ لے ویں۔ بعدازاں بعدالت پہنچ کر تنسیخ نکاح کی درخواست پیش کی، بعدازاں ایک اور شخص کے ساتھ نکاح عام مجلس میں بخوشی ورضا ورغبت والدہ کے مشورہ سے نکاح باقاعدہ ودرج رجسٹر ہوا، چند یوم کے بعد ہندہ غیر شخص کے ساتھ مفرور ہو کر چلی گئی، جب پکڑی گئی تو عدالت میں آ کر کہا کہ میں پہلا نکا فسخ کرانا نہیں چاہتی، کیا پہلا نکاح بحال ہے، یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح جو عام مجلس میں درج رجسٹر سرکاری ہوا، یہ جائز ہوا، یا نہیں؟ ابھی حکم عدالت سے تنسیخ کا نہ ملا تھا، عدالت جو حکم نہ دے تو کیا شرعاً پہلا نکاح اس کے انکار پر رد ہو سکتا ہے، یا نہ؟ اور نکاح ثانی جو اس کی خوشی سے پڑھا گیا ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں ہندہ کو فسخ نکاح کا اختیار تھا، جس کے موافق اس نے بفور بلوغ درخواست فسخ نکاح عدالت میں پیش کر دی، اس درخواست کی وجہ سے اس کا فسخ نکاح حاکم پر موقوف رہا؛ مگر عبارت سوال میں بیان کیا گیا ہے کہ حاکم نے حکم ابھی تک نہیں دیا ہے کہ اس حکم سے پہلے ہی دوسرا نکاح کر لیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ پہلا نکاح بدستور قائم ہے اور اب دوبارہ آ کر جب کہ عورت نے اپنے حق فسخ کو صراحۃ باطل کر دیا؛ یعنی یہ کہہ دیا کہ میں نکاح سابق باطل کرانا چاہتی تو اب پہلا ہی نکاح لازم ہو گیا۔

== وفيه أيضاً: وإن فعل غيرهما فلها أن يفسخا بعد البلوغ. (رد المحتار: ۶۸/۳)

وفي البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۲۸/۳، طبع دار المعرفة بيروت)

(قوله: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء) أى للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد جاز ... بخلاف ما إذا زوجها الأب والجد فإنه لاخيار لهما بعد بلوغها لأنهما كاملاً الرأى وافراً الشفعة فيلزم العقد بمباشرتهما كما إذا باشرا برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۲۸/۳، طبع دار المعرفة، بيروت)

(۱) قال تعالىٰ: ﴿يآ يها الذين آمنوا إذا نكحتم المؤمنٰت ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها﴾ (سورة الأحزاب: ۴۹)

قال: ويطلق غير المدخول بها متىٰ شاء، لأنه ليس عليها عدة فيعتبر طلاقها للعدة. (شرح مختصر الطحاوى، كتاب الطلاق: ۴۹/۵، طبع بيروت)

خلاصہ یہ ہے کہ فسخ نکاح کے لیے حکم حاکم شرط ہے، اس کے بغیر نکاح فسخ نہیں ہوا اور نہ نکاح ثانی صحیح ہوا۔

لما في الد المختار: (و)... (لهما) ... (خيار الفسخ) ... (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) [إلٰى قوله] (بشرط القضاء) للفسخ فيتوارثان فيه ويلزم كل المهر، انتهٰى.

قال الشامي: فإن اختيار الفسخ لايثبت إلا بشرط القضاء، الخ. (شامي، باب الولي: ۳۱۵/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۵۸/۲)

لڑکی کو پتہ چلا کہ شوہر کی دوسری بیوی بھی ہے تو کیا نکاح فسخ کرا سکتی ہے:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲/دسمبر ۱۹۲۶ء)

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا عقد حالت نابالغی میں ہوا، بعد بالغ ہونے کے اس کو معلوم ہوا کہ میرا شوہر دوسری عورت رکھتا ہے اور میرا گزارا ہونا مشکل ہے، ایسی صورت میں وہ عقد ثانی کے بارے میں کیا کرے؟

الجواب

اگر نابالغہ لڑکی کے باپ، یا دادا نے اس کا نکاح کیا ہو تو نابالغہ کو بلوغ کے وقت خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر لڑکی کے کسی دوسرے ولی (مثلاً بھائی، چچا، تایا وغیرہ) نے نکاح کیا ہو تو لڑکی خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے، (۱) جسے وہ بالغ ہوتے ہی فوراً استعمال کر سکتی ہے اور اگر فوراً استعمال نہ کرے تو وہ اختیار بھی قطع ہو جاتا ہے۔ (۲) فقط

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۹۸/۵)

لڑکی نے بالغ ہوتے ہی کہا کہ چار اشخاص بلالاؤ، کیوں کہ میں اپنا نکاح نہیں رکھنا چاہتی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی جس کا نکاح نابالغی میں اس کے ولی اقرب نے (ماسوائے باپ اور دادا کے) اپنے پسر سے کر دیا تھا، جب اس کو حیض اول آیا تو وہ اس وقت اپنی خالہ کے پاس بیٹھی تھی، اس نے فوراً اپنی خالہ کو یہ کہا: ’’چار اشخاص کو بلالاؤ؛ کیوں کہ میں بکر کے ساتھ اپنا نکاح نہیں رکھنا چاہتی‘‘۔ چناں چہ اس کی خالہ جا کر پانچ اشخاص کو بلا لائی، اس لڑکی نے ان کو کہا کہ جو نکاح عمرو نے اپنے لڑکے بکر سے کیا ہے، وہ نکاح مجھے منظور نہیں ہے۔

(۱) کیا لڑکی کے ان الفاظ ذیل ’’چار اشخاص بلالاؤ؛ کیوں کہ میں بکر کے ساتھ اپنا نکاح رکھنا نہیں چاہتی‘‘ کے کہنے سے اس مجلس میں نکاح کر نامنظور کرنا پایا جاتا ہے، یا صرف نامنظور کرنے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے، یا جب گواہان مجلس دوئم میں آئے ہیں، تب اس نے نامنظور کیا ہے۔

---

(۱) **فإن زوجهما الأب والجد فلاخيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)**

(۲) **ثم خيار البكر يبطل بالسكوت ... ولا يمتد إلٰى آخر المجلس. (الفتاویٰ الهداية، كتاب النكاح باب في الأولياء: ۳۱۷/۲، شركة علمية)**

چار اشخاص بلالاؤ کہنے سے جو تاخیر واقع ہوئی، اس سے کیا خیار بلوغ جاتا رہے گا:

(۲) ''چار اشخاص بلالاؤ'' کے الفاظ جو الفاظ ذیل ''بکر کے ساتھ اپنا نکاح نہیں رکھنا چاہتی'' کے پہلے بیان ہوئے کیا زائد الفاظ ہیں اور ان کے کہنے سے کوئی تاخیر واقع ہوئی ہے، یا مسلسل کلام ہونے کی وجہ سے کوئی تاخیر رونما نہیں؟

(المستفتی: ۲۴۰۲، سید حسین صاحب منصف درجہ اول، بھاولپور اسٹیٹ، ۲؍رجب ۱۳۵۷ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

اس قول سے نکاح سے راضی نہ ہونا اسی مجلس میں پایا جاتا ہے، دوسری مجلس میں گواہوں کے سامنے ناراضی کا اظہار ہے، لہٰذا اس کے اس قول سے مجلس بلوغ میں نکاح سے نارضی کا اظہار ہوگیا، (۱) یہ تاخیر مضر نہیں ہے اور اس سے اس کا خیال باطل نہیں ہوا۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۸۹/۵)

حالت صغر میں کیا ہوا نکاح کب فسخ ہوسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عاقلہ کا نکاح اس کے ولی نے بکر کے ساتھ کم سنی میں کر دیا تھا، اب عاقلہ نا اتفاقی کی بنا پر بکر سے طلاق چاہتی ہے؛ مگر بکر طلاق اس وجہ سے نہیں دیتا ہے کہ میری بہن عاقلہ کے بھائی کی زوجیت میں ہے، میں طلاق نہیں دوں گا، بکر کے ساتھ خط کتابت بھی ہوئی اور لوگ جاکر اس معاملہ میں ملے بھی؛ لیکن وہ طلاق دینے کے لیے راضی نہیں ہے اور زوجیت میں رکھنے کے حق میں تھا، ابھی تک حیات ہے۔ (المستفتی: محمد یعقوب، مالیرکوٹلہ)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر باپ، یا دادا نے نابالغی میں نکاح کر دیا تھا تو وہ لازم ہو چکا ہے، اس کا فسخ ہرگز جائز نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ اگر باپ، دادا کے علاوہ کسی اور نے نکاح کر دیا تھا تو بالغ ہونے پر فسخ بھی جائز اور بعد فسخ نکاح بھی زید کے ساتھ صحیح اور درست ہوگا۔

عن عطاء أنه إذا أنكح الرجل ابنه الصغير فنكاحه جائز، ولاطلاق له. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب الأب يزوج ابنه الصغير، دارالفكر: ٣٦٥/١٠، رقم: ١٤١٢٦)

---

(۱) فإن اختارت نفسها كما بلغت وأشهدت علىٰ ذلک صح. (الفتاوىٰ الخانية، كتاب النكاح، فصل في الأولياء: ٣٥٧/١، ماجدية)

(۲) لو بلغت وقالت: الحمد للّٰه اخترت نفسي فهي علىٰ خيارها وينبغي أن تقول فور البلوغ اخترت نفسي، ونقضت النكاح فبعده لايبطل حقها بالتاخير حتىٰ يوجد التمكين. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٧٣/٣، سعيد)

عن سلم بن أبی الذیال، قال کتب عمر بن عبد العزیز فی الیتیمین إذا تزّوجهاوهما صغیران، أنهما بالخیار. (المصنف لإبن شیبة، کتاب النکاح، الیتیمة تزوج وهی صغیرة، مؤسسه علوم القرآن: ۵۷/۹، رقم: ۱۶۲۵۲)

فإن زوجها الأب أوالجد فلا خیار بعد البلوغ (وقوله) وإن زوجها غیر الأب، والجد فلکل واحد منهما الخیار إن شاء أقام علی النکاح وإن شاء فسخ. (الجوهرة النیرة، کتاب النکاح، مکتبة امدادیة ملتان: ۷۴/۲، دارالکتاب دیوبند: ۷۲/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲ / ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۲۰۳/۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۶۲۶/۱۳-۶۲۷)

بچپن میں کیئے ہوئے رشتہ کو جوانی میں ختم کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی لڑکی کے والدین نے بچپن میں کسی سے کہہ دیا کہ تیری لڑکی میرے لڑکے کے لیے، حالانکہ بچپن میں اس طرح کرنا صحیح نہیں ہے؛ مگر لڑکا جوانی میں اب اس لڑکی سے نکاح کرنا نہیں چاہتا ہے، والدین زبردستی کررہے ہیں، ایسی صورت میں کیا کیا جائے، کیا اپنی پسند کی کریں؟ یا والدین کی بات کو ترجیح دیں؟

(المستفتی: محمد فاروق اسماعیل، ممبئی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

اگر منتخب شدہ لڑکی پسند نہیں ہے اوراس کے ساتھ اب تک نکاح شرعی نہیں ہوا ہے اور حدود اللہ کو قائم رکھ کر اس کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار نظر آرہا ہے تو والدین کی مرضی کے خلاف جو لڑکی پسند آجائے، اس سے نکاح کرکے باعصمت زندگی گزارنا جائز ہے اور یہ نافرمانی میں داخل نہیں ہوگا۔

قوله تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (سورة النساء: ۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۰/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۸۵۱/۲۶) (فتاویٰ قاسمیہ: ۶۲۷/۱۳-۶۲۸)

نابالغی میں اہل محلّہ کے کیئے ہوئے نکاح کو بلوغ کے بعد ختم کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ قیصر کا بحالت نابالغی بعمر ۱۲/ سال اہلیان محلّہ نے نکاح کرادیا تھا، نکاح کی اجازت قیصر کے نابالغ بھائی بعمر ۸/ سال سے دلادی گئی تھی، قیصر کے باپ کا انتقال ہوچکا تھا، ان ایام میں عدت گزاررہی تھی، اب جب کہ قیصر بالغہ ہوچکی ہے، وہ اس نکاح کو منظور نہیں کرتی، نکاح ہونے کے بعد سے تادم تحریر وہ اپنے سسرال میں بھی نہیں گئی ہے، کیا از روئے شرع قیصر جہاں بالغہ ہونے کے بعد اپنے نابالغی میں ہوئے نکاح کو فسخ کرسکتی ہے؟

امید ہے کہ آں محترم اپنے خداداد علم نیز قرآن وسنت کی روشنی میں مکمل ومفصل جواب مع حوالہ وسند عنایت فرما کر

عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں گے، نا گوار طبع نہ ہو تو بوقت جواب شرح وقایہ جلد ثانیکتاب النکاح، حدیث ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن ومثل ذلک پیش نظر رہے تو مناسب ہوگا۔ (المستفتی: مولوی محمد احمد خاں سلیم، نجیب آبادی)

باسمه سبحانه و تعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں اگر قیصر جہاں نے بالغ ہوتے وقت فوراً ہی یا بالغ ہونے کے بعد نکاح کے علم ہوتے ہی اہل محلّہ کے کیے ہوئے نکاح کو فسخ کرنے کا اظہار کر دیا ہے تو مذکورہ نکاح فسخ کر کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؛ لیکن اگر بوقت بلوغ سکوت اختیار کیا تھا، اب بعد میں عدم رضا کا اظہار کر رہی ہے تو موجودہ نکاح شوہر کے طلاق کے بغیر ختم نہیں ہوسکتا۔ نیز فسخ نکاح عدالت شرعیہ کے ذریعہ سے کرنا ہوگا، اس کے بغیر دوسری جگہ نکاح صحیح نہیں ہوسکتا۔

عن سلم بن أبي الذيال، قال: كتب عمر بن عبد العزيز في اليتيمين إذا تزوجهاوهما صغيران، أنهما بالخيار. (المصنف لإبن شيبة، كتاب النكاح، اليتيمة تزوج وهي صغيرة، مؤسسه علوم القرآن: ۵۷/۹، رقم: ۱۶۲۵۲)

إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب، والجد فهما الخيار بالبلوغ،أو العلم به، فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (شامي، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ۱۷۶/۴، كراچی: ۷۰/۳، الهداية، اشرفی بكڈپو ديوبند: ۳۱۷/۲، شرح الوقاية، مكتبه بلال: ۲۱/۲-۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳۴/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۶/۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۶۲۸/۱۳-۶۲۹)

بچپن میں نکاح کی صورت میں بلوغت کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا:

سوال: زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا ایجاب وقبول کرانے کے لیے بکر کے لڑکے کے ساتھ ایک شخص کو وکیل بنایا، وکیل زید نے (مؤکل) کے روبرو ایجاب وقبول کرلیا، نکاح خوانی بھی ہوگئی، چند عرصہ بعد لڑکی نے انکار کر دیا (یعنی جوان ہونے کے بعد) اور زید نے بھی انکار کر دیا، وکیل اور گراہ اقرار کرتے ہیں ایجاب وقبول کا، کیا اس صورت میں زید اپنی بیٹی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتا ہے؟ اور جس مولوی صاحب نے نکاح پڑھایا تھا، اس کے پیچھے نماز کیسی ہوگی؟

الجوابــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں زید کی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے کے ساتھ منعقد ہوگیا، البتہ لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے، (۱) جس کی تفصیل اس وقت بتائی جاسکتی ہے، جب مندرجہ ذیل سوالات کا جواب آپ لکھ کر بھیج دیں:

(۱) جب زید کی لڑکی پر آثار بلوغ (حیض) ظاہر ہوئے تو اس نے اپنے نکاح کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا؟

(۲) لڑکی نے بالغ ہونے کے کتنے عرصے بعد نکاح سے انکار کیا ہے؟ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی غفرلہ، ۲/۱/۱۳۸۸ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲۸۶/۲)

---

(۱) وفي الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱ (طبع ماجدية) وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ،إلخ.

نابالغ لڑکا لڑکی کا بغیر اجازت ولی کے اپنا نکاح کرنا:

مفتی صاحب! درج ذیل باتوں سے متعلق استفسار کرنا ہے:

سوال (۱) اگر لڑکے اور لڑکی میں علامات بلوغ نہ پائی جائیں تو شرعاً کس عمر میں ان کو بالغ شمار کیا جائے گا؟

(۲) نیز اگر علامات بلوغ کے پائے جانے میں اختلاف ہو، لڑکی اور لڑکا اقرار کرتے ہیں اور اس کے والدین انکاری ہیں تو کس کا قول معتبر ہے؟ مثلاً تیرہ برس کی عمر میں اپنا نکاح خود کیا تو لڑکا اور لڑکی بلوغ کا اعتراف کرتے ہیں اور والدین منکر ہیں تو کس کا قول معتبر ہے؟

(۳) صغیر وصغیرہ اپنا نکاح بغیر اپنے ولی کی اجازت کے خود کر سکتے ہیں؟

الجواب ———————— بعون الملك الوهاب

(۱) شرعاً کسی لڑکے کو اس وقت سے بالغ اور مکلّف سمجھا جاتا ہے، جب اس کو احتلام، یا انزال ہوجائے، اسی طرح اگر لڑکی کو حیض آجائے، یا حاملہ ہوجائے، یا احتلام ہوجائے تو وہ شرعاً بالغہ سمجھی جاتی ہے، البتہ اگر لڑکے، لڑکی میں مذکورہ علامات بلوغ نہ پائی جائیں تو بنا بر قول اصح پندرہ سال کی عمر میں ان کو شرعاً بالغ تصور کیا جائے گا۔

(۲) علامات بلوغ کے پائے جانے میں اختلاف واقع ہوجائے تو لڑکے، لڑکی کا قول معتبر ہوگا، بشرطیکہ ان کی عمر اتنی ہو، جس میں علامات بلوغ پائی جانے کا امکان ہو اور وہ لڑکے کے حق میں بارہ سال اور لڑکی کے حق میں نو سال ہے۔

(۳) صغیر اور صغیرہ کا نکاح بغیر ولی کے انعقاد کے صحیح نہیں ہے۔

لما في الهندية (٦١/٥، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ) :بلوغ الغلام بالاحتلام أو الإحبال أو الإنزال والجارية بالاحتلام أو الحيض أو الحبل كذا في المختار والسن الذي يحكم ببلوغ الغلام والجارية إذا انتهيا إليه خمس عشرة سنة عند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وعليه الفتوى... وأدنى مدة البلوغ بالاحتلام ونحوه في حق الغلام اثنتا عشرة سنة وفي الجارية تسع سنين... فإن أخبرا به ولم يكذبهما الظاهر قبل قولهما كما قبل قول المرأة في الحيض.

وفي الدرالمختار (٥٥/٣):(وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) لا مكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي). (نجم الفتاویٰ: ۶۵/۵-۶۶)

باپ، دادا کے علاوہ دوسرے اولیا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ حاصل ہوگا؛ لیکن اس میں تفریق کے لیے قضاء قاضی شرط ہے:

سوال: زید نے اپنی ہمشیرہ ہندہ کا بحالت عدم بلوغیت بولایت اپنی نکاح کردیا، ہندہ جس روز بالغہ ہوئی فوراً اسی روز اس نے اس نکاح سے انکار کردیا اور کسی طرح پر اس زوج سے راضی نہیں۔ اگر اس کے ولی زوج کے ساتھ جبراً بھیجتے

ہیں تو وہ خودکشی پر تیار ہے تو آیا ہندہ کو اختیار فسخ نکاح عندالشرع حاصل ہے، یا نہیں؟ اور اس کے فسخ کی کیا صورت ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عقد نکاح میں چوں کہ بہت بڑے مصالح کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؛ مگر صغیر اور صغیرہ بوجہ کم عقلی اور نا تجربہ کاری ان مصالح پر غور نہیں کر سکتے؛ اس لیے شریعت نے نابالغہ کے عقد نکاح کے واسطے ولایت کو ضروری قرار دیا ہے؛ مگر اولیا میں مقدم اور اختیار کامل ان کو دیا گیا ہے، جن کی رائیں بھی کامل ہوں اور نابالغ اور نابالغہ پر شفقت بھی کامل ہو۔ پس وہ ولی جو ان صفات کے ساتھ متصف ہو، اس کے عقد کر دینے کے بعد نابالغ اور نابالغہ کو فسخ کا حق باقی نہیں رہتا اور اس فضیلت کو شریعت نے صرف باپ اور دادا کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے؛ لیکن اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی دوسرا ولی نکاح کرے مثلاً بھائی، چچا وغیرہ تو بعد بلوغ فوراً اسی مجلس میں جس میں علامت بلوغ پائی گئی ہو، دونوں کو اختیار ہے کہ نکاح سے انکار کر دے۔ ہدایہ میں ہے:

”فإن زوّجهما الأب أو الجد يعني الصغير والصغيرة فلاخيار لهما بعد بلوغهما... وإن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ“. (۱)

مگر صرف ان لوگوں کے انکار سے نکاح فسخ نہ ہوگا، جب تک قاضی شریعت فسخ کا فیصلہ کر کے دونوں میں تفریق نہ کر دے۔ پس صورت مسئولہ میں نابالغہ کا انکار درست ہے اور اس کو انکار کا حق ہے؛ مگر فسخ نکاح بغیر فیصلۂ قاضی نہ ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

” وفي خيار البلوغ لايقع الفرقة ولا يبطل النكاح مالم يفسخ القاضي العقد بينهما“. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نور الدین (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۳/۴-۳۰۴)

بالغہ کا والد کی رضا مندی کے بغیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: زید نے ہندہ سے بکر و خالد کی موجودگی میں کہا کہ میں نے تم سے بعوض اس قدر دین مہر کے نکاح کیا تو ہندہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا، زید و ہندہ مع گواہوں کے بالغ ہیں، مہر مثل و کفو سب درست ہیں، کیا نکاح ہو گیا؟ واضح ہو کہ ہندہ کا باپ زندہ ہے اور اس نکاح کے خلاف ہے۔

---

(۱) الهداية: ۳۱۷/۲

(۲) فتاویٰ قاضی خان: ۱٦٤/۲

بہر حال ایسی صورت میں عورت کو قاضی کے پاس درخواست دینی چاہئے کہ مجھے حق خیار بلوغ حاصل تھا اور میں نے صحیح وقت پر اور صحیح طریقہ پر اپنے نکاح کو رد کر دیا لہٰذا تفریق کا حکم دیا جائے۔ قاضی تحقیق حال کے بعد حکم تفریق دے دے گا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ اگر سچ ہے تو نکاح صحیح ودرست ہوگیا اور کسی ولی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۲؍صفر ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۰۶/۴-۳۰۷)

نابالغ لڑکی کا بالغ ہونے کے بعد باپ کا دیا ہوا مہر واپس کر کے نکاح فسخ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نابالغہ لڑکی کے والد حقیقی نے حق مہر مقرر کر کے مسلمانوں کی مجلس جن کو دعوت دے کر بلایا گیا تھا، حق مہر مقررہ سے ایک عدد زیور حاصل کر کے بقیہ یعنی غیر موجل تین عدد زیورات اور دس ہزار نقدی برائے بینک طے پایا اور پھر کپڑے بوٹ ہندی بھی حاصل کر لی اور دودھ مٹھائی مجلس میں رکھ کر نابالغہ کا اذن ایک نابالغ لڑکے کے لیے اس کے والد کو دیا، جس نے مجلس میں قبول کیا اور پھر دعائیہ کلمات بھی قاضی نے ادا کئے، حلوہ چائے اور کھانا بھی کھلایا گیا، جو لڑکی والوں ہی کی طرف سے تھی، اس کے بعد دوسرے دن لڑکی نابالغہ کو اس کے سسر اور ساس کے ساتھ بھیجا گیا، جو ۸، ۱۰؍دن وہاں رہی، اُس کے بعد تعلیم حاصل کرنے کے لیے پھر میکہ چلی آئی، اُس کے بعد سسر سے ایک بوٹ اور اٹیچی بھی یہ کہہ کر لڑکی کے والد نے لی کہ یہ تمہاری بہو ہے، اسے ہاسٹل جانا ہے، آپ ہی دے دیں اور اَب ساڑھے چار سال گزر گئے، لڑکی شرعی طور پر بالغ بھی ہے، ان دونوں کنبوں میں اختلاف ہوگیا تو لڑکی کے والد نے زیور اور ایک عدد اٹیچی واپس کرنے کے لیے تیسرے آدمی کے پاس رکھی، اس نیت کے ساتھ واپس کرنے سے نکاح فسخ ہوجائے گا اور ساتھ میں شرعی قانون کے خلاف سہارا حاصل کرنے کے لیے کوشش کر رہا ہے، کیا یہ عقد درست ہے؟ اور حق مہر ادا شدہ واپس کرنے سے فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں ہوسکتا ہے تو کیا غیر شرعی قانون کی آڑ میں وہ دوسری جگہ لڑکی کا عقد کرے تو وہ جائز ہے، یا حرام ہے؟ اور قاضی علاقہ نے اس حقیقت کو صدر انجمن کے پاس بھیجا اور بروئے بیانات گواہان متذکرہ بالا معاملہ ثابت ہوگیا، کیا صدر انجمن، یا قاضی (مولوی) کو حق حاصل ہے کہ مسئلہ کو بروئے درمختار تحریر کر کے فریقین کو آگاہ کرے کہ والد اور دادا کو ولایتِ اِجبار حاصل ہے، بعد بلوغت کے بھی لڑکی لڑکا نابالغہ اور نابالغ اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور ولی جائز کی رضامندی دو طریقہ سے ہوتی ہے، یا تو ولی کہہ دے کہ میں نکاح سے راضی ہوں، یا ایسے فعل کا سرزد ہونا ثابت ہو کہ حق مہر مقرر کرے، یا حق مہر کا مطالبہ کرے، یا عورت کو سسرال روانہ کرے، یہ دلالۃً رضامندی ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

حقیقی والد کے ذریعہ نابالغہ لڑکی کا نکاح شرعاً نافذ اور لازم ہوجاتا ہے اور لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اُسے اِس

---

(۱) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضا (ولي) ... (ولاتجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ.(الدر المختار) (قوله: فنفذ) أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحكام من طلاق وتوارث وغيرهما.(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٢٩٦/٢)

نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں رہتا اور نہ ہی اُس کا باپ اسے فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں والد کا ادا شدہ مہر واپس کرنے کو فسخ سمجھنا صحیح نہیں ہے اور جب تک مذکورہ لڑکی کا بالغ شوہر طلاق نہ دے، یا ان دونوں کے درمیان تفریق واقع نہ ہو، اُس وقت تک اُس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح قطعاً جائز نہ ہوگا، اگر لڑکی کا باپ اِس مسئلہ کے خلاف اقدام کرے، تو ذمہ دار حضرات کو مناسب انداز میں اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عن الحسن أنه كان يقول: نكاح الأب جائز على ابنته، بكرًا كانت أو ثيبًا كرهت لو لم تكره. (المصنف لابن أبي شيبة:۴۴۶/۳،رقم:۱۵۹۶۸،دار الكتب العلمية بيروت)

عن مالك بن أنس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوّج أبو البكر البكرَ فهو لازم لها وإن كرهت. (المصنف لابن أبي شيبة:۴۴۶/۳،رقم: ۱۵۹۷۰،دار الكتب العلمية بيروت)

فإن زوجها الأب أو الجد، يعني الصغير والصغيرة، فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الهداية: ۳۱۷/۲، كذا في البحر الرائق:۲۱۱/۳،زكريا، الدر المختار،باب الولي:۶۶/۳،كراچی)

جعل الإسلام الطلاق من حق الرجل وحده الخ. (فقہ السنۃ بحوالہ: فتاویٰ محمودیہ ۱۷۱/۱۳،ڈابھیل)

وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ولو ثيبًا ولزم النكاح، أي بلا توقف على إجازة أحد، وبلا ثبوت خيار الصغير والصغيرة ولو ثيبا ... فإن كان أبا أو حدا لزم العقد، فليس لها خيار الفسخ بعد البلوغ. (مجمع الأنهر: ۳۳۵/۱،بيروت)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۱،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۲/۸-۳۵۴)

فسخ نکاح کے لیے ارتداد موجب فسخ اور مجوز نکاح ثانی نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت جو کسی آدمی کا منکوحہ ہو اور صرف اسی ارادے پر کہ میرا نکاح ختم ہو جائے ارتداد اختیار کرے اور دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرے تو کیا یہ پہلا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور جب اسلام قبول کرے تو یہ دوسرا نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ ۴/۴/۱۴۰۴ھ)

الجواب

عورت کی ارتداد جب خاوند سے جدائی کے لیے ہو تو موجب فسخ نکاح نہیں ہے اور دوسرے خاوند کے لیے مجوز نکاح نہیں ہے۔ (والتفصيل في ردالمحتار ۵۴۰/۲)(۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۸/۴)

(۱) قال العلامة الحصكفي: لوارتدت لمجيء الفرقة منها ... تجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها ==

نابالغ لڑکی اورلڑکے کونکاح فسخ کرنے کااختیارکب تک ہے:

مسئلہ: دادامثل باپ کے ہے،اس کا نکاح کیا ہوا فسخ نہیں ہوسکتا،سوائے اس کے چچاماموں وغیرہما نے اگر نکاح دختر صغیرہ کا کردیا توبفور بالغ ہونے کے اگر دختر نے کہ دیا کہ میں نکاح سے راضی نہیں فسخ کرتی ہوں تو قاضی نکاح اس کا فسخ کرسکتا ہےاور جوذراسی دیرسکوت کیا تو پھرفسخ نہیں ہوسکتااور پسر مختار ہے، جب چاہے طلاق دیوے، اس میں حاجت فسخ نہیں ہےاور جب لڑکالڑکی بعد بلوغ کے چندروز چپ رہے تو دختر تو فسخ سے عاجز ہے،مرد جب چاہے طلاق دیوے۔فقط

رشیداحمد گنگوہی (مجموعۂ کلاں،ص:۲۲۹) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ،ص:۲۵۸)

خیاربلوغ سکوت سے باطل ہوجاتا ہے:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا چھوٹے چچانے اپنے بیٹے کے ساتھ کردیا،دوسرے دوبڑے چچااورایک نانا راضی نہیں تھے۔جب علماء کرام سے معلوم کیا گیا توانہوں نے جواب دیا کہ لڑکی جب بالغ ہوگی تواس نکاح کے فسخ کرنے کااختیار ہوگا،لڑکی جب بالغ ہوئی تواس نے بلوغ کے چندقدم چل کرلوگوں کوآ کرکہا کہ میں بالغ ہوگئی ہوں،لہذا مجھے یہ نکاح قبول نہیں ہے۔ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ چوں کہ لڑکی نے چندقدم چل کرلوگوں سے آ کرکہا ہے؛اس لیے تاخیر ہوگئی،لہذااب نکاح فسخ نہیں ہوا،کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگرلڑکی بلوغ کے فوراً بعدفسخ کرتی،اگرچہ تنہائی ہی میں تھی تو نکاح فسخ ہوجاتا،ذراسی سی تاخیر سےبھی خیاربلوغ باطل ہوجاتا ہے؛اس لیے یہ نکاح قائم ہے۔

قال فی التنویر: وَبَطَلَ خِيَارُ الْبِكْرِ بِالسُّكُوتِ عَالِمَةً بِالنِّكَاحِ وَلَا يَمْتَدُّ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ.
وفی الشرح: لِأَنَّهُ كَالشُّفْعَةِ.
وفی الشامیة: (قَوْلُهُ وَلَا يَمْتَدُّ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ) أَيْ مَجْلِسِ بُلُوغِهَا أَوْ عِلْمِهَا بِالنِّكَاحِ كَمَا

== بمهر يسير كدينار وعليه الفتوىٰ ولو الجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتيسيرا لا سيما التي تقع في المكفر ثم تنكر قال في النهر والافتاء بهذا اولىٰ من الافتاء بما في النوادر لكن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما يقع منهن من موجبات الردة مكررا في كل يوم لم يتوقف في الافتاء برواية النوادر قال ابن عابدين: (قوله زجرا لها) عبارة البحر حسما لباب المعصية والحيلة للخلاص منه ولا يلزم من هذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصورا على ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذلک سدا لهذا الباب من اصله سواء تعمدت الحيلة ام لا كي لاتجعل ذلک حيلة... ولا يخفىٰ ان الافتاء بما اختاره بعض ائمة بلخ اولىٰ من الافتاء بما في النوادر،الخ.(الدرالمختار مع ردالمحتار: ٤٢٦/٢،باب نكاح الكافر)

فِي الْفَتْحِ: أَيْ إِذَا بَلَغَتْ وَهِيَ عَالِمَةٌ بِالنِّكَاحِ أَوْ عَلِمَتْ بِهِ بَعْدَ بُلُوغِهَا فَلَا بُدَّ مِنَ الْفَسْخِ فِي حَالِ الْبُلُوغِ أَوِ الْعِلْمِ فَلَوْ سَكَتَتْ وَلَوْ قَلِيلًا بَطَلَ خِيَارُهَا وَلَوْ قَبْلَ تَبَدُّلِ الْمَجْلِسِ (قَوْلُهُ لِأَنَّهُ كَالشُّفْعَةِ) أَيْ فِي أَنَّهُ يُشْتَرَطُ لِثُبُوتِهَا أَنْ يَطْلُبَهَا الشَّفِيعُ فَوْرَ عِلْمِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ حَتَّى لَوْ سَكَتَ لَحْظَةً أَوْ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ لَغْوٍ بَطَلَتْ. (ردالمحتار: ۳۳٦/۲) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ر صفر ۱۳۹٦ھ (احسن الفتاویٰ: ۱۰۳/۵-۱۰۴)

لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اپنا خیار استعمال نہ کیا تو بعد میں فسخ نکاح کا اختیار نہیں:

سوال: لڑکی نابالغہ کا نکاح چچا نے کر دیا، جب تقریبا بائیس سال کی ہوئی تو اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا کہ میرے چچا نے میری مرضی کے مطابق نکاح نہیں کیا، اب کیا یہ نکاح قابل فسخ ہے، یا نہیں؟

الجواب

لڑکی کو خیار بلوغ کے تحت فسخ نکاح کا حق اسی وقت حاصل تھا، جب اس پر بلوغ کے آثار (حیض) ظاہر ہوئے تھے، جب اس نے اس وقت نکاح فسخ نہیں کیا تو اس کے بعد سالہا سال گزر جانے پر وہ خیار بلوغ کا حق استعمال نہیں کر سکتی۔ (۲) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲/۱/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۸۷/۲)

لڑکی کا قبل بلوغ نکاح ہونے پر بعد بلوغ رضامند رہ کر پھر انکار کرنا:

سوال: زید کا نکاح ہندہ نابالغہ بولایت اولیاء ہندہ منعقد ہوا تھا، بعد فوت ہونے زید کے ہندہ نابالغہ کا نکاح ثانی برادر زید سے والدین زید نے بلا اجازت واطلاع اولیاء ہندہ اپنے گھر میں کرا لیا، بعد اطلاع کے اولیاء ہندہ بھی شکایت وغیرہ کر کے نکاح ثانی ہندہ سے راضی ہو گئے، یہاں تک کہ ہندہ کی آمد ورفت برابر اپنے اولیا وزوج میں رہی، کسی قسم کی ناراضی اولیاء ہندہ میں وزوج ہندہ میں ہے، ہندہ اپنے نکاح سے انکار کرتی ہے اور زوج سے علاحدہ ہو کر اپنے اولیا میں چلی گئی، لہذا ایسی صورت میں کہ ہندہ اپنے نکاح سے راضی تھی، نکاح صحیح ہے اور ہندہ آ سکتی ہے، یا نکاح فسخ ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) تنویر الأبصار مع الدر المختار وردالمحتار، باب الولی: ۷۳/۳-۷٤، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) وفی قاضی خان کتاب النکاح فصل فی الخیارات: ۲۸٦/۱ (طبع ماجدیة) وإذا بلغت وهی بکر فسکتت ساعة بطل خیارها فإن اختارت نفسها کما بلغت واشهدت علیٰ ذلک صح.

وفی الدر المختار: ۷٤/۳ (ولا یمتد إلیٰ آخر المجلس). و فی الشامیة تحته أی مجلس بلوغها أوعلمها بالنکاح کما فی الفتح: أی إذا بلغت وهی عالمة بالنکاح أوعلمت به بعد بلوغها فلا بد من الفسخ فی حال البلوغ أوالعلم فلو سکتت ولو قلیلا بطل خیارها ولو قبل تبدل المجلس.

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح صحیح ہوگیا کہ ہندہ کے اولیاء نے اس کو رد نہیں کیا اور دلالۃً اور صراحۃً اس کی رضا پائی گئی اور بعد بلوغ کے خود ہندہ بھی زوج سے راضی رہی اور اس کے پاس رہتی رہی تو یہ اب نکاح ہرگز انکار ہندہ سے فسخ نہیں ہوسکتا۔ (کذافی کتب الفقه) فقط واللہ تعالیٰ اعلی (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۶)

ڈیڑھ سال بعد خیار بلوغ:

سوال (۱) کیا نابالغ لڑکی بالغ ہونے کے ڈیڑھ سال بعد اپنا نکاح فسخ کراسکتی ہے؟ لڑکا لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے طلاق دینے پر رضامند تھا، اب طلاق نہیں دیتا، نہ لڑکی کو بلاتا ہے، نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا تھا۔

(۲) کیا اس لڑکی کا نکاحِ ثانی بعد طلاق فوراً چند دن بعد ہوسکتا ہے، جب کہ شوہر گھر تک نہ گئی ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے اس کا نکاح کر دیا تھا تو بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کو نامنظور کر کے اور اس پر گواہ بنا کر موافقِ شرع حاکم مسلم سے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً نامنظور نہیں کیا؛ بلکہ خاموشی اختیار کی تو اب ڈیڑھ سال بعد خیارِ بلوغ باقی نہیں رہا۔ (۱) اب اگر لڑکا رخصتی کرانا اور گھر آباد کرانا نہیں چاہتا تو بہتر یہ ہے کہ لڑکی طلاق مہر کے عوض لے لے۔ (۲)

اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق ادا نہیں کرتا، مجھے نکاحِ ثانی کی اجازت دی جائے، اگر حاکم کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے تو شوہر کو حاضرِ عدالت کر کے کہے کہ تم اپنی بیوی کو رخصت کراؤ، اس کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ پھر اگر شوہر کوئی صورت اختیار نہ کرے تو حاکم مسلم بااختیار خود تفریق کر دے، یہ تفریق طلاق کے حکم ہوگی، اس کے بعد دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔

اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی بطورِ پنچایت یہ سب کام کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک فہیم ومعاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے،

---

(۱) "(وإن كان من كفء وبمهر المثل، صح و)لٰكن (لهما)أى لصغير وصغيرة (خيارالفسخ)... (بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده)". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولى: ۳/ ۶۷-۶۹، سعيد) (نیز دیکھئے: البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۳/ ۲۱۱، رشيديه)

(۲) "إذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيما حدودالله فلابأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعل ذلك وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال، كذا فى الهداية". (الفتاوىٰ العالمگرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن فى الخلع وما فى حكمه، الفصل الأول: ۱/ ۴۸۸، رشيدية)

رسالہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' کا مطالعہ بھی بغور کرلیا جائے، اس میں تفصیل مذکور ہے۔(۱) اگر نکاح باپ نے کیا تھا، یا باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے دادا نے کیا تھا، تب بھی خیار بلوغ حاصل نہیں؛ (۲) لیکن ادائے حقوق نہ کرنے کی صورت میں طریقہ مذکور پر فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔

(۲) جب کہ شوہر سے تنہائی نہیں ہوئی اور شوہر نے طلاق دے دی، یا خیار بلوغ کی وجہ سے فسخ کرالیا، یا حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے فسخ کرالیا، جس کی تفصیل نمبر: ا میں گزری تو عدت واجب نہیں، طلاق، یا فسخ کے بعد بھی دل چاہے دوسرا نکاح ہوسکتا ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۸۵-۵۸۷)

خیارِ بلوغ سے فسخِ نکاح کے لیے گواہ ضروری نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ کسی لڑکی کا ولی ابعد نے حالت نابالغی میں غیر کفو سے نکاح کرادیا۔ اب لڑکی کہتی ہے کہ اس نکاح کو عدم کفاءت کی بنا پر میں نے بالغہ ہونے کے ساتھ ہی رد کردیا ہے؛ لیکن لڑکی نے اس پر کوئی گواہ قائم نہیں کیا، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں بغیر گواہ صرف لڑکی سے حلف لے کر قاضی نکاح کو فسخ کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر فسخ کردے تو یہ فسخ شرعاً معتبر ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر لڑکی بالغہ ہوتے ہی نکاح کو رد کردے اور گواہ نہیں ہوں تو اس صورت میں عورت کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ قاضی یہ نکاح فسخ کرسکتا ہے۔

---

(۱) الحیلۃ الناجزۃ، باب: حکم زوجہ منعت ۷۳-۷۴، دارالاشاعت، کراچی

''(فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان)أمر عزو جل بالإمساك بالمعروف،وقد عجزعن الإمساك بالمعروف؛ لأن ذلك بإيفاء حقها في الوطء والنفقة ،فتعين عليه التسريح بالإحسان ،فإن فعل،وإلا ناب القاضي منابه في التسريح،وهوالتفريق،الخ''.(بدائع الصنائع ،كتاب النكاح ، فصل فيما يبطل به الخيار:٣/٦٠٣،دار الكتب العلمية،بيروت)

(۲) ''(وإن كان المزوج غيرهما)أي غيرالأب وأبيه ...(لايصح) النكاح (من غير كفء أوبغبن فاحش أصلاً) ... (وإن كان من كفء وبمهر المثل ،صح و) لكن (لهما)أي لصغيروصغيرة (خيارالفسخ) ... (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده)''.(الدرالمختار مع ردالمحتار،كتاب النكاح ، باب الولي:٣/ ٦٧-٦٩،سعيد)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها﴾(سورة الأحزاب:٤٩)

''وسبب وجوبها (أي وجوب العدة) النكاح المتأكد بالتسليم وما جرىٰ مجراه من الخلوة''.(مجمع الأنهر، كتا ب الطلاق ، باب العدة:١/٤٦٤،دار إحياء التراث العربي،بيروت)

''أربع من النساء لا عدة عليهن:المطلقة قبل الدخول،الخ'.(الفتاوىٰ العالمگيرية،كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة:١/٥٢٦،رشيديه)

لمافي الهندية (۲۸۵/۱):فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهٰذا عند أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق، كذا فى الهداية.

وفيه أيضاً (۲۸٦/۱): ويبطل هذا الخيار فى جانبها بالسكوت إذا كانت بكرا ولا يمتد إلى آخر المجلس حتى لو سكتت كما بلغت وهى بكر بطل الخيار، الخ.

وفى الدرالمختار (٦٤/٣):(قال) الزوج للبكر البالغة (بلغک النكاح فسكت وقالت رددت) النكاح (ولا بينة لهما) على ذلک (ولم يكن دخل بها طوعا) فى الأصح (فالقول قولها) بيمينها على المفتى به وتقبيل بينته علىٰ سكوتها لأنه وجودى بضم الشفتين ولو برهنافبينتها أولى إلا أن يبرهن علىٰ رضاها أو إجازتها. (نجم الفتاویٰ:۵۹/۵)

بالغ ہونے کے بعد لڑکی کا دو گواہوں کے سامنے نکاح سے انکار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شہنور بانو بنت محمد اسلم ساکن رام پور، پرتاب گڈھ کا نکاح غیر ولی نے نابالغی ۱۲/ برس کی عمر میں کر دیا؛ لیکن اِس وقت جب کہ اس کی عمر پندرہ سال ہوئی تو اُس نے دو آدمیوں کے سامنے انکار کر دیا کہ یہ نکاح ہمیں منظور نہیں ہے تو اب مسئلہ کی شکل کیا بنے گی، نکاح برقرار مانا جائے گا، یا کہ انکار کی صورت میں نکاح ختم مانا جائے گا؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

برتقدیر صحتِ سوال اگر واقعی مذکورہ لڑکی شہنور بانو کا نکاح ولی اقرب (باپ، یا دادا) کے علاوہ کسی اور نے نابالغی کی حالت میں کر دیا تھا تو اِس صورت میں اُس لڑکی کو بالغ ہوتے ہی اِس بات کا اختیار ملے گا کہ وہ اپنے شوہر سے نکاح فسخ کر دے اور ہندوستان جیسے ممالک میں اُس کی شکل یہ ہوگی کہ بالغ ہوتے ہی وہ دو گواہوں کے سامنے یہ اظہار کرے کہ مجھے اِس نکاح میں رہنا منظور نہیں ہے، اُس کے بعد اپنا مقدمہ قریبی محکمہ شرعیہ میں پیش کرے اور پھر محکمہ شرعیہ تحقیق کے بعد اُن کے مابین تفریق کر دے، اس کے بعد حسبِ شرائط وہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ:۵۹۱/۱۱، ڈابھیل)

عن سَلْم بن أبى الذيّال قال: كتب عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالىٰ فى اليتيمين: إذا زوّجا وهما صغيران إنهما بالخيار. (المصنف لابن أبى شيبة:٤٤٨/٣،رقم:١٥٩٩٥،دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال فى الصغيرين: هما بالخيار إن شبّا. (المصنف لابن أبى شيبة:٤٤٨/٣،رقم: ١٥٩٩٩،دار الكتب العلمية بيروت)

وإن زوّجها غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ، يشترط فيه القضاء. (الهداية:٣١٧/٢)

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء أي للصغير والصغيرة ولو ثيبًا؛ فإن كان أبا وجدا لزم، وإن كان غيرهما فلهما الخيار، إذا بلغا أو علما بالنكاح بعد البلوغ أي إن كان المزوج غيرهما فلكل واحد منهما خيار الفسخ،سواء كانا عالمين قبل البلوغ بالعقد أوعلما بعد البلوغ في أظهر الروايتين عند الإمام وهو قول محمد. (مجمع الأنهر: ٤٩٤/١ بيروت، شامي: ١٧٣/٤،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری، ۱۵/۷/۱۴۳۳ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۱/۸-۳۵۲)

خیار بلوغ میں عدالت سے نکاح فسخ کرائے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا:

سوال: ایک لڑکا جس کا نکاح بچپن میں اس کی ماں نے کسی سے کر دیا تھا، بلوغ کے بعد عدالت سے فسخ کرائے بغیر دوسری جگہ نکاح کیا تو یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس لڑکی کو خیار بلوغ کا حق حاصل ہو بالغ ہونے کے بعد باقاعدہ عدالت سے فسخ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، عدالت سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کئے بغیر دوسری جگہ نکاح کا اعتبار درست نہیں، تنسیخ نکاح کے لیے عدالت کا سہارا لینا ضروری ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله: (تحت بشرط القضاء للفسخ) وحاصله أنه إذا كانت الزوج للصغير أولصغيرة غير الأب والجد فلها الخيار بالبلوغ أواعلم به فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلّا بشرط القضاء. (ردالمحتار: ٧٠/٣، كتاب النكاح، باب الولي،مطلب مهم هل للعصبة تزويج الصغير،إلخ)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۸۳/۴)

حاکم غیر مسلم نکاح فسخ کرے تو معتبر ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کا دعویٰ عدالت میں دائر کیا؛ مگر عدالت نے اس کا نکاح ثابت نہ پایا اور اس کا دعوی خارج کر دیا۔ زید نے اپیل کیا، اپیل بھی نامنظور ہوا، پھر زید نے عدالت نگرانی میں اپنے نکاح کو ثابت قرار دینے کے لیے نگرانی دائر کی، وہ نگرانی بھی منظور نہ ہوئی، ان تینوں عدالتوں کے فیصلے کے بعد ہندہ کے ورثہ نے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ علی الاعلان کر دیا۔

جس شب میں شادی کی تاریخ مقرر تھی، اس سے ایک دن قبل زید (مدعی نکاح کا نام) نے اپنے دو تین رقیبوں کو ساتھ لے کر ہندہ کے مکان میں داخل ہو کر ہندہ اور ہندہ کی بہن اور ہندہ کے باپ کی ناک کاٹ لی۔ اس مقدمہ میں

---

(۱) **قال النسفي: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء.** (البحر الرائق: ١٣٠/٣، كتابا النكاح، باب الأولياء والأكفاء) ومثلهٔ في الهندية: ٢٨٥/١،الباب الرابع في الأولياء.

زید اوراس کے ساتھیوں کو ناک کاٹنے کے جرم میں سزا ہوئی، اس سزا کے مرحلہ اپیل میں زید نے عذر پیش کیا کہ چوں کہ میرا نکاح ہندہ کے ساتھ تھا اوراس سے مجھے محروم کر دیا گیا ہے، اس غیرت میں میں نے یہ جرم کیا تھا، عدالت اپیل نے ابتدائی کاغذات دیکھے اور پھر چوتھی مرتبہ ان کی تحقیقات کر کے نکاح ثابت قرار دے دیا۔ اب ہندہ دوسرے کے گھر میں؛ یعنی بکر کے گھر میں صاحب اولاد ہے دو تین بچوں کی ماں ہے اور بکر جس نے ہندہ سے نکاح کیا تھا، اس نے تینوں عدالتوں کے تمام احکام صادر ہونے کے بعد نکاح کیا تھا۔

اب عدالت کے پہلے نکاح کو ثابت قرار دینا جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز ہوسکتا ہے تو ہندہ دوسرے شخص کے جائز نکاح میں کئی بچوں کی ماں ہوچکی ہے؛ کیوں کر بکر کے گھر سے نکالی جاسکتی ہے اور بچوں کی نسبت کیا حکم شرعی ہے؟ فقط

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ابتدائی فیصلوں کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ کافی ثبوت نہیں پہنچا؛ اس لیے نکاح زید کو انہوں نے تسلیم نہیں کیا، نہ یہ ہے کہ زید کے نکاح کو مان کر اس کو فسخ کر دیا، علاوہ اس کے یہ فیصلہ جات جس قدر ہیں، سب حکام غیر مسلمین کے ہیں، جو حق مسلم میں نافذ و ناطق نہیں، لہٰذا اگر کوئی عدالت کافی ثبوت لے کر نکاح زید کو مانے تو شرعاً بھی مسلم ہوگا اور وہ فیصلہ فیصلہ اول کے معارض نہ ہوگا، پس بر تقدیر ثبوت وہ عورت زید کی ہوگی، نہ (کہ) بکر کی، ہاں اگر بکر کو زید کے نکاح کا علم نہیں اور عدالت کے فیصلوں سے اس کو مظنون ہوا، زید کی منکوحہ ہندہ نہیں ہے اور اس بنا پر (بکر نے) ہندہ سے نکاح کرلیا اور چھ ماہ بعد عقد سے اولاد پیدا ہوئی تو وہ اولاد بکر سے ہے مفتی بہ قول پر اور اگر اس سے کم مدت میں عقد سے پیدا ہوئی تو وہ اولاد زید سے ہے۔

(وأهله [القضاء] أهل الشهادة) أى أدائها على المسلمين. (الدرالمختار، كتاب القضاء، ص: ٤٩٢١)

وَذَكَرَ فِي كِتَابِ الدَّعْوَى مِنْ الْأَصْلِ: إذَا تَزَوَّجَتْ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إذْنِ مَوْلَاهَا وَدَخَلَ بِهَا الزَّوْجُ وَوَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ تَزَوَّجَهَا فَادَّعَاهُ الْمَوْلَى وَالزَّوْجُ فَهُوَ ابْنُ الزَّوْجِ، فَقَدْ اعْتَبَرَهُ مِنْ وَقْتِ النِّكَاحِ لَا مِنْ وَقْتِ الدُّخُولِ، وَلَمْ يَحْكِ خِلَافًا، قَالَ الْحَلْوَانِيُّ: هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْفِرَاشَ يَنْعَقِدُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ، خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ الْبَعْضُ أَنَّهُ لَا يَنْعَقِدُ إلَّا بِالدُّخُولِ، آه، فَهَذَا صَرِيحٌ فِي ثُبُوتِ النَّسَبِ فِيهِ. (١)

وفاسد النكاح في ذلك [اى النسب] كصحيحه. (الدرالمختار، باب ثبوت النسب: ٦٧٧/٢)

(غَابَ عَنْ امْرَأَتِهِ فَتَزَوَّجَتْ بِآخَرَ وَوَلَدَتْ أَوْلَادًا) ثُمَّ جَاءَ الزَّوْجُ الْأَوَّلُ (فَالْأَوْلَادُ لِلثَّانِي عَلَى الْمَذْهَبِ) الَّذِي رَجَعَ إلَيْهِ الْإِمَامُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، كَمَا فِي الْخَانِيَّةِ وَالْجَوْهَرَةِ وَالْكَافِي وَغَيْرِهَا، وَفِي حَاشِيَةِ شَرْحِ الْمَنَارِ لِابْنِ الْحَنْبَلِيِّ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى إنْ احْتَمَلَهُ الْحَالُ، لَكِنْ فِي آخِرِ دَعْوَى الْجَمْعِ

(١) ردالمحتار، مطلب عدة المنكوحة فاسدا: ٥١٦/٣-٥١٧، دارالفكر بيروت، انيس

حَكَى أَرْبَعَةَ أَقْوَالٍ ثُمَّ أَفْتَى بِمَا اعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ، وَعَلَّلَهُ ابْنُ مَالِكٍ بِأَنَّهُ الْمُسْتَفْرِشُ حَقِيقَةً، فَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ الْحَقِيقِيِّ وَإِنْ كَانَ فَاسِدًا. (۱)

وإنما وضع المسئلة في الولد إذا لمرأة ترد إلى الأول اجماعاً. فقط (فتاوی مظاہر علوم: ۱۰۲/۱)

جہاں قاضی نہ ہوتو وہاں کے علماء کرام نکاح فسخ کر سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: نابالغہ لڑکی کا نکاح بوجہ فوت ہونے باپ کے اس کے بھائی نے کسی کے ساتھ باندھ دیا، بالغ ہونے پر اس لڑکی نے کہا کہ یہ نکاح جو میرے بھائی نے باندھا ہے، مجھے منظور نہیں تو کیا یہ اختیار جو شرع نے لڑکی کو دیا ہے، فسخ نکاح کے وقت قاضی کی شرط ہے، یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو ان ممالک میں قاضی کا وجود مفقود ہے تو کیا اس روایت کے تحت علمائے کرام موجودہ کو اختیار ہے کہ وہ قاضی کے قائم مقام ہو کر نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ استاذ شیخ علامہ شامی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، نوع ثالث، فصل ثانی، ص: ۲۴ میں لکھتے ہیں:

إذا خلا الزمان من ذی سلطان كفاية فالأمور كله مؤكلة إلى العلماء فيجب على الأمة الرجوع إليهم ويصرون ولاة فإذا عسر جمعهم علىٰ واحد انتقل كل قطر باتباع علماء ه فإن كثروا فالمتبع اعلمهم فإن استووا فاقراع بينهم.

اور جب مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کو دیکھا گیا تو اس میں رائے دی گئی، جو ذکر کی جاتی ہے:

وفسخ نکاح بخیار بلوغ قضائے قاضی شرط است، چنانچہ در درمختار می آرد۔

حاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ به فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلاّ بشرط القضاء، انتهى.

بناءً علیہ در صورت سوال نکاح دوئم صحیح نخواہد شد و در جامع الفصولین می نویسد:

لو اختار أحدهما الفرقة ورد النكاح بخيار البلوغ لم يكن رداً ولا يبطل العقد ما لم يحكم به القاضي فيوارثان قبل الحكم.

در بلادیکہ امیر حکومت کفار اند وقضائے قاضی در آنجا مفقود است اگر ہمچو واقع افتد ضرور است کہ صاحب معاملہ بہ بلاد اسلام کہ دران قضائے قاضی موجود است مثلاً بلاد حجاز وبلاد روم وغیرہ واز بلاد ہند رامپور وبھوپال وغیرہ رفتہ انفصال سازد یا بذریعہ تحریر از قضاۃ بلاد اسلام حکم فسخ طلب سازد۔ واللہ اعلم

حررہ راجی عبدالحی

تو ان روایات بالا کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں کیا کرنا چاہیے، آیا حدیقہ ندیہ کی روایت پر عمل کریں اور یہاں علما کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرایا جائے، یا مولانا عبدالحی مرحوم کی روایت کو لحاظ کرتے ہوئے بلاد رام پور، یا بھوپال میں جو

(۱) الدر المختار، فصل في ثبوت النسب: ۵۵۳/۳، دار الفكر بيروت، انيس

قاضی مقرر ہیں، ان سے نکاح فسخ کرایا جائے۔ دیگرعرض یہ ہے کہ جب لڑکی بالغ ہوئی تو کیا اسی مجلس کا اعتبار ہوگا کہ وقت بلوغ کی اس حالت کذائی میں کہے کہ مجھے نکاح سابقہ منظور نہیں، یا شرع نے اس کو بوجہ لاعلمی کے اختیار وسیع دیا ہے کہ جب علم ہوتو نکاح فسخ کرسکتی ہے؟ اس مسئلہ میں سخت تشویش ہے۔

(المستفتی: ۱۶۳۸، سید محبوب شاہ صاحب، ضلع کیمبلپور، ۱۸/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۷/ جولائی ۳۷ء)

الجواب

خیار بلوغ کو کام میں لانے کے لیے مجلس بلوغ میں رد کرنا لازم ہے، (۱) البتہ اگر لڑکی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا ہے اور وہ بالغہ ہوجائے تو جس وقت اس کو نکاح ہونے کا علم ہو، اسی مجلس میں رد کردے۔ (۲) اگر مجلس نکاح یا مجلس علم بالنکاح میں اس نے سکوت کیا تو یہ اختیار باطل ہوجائے گا، خواہ سکوت مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہو، (۳) پھر انکار اور رد کرنے کے بعد فسخ کے لیے قضاء قاضی شرط ہے۔ ہندوستان میں شرعی قاضی نہیں؛ لیکن یہاں کی انگریزی عدالتوں کے مسلمان جج اور سب جج اس بارے میں قاضی کے قائم مقام ہوسکتے ہیں، (۴) وہ فسخ کا حکم کردیں تو صحیح ہے۔ ریاستوں کے قاضی فسخ نہیں کرسکتے؛ کیوں کہ جب زوج وزوجہ ریاست سے باہر باشندے ہیں تو وہ قاضی کے حدود ولایت سے خارج ہیں۔

اور حدیقہ ندیہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جہاں شرعی قاضی نہ ہوں، وہاں مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ فصل خصومات کے لیے علماء کو اختیارات فصل قضایا دیں، (۵) اور اپنے مقدمات کے ان سے فیصلے کرائیں اور ان کے فیصلے شرعی فیصلے ہوں گے تو اگر مسلمان ایسا کرتے کہ کسی علاقہ میں ایک عالم کو خود مقرر کرلیتے اور اس بات کا معاہدہ کرتے کہ اپنے مقدمات کے اس عالم کے فیصلے کرائیں گے اور ان فیصلوں کو تسلیم کریں گے تو بے شک وہ ایسا کرسکتے تھے؛ لیکن جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب کوئی عالم یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اس جیسے مقدمات میں فسخ نکاح کا فیصلہ اور حکم کرے اور اگر کوئی عالم ایسا کرے تو اس کا فیصلہ معتبر اور موثر نہ ہوگا۔ سرکاری عدالتوں کے جج اور سب جج یہ کام اس

(۱) وخيار البلوغ لا يمتد إلىٰ آخر المجلس. (الفتاویٰ الهندية، باب في الأولياء: ۳۱۸/۲، شركة علمية)

(۲) وإن لم تعلم بالنكاح فلها الخيار حتى تعلم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۳۱۷/۲، شركة علمية ملتان)

(۳) وبطل خيار البكر بالسكوت لومختارة عالمة بأصل النكاح ... ولا يمتد إلىٰ آخر المجلس ... وإن جهلت به لتفرغها للعلم. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷۳/۳-۷۵، سعيد)

(۴) ولكن إذا ولى الكافرعليهم قاضيًا ورضيه المسلمون صحت توليته. (رد المحتار، كتاب القضاء: ۳۶۹/۵، سعيد)

(۵) وإذا لم يكن سلطان ولا من لا يجوز التقلد منه ... يجب على المسلمين أن يتفقوا علىٰ واحد منهم، يجعلونه واليًا فيولى قاضيًا ويكون هوالذى يقضى بينهم. (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في تولية القضافي بلاد تغلب عليها الكفار: ۳۶۹/۵، سعيد)

لیے کر سکتے ہیں کہ ان کو حکومت غیر مسلمہ کی طرف سے قانونی طاقت حاصل ہے کہ ایسے مقدمات میں اسلامی حکم کے موافق فیصلہ کر دیا کریں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۸۰-۸۱)☆

باطل نکاح کے فسخ کے لیے قضاء قاضی ضروری نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲۲/جنوری ۱۹۲۶ء)

سوال: ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ میرا نکاح ہمراہ فلاں نابالغہ کے حقیقی ماموں نے باجازت والد لڑکی مذکورہ کے کر دیا۔ اب لڑکی مذکورہ کے والد نے اور جگہ نکاح کر کے دے دیا، میرا نکاح بشرح صدر باقی ہے، لڑکی جواب میں کہتی ہے کہ میرا نکاح حالت بلوغ میں ہمراہ مدعی کے بغیر اجازت والد کے ہوا اور میں نے اس نکاح کو فسخ کرالیا، میرے والد نے علمائے ہندوستان کو لکھ کر بھیجا تھا کہ جو نکاح بغیر مرضی باپ دادا اور ان کی موجودگی کے کوئی ولی کر دے، فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ علماء نے لکھ دیا ہے کہ فسخ ہوسکتا ہے۔ اس واسطے میں نے اور جگہ نکاح کر لیا، اب اس معاملہ کی نوبت عدالت تک پہنچ چکی ہے، عدالت کے نزدیک بھی نکاح ثابت ہو چکا ہے کہ مگر فسخ میں جھگڑا ہے۔ مدعی کہتا ہے کہ اگر یہ نکاح میرا بعد البلوغ لڑکی مذکورہ سے ہوا ہے اور وہ نکاح سنتے ہی ناراض ہوگئی تو فسخ کرانے کی کیا ضرورت پڑی؟ فسخ کے لیے وجود نکاح کے تقدم کی ضرورت ہے اور اگر قابل فسخ ہے تو فسخ کے لیے اتنا عذر کافی نہیں ہوسکتا، بغیر خواہش و بغیر تحریر و درخواست زوجین کے قاضی فسخ نہیں کرسکتا؛ بلکہ زوجین حاضر ہوں، یا خاص کر ان کی تحریر موجود ہو تو

☆ **فسخ قاضی کے بغیر خیار بلوغ استعمال کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا:**

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کو تعلیم دی گئی تھی کہ تو جب بالغہ ہو جائے، اسی وقت فی الفور بلا درنگ اپنے نکاح کو فسخ کر دے، لڑکی نے بالغ ہونے پر دو گواہ بنا کر کہا کہ اب میں بالغہ ہوگئی ہوں، تم گواہ ہو کہ میں نے نکاح توڑ دیا ہے؛ لیکن قبل از قضا و تحکیم پھر لڑکے اور لڑکی نے صلح کر لی ہے، کیا وہی پہلا نکاح قائم ہے، یا از سر نو ایجاب و قبول کرنا لازم ہے؟

(المستفتی: ۲۷۸۹، مولوی احمد الدین گنجیالوی، سرگودھا، ۱۳/ربیع الاول ۱۳۶۴ھ)

الجواب

خیار بلوغ کے ماتحت بلوغ کے وقت عورت کے انکار کر دینے اور نکاح فسخ کر دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، جب تک قاضی نکاح کو فسخ نہ کرے نکاح قائم رہتا ہے، لہٰذا قضا سے قبل دونوں بدستور زن وشوہر ہیں اور اسی طرح رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں۔

بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیه. (الدر المختار) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۷۰، سعید)

فیتوارثان فیه أن فی هٰذا النکاح قبل ثبوت فسخه. (ردالمحتار) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۷۰، سعید)

لا یثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (ردالمحتار) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۷۰، سعید)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۹۳)

قاضی ان دونوں کو حکم کرے کہ تم دونوں اور نکاح کرلو، پہلا نکاح جاتا رہا۔(۱) باقی روایات فقہ سے یہی معلوم ہوتا ہے، اگر اس صورت میں دوسرا نکاح صحیح نہ ہوا تو پہلا اگر باقی ہے تو جس امام نے دوسرا نکاح دیدہ ودانستہ پڑھ دیا ہے اور اس فسخ غائبانہ کو اصلی فسخ سمجھ کر عمل درآمد کرلیا ہے، شرعاً اس کی کیا سزا ہے؟

الجواب

اگر واقعہ یہ ہے کہ لڑکی پہلے نکاح کے وقت بالغہ تھی اور اس کی مرضی کے بغیر کسی نے اس کا نکاح کردیا تو خود لڑکی کو یہ اختیار تھا کہ وہ اس نکاح کو قبول کرے، یا نہ کرے۔ اگر لڑکی قبول نہ کرے تو نکاح باطل ہوجاتا ہے، خواہ یوں کہو کہ لڑکی نے ناراضی ظاہر کی، لہٰذا نکاح جاتا رہا، یا یوں کہو کہ لڑکی نے نکاح فسخ کردیا، دونوں کا مطلب ہمارے عرف میں ایک ہے، اس بطلان نکاح، یا فسخ کے لیے قضائے قاضی شرط نہیں ہے۔(۲)

ہاں اگر لڑکی نابالغہ تھی اور نکاح باپ نے کیا تھا تو وہ نکاح لازم تھا، اب لڑکی کو اس کے فسخ کرنے کا؛ بلکہ دعوائے فسخ دائر کرنے کا بھی حق نہیں،(۳) اور اگر نابالغہ ہونے کی صورت میں باپ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باپ نے اجازت دے دی اور تسلیم کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور اگر ناراضی کا اظہار کیا تو نکاح باطل ہوگیا یا یوں کہو کہ باپ نے فسخ کردیا۔(۴) البتہ اگر نابالغہ کا نکاح باپ اور دادا کے سوا کسی ولی نے کیا ہو اور باپ اور دادا زندہ نہ ہوں، یا غیبت منقطعہ کے ساتھ غائب ہوں تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت بعد البلوغ سے تام اور نافذ ہوجاتا ہے؛ لیکن لڑکی کو دعویٰ فسخ کا اختیار ہوتا ہے اور اس کے فسخ کے لیے قضائے قاضی کی ضرورت ہے۔(۵)

صورت مسئولہ میں جو واقعہ ہو اس کے موافق حکم سمجھا جائے، نکاح پڑھانے والے نے اگر یہ سمجھ کر نکاح پڑھایا کہ پہلا نکاح جاتا رہا ہے تو اگر اس کی یہ سمجھ صحیح تھی تو اس کا یہ فعل بھی صحیح ہوا اور نہ غلط؛ تاہم اس کے ساتھ سختی مناسب نہیں۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۹۶/۵-۹۷)

---

(۱) فإن زوجهما بغير الأب والجد فلهما الخيار بعد البلوغ بشرط قضاء القاضی (الهداية، كتاب النكاح، باب فی الأولياء و الأكفاء: ۳۱۷/۲، شركة علمية)

(۲) لا يجوز نكاح أحد علىٰ بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علىٰ إجازتها فإن إجازته جاز وإن ردته بطل. (الهداية، كتاب النكاح، الباب الرابع فی الأولياء فی النكاح: ۲۸۷/۱، ط: ماجدية)

(۳) فإن زوجهما الأب و الجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الهندية، النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

(۴) فلو زوج أبعد حال قيام الأقرب توقف علىٰ إجازته. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعيد)

(۵) فإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ ... ويشترط فيه القضاء. (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية)

تفریق قاضی طلاق ہے، یا فسخ:

سوال: جناب مفتی صاحب! ہم نے استاذ سے سبق میں پڑھا کہ عدم کفو کی بنا پر قاضی تفریق کرسکتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ تفریق بمنزلہ طلاق ہوگی، یا فسخ؟ فقہاء احناف کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب

عدم کفاءت کی وجہ سے عدالت جو تفریق بین الزوجین کراتی ہے، وہ بمنزلہ فسخ نکاح ہوگی، بمنزلہ طلاق نہیں۔

وفی الهندية: ولا يكون التفريق بذلك إلا عند القاضی أما بدون فسخ القاضی فلا ينفسخ النكاح بينهما وتكون هذه فرقة بغير طلاق حتى لو لم يكن الزوج دخل بها فلا شیء لها من المهر. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۹۲، الباب الخامس فی الأكفاء)(۱) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۸۷)

☆ ☆ ☆

(۱) قال ابن عابدين: تحت هٰذه العبارة (قوله أويفرق القاضی) ولاتكون هٰذه الفرقة الاّ عند القاضی وما لم يقض القاضی بالفرقة بينهما فحكم الطلاق والظهار وللإيلاء والميراث باق... وبعد أسطرٍ،قال (تحت قوله فلا مهر لها) لأن الفرقة جاءَ ت من قبل من له الحق وهی فسخٌ. إلخ... (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲/۳۵۲، كتاب النكاح، باب الكفاءة)ومثلهٗ فی الفتاویٰ قاضی خان: ۲/۱٦٤،كتاب النكاح، فصل فی الكفاءة.

عورتوں کی خرید وفروخت اور نکاح

حرہ عورت کو خریدنا اور اپنے ساتھ اس کا نکاح کرنا:

سوال: کسی عورکو روپیہ سے خرید کر کے اس کا اپنے ساتھ نکاح کرنا شرع کی رو سے جائز ہے، یا ناجائز؟ امید کہ حضور والا اس سوال کے جواب مبارک سے مشرف فرمادیں گے؟

الجواب

آزاد عورت کو روپیہ سے خریدنا حرام ہے، جائز نہیں،(۱) اور اس سے جبراً نکاح کرنا حرام ہے،(۲) اگر وہ اپنی خوشی

(۱) ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾(سورة الإسراء: ۷۰)

ويخبر تَعَالَى عَنْ تَشْرِيفِهِ لِبَنِي آدَمَ وَتَكْرِيمِهِ إِيَّاهُمْ فِي خَلْقِهِ لَهُمْ عَلَى أَحْسَنِ الْهَيْئَاتِ وَأَكْمَلِهَا.(تفسير ابن كثير: ۸۹/۵،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(قَوْلُهُ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ) حَيْثُ قَالَ: وَالْآدَمِيُّ مُكَرَّمٌ شَرْعًا وَإِنْ كَانَ كَافِرًا فَإِيرَادُ الْعَقْدِ عَلَيْهِ وَابْتِذَالُهُ بِهِ وَإِلْحَاقُهُ بِالْجَمَادَاتِ إِذْلَالٌ لَهُ،آه، أَيْ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَبَعْضُهُ فِي حُكْمِهِ.(ردالمحتار،مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵۸/۵،دارالفكر بيروت،انيس)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.[رَوَاهُ الْبُخَارِيّ](مشكاة المصابيح،باب الإجارة،رقم الحديث:۲۹۸۴،انيس)

(ورجل باع حرا فأكل ثمنه) يعني انتفع به على أى وجه كان وخص الأكل لأنه أخص المنافع وذلک لأن من باع حرا فهو غاصب لعبد اللّٰه الذى ليس لأحد غير اللّٰه عليه سبيل فالمغصوب منه خصم الغاصب.(فيض القدير،حرف الثاء:۳۱۵/۳،المكتبة التجارية مصر،انيس)

(۲) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾(سورة النساء:۳،انيس)

البتہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

فَأَمَّا إذَا كَانَ عَلَى التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ فَنَقُولُ – وَبِاَللَّهِ التَّوْفِيقُ – التَّصَرُّفَاتُ الشَّرْعِيَّةُ فِي الْأَصْلِ نَوْعَانِ: إنْشَاءٌ وَإِقْرَارٌ، وَالْإِنْشَاءُ نَوْعَانِ: نَوْعٌ لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ وَنَوْعٌ يَحْتَمِلُهُ أَمَّا الَّذِي لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ فَالطَّلَاقُ وَالْعَتَاقُ وَالرَّجْعَةُ وَالنِّكَاحُ وَالْيَمِينُ وَالنَّذْرُ وَالظِّهَارُ وَالْإِيلَاءُ وَالْفَيْءُ فِي الْإِيلَاءِ وَالتَّدْبِيرِ وَالْعَفْوِ عَنْ الْقِصَاصِ، وَهَذِهِ التَّصَرُّفَاتُ جَائِزَةٌ مَعَ الْإِكْرَاهِ عِنْدَنَا.(بدائع الصنائع،فصل فى بيان ما يقع عليه الإكراه:۱۸۲/۷،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح درست ہوسکتا ہے، خریدنے کے دباؤ سے ہرگز درست نہ ہوگا اور خریدنے کے گناہ سے توبہ لازم ہے۔(۱) واللہ اعلم

۱۸/رجب ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام: ۳/۲۳۷)

عورتوں کو فروخت کرنے کی ایک ناجائز بری رسم اور اس کا گناہ:

سوال: کل ہندوستان کے نوربافوں میں دستور ہے کہ جب بعض نورباف تنگ دست ہوتا ہے، یا اس کی عورت اس کا کہنا نہیں مانتی تو وہ نورباف اپنی زوجہ کو مبلغ سو، یا اسّی روپیہ کے عوض کل برادری کے سامنے دوسرے شخص کو فروخت کردیتا ہے، برادری اسی وقت اس کی عورت سے جبراً مہر معاف کرا کے طلاق نامہ لکھوا کر اسی وقت دوسرے نورباف سے نکاح کردیتے ہیں۔ اس صورت میں روپیہ خاوند کو لینا درست ہے، یا نہیں؟ اور نکاح اس وقت ہوجاتا ہے، یا بعد تین حیض کے اور برادری روپیہ دلوانے والے دوسرے خاوند کو اور نکاح اس وقت پڑھوانے والے اور پڑھنے والے گنہگار رہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ عورت کا بیع کرنا جہل اور حماقت ہے، یہ تو اختیار شوہر کو ہے کہ زوجہ کو طلاق دیوے؛ مگر طلاق کا عوض دوسرے شخص سے لیوے، یہ درست نہیں کہ روپیہ لے کر عورت اس کو دیوے، یہ بالکل معاملہ باطل ہے۔ لہٰذا یہ روپیہ لینا درست نہیں اور نہ اس وقت نکاح دوسرے شخص سے ہوسکتا ہے، جب تک عدت نہ تمام ہوجاوے، عدت میں نکاح حرام و باطل ہے، اس میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں فاسق و گنہ گار ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ہرگز درست نہیں ہے، اس سے باز آنا واجب ہے۔ (**کذا فی کتب الفقه**)(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

---

(۱) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (سورة التحريم: ۸، انيس)

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ. (سنن الترمذي، باب منه، رقم الحديث: ۲۴۹۹، انيس)

(۲) ﴿وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَـكِن لاَّ تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلاَّ أَن تَقُولُواْ قَوْلاً مَّعْرُوفًا وَلاَ تَعْزِمُواْ عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵، انيس)

لَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَزَوَّجَ زَوْجَةَ غَيْرِهِ وَكَذَلِكَ الْمُعْتَدَّةُ، كَذَا فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ. سَوَاءٌ كَانَتْ الْعِدَّةُ عَنْ طَلَاقٍ أَوْ وَفَاةٍ أَوْ دُخُولٍ فِي نِكَاحٍ فَاسِدٍ أَوْ شُبْهَةِ نِكَاحٍ، كَذَا فِي الْبَدَائِعِ. (الفتاویٰ الهندية، الْقِسْمُ السَّادِسُ الْمُحَرَّمَاتُ الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا حَقُّ الْغَيْرِ: ۱/۲۸۰، دار الفكر بيروت، انيس)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی [نے] اپنی تصنیفات میں حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس شخصوں پر میری امت سے جنت حرام ہے، ان میں سے ایک وہ شخص ہے، جو حُر کو یعنی آزاد کو غلام بنالے، (۱) اور بیٹیاں اور عورتیں مسلمانوں کی یہ سب حُر ہیں، پس جو کوئی ان کو فروخت کرے گا، بموجب حدیث شریف کے اس پر جنت بیشک حرام ہوگی اور سوائے عذاب اُخروی کے، اگر دنیا میں حاکم مجازی کو اس بات کی خبر ہو کہ نور بافان مسلمان عورتیں اور بیٹیوں کو اس طرح فروخت کرتے ہیں تو ضرور جرم بردہ فروشی میں ان پر سزائے لازمی صادر فرماویں۔ فقط

العبد محمد عبدالکریم عفی عنہ واعظ سڑک [کیرانوی]

(فیوض رشیدیہ، ص: ۸-۹) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۵۹-۲۶۰)

آزاد عورت کی خرید وفروخت درست نہیں، نکاح کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص مسمی عیسیٰ نے ایک عورت مسمی عالم سے بہ نیت تزویج مبلغ ۲۰ کو [میں] خریدی، اس عورت کی والدہ بھی ساتھ تھی، وہ کہتی ہے کہ میری لڑکی کا خاوند ایک سال ہوا مر چکا ہے، بائع عالم نے بھی خاوند کے مرنے کی شہادت دی، عالم کا چھوٹا بھائی کہتا ہے کہ زندہ ہے، کیا اب عیسیٰ کا نکاح درست ہے، یا نہ؟ اگر پہلا خاوند موجود ہو تو عالم پر کیا تعزیر ہونی چاہیے؟

الجواب

خریدنا آزاد عورت کا باطل ہے، (۲) اور مسمی عیسیٰ کو اگر گمان غالب مسماۃ کی والدہ مسمی عالم کی صدق کا ہو تو ان کے قول اور بیان کے موافق نکاح اس عورت سے کرسکتا ہے اور موقع شبہ میں احتراز بہتر ہے؛ لیکن ازراہ فتویٰ نکاح کرنا درست ہے۔ (۳)

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ اللَّهُ: ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ. (صحيح البخاري، باب إثم من منع أجر الأجير، رقم الحديث: ٢٢٧٠، انيس)

(۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلاثَةٌ لا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلاةٌ، الرَّجُلُ يَؤُمُّ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَالرَّجُلُ لَا يَأْتِي الصَّلَاةَ إِلَّا دِبَارًا – يَعْنِي بَعْدَ مَا يَفُوتُهُ الْوَقْتُ – وَمَنْ اعْتَبَدَ، مُحَرَّرًا. (سنن ابن ماجة، باب من أم قوما وهم له كارهون، رقم الحديث: ٩٧٠، انيس)

إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فاسد كالبيع بالميتة والدم، إلخ، وكذا إذا كان غير مملوك كالحرّ. (الهداية، باب البيع الفاسد: ٣/ ٤٩، ظفير)

(۳) وفيه عن الجوهرة: أخبرها ثقة أن زوجها الغائب مات أو طلقها ثلاثاً أو أتاها منه كتاب علىٰ يد ثقة بالطلاق، إن أكبر رأيها أنه حق فلابأس أن تعتد وتتزوج ولو قالت امرأة لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لابأس أن ينكحها. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب العدة: ٤/ ١٤١-٢١٥، ظفير)

پھر اگر بعد نکاح کے معلوم ہو کہ شوہر نہیں مرا اور نہ طلاق دی تو نکاح باطل ہے،(۱) اور عالم وغیرہ نے عمداً جھوٹ بولا تو وہ گنہگار اور فاسق ہوا، توبہ کرے اور روپیہ عیسیٰ کا ہر حال میں واپس کرے خواہ وہ سچا ہو، یا جھوٹا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۴/۷-۱۸۵)

روپیہ لے کر لڑکی کا نکاح کیا تو ہوا یا نہیں:

سوال: زید اپنی بیٹی کا نکاح سودوسو روپے لے کر خالد سے کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی رقم کو لینے کو فقہا نے رشوت قرار دے کر واجب الرد قرار دیا ہے۔

کما فی الدر المختار: أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة. (۲)

وفی رد المحتار: كذا لو أبى أن يزوجها، إلخ، أی حتیٰ يأخذ شيئاً. (شامی: ۳۶۶/۲)(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۴/۷)

عورت کی خرید وفروخت حرام ہے اور اس کا ولی اس کا باپ ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت مبلغ اڑھائی روپے میں فروخت کی اور جس نے مول لی اس نے تحریر اسٹامپ پر کرالی، بعد دو تین ماہ کے اس نے ایک اور شخص کو مبلغ اڑھائی سو روپے میں فروخت کردی اور اسٹامپ پر تحریر کرادی؛ مگر ہر دو کی تحریر میں لفظ تین طلاق کا موجود ہے، اب اس عورت نے دوسرے مشتری کے یہاں سے نکل کر نکاح کرلیا ہے؛ اس لیے کہ دوسرے مشتری سے نکاح نہیں ہوا تھا، اس عورت کے پاس دس گیارہ سال کی لڑکی ہے جس وقت پہلے مشتری نے عورت لی تھی، لڑکی کی بابت یہ وعدہ کیا تھا کہ میں لڑکی کو خوراک وغیرہ دوں گا، ورنہ سال کے میرا دعویٰ نہیں ہے، لڑکی کے باپ کو پانچ سال کی قید ہوگئی، لڑکی کا چچا موجود ہے، آیا یہ عورت لڑکی مذکورہ کا نکاح کرسکتی ہے؟

---

(۱) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ عَطْفًا عَلَى مَنْ حُرِّمَ مِنَ النِّسَاءِ مِنْ عند قوله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ فَرَوَى سُفْيَانُ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ قَالَ: ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ رَوَى سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كُلُّ ذَاتِ زَوْجٍ إِتْيَانُهَا زِنًا إِلَّا مَا سُبِيَتْ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: اتَّفَقَ هَؤُلَاءِ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنْهُنَّ وَأَنَّ نِكَاحَهَا حَرَامٌ مَا دَامَتْ ذَاتَ زَوْجٍ. (أحكام القرآن للجصاص، باب تحريم نكاح ذوات الأزواج: ۱۷۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب المهر: ۵۰۳/۲. ظفير

(۳) (قَوْلُهُ عِنْدَ التَّسْلِيمِ) أَيْ بِأَنْ أَبَى أَنْ يُسَلِّمَهَا أَخُوهَا أَوْ نَحْوُهُ حَتَّى يَأْخُذَ شَيْئًا، وَكَذَا لَوْ أَبَى أَنْ يُزَوِّجَهَا فَلِلزَّوْجِ الِاسْتِرْدَادُ قَائِمًا أَوْ هَالِكًا لِأَنَّهُ رِشْوَةٌ بَزَّازِيَّةٌ. (ردالمحتار، قبيل مطلب فی دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۱۵۶/۳، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ

ولی اس لڑکی نابالغہ کے نکاح کا اس صورت میں اس کا باپ ہے اور باپ کے بعد چچا ولی ہے، والدہ کو بدون اجازت ولی کے اختیار نکاح نابالغہ کا نہیں ہے اور باپ کے اس کہنے سے اس کی ولایت ساقط نہیں ہوئی اور یہ خرید وفروخت عورت کی حرام اور باطل ہے، البتہ باپ کے غائب ہونے کی صورت میں اور اس سے رائے ومشورہ نہ لے سکنے کی صورت میں اس کا بھائی؛ یعنی نابالغہ کا چچا ولی ہو جاوے گا۔ (کما فی کتب الفقہ) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۱۱۵-۱۱۶)

جوے میں بیوی کو ہار گیا تو نکاح باقی رہا، یا نہیں:

سوال: زید ایک جواری شخص ہے، اس نے اپنی بیوی کو جوے میں ہار کر جواریوں کے سپرد کر دی، انہوں نے ایک دن اور ایک رات کسی نامعلوم جگہ میں غائب رکھی۔ لڑکی کے والدین نے زید پر سختی کی تو اس نے تلاش کیا، تلاش کرنے پر کہیں جنگل میں ملی، والدین اپنے گھر لے آئے، لڑکی اس وقت اپنے باپ ہی کے گھر پر ہے۔ زید کہتا ہے کہ میں رکھوں گا۔ والدین کہتے ہیں کہ جب تو جوئے میں اپنی بیوی کو ہار گیا تو تیرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے، یا نہیں؟ یا زید ہی کے نکاح میں رہے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جوا حرام ہے، (۲) جوے میں اگر بیوی ہار گیا تو اس سے نکاح ختم نہیں ہوا؛ لیکن حیا اور شرافت بالکل ختم ہوگئی، آئندہ بھی اس سے کیا توقع ہے؟ بعوض مہر یا کسی اور طرح کا لالچ دے کر اس سے طلاق حاصل کر لینا لڑکی کے حق میں مفید ہے۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۴۱-۵۴۲)

---

(۱) (لـلأبـعـد) أي يـجـوز للولي الأبعد (التزويج بغيبة الأقرب). (درر الحكام شرح غرر الحكام، إنكاح الصغير والصغيرة: ۱/۳۳۸، دار إحياء الكتب العربية بيروت، انيس)

(وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الولي: ۲/۴۳۲، ظفير)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ – صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –: ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةً: الرَّجُلُ يَؤُمُّ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَالرَّجُلُ لَا يَأْتِي الصَّلَاةَ إِلَّا دِبَارًا – يَعْنِي بَعْدَ مَا يَفُوتُهُ الْوَقْتُ – وَمَنْ اعْتَبَدَ مُحَرَّرًا. (سنن ابن ماجة، باب من أم قوما وهم له كارهون، رقم الحديث: ۹۷۰، انيس)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ الشَّامِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ مِنَ الْمَيْسِرِ: الْقِمَارُ، وَالضَّرْبُ بِالْكِعَابِ، وَالصَّفِيرُ بِالْحَمَامِ. (مراسيل أبي داؤد، باب في الملاحم، رقم الحديث: ۵۱۸، انيس)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود اللّٰه فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹) ==

لڑکی کے نکاح پر معاوضہ لینا جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ اس ملک میں چند برس سے یہ رواج ہوگیا کہ مثلاً زید غریب ہے، اپنی دختر کے نکاح میں کچھ خرچ نہیں کرسکتا ہے، جو رواج ہے ملک کے موافق اپنے محلّہ داروں کو کچھ پان وشربت وغیرہ خورد نوش میں جو خرچ پڑتا ہے اور وہ بے چارہ اپنی دختر کو اس خرچہ کی وجہ سے شادی نہیں دے سکتا تو کیا کرتا ہے کہ مثلاً دسویں کو اپنے چند رشتہ دار اور نوشتہ کے چند اقرباء ورشتہ کے بھی باہم جمع ہوکر نکاح کی تاریخ بیسویں شعبان کو مقرر کرتے ہیں اور زیورات چاندی وسونے کے اور کپڑا ومہر معجّل وغیرہ وغیر معجّل وغیرہا سب کے سب فیصلہ توثیق کے ساتھ کرلیتے ہیں اور جو روپیہ مہر کی عوض ہوگا نصف معجّل ونصف غیر معجّل سب بات اس دسویں تاریخ مذکور بندوبست عہد وپیمان سے ہوجاتا ہے تو آخری وقت اس دسویں تاریخ جلسہ والے لڑکی کے باپ کے نوشتہ کی طرف کے آدمیوں سے کہتے ہیں کہ جو نصف مہر معجّل نقد بیسویں تاریخ بوقت عقد نکاح آپ لوگ دیں گے، وہ روپیہ اگر آج ساتھ ہوتو دے دیجئے، یا کہ چار روز کے اندر دے دیجئے؛ تاکہ میں اسی روپیہ سے کچھ رواج کے موافق حسب حیثیت خود تیار کروں۔ غرض کچھ عہد وتوثیق کرواکے جس سے شادی ہونے کا اطمینان وتسکین ہوجائے کرکے تاریخ عقد مقررہ کے قبل وہ روپیہ دے دیتے ہیں، اس شرط پر اگر خدانخواستہ کچھ فتنہ وفساد کی وجہ سے نکاح نہیں بھی ہوا تو روپیہ واپس دیا جائے گا اور بعض لوگ عقد کے روز بھی اپنی لڑکی کا مہر معجّل وصول کرلیتے ہیں تو ان صورتوں میں اول یہ کہ دختر باکرہ بالغہ ہو، یا نابالغہ اگر اپنے والد ماجد، یا قاضی کو منع کرے تو باپ، دادا قاضی کو لے کر لڑکی کی شادی میں، یا اپنے تصرف میں کریں تو یہ جائز ہے، یا نہ؟

بر تقدیر اول بعد تصرف کے پھر واجب الادا ہے، یا نہ؟ دوم اگر دختر بالغہ مانع ہوتو اگر باپ تصرف کرے تو کیا حکم ہے اور لڑکی کسی صورت میں وصول کرسکتی ہے، یا نہ؟ سوم پہلے عقد کے جیسا بیان ہوا لینا جائز ہے، یا نہ؟ اور بعد عقد کر مہر لینا کیسا ہے؟ اور اسی روپیہ سے آگر آدمیوں کو کھلا دے تو کھانا کیسا ہے؟ اور اگر قرض حسنہ کے طور پر اپنی لڑکی سے لے کر کھلاوے تو کھانا کیسا ہے؟ اور ولی مثل برادر عم وغیرہ ہمایہ لوگ کیا لے سکتے ہیں، اگر اپنے تصرف میں کرے تو جائز ہے، یا نہ؟ اور اسی طور پر محلّہ داروں کو قرض اس سے لے کر کھلانا جائز ہے، یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الدر المختار: (خطب بنت رجل وبعث إلیها أشیاء ولم یزوجها أبوها فما بعث للمهر

---

(۱)　==　"إذا تشاقا الزوجان وخافا ألا یقیما حدود اللّٰه،فلا بأس بأن تفتدی نفسها بمال یخلعها به، فاذا فعل ذلک وقعت تطلیقة بائنة ولزمها المال، کذا فی الهدایة". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی الخلع، الفصل الأول: ۱/ ۴۸۸، رشیدیه)

يسترد عينه قائما) ... (أو قيمته هالكاً) ...(أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده) لأنه رشوة.(۱)

وفي رد المحتار (في كتاب الحظر والاباحة): وأما دعوة تقصد بها التطاول أو إنشاء الحمد أو ما أشبه فلا ينبغي إجا بتها لا سيما أهل العلم فقد قيل ما وضع أحد يده في قصعة غيره إلا ذل له،آه ملخصا.(۲)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جولیا جاتا ہے، اگر وہ مہر میں سے نہیں، تب تو رشوت اور حرام ہے، اس کا کھانا کھلانا سب ناجائز ہے اور زوج کو اس کے استرداد کا حق اگر وہ مہر میں لیا گیا تو اگر وہ دختر صغیرہ ہے تو اس کی ملک میں تصرف کرنا گو اس کے اذن سے ہو، حرام ہے، اس کا کھانا کھلانا بھی ناجائز ہے، اگر وہ بالغہ ہے، سو اگر اس کے بلا اذن ہے، تب بھی یہی حکم ہے؛ مگر نابالغہ تو اس کا مطالبہ باپ سے کرے گی اور بالغہ اس کا مطالبہ زوج سے کرے گی اور اس کے اذن سے ہے تو اگر وہ اذن محض ظاہری ہے، طیب خاطر سے نہیں ہے، تب قضاء مطالبہ تو کسی سے نہیں کرسکتی؛ لیکن یہ تصرف حرام ہے اور کھانا کھلانا سب ناجائز اور اگر بطور فرض محال عادی طیب خاطر سے ہے تو بوجہ اس کے کہ ایسے مواقع پر اکثر قصد تفاخر و ناموری کا ہوتا ہے، پھر بھی کھانا کھلانا سب ممنوع ہے، البتہ اگر یہ خرابی بھی نہ ہوتی تو اس اخیر صورت میں جائز ہو جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکے کے باپ سے رقم لے کر لڑکی کا نکاح کرنا:

سوال: اس دیار میں یہ رواج روز بروز ترقی پذیر ہو رہا ہے کہ لڑکی یعنی منکوحہ کا باپ، یا ولی لڑکی کو مثل کنیز قیمت ٹھہرا کر لڑکے یعنی ناکح کے باپ، یا والی سے بمعاوضہ عقد زر کثیر اخذ کرتا ہے، اس رسم قبیحہ کی وجہ سے بہت نتائج قبیحہ عقلیہ وشرعیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں، علاوہ بریں اکثر افراد جن کو زر کثیر دینے کی استطاعت نہیں ہوتی ان کو حالت تجرد میں بمجبوری رہنا پڑتا ہے، جس کے نتائج نہایت تباہ کن پیدا ہوتے ہیں، آج کل طمع دنیا کا مرض عالمگیر ہو رہا ہے، ایسے زمانے میں بعض دین فروش علما نے بھی یہاں لڑکی کے نکاح کے معاوضہ میں اجرت لینے کا فتویٰ دے دیا اور اپنے فتویٰ کی تائید میں حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آٹھ سال بکریاں چرانے کی شرط پر اپنی لڑکی کے نکاح کا وعدہ کیا تھا، ان آیات کو بطور سند پیش کر کے بیان فرماتے ہیں کہ نص قرآنی سے لڑکی کی اجرت بمعاوضہ نکاح جائز ہے اور یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی سنت ہے، اس فتویٰ کا اثر یہاں بہت برا پڑ رہا ہے اور بعض اشخاص جن کو خوف خدا تھا، وہ بھی لڑکی کی قیمت لینے پر آمادہ ہو گئے ہیں، لہٰذا استفتاء مرسلہ مع خط ہذا کا جواب کافی وشافی مفصل ومدلل بہ ادلہ شرعیہ وضاحت تحریر فرما کر عنداللہ ماجور عندالناس مشکور ہو جایئے گا۔

---

(۱)　الدر المختار: ۳/۱۵۳-۱۵۶، دار الفکر بیروت، انیس

(۲)　ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۷، دار الفکر بیروت، انیس

الجواب

فی تفسیر بیان القرآن:

’’رعی مواشی مدت معینہ تک کا مہر مقرر ہونا ہماری شریعت میں بھی جائز ہے، (کذا فی ردالمحتار) اوراگر یہ بکریاں ان صاحبزادی کی تھیں، تب تو مہر کا ان کوادا کیا جانا ظاہر ہے اوراگر باپ کی تھیں تو بالغہ کی رضا سے ایسا معاملہ اس شریعت میں بھی جائز ہے، آہ‘‘۔

یہ حقیقت ہے اس قصہ کی، پس اس سے استدلال کرنا اس رسم پر موقوف ہے، چند امور کے اثبات پر:

اول یہ کہ رعی مواشی مہر کے علاوہ کوئی نفع باپ کا تھا، جیسا کہ رسم قبیح میں وہ تو مشروط علاوہ مہر کے ہوتی ہے۔

دوم یہ کہ بدون اذن منکوحہ کے ساتھ تھا، جیسا رسم قبیح میں منکوحہ اذن جو شرعی قواعد سے معتبر ہو، حاصل نہیں کیا جاتا۔

بہرحال رسم مذکور میں جو رقم لی جاتی ہے، اگر وہ مہر کے علاوہ ہے تب تو رشوت ہے اور قصہ میں اس کا غیر مہر ہونا ثابت نہیں اوراگر مہر ہے تو نہ وہ لڑکی کو دی جاتی ہے، نہ اس کی اجازت لی جاتی ہے اور قصہ میں اس کا بدون اذن منکوحہ ہونا ثابت نہیں، پس یہ استدلال سراسر باطل اور یہ رسم سراسر حرام ہے۔(۱)

۲۶/صفر ۱۳۳۹ھ (تتمہ خامسہ، ص:۱۸۱) (امدادالفتاویٰ جدید:۲/۲۱۰-۲۱۱)

☆ ☆ ☆

(۱) (خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائما) فقط وإن تغير بالاستعمال(أو قيمته هالكا) لانه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد (وكذا) يسترد (ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك) لانه في معنى الهبة (ولو ادعت أنه) أي المبعوث (من المهر وقال هو وديعة، فإن كان من جنس المهر فالقول لها، وإن كان من خلافه فالقول له) بشهادة الظاهر (أنفق) رجل (على معتدة الغيربشرط أن يتزوجها) بعد عدتها (إن تزوجته لا رجوع مطلقا، وإن أبت فله الرجوع إن كان دفع لها، وإن أكلت معه فلا مطلقا) بحر عن العمادية وفيه عن المبتغى (جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في صحته) بل تختص به (وبه يفتى) وكذا لو اشتراه لها في صغرها،ولوالجية،والحيلة أن يشهد عند التسليم إليها أنه إنما سلمه عارية، والاحوط أن يشتريه منها ثم تبرئه،درر،(أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده) لانه رشوةٌ.(الدرالمختار،باب المهر:۳/۱۵۳-۱۵۶،دارالفكربيروت،انيس)

زبردستی کا نکاح

جبریہ نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ملک میں عاقلہ بالغہ لڑکیوں نیز لڑکوں کے جبری طریقہ پر ہورہے نکاح کی فقہ کی رو سے قانونی حیثیت کیا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر جبر کے باوجود لڑکی زبان سے، یا عمل سے قبول کرلے تو یہ نکاح شرعاً منعقد اور نافذ ہوجاتا ہے؛ لیکن والدین کو چاہیے کہ زبردستی دباؤ ڈال کر نکاح نہ کرائیں؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے ازدواجی زندگی کامیاب نہیں ہوپاتی اور جلد ہی ناچاقی کی نوبت آجاتی ہے، سب نکاح زوجین کی رضامندی ہی سے ہونے چاہئیں۔

وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار، كتاب النكاح: ٦٩/٤، زكريا)

نكاح المكره صحيح. (شامی: ٨٧/٤، زكريا)

طلاق وإيلاء وظهار ورجعة ونكاح ... يشمل ما إذا أكره الزوجة أو الزوج على عقد النكاح كما هو مقتضى إطلاقهم. (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب فى المسائل التى تصح مع الإكراه: ٢٣٦/٣، كراچی)

قوله: يستحق رضاها أي يصدر ما من شانه أن يدل على الرضاء؛ إذ حقيقية الرضاء غير مشروط فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ٢١/٣، كراچی، كذا فى حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب النكاح: ١٠/٢، دار المعرفة بيروت)

ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۴/۶/۱۴۲۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶۴/۸-۳۶۵)

نکاح بذریعۂ اکراہ:

سوال: زید کی ایک لڑکی ہے اس کو دس آدمی مل کر یہ کہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کردو اور اگر نہیں کرتے تو ہم تم کو ماریں گے۔ اب اگر لڑکی کا باپ بخوفِ جان بکر سے اپنی لڑکی کا نکاح کردے تو وہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

بلاوجہ اس طرح جبر کرنا گناہ اور ناجائز ہے؛ مگر نکاح اس صورت سے بھی منعقد ہوجاتا ہے۔

"نکاح المکرہ صحیح، آہ". (شامی: ۳۷۳/۲)(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/شوال/۶۶ ۱۳ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۲/۱۰)

جبراً نکاح:

سوال: ہندہ کا عقدِ نکاح بزمانۂ بلوغِ ہندہ، زید کے ساتھ اس کے والدین نے کر دیا، ہندہ اس نکاح پر قطعی رضامند نہ تھی اور نہ بروقتِ ایجاب وقبول ہندہ سے اجازت نکاح لی گئی، ہندہ نے اس مقام پر بہت آہ وفغاں کر اظہار ناراضگی بھی کیا؛ مگر حسب رواج ہندوستان ہندہ کی والدہ، نانی وغیرہ نے ہندہ کو چُپ کر کے دبالیا اور کہا کہ تو بڑی بے حیالڑکی ہے، ننگ خاندان وغیرہ کہہ کر آہ وفغاں سے روک دیا۔ علاوہ ازیں ہندہ کو اس وقت یہ علم بھی یقینی طور نہ تھا کہ بالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف والدین وغیرہ نہیں کر سکتے ہیں، اس وجہ سے بھی ہندہ بصدرنج وملال خاموش ہوکر زید کے یہاں چلی گئی۔

ہندہ کے والدین ناخواندہ اور حکم شرع سے ناواقف تھے، اس وجہ سے ان کو ہندہ کے انکار کی اہمیت نہ ہوئی اور ہندہ کو زید کے ساتھ رخصت کر دیا، جب ہندہ زید کے یہاں چلی گئی، حسبِ رواج ہندہ اور زید تنہا مکان میں رہے، چوں کہ یہ نکاح ہندہ کی مرضی کے خلاف منعقد ہوا تھا، اس وجہ سے زید ہندہ میں خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی، اگر زید ہندہ کی طرف بڑھا تو ہندہ نے اس کی دست درازی کو روک دیا۔ غرض کہ زید وہندہ میں کوئی تعلقِ زن وشوئی کا پیدا نہ ہوا۔ اسی رودکد (تنازع) میں زید نے ہندہ کو اکثر نہایت بے دردی سے یہاں تک مار پیٹ کیا کہ ہندہ کی تندرستی بھی خراب ہوگئی؛ مگر ہندہ نے اس کی مقاربت کو کبھی گوارہ نہ کیا۔ ہندہ بخوفِ جان اپنے میکے میں چلی آئی، زید نے ہندہ کو جبراً لے جانا چاہا؛ مگر ہندہ خود نہیں گئی۔

زید وہندہ کے رشتہ داروں میں نہایت جھگڑے، فساد، مار پیٹ ہوئی یہاں تک کہ آپس میں مقدمہ بازی شروع ہوگئی، ہندہ کی طرف سے دعویٰ استقرار طلاق، دینِ مہر۔ زید کی طرف سے دعوئ دخلِ زوجیت عدالت منصفی میں رجوع ہوگیا۔ ہندہ کے رشتہ داروں نے زید کو پیغام دلوایا کہ فریقین میں تنازعہ طویل ہوگیا، آرام کے ساتھ زندگی بسر ہونے کی کوئی توقع نہیں، بہتر ہے کہ تو ہندہ کو اپنی زوجیت سے علاحدہ کر دے، ہندہ تجھ کو ایک ہزار روپے دین مہر کا

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: هل ینعقد النکاح بألفاظ المصحفة نحو تجوزت: ۲۱/۳، سعید
"والأصل أن تصرفات المکره کلها قولا منعقدة عندنا، إلا أن ما یحتمل الفسخ منه، کالبیع والاجارة، یفسخ. ومالا یحتمل الفسخ منه کالطلاق والعتاق والنکاح والتدبیر والاستیلاد والنذر، فهو لازم، کذا فی الکافی". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الإکراه، الباب الأول: ۳۵/۵، رشیدیه)

معاف کرتی ہے؛ مگر زید اس کے لیے آمادہ نہیں۔ بالآخر مقدمہ بازی ہوکر زید کا دعویٰ خارج ہوگیا اور ہندہ کا دعوی زید پر ڈگری ہوا، لہٰذا اس صورت میں کیا حکم ہے؟ نکاحِ متذکرہ جائز ہوا، یا نہیں؟ اور عدت ضروری ہے، یا نہیں؟ اور اگر نکاح منعقد ہوگیا تو اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟ (الملتمس: شمشاد خان، ماموں حقیقی ہندہ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر ہندہ نے عقد کے بعد اس نکاح کو رد کردیا تھا تو وہ رد ہوگیا تھا، اگر رد نہیں کیا؛ بلکہ سکوت کیا اور شوہر کے گھر چلی گئی (اگر چہ خوشی سے نہ گئی ہو) اور وہاں پہونچ کر شوہر کے سامنے نکاح کو رد نہیں کیا اور اس کے بعد سختی سے تنگ آکر مقدمہ کی نوبت آئی اور مسلمان حاکم نے شوہر کی سختیوں کی تحقیق کر کے تفریق کردی ہے تو شرعاً یہ تفریق معتبر ہے۔ اب اس کو عدتِ طلاق تین حیض گزار کر نکاح کرنا جائز ہوگا۔

یہ سب حکم اسی وقت ہے کہ حاکم مسلمان ہو، اگر حاکم غیر مسلم ہے تو اس کی تفریق معتبر نہیں، کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے تفریق کا حکم حاصل کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۸/۱۳۵۵ھ۔

بہتر یہ ہوتا کہ فیصلہ کی نقل اور مدعی اور مدعیٰ علیہ کا بیان استفسار کے ساتھ آتا؛ تا کہ تمام پہلوؤں پر غور کیا جا سکتا۔ سوال مجمل اور مبہم ہے، جو کچھ اس سے متبادر ہوتا ہے، اس کے مطابق جواب صحیح ہے؛ مگر احتیاط یہ ہے کہ کاغذاتِ مقدمہ مفتی صاحب کو دکھلا کر دوبارہ تحقیق کی جائے۔

سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۹/شعبان/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۴۴)

ضمیمہ:

سوال جو بجواب تنقیح مکرر آیا، چناں چہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے، سائل نے حسبِ طلب مقدمہ کی مثل روانہ کی، جو حسب ذیل کاغذات پر مشتمل تھی:

(۱) عرضی دعوی: جس میں مدعیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ شوہر نے مجھے طلاق دے دی۔

(۲) بیان تحریر مدعی علیہ: جس میں اس نے تحریر کیا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی۔

(۳) نقلِ فیصلۂ حاکمِ مسلم: جس میں حاکم نے بوجۂ عدم پیروی و غیر حاضریٔ مدعیٰ علیہ یک طرفہ مدعیہ کا دعویٰ ڈگری کردیا (ثابت کردیا)۔

(۴) نقل عرضی دعویٰ خاوند برائے دخلِ زوجیت۔

(۵) فیصلۂ حاکم: جس میں مدعی کے دعوی کو خارج کردیا ہے اور عورت کو آزاد اور فیصلۂ حاکمِ اول کو بحال رکھا گیا ہے۔

ان کاغذات کے ملاحظہ کے بعد حسب ذیل جواب دیا گیا:

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مسماۃ سروری بیگم مدعیہ ہے اور دعویٰ یہ نہیں کہ ''شوہر تنگ رکھتا ہے، لہٰذا تفریق کردی جائے'' بلکہ دعوی یہ ہے کہ ''شوہر نے طلاق دے دی ہے''۔ اصولِ شرع کے موافق مدعیہ کے ذمہ ضروری تھا کہ اپنے دعوی کے ثبوت میں دو عادل گواہ پیش کرتی اور گواہ موجود نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ شوہر سے قسم لی جاتی کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ اگر مدعیہ گواہ پیش کردیتی، یا گواہ موجود نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ شوہر سے قسم لی جاتی کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ اگر مدعیہ گواہ پیش کردیتی، یا گواہ موجود نہ ہونے کی حالت میں مدعی علیہ قسم سے انکار کردیتا؛ تب عورت کے حق میں مقدمہ فیصل کیا جاتا؛ مگر کاغذات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعیہ سے گواہ نہیں طلب کئے گئے نہ مدعی علیہ سے قسم لی گئی؛ بلکہ مدعی علیہ کے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے مدعیہ کے حق میں فیصلہ کیا گیا۔

یہ فیصلہ اصولِ شریعت کے خلاف ہے، اس کا نفاذ شرعا درست نہیں، اولا: اس وجہ سے کہ مدعیہ سے گواہ نہیں طلب کئے گئے۔ ثانیا: اس لیے کہ مدعی علیہ سے قسم نہیں لی گئی۔ ثالثاً: اس لیے کہ مدعی علیہ کے غیر حاضر ہونے کی صورت میں فیصلہ کیا گیا، جو کہ قضا علی الغائب ہے اور قضاء علی الغائب ایسی صورت میں ناجائز ہے۔

''فإذا صحت الدعوى، سأل المدعى عليه عنها، فان أقرأ و أنكر، فبرهن المدعى قضى عليه، و إلاحلف و طلبه''. (بحر)(۱)

''ولا يقضى علىٰ غائب ولا له: أى لايصح بل ولا ينفذ على المفتى به، بحر، إلا بحضور نائبه. إلخ''. (الدرالمختار)(۲)

دوسرا دعوی شوہر کا دخلِ زوجیت کے متعلق جو خارج کیا گیا ہے، اس کے خارج کرنے کی بنا پر زیادہ تر مسماۃ سروری بیگم کے دعوی کی کامیابی بیان کی گئی ہے اور اس کی شرعی حیثیت اوپر معلوم ہوچکی۔ اب تمام صورت کا شرعی جواب اسی قدر ہے کہ اگر ہندہ نے بعد عقد اس نکاح کو رد کردیا تھا، تب تو رد ہوگیا، اگر رد نہیں کیا؛ بلکہ اجازت دے دی تو جائز ہوگیا۔(۳)

---

(۱) البحرالرائق، كتاب الدعوى: ۳۷۵/۷-۳۴٦، رشيدية

(۲) الدرالمختار، فصل فى الحبس، مطلب فى أمره الأمير وقضائه: ۴۰۹/۵، سعيد

(۳) لايجوز نكاح أحد علىٰ بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكراً كانت أو ثيباً. فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علىٰ إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كذا فى السراج الوهاج''. (الفتاوىٰ العالمگيرية، الباب الرابع فى الأولياء: ۲۸۷/۱، رشيدية)

''(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لإنقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أى الولى وهو السنة''. (الدرالمختار) ''وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف علىٰ رضاها، بحر عن المحيط، الخ''. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولى: ۵۸/۳، سعيد)

پس اگر نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے تو اس طرح دعویٰ کرنا چاہیے کہ ''شوہر سختی کرتا ہے؛ اس لیے نکاح فسخ کر دیا جائے'' اور یہ دعوی حاکم مسلم کی عدالت میں ہو۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۸/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲ر رمضان ۱۳۵۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۴۴-۶۴۶)

ایضاً:

سوال: ہندہ کا نکاح جبرا اس کے بھائیوں نے زید سے کر دیا، باپ کا انتقال ہو چکا تھا، ہندہ عاقل بالغ تھی، رخصتی بھی جبرا کی گئی، اس حالت میں ایک سال ہوا، شاید دو مرتبہ اسی سال میں بیوی کی ملاقات ہوئی۔ اس طریقہ سے ہندہ زید سے ہرگز خوش نہیں اور نہ نکاح کو مانتی ہے۔ اس حالت میں ہندہ زید کی زوجہ ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو تفریق کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نے صاف صاف انکار کر دیا تھا اور پھر بھی بھائیوں نے اس کا نکاح کر دیا اور نکاح ہو جانے کی خبر سن کر ہی ہندہ نے انکار کر دیا اور اس نکاح کو نا منظور کر دیا تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، پھر اس کا زید کے ساتھ رخصت ہونا اور ملاقات کرنا سخت گناہ ہوا، ایسی صورت میں وہ زید کی زوجہ نہیں۔(۲) اگر ہندہ نے نکاح ہو جانے کی خبر سن کر خاموشی اختیار کی اور پھر زید کے ساتھ رخصت ہو کر چلی گئی اور زید کو اپنے اوپر قابو دے دیا تو یہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا،(۳) اگر چہ دل میں اس سے نا خوش ہو، اب ہندہ زید کی بیوی ہے، دوسری جگہ نکاح کا اس کو اختیار نہیں، جب تک زید طلاق نہ دے دے، اس کو چاہیے کہ زید کے ساتھ رہ کر اس کے حقوق ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۸۸/۹/۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۴۶-۶۴۷)

---

(۱) وأهله أهل الشهادة: أي أدائها على المسلمين ... وبه علم أن تقليد الكافر صحيح، وإن لم يصح قضائه على المسلم حال كفره، إلخ". (الدر المختار، مطلب الحكم الفعلي: ۵/۳۵٤، سعيد)

"فيشترط أهلية القضاء، ولا يجوز تحكيم الكافر، الخ". (الهداية، باب التحكيم: ۳/۱٤۳، إمدادية، ملتان)

(۲) "لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكراً كانت أو ثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علىٰ إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كما في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيدية)

"(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لإنقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة". (الدر المختار) "وإن زوجها بغير استيمار فقد أخطأ السنة، وتوقف علىٰ رضاها، بحر عن المحيط". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹٤، رشيدية)

(۳) "ولو كانت البكر قد دخل بها زوجها، ثم قالت: لم أرض، لم تصدق علىٰ ذلك؟، وكان تمكينها إياه ==

اِسلام میں عاقلہ بالغہ پر نکاح کے لیے جبر واکراہ کی اِجازت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا جبر ودباؤ کی مختلف حالتوں میں شریعت نے فرق کیا ہے اور کیا جبر ودباؤ کے ساتھ نکاح جیسا معاملہ انسانی آزادی کے مطابق ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعتِ اسلامی عاقلہ بالغہ پر جبر واکراہ کی اِجازت نہیں دیتی؛ بلکہ منکوحہ کی رضا ضروری قرار دیتی ہے؛ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر منکوحہ زبانی، یا بروقت خاموش رہ کر بھی رضا کا اظہار کردے تو مختلف مصالح کی بنا پر اُسے معتبر مان لیا جاتا ہے؛ کیوں کہ نکاح وطلاق جیسے معاملات میں شریعت نے ظاہر کا اعتبار کیا ہے، دِلی جذبات کا لحاظ نہیں رکھا، ورنہ بعد میں سخت فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ مثلاً کوئی لڑکی نکاح کے وقت زبانی قبول کرے اور بعد میں کہنے لگے کہ میں دل سے راضی نہیں تھی تو اس دعویٰ کا اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ کہا جائے گا کہ تمہیں اگر دل سے منظور نہ تھا تو نکاح کے وقت ہی انکار کرنا چاہیے تھا، نکاح کے وقت اقرار اور بعد میں انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے، بہرحال شریعت کا حکم اپنی جگہ صحیح ہے اور مصلحت کے عین مطابق ہے۔

عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة. (مشكاة المصابيح،ص: ٢٨٤)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال: لا يكره الرجل ابنته الثيب على نكاح هی تكرهه. (المصنف لابن أبی شيبة:٤٤٦/٣،رقم:١٥٩٦٩،دار الكتب العلمية بيروت)

عن ثابت بن قيس الغفاری قال: كتبت إلی عمر بن عبد العزيز فی جارية من جهينة زوجها وليها رجلاً من قيس،وزجهاأخوها رجلاً من جهينة،فكتب عمر بن العبد العزيز أن ادخل عليها شهودًا عدولا ثم خيرها، فأيهما اختارت فهو زوجها. (المصنف لابن أبی شيبة، النكاح،فی الوليين يزوجان:٥٦/٩،رقم: ١٦٢٤٩)

لايجوز نكاح أحد علی بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكرًا كانت أو ثيبًا، فإن فعل ذٰلک فالنكاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كما فی السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح ،الباب الرابع فی الأولياء: ٢٨٧/١،زكريا)

(ولا تجبر البالغة البكر علی النكاح) لانقطاع الولاية علی البلوغ (فإن استأذنها هو)أی الولی وهو السنة.(الدرالمختار) **وإن زوجها بغير استيمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها، بحر عن المحيط.**
(شامی، باب الولی:١٩٤/٣، كراچی، كذا فی البحر الرائق،باب الأولياء والأكفاء:١٩٤/٣،زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۴/۱۴۲۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۳۶۳/۸-۳۶۴)

== **من الدخول بها رضاء،إلا إذا دخل بها وهی مكرهة".** (الفتاوی العالمكيرية،كتاب النكاح،الباب الرابع فی الأولياء: ٢٨٩/١،رشيدية)

زبردستی نکاح کرانے سے نکاح کا انعقاد:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) اگر کسی سے نکاح کرنے پر لڑکا، یا لڑکی رضامند نہ ہوں اور ان کے اولیا، یا رشتہ دار زبردستی لڑکا، یا لڑکی سے ایجاب وقبول کرائیں تو یہ شرعاً کیسا ہے؟ کیا اس صورت میں نکاح ہو جائے گا، جب کہ لڑکا اور لڑکی راضی نہیں ہیں۔ نیز جبراً ایجاب وقبول کرانے کی صورت میں اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ جبراً ایجاب وقبول کرنے والے، یا کرانے والے اولیا؟

(۲) اگر کوئی اولاد والدین کی اطاعت وفرماں برداری کے پیش نظر ان کے حسب خواہش شخص سے نکاح کرلے، تو نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد ناصر بن عبدالرشید صاحب، آزاد نگر کرولہ، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱،۲) اگر زبردستی ایجاب وقبول کرالیا اور لڑکا، یا لڑکی نے زبان سے ایجاب وقبول کرلیا تو اس سے نکاح تو منعقد ہو جائے گا؛ لیکن والدین کے لیے یہ عمل جائز نہیں، ان کی ازدواجی زندگی میں اگر توڑ پیدا ہوتا ہے اور تلخی پیدا ہوتی ہے تو اس کا گناہ ماں باپ پر ہوگا اور نکاح اس لیے منعقد ہو جاتا ہے کہ نکاح اور طلاق کے صحیح ہونے کا مدار الفاظ کے استعمال پر ہے، لہٰذا اگر مذاق میں بھی لڑکا لڑکی دو آدمی کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں تو اس سے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر شوہر نے مذاق میں طلاق کا لفظ استعمال کرلیا ہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اسی سے چوتھے سوال کا جواب بھی ہو گیا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلث جدهن جد، وهزلهن جد، النكاح، والطلاق، والرجعة. (سنن أبي داؤد، باب في الطلاق على الهزل، النسخة الهندية: ۲۹۸/۱، دارالسلام، رقم: ۲۱۹۴، سنن الترمذي، باب ماجاء في الجد والهزل في الطلاق، النسخة الهندية: ۲۲۵/۱، دارالسلام، رقم: ۱۱۸٤)

نكاح المكره صحيح. (فتاوى شامي، زكريا: ۸۷/٤، كراچى: ۲۱/۳)

فيجوز نكاح المكره عندنا. (بدائع الصنائع زكريا: ۶۰۲/۲، كراچى: ۳۱۰/۲)

وكذلك الجد ليس من شرائط جواز النكاح حتى يجوز نكاح الهازل؛ لأن الشرع جعل الجد والهزل في باب النكاح سواء. (بدائع الصنائع، زكريا: ۶۱۲/۲، كراچى: ۳۱۰/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴/ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ (الف فتویٰ نمبر: ۷۶۰۱/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۴/۱۴۲۳ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۵۰/۱۲-۷۵۱)

بالغہ نکاح کرسکتی ہے، جبراً نکاح حرام اور باطل ہے:

سوال: زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا، جو عاقلہ بالغہ حرہ۔ عالمہ ہے اور ضروری شرائط مثل مہر وغیرہ ولی جائز

والدین سے طے کئے؛ مگر ایجاب وقبول کے وقت صرف دو گواہ موجود تھے، عندالحنفیہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اگر ہوا اور والدین نے اپنی ناراضی ظاہر کر کے جبراً ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا، حالاں کہ ہندہ نے یہ خلع کرایا، نہ زید نے طلاق دی، بکر سے نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

حرہ عاقلہ بالغہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے، اگر وہ اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کفو میں کرے تو نکاح صحیح ہے اور کوئی ولی اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ پس اس صورت میں جو نکاح باپ نے جبراً بکر سے کیا، وہ باطل وحرام ہے، البتہ اگر وہ بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں بدون رضامندی ولی کے کرے تو بقول مفتی بہی وہ نکاح فاسد ہے۔

قال في الدرالمختار: (وَهُوَ) أَيْ الْوَلِيُّ (شَرْطُ) صِحَّةِ (نِكَاحِ صَغِيرٍ وَمَجْنُونٍ وَرَقِيقٍ) لَا مُكَلَّفَةٍ (فَنَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا) رِضَا (وَلِيٍّ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي مَالِهِ تَصَرَّفَ فِي نَفْسِهِ وَمَا لَا فَلَا، (وَلَهُ) أَيْ لِلْوَلِيِّ (إِذَا كَانَ عَصَبَةً) وَلَوْ غَيْرَ مُحَرَّمٍ كَابْنِ عَمٍّ فِي الْأَصَحِّ خَانِيَّةٌ، وَخَرَجَ ذَوُو الْأَرْحَامِ وَالْأُمُّ وَالْقَاضِي (الِاعْتِرَاضُ فِي غَيْرِ الْكُفْءِ) فَيَفْسَخُهُ الْقَاضِي وَيَتَجَدَّدُ بِتَجَدُّدِ النِّكَاحِ (مَا لَمْ) يَسْكُتْ حَتَّى (تَلِدَ مِنْهُ) لِئَلَّا يَضِيعَ الْوَلَدُ وَيَنْبَغِي إِلْحَاقُ الْحَبَلِ الظَّاهِرِ بِهِ (وَيُفْتَى) فِي غَيْرِ الْكُفْءِ (بِعَدَمِ جَوَازِهِ أَصْلًا) وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى (لِفَسَادِ الزَّمَانِ).

وفي الشامي: (قَوْلُهُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى) وَقَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ: وَهَذَا أَقْرَبُ إِلَى الِاحْتِيَاطِ، كَذَا فِي تَصْحِيحِ الْعَلَّامَةِ قَاسِمٍ. (۲۹۷/۲) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸-۹۳)

نومسلمہ کب نکاح کرے:

سوال (۱) جب عورت مسلمان ہو کر مرد کافر سے جدا ہو جائے تو دوسرے شخص سے کس وقت نکاح کر سکتی ہے؟

عورت کہتی ہے: دل سے اجازت نہیں دی:

(۲) ایک مرد نے ایک عورت سے جبرا نکاح کیا؛ مگر عورت نے دل سے اجازت نہیں دی، یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ عورت اب سب سے یہی کہتی ہے کہ میں نے دل سے اجازت نہیں دی، اگر شوہر کلمات کفر کہے تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟

الجواب

تین حیض آنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ (۲)

(۱) دیکھئے۔ دالمحتار، باب الولی: ۴۰۸/۲، ظفیر

(۲) (وَلَوْ) (أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا) أَيْ أَحَدُ الْمَجُوسِيَّيْنِ أَوْ امْرَأَةُ الْكِتَابِيِّ (ثَمَّةَ) أَيْ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَمُلْحَقٌ بِهَا كَالْبَحْرِ الْمِلْحِ (لَمْ تَبِنْ حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثًا) أَوْ تَمْضِيَ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ (قَبْلَ إِسْلَامِ الْآخَرِ) إِقَامَةً لِشَرْطِ الْفُرْقَةِ مَقَامَ السَّبَبِ. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۶/۲، ظفير)

(۲) اگر کوئی بالغہ عورت زبان سے اپنے نکاح کی اجازت دے دے، اگر چہ دل سے راضی نہ ہو اور ناخوشی کے ساتھ زبان سے اجازت دے دے تو نکاح ہو جاتا ہے، (۱) اور جس عورت کا شوہر کلمات کفر کہے تو اس کی عورت اس کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے اور اس کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۴/۸) ☆

زبردستی ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے:

سوال: مفتی صاحب مجھے آپ سے ایک اہم مسئلے کے متعلق دریافت کرنا ہے، مسئلہ یہ پیش آیا کہ ہمارے علاقے کے ایک شخص کو جمیلہ نامی لڑکی سے محبت ہوگئی، اس نے کافی زور لگایا؛ لیکن بات بن نہ پائی؛ کیوں کہ جمیلہ ہی شادی پر تیار نہ تھی، ایک رات وہ شخص اپنے دوستوں کے ہمراہ جمیلہ کے گھر گیا اور زبردستی نکاح پڑھوالیا، جمیلہ قطعاً تیار نہ تھی؛ لیکن اس کے باپ کا منہ پیسوں کے ذریعے خرید لیا گیا اور زدوکوب کر کے جمیلہ سے قبول کرالیا گیا؛ لیکن مفتی

---

(۱) (قَوْلُهُ: لِيَتَحَقَّقَ رِضَاهُمَا) أَيْ لِيَصْدُرَ مِنْهُمَا مَا مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَدُلَّ عَلَى الرِّضَا إذْ حَقِيقَةُ الرِّضَا غَيْرُ مَشْرُوطَةٍ فِي النِّكَاحِ لِصِحَّتِهِ مَعَ الْإِكْرَاهِ وَالْهَزْلِ رَحْمَتِيٌّ. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲۱/۳، دارالفكر بيروت، انيس)

(۲) الْـمُرْتَـدُّ هُوَ لُغَةً الرَّاجِعُ مُطْلَقًا وَشَرْعًا (الرَّاجِعُ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ وَرُكْنُهَا إجْرَاءُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ عَلَى اللِّسَانِ بَعْدَ الْإِيـمَـانِ) وَهُـوَ تَـصْـدِيقُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ مَا جَاءَ بِهِ عَنْ اللَّهِ تَعَالَى مِمَّا عُلِمَ مَجِيئُهُ ضَرُورَةً. (الدر المختار، باب المرتد: ۲۲۱/٤، دارالفكر بيروت، انيس)

أَجْـمَـعَ أَصْـحَـابُـنَـا عَلَى أَنَّ الرِّدَّةَ تُبْطِلُ عِصْمَةَ النِّكَاحِ وَتَقَعُ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا بِنَفْسِ الرِّدَّةِ. (تبيين الحقائق، باب المرتدين: ۲۸۷/۳، انيس)

☆ **کیا جبراً قبول کرانے سے نکاح منعقد ہو جائے گا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی راستے سے گزر رہی تھی، کسی لڑکے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، شور مچانے کے بعد جب لوگوں کے سامنے پیشی ہوئی تو لڑکی کہہ رہی ہے کہ میرا ہاتھ پکڑا ہے اور لڑکا انکار کرتا ہے، آخر کار لوگوں نے ان کی شادی کرانی چاہی؛ لیکن لڑکا انکار کرتا رہا، ساتویں مرتبہ قبول نہ کرنے پر زبردستی قبول کرایا گیا، لڑکے نے قبول بھی کرلیا، کیا یہ نکاح شریعت کے مطابق صحیح ہوا، یا نہیں؟ جواب مع الدلیل عنایت فرمائیں، بینوا توجروا

(المستفتی: محمد رفاقت حسین، بھاگلپور، متعلم جامعہ قاسمیہ شاہی مسجد مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ کے درج شدہ حالات میں زبردستی نکاح قبول کرنے کی وجہ سے منعقد ہو گیا ہے۔

وإن أكـره عـلى النكاح جاز العقد، الخ. (الـجـوهـرة النيرة، كتاب الإكراه، إمداديه ملتان: ۳۵٥/۲، دار الكتاب ديوبند: ۳۳۷/۲)

وإذا أكـرهـت المرأة على النكاح، ففعلت، فإنه يجوز العقد. (الهندية، زكريا: ۲۹٤/۱، جديد ۳٦٠/۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۱/۲۴) (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۴۸/۱۲)

صاحب وہ قطعاً راضی نہیں تھی اور پاگل ہونے کے قریب ہے، محلے والوں کو پتہ چلا تو اکثریت نے کہا کہ یہ نکاح نہیں ہوا، نکاح رضامندی کے بغیر نہیں ہوتا۔ مسئلہ پیچیدہ ہوتا جارہا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب ________________ بعون الملك الوهاب

اس شخص نے انتہائی قبیح فعل کا ارتکاب کیا ہے اور باپ نے بھی اپنے سرپرست ہونے کا حق ادا نہیں کیا؛ لیکن اگر جمیلہ نے زبان سے قبول کے الفاظ کہہ دیئے تو یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، نکاح جیسے عام حالات میں منعقد ہوجاتا ہے، اسی طرح زبردستی منہ سے کہلوالیا جائے، تب بھی منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن اگر قبول میں زبان سے الفاظ نہ کہے گئے ہوں؛ بلکہ جمیلہ سے فقط دستخط کروائے گئے ہوں، یا انگوٹھا لگوایا گیا ہو تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لمافي الشامية (۲۱/۳): قوله (ليتحقق رضاهما) أى ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا إذ حقيقة الرضا غير مشروطة فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل، رحمتى، [إلى قوله] وأما ما ذكر من أن نكاح المكره صحيح إن كان هو الرجل وإن كان هو المرأة فهو فاسد فلم أر من ذكره وإن أوهم كلام القهستاني السابق ذلک بل عبارتهم مطلقة فى أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة.

وفيه أيضاً (۲۳۶/۳): قوله (نكاح) يشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النكاح كما هو مقتضى إطلاقهم.

وفى الفقه الإسلامي وأدلته (۴۴۵۲/۶): ويرى جمهور الأئمة غير الحنفية أن الإكراه يؤثر فى هذه التصرفات، فيفسدها، فلا يقع طلاق المكره مثلاً، لا يثبت عقد النكاح بالإكراه ونحوهما وهذا هو الأرجح. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۷/۴)

لڑکا مجبور ہوکر نکاح قبول کرے تو نکاح ہوگا، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکا ایک لڑکی سے نکاح کرنے پر بالکل راضی نہ تھا؛ مگر کچھ لوگ لڑکے کو نکاح کرنے پر مجبور کررہے تھے؛ مگر لڑکا بالکل انکار کرتا تھا، ایک دن موقعہ پاکر چند لوگوں کی موجودگی میں لڑکے کو دھمکی دے کر زبردستی نکاح کردیا، لڑکے نے مجبوراً مجلس نکاح میں نکاح قبول کیا، موجودہ صورت میں نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ________________

جب لڑکا نکاح کرنے پر راضی نہ تھا تو زبردستی کرکے اسے نکاح کرنے پر مجبور نہ کرنا چاہیے تھا، نکاح زندگی بھر کا معاملہ ہے، ان لوگوں کا یہ طرز عمل بہت نامناسب ہے، مجلس نکاح میں اگر لڑکے نے زبان سے نکاح قبول کیا ہو اور دو گواہوں نے ایجاب وقبول کے الفاظ سنے ہوں تو نکاح منعقد ہوگیا۔ درمختار میں ہے:

(وصح نكاحه وطلاقه وعتقه) لو بالقول لا بالفعل، الخ. (الدرالمختار: ۷۱۱/۵، کتاب الاکراہ)

شامی میں ہے:

والمذکور منها فی عامة الکتب عشرة، نظمها ابن الهمام بقوله:

یصح مع الاکراه عتق ورجعة☆نکاح وایلاء طلاق مفارق. وفئی ظهار والیمین ونذره☆وعفو لقتل شاب منه مفارق. (شامی، کتاب الاکراہ: ۱۱۹/۵)

نوٹ: زبان سے نکاح قبول نہ کرے اور زبردستی دھمکی دے کر نکاح نامہ پر اگر لڑکے سے دستخط کرالیا جائے تو اس صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۶/۸)

لڑکی کی سخت ناراضگی کے باوجود جبراً کئے ہوئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ریحانہ کا رشتہ راشد کے ساتھ طے پایا، دونوں ہی جے پور میں نوکری کرتے تھے، رشتہ کے بعد فون اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہوگیا، ریحانہ راشد کے مزاج کے بارے میں اپنی والدہ کو بتایا کرتی تھی، کچھ دنوں کے بعد ہی ریحانہ کی والدہ نے رشتہ ختم کردیا، ریحانہ نے گھر والوں کو سمجھایا کہ میں راشد کے علاوہ کسی دوسرے سے شادی نہیں کروں گی؛ لیکن گھر والوں نے ایک نہ سنی اور اس کا رشتہ عارف کے ساتھ کردیا، عارف کو ساری حالت کا علم تھا، وہ ریحانہ کی والدہ کے مطابق چلنے لگا، ریحانہ کسی حال میں راضی نہیں ہوتی تھی، اس نے راشد کے ساتھ ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا، ریحانہ کی شادی کی تاریخ ۲۲/۱۰/۱ طے کردی اور حالات کو دیکھتے ہوئے ریحانہ کو دماغ کے ڈاکٹر کی دوائیں دی جانے لگیں، جس کی وجہ سے وہ زیادہ وقت سوتی رہتی اور غصہ کو کم کیا جانے لگا، طے پایا کہ شادی کی تاریخ ۲۲/۱۰/۱ سے ۳/روز قبل ۱۹/۱۰/۱ کو بلا کر نکاح کردیا جائے، جس سے شادی والے دن کوئی ہنگامہ نہ ہو، ۱۹/۱۰/۱ کو عارف ایک اپنے بہنوئی اور تین دوستوں کے ساتھ ریحانہ کے گھر پر آگیا، ریحانہ بہت رو رہی تھی کہ میں منع کردوں گی، ریحانہ نے دوا کھا رکھی تھی، والد وکیل بنے، بھائی گواہ اور عارف کا بہنوئی گواہ نمبر دو، ریحانہ سے اجازت لی گئی، دو مرتبہ تو خاموش رہی، تیسری مرتبہ میں ریحانہ نے روتے ہوئے جی کہا، پھر بھائی نے نکاح نامہ پر دستخط کرائے، باقی نکاح مردوں کے درمیان مکمل ہوا، عارف اپنے دوستوں کے ساتھ چلا گیا، ریحانہ نے بہت شور مچایا اور بعد میں بہت روئی اپنے ہاتھ کی نس تک کاٹنے کی کوشش کی، عارف کو فون پر ریحانہ نے کہا کہ میرا معاملہ ابھی آکر صاف کرو؛ مگر عارف نہیں آیا، ریحانہ کہہ رہی تھی: میں نے پاپا کی عزت کی وجہ سے جی کہا تھا، دل سے نہیں کہا تھا، تین دن بعد ہوٹل میں بارات آئی، دونوں ہی طرف کے لوگ جمع تھے، سب کو دکھانے کی غرض سے

---

(۱) وفی البحر أن المراد الاکراه علی التلفظ بالطلاق فلو أکره علیٰ أن یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لأن الکتابة أقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة هنا. (رد المحتار، کتاب النکاح، قبیل مطلب فی المسائل التی تصح مع الکراه: ۵۷۹/۲)

ایک نکاح اور ہوا، اس میں والد نے قاضی صاحب کو اجازت دی ہوئی بتائی، پھر ریحانہ کی رخصتی ہوجاتی ہے، ریحانہ کی دوائیں برابر چلتی رہیں، ریحانہ کا راشد سے فون پر سلسلہ برابر جاری تھا، رخصتی سے چند گھنٹہ پہلے تک ریحانہ نے راشد سے بات کی، ریحانہ عارف کے پاس بہت کم جاتی، زیادہ وقت اپنے والد کے گھر رہتی اور بہت دباؤ میں عارف کے پاس جاتی، چار ماہ میں کبھی ۶/دن، کبھی ۵/دن، کبھی ۳/دن تو کبھی ۴/دن کے لیے وہ عارف کے پاس رہی ہوگی اور برابر ہی عارف سے طلاق مانگتی رہی، عارف کے ساتھ رہنے کو کسی حال میں راضی نہ ہوتی، اس درمیان ریحانہ کے حمل ٹھہر گیا، جو اس نے ختم کرادیا، بہت پریشان ہوکر عارف نے ایک اِی میل ۱۴/فروری کو ریحانہ کو بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ ''جاؤ ریحانہ میری طرف سے تم آزاد ہو، میں نے تم کو بہت سمجھایا؛ لیکن تم نہ مانی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، جو جی میں آئے وہ کرو''۔

یہ خبر فون پر عارف نے ریحانہ کو دی کہ ایک ای میل بھیج دیا ہے، ای میل پڑھنے کے بعد جیسے ریحانہ کی زندگی ہی بدل گئی، وہ رونے لگی کہ مجھے معاف کردو، میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتی، اب ریحانہ نے دباؤ بنایا کہ میرا دوبارہ نکاح کرایا جائے، وہ روتی تڑپتی رہتی تھی، ریحانہ کی والدہ نے عارف کو سمجھایا، یہ اپنے کئے پر بہت پشیمان ہے، کچھ مولانا لوگوں سے معلوم کیا، اُنہوں نے کہا جو نکاح ہوا ہے، ہوا ہی نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ریحانہ کی مرضی کے خلاف اور زبردستی ہوا ہے؛ اس لیے اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اب دوبارہ نکاح ریحانہ اور عارف کا ہوگیا ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا ریحانہ اور عارف کا جو نکاح پہلا ہوا تھا، وہ صحیح تھا، کیا دونوں کے درمیان طلاق ہوچکی ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ریحانہ اور عارف کا پہلا نکاح بلاشبہ درست ہوچکا تھا؛ اس لیے کہ نکاح میں دل کے اِرادہ کا اعتبار نہیں ہوتا؛ بلکہ ایجاب وقبول کا اعتبار ہوتا ہے اور بر تقدیر صحتِ سوال جب کہ عارف نے ''اِی میل'' کے ذریعہ تین طلاقیں دے دی ہیں تو ریحانہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے، اب حلالہ شرعیہ کے بغیر اُن دونوں میں ازدواجی تعلق ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔

وینعقد بإیجاب من أحدهما، وقبول من الآخر. (الدر المختار علی الشامي: ٤/ ٦٨، زکریا، الفتاویٰ الهندیة: ١/ ٢٧٠، زکریا)

کل تصرف یصح من الهزل کالطلاق والعتاق والنکاح یصح مع الإکراه. (البحر الرائق: ٨/ ٧٥، زکریا، الفتاویٰ الهندیة: ٥/ ٣٣، زکریا، الدر المختار علی الشامي: ٩/ ١٨٩، زکریا)

الکتابة علی نوعین: إن کانت مرسومة یقع الطلاق نوا أولم ینو. (الخانیة: ١/ ٤٧١، الفتاویٰ الهندیة: ١/ ٣٨٧، زکریا، شامي: ٤/ ٤٥٥، زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۸/۳/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۳۶۷-۳۶۹)

نابالغہ کا باپ دباؤ میں آکر نکاح کردے تو یہ درست ہوگا، یا نہ:

سوال: ایک شخص اپنے لڑکے کی رشتہ کی گفتگو ایک شخص سے کررہا تھا، اس کی زوجہ اور عزیز واقارب ناراض تھے، ایک دن جنگل میں چار آدمی اکھٹے ہوئے اور لڑکے کو ساتھ لائے اور بیٹی والے کو بلا کر دباؤ دے کر نکاح کرالیا، نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں جب کہ نابالغہ لڑکی کے باپ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح کردیا تو وہ نکاح ہوگیا، اگرچہ باپ نے دوسرے لوگوں کے دباؤ سے نکاح کیا ہو، پس اب وہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۹/۸)

لڑکی کا جبراً نکاح:

سوال (۱) ایک بارہ سالہ لڑکی کو کسی ظالم نے عداوۃً زبردستی باہر جنگل سے اٹھا کر اور بلا رضامندی لڑکی کے بلا اجازت وارثین کے اس کا نکاح کردیا گیا، یہاں تک کہ اس لڑکی کے والدین و وارثین کو کچھ خبر تک بھی نہیں ہے؛ بلکہ وہ شب وروز اس گمشدہ لڑکی کے متلاشی ہیں۔ اس صورت مذکورہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، یا دوسرے کسی امام کے نزدیک، یا حدیث وقرآن کی رو سے یہ نکاح صحیح ودرست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور ایک مولوی صاحب نے پانچ روپیہ کے عوض باوجود حالات معلوم ہونے کے دو گواہوں کے روبرو نکاح پڑھا دیا۔ از روئے شریعت اس نکاح پڑھانے والے کی بھی کوئی گرفت ہے، یا نہیں؟

اور بروقتِ نکاح جس وقت لڑکی سے اجازت طلب کی گئی تو اس نے صاف انکار کردیا کہ میں یہاں نکاح نہیں کرتی تو لوگوں نے اس لڑکی کو کاغذ پر انگوٹھا لگانے پر مجبور کیا؛ مگر لڑکی نے صاف انکار کردیا اور انگوٹھا بھی نہیں لگایا۔ پھر اس جگہ سے لڑکی کو اٹھا کر دوسرے ضلع میں لے گئے، وہاں پر دو آدمیوں نے مارنے کی دھمکی دی اور زبردستی پکڑ کر انگوٹھا لگوایا۔ اب یہ انگھوٹھا نکاح ہوے کی حجت ودلیل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ براہ مہربانی اس کا جواب مفصل مع دلائل تحریر فرمائیں۔

(۲) وعدہ خلافی کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) شرعاً یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، جس شخص نے باوجود علم کے یہ نکاح پڑھایا ہے، وہ سخت گناہ گار ہے، لڑکی اگر بالغہ ہو تو اس پر جبر کا حق کسی کو حاصل نہیں۔

---

(۱) فإن زوجها الأب أو الجد، یعنی الصغیر والصغیرة فلاخیار لهما بعد بلوغها؛لأنهما کاملاً الرأی وافر الشفقة. (الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء: ۲۹۶/۲، ظفیر)

"(لا تجبر البالغة البکر علی النکاح) لإنقطاع الولایة بالبلوغ،آہ". (الدرالمختار: ۳۸۹/۲)(۱)

اگر نابالغہ ہوتو اس کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔

"الولی شرط صحة نکاح صغیر،آہ". (الدرالمختار)

"الموصوف محذوف: أی شخص صغیر،الخ. فیشمل الذکر والأنثی". (شامی: ۴۸۵/۲)(۲)

بہکا کرلے جانے والے، زبردستی نکاح پڑھانے والے، انگوٹھا لگانے والے اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے اور باوجود قدرت جن لوگوں نے اس حرکت سے نہیں روکا سب گنہ گار ہیں، سب کے سب توبہ کریں، سب کے ذمہ توبہ لازم ہے، (۳) اور ضروری ہے کہ جس طرح ممکن ہو لڑکی کو اس کے اولیا کے پاس پہنچائیں۔

(۲) وعدہ خلافی کرنا شرعاً گناہ ہے؛ مگر یہ کہ کوئی مانعِ قوی پیش آجائے، یا وہ وعدہ ہی خلافِ شرع ہو۔ (کذا فی الحموی شرح الأشباه) (۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، جواب صحیح: عبداللطیف، ۲۰/رجب ۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۰/۱۰-۶۵۱)

ولی سے جبراً اجازتِ نکاح:

سوال (۱) ایک لڑکی کے نکاح کی یہ صورت ہوئی، جب کہ وہ نابالغ تھی، اس کے ولی کا بائیکاٹ کیا گیا اور اس پر جھوٹے معاملہ کا دعویٰ کردیا گیا، عدالت میں وہ بہت پریشان ہوا اور چند آدمیوں نے اس کو پکڑ کر زبردستی نکاح کی اجازت لے لی، یہ اجازت باپ سے لی۔

(۲) کیا اس صورت میں لڑکی کا نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۵۸/۳، سعید

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الولی: ۵۵/۳، سعید

(۳) واتفقوا علٰی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور لایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة، والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأکدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۴) "الخلف فی الوعد حرام، کذا فی أضحیة الذخیرة".

قال العلامة الحموی: "وأما من عزم علی الوفاء، ثم بدأ له فلم یف بهٰذا، لم یوجد منه صورة نفاق، کما فی الإحیاء من حدیث طویل عند أبی دائود و الترمذی مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نیته أن یفی فلم یف، فلا إثم علیه". وقیل: علیه، فیه بحث فإن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق، فیحمل عدم الإثم فی الحدیث، علٰی ما إذا منع مانع من الوفاء، الخ". (غمز عیون البصائر شرح الأشباه والنظائر، (رقم القاعده: ۱۲)، کتاب الحظر والاباحة: ۲۳۶/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۳) کیا یہ عورت اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے اپنی مرضی سے کرسکتی ہے، یا نہیں؟

(۴) بالغ ہونے پر لڑکی نے نکاح سے انکار کر دیا تھا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱،۲) صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح ہوگیا۔

"زوجها أولياء ها وهم مكروهون، جاز النكاح". (بدائع: ۱۷۵/۷)(۱)

(۳) جب تک شوہر اس عورت کو طلاق نہ دے، یا خلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق سے جدائی نہ ہوجائے، اس عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔(۲)

(۴) جب کہ باپ نے نکاح کی اجازت دی تھی (اگرچہ جبراً ہی دی تھی) تو عورت کو بالغ ہونے پر اس کے فسخ کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔(۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۰/۱۱)

نابالغہ کی جبرا بلا اجازت ولی جو شادی ہوئی، وہ درست نہیں:

سوال: زید نے اپنی سالی مسماۃ ہندہ کو بحیلہ ملاقات اپنی ہمراہ لے جاکر بغیر اجازت اس کے والد عبداللہ کے کسی

(۱) بدائع الصنائع: ۱۲۳/۱۰، کتاب الإکراہ، فصل فی حکم ما یقع علیه الإکراہ، دارالکتب العلمیة بیروت

(۲) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۰/۱، کتاب النکاح، الباب السادس، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، رشیدیة)

(۳) "هذه المسئلة مشتملة علی الصور الثلاثة: الصورة الأولی: أن یکون الزوج کفئاً للمرأة، والمهر المسمی قدر مهر مثلها أو أکثر منه، ویقال للزوج: أن یتم مهر مثلها وإلافرق بینهما إن لم ترض بالنقصان، الثالثة: فأما إذا أکرهت المرأة، فإن کان المسمی فی النکاح قد رمهر مثل أو أکثر منه، جاز النکاح ولزم، وإن کان المسمی أقل من مهر المثل، بأن أکرهت علی النکاح بألف درهم ومهر مثلها عشرة آلاف فزوجها أولیاء ها وهم مکروهون، جاز النکاح ... ثم ینظر إن کا ن الزوج کفئاً یقال للزوج: إن شئت فکمل لها مهر مثلها، وإلا فنفرق بینکما، فإن فعل لزم النکاح، وإن أبی تکمیل مهر المثل یفرق بینهما إن لم ترض بالنقصان؛ لأن لها فی کما ل مهر مثلها حقا؛ لأنها تعیر بنقصان مهر المثل فیلحقها ضرر العار". (بدائع الصنائع: ۱۲۳/۱۰، ۱۲۴، کتاب الإکراہ، فصل فی حکم مایقع علیه الإکراہ، دارالکتب العلمیة، بیروت)

"ولو أن المرأ ة هی التی أکرهت حتی یتزوجها الرجل علی ألف درهم، ومهر مثلها عشرة آلاف درهم، فزوجها أولیاء ها مکروهین، فالنکاح جائز ولا ضمان علی المکره، ثم هل للمرأة والأولیاء حق الاعتراض علیٰ هٰذا النکاح؛ فإن کان کفئاً لها وقد رضیت بالمسمی، کان للأولیاء حق الاعتراض عند أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ، وعندهما، لا أصلاً ... فإن لم ترض بالمسمی، ینظر: فإن رفعت الأمر إلی القاضی یخیر زوجها، فیقول له: أتم لها مهر ها وإلا فرقت بینکما، فإن أتم نفد النکاح، وإن أبی یفرق بینهما، ولا یکون لها مهر". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۴۵/۵، کتاب الإکراہ، الباب الثانی فیما یحل للمکره الخ، رشیدیه)

دوسری جگہ نکاح کر دیا، قبل اس کے عبداللہ نے اپنی دختر ہندہ کو بکر کے ساتھ نامزد کیا ہوا تھا، ہندہ کی عمر چودہ سال کی ہے، وہ کہتی ہے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں ہوں، میرا یہ نکاح جبراً پڑھایا گیا ہے، اب اس کا والد عبداللہ اپنی دختر کا نکاح بکر سے کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زید کو کچھ اختیار اور ولایت نکاح اس صورت میں نہیں ہے، نکاح مذکور جو بلا رضامندی و بلا اجازت ہندہ اور اس کے والد عبداللہ کے ہوا، وہ باطل اور ناجائز ہوا، (۱) عبداللہ اس کا نکاح بکر سے کرسکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۸۱) ☆

بالغہ کا نکاح جبراً:

سوال: ایک بالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر زید سے کر دیا اور نکاح سے قبل لڑکی زید کے یہاں جانے سے انکار کرتی رہی اور نکاح کے بعد رخصتی کے وقت اس نے صراحت کے ساتھ کہا کہ میں زید کے ساتھ نکاح کرنا نہیں چاہتی؛ لیکن جب والد صاحب نے بالجبر اس کو گھر سے رخصت کرنا چاہا تو وہ صدمہ سے بے ہوش ہوگئی اور ایسی حالت میں اس کو زید کے یہاں بھیج دیا گیا۔ لڑکی دینی تعلیم یافتہ اور پابندِ شرع ہے اور زید اور اس کا گھرانہ جاہل ہے؛ بلکہ شریعت سے استہزاء و تمسخر کا عادی ہے۔ لڑکی کے تنفر کا بڑا سبب یہی ہے کہ زید کے بارے میں پہلے سے بدستور مشہور تھا کہ وہ آوارہ اور آزاد طبع ہے۔

---

(۱) الولی فی النکاح لاالمال العصبة بنفسه علٰی ترتیب الإرث والحجب فلوزوجها الأبعد حال قیام الأقرب توقف علٰی اجازته. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۲۷٤)

☆ **بالغہ عورت کو نکاح کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا:**

سوال: کیا عاقلہ بالغہ عورت کو شادی پر مجبور کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر کسی نے زبردستی اس کا نکاح کسی مرد سے کر دیا، جس سے وہ عورت انکاری ہو تو یہ نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح مسلمان مرد و عورت کی باہمی رضامندی سے منعقد ہوتا ہے، اس میں کسی بالغہ عورت کو شرعاً مجبور نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ اس کی رضامندی ضروری ہے بغیر اس کی رضامندی کے اگر نکاح کیا جائے تو وہ نکاح شرعا منعقد نہیں ہوگا۔

قال ابن نجیم: (تحت قول صاحب الکنز)(ولاتجبر بکربالغة علی النکاح) أی لاینفذ عقد الولی علیها بغیررضاها عندنا،انتهٰی. (البحرالرائق: ۳/۱۱۰، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء)(قال فی الهندیة: لایجوز نکاح أحد علٰی بالغة صحیحة العقل من أب أوسلطان بغیرإذنها بکراً کانت أوثیباً. (الفتاوٰی الهندیة: ۱/۲۸۷، کتاب النکاح)وقال العلامة العثمانی رحمه اللّٰه: روی عن ابن عباس أن جاریة بکرأتت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فذکرت أن أباهازوجها وهی کارهة فخیرها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم. (رواه الإمام أحمد ورجاله ثقات) وقال ابن القطان صحیح. (درایة، ص: ۱۲۲)(إعلاء السنن: ۱۱/٦۷، کتاب النکاح) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۰۰)

رخصتی کے بعد بھی لڑکی نے حتی الامکان زید کو اپنے اوپر قابو نہیں دیا، حتی کہ اس کی ساس نے اس کے ہاتھ وغیرہ باندھ کر شوہر کو اس کے پاس حق زوجیت ادا کرنے کے لیے بھیجا۔ زید نے لڑکی کے ساتھ جب بھی قربت کی اسی جبر وقہر کی حالت میں کی۔ نکاح کو بارہ سال گزر چکے ہیں، اس دوران میں بار بار زید کے مکان سے فرار ہو کر اپنے عزیزوں کے یہاں جاتی رہی اور اب اس سے تین بچے بھی ہو گئے؛ مگر لڑکی کی نفرت وکراہت کا وہی عالم ہے۔ اس صورت میں کیا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ اور اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــ حامداً ومصلیاً

جب یہ ظلم وستم بارہ سال سے ہو رہا ہے اور تین بچے بھی ہو چکے ہیں تو اتنی مدت تک مسئلہ کیوں دریافت نہیں کیا، حرام وحلال کی اہمیت کا تقاضا یہ تھا کہ جب اس قسم کا نکاح کیا گیا، فوراً دریافت کیا جاتا کہ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ لڑکی کو رخصت کرنا حلال ہے، یا حرام ہے؟ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شوہر کو زبردستی پر مسلط کرنا جائز ہے، یا معصیت ہے؟ ان سب حوادث کے بعد آج دریافت کرنا شک پیدا کرتا ہے۔ اب شوہر سے طلاق لی جائے، یا بذریعۂ شرعی کمیٹی کی تفریق کرائی جائے، (۱) پھر جب عدت گزر جائے؛ تب نکاحِ ثانی کے اقدام کی گنجائش ہوگی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۵۲-۶۵۳)

بالغہ عورت سے زبردستی کئے گئے نکاح کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت سے زبردستی ایجاب وقبول کرایا جائے تو کیا جبر واکراہ سے کئے گئے ایجاب وقبول سے شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

اگر عاقلہ بالغہ عورت سے زبردستی ایجاب وقبول کرایا جائے تو چوں کہ اس میں من وجہ اس عورت کی رضامندی شامل ہے؛ اس لیے اس صورت میں شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدين: (تحت قوله ليتحقق رضاهما) أى ليصدر منها ما من شأنه أن يدل على الرضاء إذْ حقيقة الرضاء غير مشروطة فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (ردالمحتار: ۳/۲۱، كتاب النكاح) (۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۲۹۹)

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹) "ويجب لو فات الإمساك بالمعروف". (الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۹، سعيد)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإذا بلغن أجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ (سورة البقرة: ۲۳۲) "وتحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فى شرائط جواز الرجعة: ۴/۳۹۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) وقال الطورى: وفى المبسوط: فكل تصرف يصح مع الهزل كالطّلاق والعتاق والنكاح يصح مع الإكراه. (البحر الرائق: ۸/۷۵، كتاب النكاح) ومثله فى الفقه الإسلامي وأدلّتُهٗ: ۷/۸۹، كتاب النكاح

زبردستی عورت سے اقرار لیا تو نکاح ہو گیا:

سوال: ایک لڑکی بالغہ سے اس کے والدین نے زدوکوب کر کے ایجاب کرالیا ہے اور ایک لڑکے سے نکاح کردیا ہے۔ یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

زبردستی کر کے اور زدوکوب کر کے لڑکی بالغہ سے ایجاب، یا قبول کرالینے سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ (کذا فی کتب الفقه)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۶۸/۷)

جبراً اقرارِ نکاح:

سوال: مسماۃ راحت النساء اپنی پھوپھی کے گھر گئی تھی، کچھ لوگ وہاں پہونچے اور لڑکی سے کہا کہ تمہارے والد تم کو فلاں جگہ بلاتے ہیں، لڑکی ان کے ساتھ چلی، راستہ میں ایک جنگل میں ان لوگوں نے لڑکی سے کہا کہ تم اقرار کرو کہ تمہارا عقد فلاں کے ہمراہ کردیا گیا، اگر تم اقرار نہیں کرتی تو ہتھیار دکھلا کر کہا کہ ختم کردیا جائے گا۔ لڑکی نے جان کے خوف سے ہاں کردی اور عقد ہو گیا۔ پھر لڑکی کسی طرح بہانہ کر کے وہاں سے بھاگ کر آ گئی۔ اب وہ نکاح ہو گیا تھا، یا نہیں؟ لڑکی نہ پہلے راضی تھی، نہ اب راضی ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً

لڑکی پر یہ بہت بڑا ظلم ہوا، ایسا کرنے والے سب لوگ سخت گنگار ہوئے، اس کے باوجود یہ نکاح منعقد ہو گیا۔ (۲) لڑکی صبر کرے اور منتظر رہے کہ ظالموں پر کیسا وبال آتا ہے، اگر برداشت نہیں کرسکتی تو کسی طرح خوشامات کر کے مہر معاف کر کے طلاق لے لے۔ (۳) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۵۳/۱۰-۶۵۴)

---

(۱) إذ حقيقة الرضا غير مشروطة فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل، رحمتى ... بل عباراتهم مطلقة فى أن نكاح المكره صحيح، إلخ، ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة. (ردالمحتار، كتاب النكاح فى ضمن "يستحق رضاهما": ۳۷۳/۲، ظفير)

(۲) "طلاق وإيلاء وظهار ورجعة ونكاح ... يشمل ما إذا أكره الزوجة أو الزوج علىٰ عقد النكاح كما هو مقتضى إطلاقهم". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب فى المسائل التى تصح مع الإكراه: ۲۳۶/۳، سعيد)

"(قوله: يستحق رضاها): أى يصدر ما من شانه أن يدل على الرضاء؛ إذ حقيقة الرضاء غير مشروط فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۲۱/۳، سعيد)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان أن لا يقما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلاً ذلك، وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن فى الخلع، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشيديه)

زبردستی بالغہ سے اقرار کرالیا جائے تو نکاح ہو جائے گا:

سوال: اگر لڑکی ہے اور اس کی مرضی نہیں ہے، اگر کسی طرح اقرار کرالیا جاوے تو نکاح ہو جاوے گا، یا نہیں؟

الجواب

نکاح ہو جاتا ہے اور عورت کو اختیار فسخ نکاح نہیں ہے اور شوہر کے گھر نہ جانے سے بھی نکاح نہیں ٹوٹتا۔(۱) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۸)

جبراً جو نکاح ہوا، اس کا کیا حکم ہے:

سوال: زید کی دختر کو عمر بہکا کر لے گیا اور کسی دوسرے موضع میں نکاح کرالیا، زید کی فریاد پر اس موضع والوں نے والد عمر پر اور ہمشیرہ بالغہ عمر پر جبراً اور زبردستی کر کے دونوں سے اجازت نکاح لے کر عمر کی ہمشیرہ کا نکاح زید کے فرزند سے کر دیا، اس صورت میں نکاح مکرہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ نکاح اکراہ کے ساتھ درست ہے، خواہ مرد مکرہ ہو، یا عورت اور یہی صحیح ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح عندالحنفیہ صحیح ہو گیا۔

كما فی الشامی: بل عباراتهم مطلقة فی أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة، إلخ.(۲)

أقول: وفی الحديث ثلاث جدهن جدوهزلهن جد[الحديث]وعد صلى الله عليه وسلم فيهن النكاح.(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۴/۷-۲۳۵)

---

(۱) إذ حقيقة الرضا غير مشروطة فی النكاح لصحته مع الإكراه والهزل ... لو أكرهت علىٰ أن تزوجته بألف ومهر مثلها الآلف زوجها أولياء ها مكرهين فالنكاح جائز، الخ. (ردالمحتار: ۳۷۳/۲، كتاب النكاح)

قال عليه الصلاة والسلام: "ثلٰث جدهن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والرجعة". (الحديث أو كما قال)(مشكاةالمصابيح، ص: ۲۸٤، ظفير)

سنن ابن ماجة، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعباً، رقم الحديث: ۲۰۳۹، سنن الترمذی، باب ماجاء فی الجد والهزل فی الطلاق، رقم الحديث: ۱۱۸٤، انیس

(۲) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۷۳/۲. ظفير

(۳) مشكاة المصابيح، باب الطلاق، ص: ۲۸٤، ظفير

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الجد والهزل فی الطلاق، رقم الحديث: ۱۱۸٤، انیس)

سولہ سالہ لڑکی کا نکاح جبراً جائز نہیں:

سوال: دختر سولہ سالہ کا نکاح ولی نے جبراً کردیا، آیا بالغہ کا نکاح بلا اس کی مرضی کے ولی جبراً کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ کا نکاح بدون اس کی رضامندی اور اجازت کے صحیح نہیں ہے اور کسی ولی کو اختیار نہیں ہے کہ بالغہ کا نکاح بدون اس کی رضامندی کے کرے، اگر نکاح کردیا اور بالغہ راضی نہ ہوئی اور اس نکاح کو جائز نہ رکھا تو وہ نکاح باطل ہے اور عمر بلوغ کی شرعاً پندرہ برس ہے۔(۱) پس سولہ برس کی لڑکی شرعا بالغہ ہے، البتہ ولی کے استفسار اور اطلاع پر سکوت کرنا بالغہ کا رضا اور اجازت سمجھا جاتا ہے اور تمکین وطی وغیرہ کو بھی فقہا نے اجازت شمار کیا ہے۔(ھٰکذا فی الدر المختار)(۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۔۔۔۔۔)

بالغہ کا کسی گناہ کی وجہ سے جبراً نکاح کردیا تو کیا حکم ہے:

سوال: محمودہ بیوہ ایک زمیندار عورت ہے، اس کا کارندہ ایک کافر ہے، اس سے محمودہ کا ناجائز تعلق ہے، اسی وجہ سے محمودہ باوجود کوشش کے بھی کسی طرح نکاح ثانی پر تیار نہیں ہوتی، ایسی حالت میں محمودہ کی والدہ محمودہ کا نکاح جبراً کرسکتی ہے، یا نہیں؟ یا عدالت سے چارہ جوئی کرکے اس کافر کو محمودہ کے گھر آنے سے روک سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

محمودہ کا نکاح بدون اس کی اجازت ورضا کے اس کی والدہ جبراً نہیں کرسکتی، (۳) البتہ اس میں کوشش کرنی چاہیے کہ اس کافر اجنبی سے تعلق ناجائز قطع کرایا جاوے اور پردہ کرایا جاوے اور جس طریق سے بھی موقع تہمت سے اس کو بچانا جاوے، اس میں سعی کی جاوے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۶۲)

---

(۱) (بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْإِحْبَالِ وَالْإِنْزَالِ) وَالْأَصْلُ هُوَ الْإِنْزَالُ (وَالْجَارِيَةِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْحَيْضِ وَالْحَبَلِ) وَلَمْ يَذْكُرْ الْإِنْزَالَ صَرِيحًا لِأَنَّهُ قَلَّمَا يُعْلَمُ مِنْهَا (فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ فِيهِمَا) شَيْءٌ (فَحَتَّى يَتِمَّ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً بِهِ يُفْتَى) لِقِصَرِ أَعْمَارِ أَهْلِ زَمَانِنَا. (الدر المختار، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام:۶/۱۵۳، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) (وَلَا تُجْبَرُ الْبَالِغَةُ الْبِكْرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ بِالْبُلُوغِ (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا هُوَ) أَيْ الْوَلِيُّ وَهُوَ السُّنَّةُ(أَوْ وَكِيلُهُ أَوْ رَسُولُهُ أَوْ زَوَّجَهَا) وَلِيُّهَا وَأَخْبَرَهَا رَسُولُهُ أَوْ الْفُضُولِيُّ عَدْلٌ (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً (أَوْ ضَحِكَتْ غَيْرَ مُسْتَهْزِئَةٍ أَوْ تَبَسَّمَتْ أَوْ بَكَتْ بِلَا صَوْتٍ) فَلَوْ بِصَوْتٍ لَمْ يَكُنْ إذْنًا وَلَا رَدًّا حَتَّى لَوْ رَضِيَتْ بَعْدَهُ انْعَقَدَ سِرَاجٌ وَغَيْرُهُ، فَمَا فِي الْوِقَايَةِ وَالْمُلْتَقَى فِيهِ نَظَرٌ (فَهُوَ إذْنٌ). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الولي:۴/۱۵۹-۱۶۰، ظفير)

(۳) (وَلَا تُجْبَرُ الْبَالِغَةُ الْبِكْرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ بِالْبُلُوغِ. (الدر المختار على ردالمحتار، باب الولي:۲/۱۵۹، ظفير)

(۴) ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾(سورة البقرة:۲۲۱، انيس)

==

باپ نے اپنی بالغہ لڑکی کو مار پیٹ کر اجازت لی اور نکاح کردیا یہ درست ہے کیا:

سوال: ایک عورت بیوہ کو اس کے والد نے کہا کہ فلاں شخص سے تمہارا نکاح کرتے ہیں، اس نے انکار کیا؛ مگر اس کے باپ اور بھائی دونوں نے اس بیوہ زدوکوب کر کے اجازت نکاح لے لی اور نکاح کردیا، اس صورت میں اس کا بیوہ کا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ متذکرہ بالا میں نکاح ہوگیا۔

کما فی الشامی: إذحقیقة الرضا غیرمشروطة فی النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (جلد: ۲)(۱)

فی الدرالمختار: وَقَدْ نَظَمَ فِي النَّهْرِ مَا يَصِحُّ مَعَ الْإِكْرَاهِ فَقَالَ:

طَلَاقٌ وَإِيلَاءٌ ظِهَارٌ وَرَجْعَةٌ☆نِكَاحٌ مَعَ اسْتِيلَادِ عَفْوٌ عَنْ الْعَمْدِ

رَضَاعٌ وَأَيْمَانٌ وَفَيْءٌ وَنَذْرُهُ☆قَبُولٌ لِإِيدَاعٍ كَذَا الصُّلْحُ عَنْ عَمْدِ

طَلَاقٍ عَلَى جَعْلٍ يَمِينٍ بِهِ أَتَتْ☆كَذَا الْعِتْقُ وَالْإِسْلَامُ تَدْبِيرُ لِلْعَبْدِ

وَإِيجَابُ إحْسَانٍ وَعِتْقٌ فَهَذِهِ☆صَحَّ مَعَ الْإِكْرَاهِ عِشْرِينَ فِي الْعَدِّ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۸)

زبردستی کا نکاح جس کو عورت نے قبول نہیں کیا درست نہیں:

سوال: ایک عورت بالغہ کو چند اشخاص نے زبردستی جبراً گھر سے نکال کر ایک شخص کے ساتھ نکاح کردیا بحضور شاہدان، آیا یہ نکاح صحیح ہے، یا ناجائز؟ اور اس عورت کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ بغیر فسخ کے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس بالغہ نے اجازت نکاح کی نہیں دی اور نہ بعد نکاح کے راضی ہوئی اور نہ اجازت دی تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔

قال فی الدرالمختار: (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا) عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ. (۳)

== ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورة النور: ۳۱، انیس)

(۱) رد المحتار: ۱۵۹/٤-۱٦۰، ظفیر

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التی تصح مع الإکراہ: ۵۷۹/۳، ظفیر / النهر الفائق، کتاب الطلاق: ۲۱۷/۲، ۲۱۸، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس

(۳) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ٤۱۳/۲، ظفیر

اور اگر مطلب اکراہ کا یہ ہے کہ جبراً واکراہاً عورت سے ایجاب، یا قبول کے الفاظ روبروشاہدین کے کہلائے تو اس سے نکاح منعقد ہوجاوے گا۔

لأنه يصح النكاح مع الإكراه أى الايجاب أو القبول مكرهاً لحديث"ثلث جد هن جد وهزلهن جد"[الحديث](۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۱/۸-۹۲)

بالغہ کہتی ہے کہ جبراً نکاح ہوا، میں نے سن کر انکار کردیا:

سوال: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ زید مدعی ہے کہ میرا نکاح ہندہ بالغہ کے ساتھ باجازت پدر ہندہ ہوا تھا اور ہندہ رخصت ہوکر میرے مکان پر آئی اور چند بار خلوت بھی ہوئی، ہندہ مدعیٰ علیہ زید مدعی کے ساتھ اپنی رضامندی واجازت سے اس نکاح کا بہ حلف انکار کرتی ہے اور وطی سے بھی بہ حلف انکار کرتی ہے کہ کبھی اپنے ساتھ وطی ودواعی جماع پر زید کو قدرت نہیں دی اور یہ بھی بیان کرتی ہے کہ جس وقت مجھ کو نکاح کی اطلاع ہوئی، میں نے اس سے انکار اور اظہار نارضامندی کردیا تھا اور بعض قرابت دار ہندہ کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں تو زید کا ہندہ کے ساتھ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

حاصل جواب یہ ہے کہ درمختار میں ہے:

(وَلَا تُجۡبَرُ الۡبَالِغَةُ الۡبِكۡرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانۡقِطَاعِ الۡوِلَايَةِ بِالۡبُلُوغِ.(۲)

پس اس صورت میں جب کہ ہندہ نے بوقت استیذان ونیز بعد نکاح کے اس سے انکار کردیا اور اظہار نارضامندی کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔

بِخِلَافِ مَا لَوۡ بَلَّغَهَا فَرَدَّتۡ ثُمَّ قَالَتۡ: رَضِيتُ لَمۡ يَجُزۡ لِبُطۡلَانِهِ بِالرَّدِّ. (الدرالمختار)(۳)

پس جب کہ رد کے بعد اگر وہ اپنی رضا کا بھی اظہار کرے، تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوتا تو جس صورت میں بالغہ اول سے آخر تک انکار ہی کرتی ہے تو نکاح اس کا کسی طرح صحیح نہیں ہوا اور چوں کہ موافق اقرار کے وطی نہیں ہوئی تو مہر بھی لازم نہ ہوا، لڑکی کو دوسرے شخص سے اپنی رضامندی کے کفو میں نکاح کرنا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۳/۸)

مار پیٹ اور آبروریزی کے خوف سے اپنی بیٹی کا نکاح کرانا:

سوال: میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میرے فرزند غلام رسول کا مسماۃ نورانی کے ساتھ ناجائز تعلق مشہور تھا، مسماۃ نورانی

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الولی: ۴۱۳/۲، ظفیر

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۱۵۹/۲، ظفیر

(۳) الدرالمختار، باب الولی: ۴۱۲/۲، ظفیر

کے سسر اور خاوند سدا نے مشورہ کیا کہ ایک رات نورانی کو میرے گھر روانہ کر دیا جائے، میں اس وقت موجود نہ تھا، جب نورانی میرے فرزند کے پاس آ کر بیٹھی تو فوراً محمد نور مسماۃ نورانی کا سسر بھی پہنچ گیا، محمد نور نے آ کر غلام رسول اور نورانی دونوں کو پکڑا اور شور وغل مچایا، میرا فرزند تو بھاگ گیا، نورانی کو لے کر وہ گھر چلے گئے، لوگ بھی سن کر جمع ہو گئے، چرچا ہو گیا۔

صبح سویرے محمد نور اور اس کی برادری کے تمام لوگ ہتھیار ڈنڈے لے کر میرے گھر پر حملہ کر دیے اور ہم کو آ کر پکڑ لیا اور شہر کا نمبردار بھی ان کے ساتھ ہو گیا تھا، تمام دن ہم کو قید رکھا اور بُرا بھلا کہتے رہے اور کہا: یا فرزند ہمارے حوالہ کرو چاہے ہم اس کو قتل کریں یا جو ہماری مرضی ہو، فرزند صاحب تو ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ پھر انہوں نے کہا: اپنی دختر کا محمود نور کے پوتا محمد اسلام سے نکاح کر دو، یا تمہاری عورت اور دختر کو ہم جبریہ اٹھاتے ہیں اور تم اگر مقابلہ کرو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے، نمبردار نے تو ہم کو مارا بھی ہے۔ میں اکیلا تھا، گھبرایا، تب ہم نے ڈر اور پیٹ کی وجہ سے کچھ سوچے بغیر اپنی دختر معصومہ کا۔ جس کی عمر تقریباً چار سال ہے نکاح کر دیا اور میرے گواہ موجود ہیں اور یہ بات تمام لوگوں کو معلوم ہو چکی ہے۔

بیانِ گواہ حسین بخش:

"میں مسجد میں بیٹھ کر اور بقبلہ رو بیٹھ کر کلمہ "أشہد" کہہ کر حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ اللہ بخش کے گھر پر محمود نور وغیرہ تمام برادری بمع ہتھیار حملہ کر کے اللہ بخش کو پکڑ لیا اور تمام دن قید رکھا اور تقاضہ کیا کہ یا فرزند ہمارے حوالہ کرو، ہم اس کو قتل کرتے ہیں، وہ غلام رسول تو کہیں بھاگ گیا اور یا تو دختر کا نکاح کر دو، یا پھر ہم جبریہ لے کر جائیں گے"۔

بیان گواہ محمد بخش:

"میں مسجد میں بیٹھ کر روبقبلہ بیان کرتا ہوں"۔۔۔۔ کچھ اضافہ کے ساتھ وہی بیان۔

جناب مفتی صاحب! اس معاملہ کو ایک عالم فاضلِ دیوبند کے سامنے پیش کیا گیا تو ان فاضل نے یہ تحریر کر دیا کہ یہ نکاح محض بد اور ناعاقبت اندیشی اور سوئے خیار اور ظلم بدتمیزی سے کیا گیا ہے، جو باتفاقِ ائمہ اربعہ اصلاً باطل ہے اور جس پاداش میں یہ نکاح ہوا، اس میں اللہ بخش اور معصومہ کا کیا قصور ہے، اگر ایسے نکاح درست قرار دیے جائیں تو پھر غریب کی تو جگہ نہیں۔ جواب سے نوازیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اس ظلم اور تشدد کے باوجود عقد نکاح منعقد ہو گیا اور لازم ہو گیا۔

"والأصل أن تصرفات المكره كلها قولا منعقدة عندنا، إلا أن ما يحتمل الفسخ منه كالبيع و الإجارة يفسخ، ومالا يحتمل الفسخ منه كالطلاق والعتاق والنكاح والتدبير والاستيلاء والنذر فهو لازم، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمگيرية: ۵۹۰/۳)(۱)

---

(۱) الفتاوى العالمگيرية، كتاب الإكراه، الباب الأول: ۳۵/۵، رشيدية

==

جیسے کے ظلم وتشدد سے مجبور ہر کو کوئی طلاق دے دے تو واقع ہوجاتی ہے۔ ناعاقبت اندیش اور سوئے خیار وہ ہوتا کہ لالچ میں کہیں غیرِ کفو میں نکاح کر دیا جاتا، جس سے سوئے اختیار ثابت ہو کر آئندہ، اس کا کیا ہوا نکاح محل کلام ہوتا، جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔(۱)

صورت مسئولہ میں اس داخل نہیں۔ غریب کے متعلق جو اشکال نکاح پر ہے، وہ ہی مسئلہ طلاق پر بھی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳/۱۰/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۰/۱۰-۶۴۲)

دلی کی رضامندی کے بغیر دباؤ میں نکاح کی اِجازت دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی لڑکی دل سے نکاح کے لیے راضی نہ ہو؛ لیکن مجبوری میں یا کسی قسم کے دباؤ میں آکر نکاح کرلے تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح نہیں، دل سے راضی ہونا ضروری ہے، جتنی مدت بھی وہ میاں بیوی کی طرح رہیں، اُن کا عمل زنا میں شمار ہوگا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر کوئی لڑکی دل سے نکاح کے لئے راضی نہ ہو؛ لیکن زبان سے اِجازت دیدے یا کنواری ہونے کی صورت میں اِجازت لیتے وقت انکار نہ کرے تو اس کا نکاح شرعاً درست ہوجائے گا، دل سے راضی نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث جدهن جد و هزلهن جد، النكاح والطلاق والرجعة. (مشكاة المصابيح: ۲۸٤/۲)

إذا أكره على أن يعقد عقدا من العقود فهو على وجهين: إن كان عقدا لا يبطله الهزل مثل الطلاق والنكاح ... جاز العقد ولا يبطل بالإكراه. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ۱٥٦/۲، البحر الرائق: ۱۳٦/۸، زكريا)

والأصل أن تصرفات المكره كلها منعقدة عندنا إلا ... وما لا يحتمل الفسخ كالطلاق و العتاق والنكاح، فهو لازم. (الفتاوىٰ الهندية، نكاح المكره: ۳٥/٥، زكريا، شامي: ۲۱/۳، كراچی)

== "إذا أكره علىٰ أن يعقد عقداً من العقود، فهو علىٰ وجهين: إن كان عقداً لايبطله الهزل مثل الطلاق والنكاح و العتاق، جاز العقد، ولايبطل بالإكراه، وإن كان عقداً يبطله الهزل مثل البيع والشراء والإجارة وغيرها، فإنه لايجوز، ويبطل، إلخ". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإكراه: ۱٥٦/۲، مكتبة ميمنية، مصر)

(۱) وفي شرح المجمع: حتىٰ لوعرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه، لايجوز عقده إجماعاً، الخ". (رد المحتار، باب الولي: ٦٦/۳، سعيد)

قولہ: يتحقق أي يصدر ما من شانه أن يدل على الرضاء، إذ حقيقة الرضاء غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (شامی، النكاح،هل ينعقد النكاح بألفاظ المصحفة: ۸۶/۴، زکریا،۲۱/۳، کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۳۳/۸/۱۶ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۸/۳۷۰-۳۷۱)

جبراً نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دادا نے اپنے پوتے کا رشتہ اپنی حیات میں اپنی سالی کی پوتی سے کیا، جس وقت لڑکے کی عمر تقریباً ۱۲/سال اور لڑکی کی عمر تقریباً ۱۱/سال تھی، اس کے دو سال کے بعد لڑکے کے دادا کا انتقال ہوگیا، موجودہ صورت یہ ہے کہ لڑکے کی عمر ۲۳/سال اور پچھلے ڈیڑھ سال سے مسلسل لڑکا اپنے گھر والوں سے اور لڑکی کے گھر والوں سے اس رشتہ کو لڑکی پسند نہ ہونے کی وجہ سے منع کر رہا ہے، اس کے باوجود بھی دونوں کے گھر والے اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے جبراً دونوں کے نکاح کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں، حد تو یہ ہے کہ لڑکے نے خود لڑکی اور لڑکی کے سارے گھر والوں سے نکاح کے لیے اپنی نامرضی ظاہر کی، پر اس کے جواب میں لڑکی کے دادا جبراً نکاح کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنے بڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لڑکے کے باپ کو اس بات کے لیے راضی کرلیا ہے۔

کچھ ضروری باتیں: لڑکا بالغ ہے، کاروبار میں اچھی کمائی کرتا ہے، اپنے فیصلے خود لینے کی سمجھ رکھتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اسی طرح سے زور زبردستی سے نکاح کرایا جاتا ہے تو وہ نکاح کس حد تک جائز ہے؟ اور اس کا کیا وجود ہوگا، مہربانی کرکے جواب مرحمت فرمائیں۔

(المستفتی: محمد زبیر پیر غیب، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

باپ دادا کے لیے نابالغ بچوں کا رشتہ طے کرنا جائز ہے، جب کہ اس وقت نکاح نہیں ہوا ہے تو بالغ ہوجانے کے بعد بچوں کو اس رشتہ کے باقی رکھنے اور ختم کرنے کا اختیار رہتا ہے، جب لڑکا اس رشتہ کو پسند نہیں کر رہا ہے تو شرعی طور پر اسی لڑکی سے شادی کرنے پر لڑکے کو مجبور کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے جائز نہیں ہے؛ بلکہ شادی میں بالغ لڑکے کی مرضی کا خیال رکھنا ماں باپ اور رشتہ داروں پر لازم ہے، حتی کہ حدیث شریف میں اس بات کی بھی اجازت آئی ہے کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ کر پسند کریں، اگر پسند ہو تو نکاح کریں اور پسند نہ ہو تو نکاح نہ کریں، پھر بھی اگر ماں باپ اور رشتہ دار لڑکے کے اوپر اسی لڑکی سے نکاح کرنے کے لیے ناجائز دباؤ ڈال کر نکاح پر مجبور کردیتے ہیں اور وہ بوقت نکاح اگر صراحت کے ساتھ ایجاب وقبول نہیں کرتا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا اور ایسے مجبور کرنے کی

صورت میں صرف ہاں کہہ دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ بلکہ صراحت کے ساتھ یہ کہنا پڑے گا کہ میں اس کو اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں، ماں باپ اور رشتہ داروں کو یہ بات بھی سوچنی چاہئے کہ جوان لڑکا جب رشتہ قبول کرنے پر راضی نہیں ہے اور زبردستی قبول کرالیا جائے اور بعد میں لڑکا طلاق دے دے تو خواہ مخواہ ایک صاف ستھری لڑکی کو داغدار بنانا ہے، یہ لڑکی کے اوپر سخت ترین ظلم ہے۔

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه أنه خطب امرأة، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أنظر إليها، فإنه أحرى أن يؤدم بينكما. (سنن الترمذي،أبواب النكاح، باب ماجاء في النظر إلى المخطوبة، النسخة الهندية: ۲۰۷/۱،دار السلام،رقم:۱۰۷۸)

ولا تجبر البالغة البكر، ولا الحر البالغ على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (شامي مع الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراچی:۵۸/۳،زكريا:۱۵۹/٤)

لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها. (عالمگيرى، زكريا: ۲۸۷/۱،جديد: ۱/ ۳۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۳؍رجب ۱۴۳۴ھ (الف فتویٰ نمبر:۱۱۱۷۸/۱۰) (فتاویٰ قاسمیہ:۷۴۶/۱۲۔۷۴۷)

زبردستی لڑکی کا نکاح کرنا اور لڑکی کا شوہر کے ساتھ چھ سال رہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ انٹرتک پڑھی ہوئی ہے، جب نکاح کے وقت وکیل اور گواہوں نے اجازت مانگی تو لڑکی نے ہاں کرنے سے انکار کردیا اور دستخط بھی نہیں کیئے،اس کے باوجود لڑکی کی پھوپھی نے زبردستی ہاتھ پکڑ کر انگوٹھا لگوادیا، جب بھی وہ انکار کرتی رہی کہ میرا نکاح نہیں ہوا، اس کے باوجود لڑکی تقریباً چھ سال تک اس لڑکے کے ساتھ رہی، ایک لڑکا بھی پیدا ہوا؛ مگر ان چھ سالوں کے درمیان یہ کہتی رہی کہ میرے باپ چچاؤں نے زبردستی مجھے اس لڑکے کے ساتھ بھیج دیا ہے اور شوہر ماننے سے انکار کرتی رہی،شوہر نے لڑکی کی بدتمیزی کی وجہ سے تین طلاق دے دیں۔لڑکی اور لڑکے کے گھر والے اس بات پر راضی ہیں کہ اگر مسئلہ میں کوئی گنجائش ہے تو پھر سے یہ گھر آباد ہوسکتا ہے، لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور یہ طلاق ہوئی، یا نہیں؟ (المستفتی: حافظ مجیب الرحمٰن سور بازار سہرسہ، بہار)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر وکیل اور گواہوں سے انکار کردینے کے بعد زبردستی ہاتھ پکڑ کر انگوٹھا لگایا گیا،اس کے بعد نکاح ہوا، پھر رخصتی کے وقت برضا رخصت ہوگئی اور پہلی مرتبہ شوہر کو برضا تمکین بھی دے دی تو ایسی صورت میں نکاح صحیح ہوگیا ہے، بعد میں چاہے انکار کرتی رہی ہو اور پھر جتنے دن شوہر کے ساتھ رہی ہے، وہ جائز طریقہ سے رہنا ثابت ہوگا اور اب شوہر نے جو طلاق دی ہے، وہ طلاق بھی واقع ہوجائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم:۲۴۰/۳، جدید ڈابھیل:۶۴۷/۱۰)

إذا ثبت الرضا بالقول يثبت بالتمكن من الوطء بالأولىٰ؛ لأنه أدل على الرضا. (شامی، باب الولي، کراچی: ٦٢/٣، زکريا: ١٥٦/٤)

وإنما يبطل خيارها إذا رضيت بالنكاح صريحا،أو يوجد منها فعل يستدل به على الرضا كالتمكين من الجماع. (الهندية، زكريا: ٢٨٦/١،جديد: ٣٥٢/١)

بل رضاها هنا يتحقق تارة بالقول كقولها: رضيت ... وتارة بالدلالة كطلب مهرها، ونفقتها أوتمكينها من الوطء ... أن الكل من قبيل القول إلا التمكين، فيثبت بدلالة نص إلزام القول؛ لأنه فوق القول. (البحرالرائق،زكريا: ٢٠٣/٣-٢٠٤، کوئٹہ: ١١٥/٣-١١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ، ۷/ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ (الف فتویٰ نمبر: ۶۷۳۵/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۷/۶/۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۴۸/۱۲-۷۵۰)

لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنا اور رات گزارنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے بھائی کی شادی ۲۰/مئی کو قصبہ سہسپور، ضلع بجنور، محلّہ حکیم پورہ، حافظ ذوالفقار صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی، نکاح ہوگیا، رخصتی میں دیر ہوگئی، کچھ لوگوں نے وکیل صاحب سے کہا کہ جلدی کرو، وکیل صاحب نے بتایا لڑکی بیہوش ہے گرمی کی وجہ سے۔

(۲) لڑکی کا وکیل باہر آکر بولا میں اتنا بڑا بوجھ اپنے ذمہ نہیں لوں گا؛ کیوں کہ لڑکی نے اجازت نہیں دی ہے، یہ بات بیچ والے حکیم زین العابدین نے سنی تو وہ دوبارہ وکیل کو لے گئے کہ تم دوبارہ اجازت لاؤ، وہ دوبارہ گئے تو حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ اندر سے آواز آئی کہ ہاں جی ہاں جی، یہ آواز لڑکی کی ماں کی تھی، اب وکیل صاحب کہتے ہیں کہ لڑکی نے دستخط دوسری لڑکی سے ہاتھ پکڑ کر کرائے ہیں؛ کیوں کہ لڑکی کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔

(۳) زید کہتا ہے کہ جب لڑکی کی حالت ٹھیک نہیں تھی تو اس کی مرضی کیسے جانی جائے تو وکیل صاحب کا کہنا ہے کہ وہ ہوش میں نہیں تھی، اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، دوسری لڑکی نے دستخط کئے۔

(۴) زید کہتا ہے کہ اس حالت میں نماز بھی نہیں ہوتی؛ کیوں کہ لڑکی کی حالت ٹھیک نہیں ہے، تو اس حالت میں نکاح کی اجازت بھی نہیں مانی جائے گی؟

(۵) اب لڑکے کا کہنا ہے کہ جب میں لڑکی کے پاس گیا تو لڑکی نے کہا: میرا شبو، میرا شبو! یہ لڑکے نے معلوم کیا تو خاموش ہوگئی۔

(۶) لڑکے کا کہنا ہے کہ لڑکی نے مجھ سے کہا کہ نہ میں نے دستخط کئے ہیں، نہ میں نے اجازت دی۔

(۷) لڑکی نے یہ بھی لڑکے سے کہا کہ اب میں جاکر نہیں آؤں گی۔

(۸) یہ لڑکی کے والد کا کہنا ہے کہ لڑکی تم سے ڈرتی ہے، تم جب گھر آتے ہوتو لڑکی گھبراتی ہے، ابھی لڑکی صرف ایک رات رہی ہے، ہم سے گھبراتی ہے، کسی سے نہیں گھبراتی ڈرتی، ایسا کیوں ہے؟

(۹) زید کا کہنا ہے کہ لڑکی کی شاید مرضی تم سے ملنے کی نہ ہو، یا تمہارے یہاں نہ رہنا چاہتی ہو؛ اس لیے لڑکی کو اورلڑکے کو بلا کر دونوں کا سامنا کرادیا جائے اور وہاں دوتین دیندار لوگ موجود ہوں۔

(۱۰) حکیم زین العابدین اور مولانا مسعود صاحب کا مشورہ ہوا کہ یہ نکاح فسخ ہوجائے گا؛ کیوں کہ ہم مطمئن نہیں ہیں، اگر نوبت ایسی آئی تو دوبارہ نکاح کرادیں گے، کیا ایسا کرنا درست وصحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(المستفتی: قاری مہتاب عالم امام اسٹیشن والی مسجد، بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

برتقدیر صحت سوال جب لڑکی نے بوقت نکاح اجازت نہیں دی اور نہ ہی دستخط کیئے تو مذکورہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا اور نہ ہی مہر وغیرہ کا تحقق ہوگا؛ بلکہ لڑکی بالکل آزاد ہے، اپنی مرضی سے دوسری جگہ اپنا نکاح کرسکتی ہے؛ لیکن سوال نامہ میں لڑکی کا ایک رات لڑکے کے یہاں رہنا بھی مذکور ہے، اگر بلا جبر واکراہ لڑکی نے وطی پر قدرت دے دی ہے تو اب لڑکی کا انکار مقبول نہ ہوگا؛ بلکہ نکاح لازم ہوجائے گا۔ اور اگر وطی نہیں ہوئی یا زبردستی اور دباؤ سے وطی کی ہے، تو اس کو رضا پر محمول نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ نکاح باطل ہوگا اور لڑکی کو الگ نکاح کرنے کا شرعاً حق حاصل ہوگا۔

وإن فعل هذا غير الولي يعني استأمر غير الولي (وقوله) لم يكن رضا حتى تتكلم به؛ لأن هذا السكوت لقلة الالتفات إلى كلامه، فلم يقع دلالة على الرضا. (الهداية، أشرفي بك ڈپو ديوبند: ۳۱٤/۲)

قال الزوج للبكر البالغة: بلغك النكاح، فسكت وقالت: رددت النكاح ولا بينة لهما على ذلك، ولم يكن دخل بها طوعا في الأصح، فالقول قولها بيمينها، وأما إذا دخل بها طوعا حيث لا تصدق في دعوى الرد في الأصح؛ لأن التمكين من الوطي كالإقرار. (الدر المختار مع الشامي، زكريا: ١٦٧/٤، كراچي: ٦٣/٣، الهندية زكريا: ۲۸۹/۱، جديد: ۳۵٥/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ (الف فتویٰ نمبر: ۸۸۰۵/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۵/۶ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۵۱/۱۲-۷۵۲)

بالغہ کا جبراً نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہندہ کے والدین نے ہندہ کی بغیر رضا مندی کے کردیا ہے، ہندہ بالغہ ہے اور نکاح کے بعد زید کے گھر گئی ہے، دونوں یکجا رہے؛ لیکن زید کو اپنے قریب نہیں لگنے دیا اور نہ صحبت کرنے دی۔ ہندہ کہتی ہے کہ میرے والدین نے

زبردستی میرا نکاح کیا اور انگوٹھا، یا دستخط لگوایا ہے۔ گواہان بھی کہتے ہیں کہ ہندہ کا نکاح زبردستی اس کے والدین نے زید کے ساتھ کیا اور ہندہ انکار کرتی تھی، تقریباً ایک سال ہوگیا ہے؛ لیکن اب بھی ہندہ وہاں جانے سے انکار کرتی ہے، اس کو نکاح نہیں مانتی اور اگر مجھ کو زبردستی وہاں پر بھیجا گیا تو میں زید کے گھر نہیں بسوں گی تو کیا یہ نکاح ہوگیا ہے، یا نہیں؟ اگر یہ نکاح ہوگیا ہے تو اب ہندہ کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے، جب کہ ہندہ وہاں پر جانے کو رضا مند نہیں؟

(المستفتی: محمد رفیق، مالیرکوٹلہ، پنجاب)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جب ہندہ کا نکاح والدین نے جبراً کردیا اور اب تک وہ رضا مند نہیں ہوئی۔ نیز بلا رضا مندی ہی شوہر کے گھر گئی اور شوہر کو اپنے قریب نہیں ہونے دیا تو اس کا نکاح منعقد نہیں ہوا، والدین پر ضروری ہے کہ لڑکی کی رضا مندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسری شادی کردیں۔

عن خنساء بنت خذام الأنصارية، أن أباها زوجها وهي ثيب، فكرهت ذلك، فأتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد نكاحها. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب إذا زوج ابنته وهي كارهة، فنكاحه مردود، النسخة الهندية: ۲/ ۷۷۱، رقم: ۴۹۴۵، ف: ۵۱۳۸)

ولو زوجها وليها فقالت: لا أرضى (إلى قوله) لم يجز. (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء في النكاح، زكريا: ۱/ ۲۸۸، جديد: ۱/ ۳۵۴)

إذا دخل بها وهي مكرهة، فحينئذ لايثبت الرضا. (الهندية، زكريا: ۱/ ۲۸۹، جديد: ۱/ ۳۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹ رشعبان المعظم ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۴۱۴۵) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۶۴-۵۶۵)

لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف نکاح پر مجبور کرنا:

سوال (۱) زید نے اپنی لڑکی جو بالغہ ہے، اس کا رشتہ ایک جگہ طے کرنے کا ارادہ کیا، جب لڑکی کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے فوراً انکار کیا اور کہا کہ میں اس جگہ ہرگز شادی نہیں کروں گی، مجھے وہ بالکل پسند نہیں، اس کی لائن بہت خراب ہے، بددین ہے، میرا اس کے ساتھ نباہ نہ ہو سکے گا۔ زید نے لڑکی کی بات پر دھیان نہیں دیا اور لڑکی کو مار پیٹ کر زبردستی اسی جگہ منگنی کردی، منگنی ہونے کے بعد بھی لڑکی بالکل انکار کر رہی ہے، اس درمیان ایک اور رشتہ آیا، یہ لڑکا دیندار پابند صوم وصلوٰۃ ہے، لڑکی کو یہ رشتہ پسند ہے؛ لیکن لڑکی کا باپ کہتا ہے کہ میں نے جو رشتہ طے کیا ہے، تجھے اس کے ساتھ ہی نکاح کرنا ہوگا۔ اب آپ بتائیے کہ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ باپ کا مجبور کرنا صحیح ہے؟

(۲) اگر لڑکی اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے اس لڑکے سے نکاح کرے جو اسے پسند ہے تو نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟ امید ہے کہ جواب عنایت فرمائیں گے؟ بینوا تر جروا۔

الجواب

جولڑکی بالغہ ہو،اس پر کسی کوولایت اجبار حاصل نہیں؛یعنی باپ وغیرہ کوئی شخص اس کا نکاح جبراً کسی جگہ بلا اس کی رضامندی نہیں کرسکتا،بالغہ ہوجانے کے بعدوہ اپنےنفس کی خودولی اورمختار ہوجاتی ہے۔

درمختار میں ہے:

(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية.

وفي الشامي: (قوله ولا تجبر البالغة) ولا الحر البالغ. (الدرالمختار وشامی: ۴۱۰/۲، باب الولی)

یعنی بالغہ لڑکی کونکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا،بالغ ہونے کی وجہ سے (باپ، داداوغیرہ کو) اس پر ولایت ختم ہوجاتی ہےاوراسی طرح آزاد بالغ لڑکےکوبھی مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

الإختيار لتعليل المختار میں ہے:

ولا اجبار على البكر البالغة في النكاح. (الإختيار: ۹۲/۳)

صورت مسئولہ میں اگرسوال میں درج شدہ باتیں صحیح ہوں تو والدہ (زید) کو چاہیے کہ لڑکی پرزبردستی نہ کرے، پوری زندگی کا معاملہ ہے،سوچ سمجھ کرلڑکی کے مشورہ سے طے کیا جائے،لڑکی کی رضامندی کے بغیر اگرزبردستی نکاح کر دیا گیااورخدانخواستہ آئندہ دونوں میں نباہ نہ ہواتو جھگڑے ہوتے رہیں گے،فرقت اورطلاق کی نوبت بھی آسکتی ہے، لہذا زیدکواپنی بات پراصرار نہ کرنا چاہیے۔لڑکی ادب واحترام کے ساتھ اپنی بات پیش کرے، والدین کی بےادبی نہ ہونے پائے،دوسرا رشتہ جو آیا ہے،سوال کے مطابق لڑکا دیندار پابندصوم وصلوٰۃ اورہم کفو ہے،لڑکی کوبھی پسند ہے تو دیندارکوترجیح دینا چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے:

إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه أن لا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (مشكاة المصابيح، ص: ۲٦۷، كتاب النكاح)

(یعنی جب تمہیں ایسا شخص پیغام دے جس کے دین اوراخلاق کوتم پسند کرتے ہوتواس سےنکاح کرواگرتم نکاح نہ کروگے توزمین میں فتنہ اوربڑافساد ہوگا۔)

زمانہ بہت آزادی کا ہے، والدین کو بےجازبردستی نہ کرنا چاہیے، گاہےان کی بےجاسختی کی وجہ سےلڑکی راہ فرار اختیارکرتی ہےاورپھرسنگین اورناقابل برداشت نتائج سامنےآتے ہیں،لہذااگرلڑکی کی بات صحیح ہوتواس کی بات تسلیم کرلینا چاہیے۔مناسب یہ ہے کہ ابتدا ہی میں اس کی رائے معلوم کرلی جائے۔ہاں اگرلڑکی غلطی پر ہو ناتجربہ کاری کی وجہ سےاس نے غلط رائے قائم کی ہوتو دلائل اوراچھے انداز سےاس کوسمجھانا چاہیے۔اولاد کوبھی چاہیے کہ والدین کا ادب واحترام کریں، وہ ان کے خیرخواہ ہیں بدخواہی نہیں کریں گے،اگر دینداری اورحسن اخلاق کومدنظر رکھتے ہوئے

رشتہ طے کرنا چاہتے ہیں تو ان کی اطاعت کرنا چاہیے، ان کے دل کو دکھانا نہ چاہیے، ان کی دعائیں شامل حال رہیں گی اور ان شاء اللہ اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

(۲)　لڑکی اگر خود نکاح کر لے تو کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: ’’جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں اور خاندان دینداری اور پیشہ کے لحاظ سے لڑکا پست اور گرا ہوا نہیں ہے کہ لڑکی کے اولیا کے لیے باعث عار ہو تو والدین رضا مند ہوں، یا ناراض، دونوں کا نکاح درست ہے اور بلا وجہ شرعی والدین کو ناراض نہ ہونا چاہیے اور نکاح کر دینا چاہیے، ورنہ گنہگار ہوں گے۔ حدیث میں ہے:

من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۷۱، باب الولی فی النکاح)

(یعنی جس کے یہاں بچہ پیدا ہو، اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے، پس جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے اور اگر وہ بالغ ہو گیا اور اس نے (بلا عذر) شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھا، پس اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ (بھی) ہوگا۔)

ہاں اگر لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے، بلا رضامندی نکاح درست نہ ہوگا۔ شامی میں ہے:

فإن حاصله أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفء لا يلزم أولا يصح. (شامی: ۴۳۲/۲، باب الکفاءة، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ: ۲۵۷/۵-۲۵۸) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

عورت کا دعویٰ کہ میری شادی میری مرضی کے خلاف کی گئی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کوئی عورت شادی کی پہلی ہی رات سے اپنے شوہر سے یہ کہنے لگے کہ میری شادی آپ کے ساتھ میرے بھائیوں نے زبردستی اور میری مرضی کے خلاف کرائی ہے اور اپنے بھائیوں کو برا کہتی ہے اور کوستی بھی رہتی ہے اور اپنے شوہر سے دوسرے مرد کا نام بار بار لیتی ہے کہ میں اُن کے لیے چار چار دن بھوکی رہی، میں اُن سے شادی کرنا چاہتی تھی اور شادی کی پہلی ہی رات سے شوہر کی مرضی کے خلاف چوری سے بچہ نہ ہونے کی دواؤں کا استعمال کر رہی تھی اور ان دواؤں کو دو مہینہ بعد جب شوہر نے پکڑ لیا تو اپنے گھر جا کر بیٹھ گئی اور وہاں سے طلاق مانگ رہی ہے، کیا اِن حالات میں نکاح ہوا بھی، یا نہیں؟ اگر نکاح ہوا تھا تو طلاق مانگنے پر ایسی عورت اپنے مہر لینے کی حق دار ہے، یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ عورت نے نکاح کے وقت اپنی ناراضگی ظاہر نہیں کی تھی، تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اب بعد میں وہ بلا کسی وجہ کے طلاق مانگتی ہے تو شوہر کو حق ہے کہ وہ مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دینے پر آمادگی ظاہر کرے، اگر بلا شرط طلاق دے دی تو مہر دینے پڑیں گے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (البقرة: ۲۲۹)
وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود اللّٰه، فلا بأس بأن تفدى نفسها منه بمال يخلعها به. (الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مكتبة شركة علمية ملتان، الدر المختار على تنوير الأبصار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/۳، الفتاویٰ الهندية: ۴۸۸/۱، زكريا)

وبطل خيار البكر بالسكوت. (الدر المختار مع الشامي: ۱۸۷/۴، زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۵/۵/۱۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۷۱/۸-۳۷۲)

بے دین گھرانہ میں نکاح کرنے پر لڑکے کا انکار کرنا اور والد کا اِصرار کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید ایک عالم شخص ہے، اس کے نکاح کے لیے ایک پیغام آیا، اس کے والد صاحب نے قبول کا ارادہ کرلیا؛ مگر زید نے صراحۃً منع کردیا کہ آپ شادی نہ طے کریں، میں وہاں نکاح نہیں کروں گا، والد صاحب نے کہا کہ میں شادی وہیں طے کروں گا، چاہے تم نکاح کرنا یا نہ کرنا، گویا کہ زبردستی طے کرلیا اور اس رشتہ پر والد اور ایک بھائی کے علاوہ گھر کا کوئی بھی فرد اور کوئی رشتہ دار راضی نہ تھے، خیر والد صاحب نے بات پکی کرلی، زید نے بادل ناخواستہ چند دنوں کے بعد کہا کہ اگر آپ لوگ زبردستی نکاح کرنا ہی چاہتے ہیں تو میں کرلوں گا؛ لیکن چار مہینہ کے بعد زید نے بالمشاہدہ خفیہ طور سے لڑکی کے گھر اور اس کے گھر والوں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس گھر میں دین داری اور نماز وغیرہ کا کوئی بھی خیال نہیں ہے۔ اب زید نے اپنی عالمانہ اور دینی غیرت کی بنا پر اس نکاح سے دوبارہ انکار کردیا، حتی کہ طے شدہ رشتہ اب بالکلیہ ختم ہو چکا ہے، اس میں دراصل انکار کی وجہ دین داری کا لڑکی والوں میں فقدان اور لڑکی کے حالات کا علم تو کچھ بھی نہیں ہے، اس انکار کے نتیجہ میں اب تک زید کے والد زید سے ناراض ہیں، بات چیت بھی نہیں کرتے، زید باہر رہتا ہے، برابر تقریباً چار ماہ سے اپنی اس انکار کی غلطی پر معافی نامہ لکھ کر بھیجتا رہا؛ مگر والد صاحب کوئی جواب نہیں دیتے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ نوعیت کے رشتہ سے زید کا انکار کرنا درست ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال میں درج شدہ باتیں صحیح ہوں تو زید کا مذکورہ نوعیت کے رشتہ سے انکار کرنا شرعاً درست ہے، والد کو زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۳۴/۸، احسن الفتاویٰ: ۹۳/۵)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، وجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين: ۷۶۲/۲، رقم: ۴۸۹۹، الصحيح لمسلم، الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين: ۴۷۴/۱، رقم: ۱۴۶۶)

عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تخيروا لنطفكم

وأنكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم. (سنن ابن ماجة، النكاح، باب الأكفاء: ١٤١/١، رقم: ١٩٦٨، المستدرك للحاكم، النكاح: ١٠١١/٣، رقم: ٢٦٨٧)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية. (الدر المختار)

وفي الشامية: ولا الحر البالغ. (شامي: ١٥٩/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۴/۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶۵/۸-۳۶۷)

جبراً دستخط کروانے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: محمد صدیق ولد حافظ ابراہیم ساکن منگالہ ضلع حصار کا ناجائز تعلق ایک عورت مسماۃ عائشہ زوجہ یعقوب ولد مہر الدین کے ساتھ تھا اور مورخہ ۶/ ماہ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ بوقت درمیان مغرب وعشا کے عورت مذکور محمد صدیق کو بات چیت کرنے کے لیے بوکالۃً بلا کر مکان بشیر محمد ولد یعقوب کے اندر لے گئی اور جب دونوں مکان کے اندر چلے گئے تو باہر عورت کے خاوند وغیرہ کو بھی پتہ ہو گیا کہ مرد عورت اس مکان کے اندر ہیں اور پتہ ہونے کے بعد عورت تو نکل کر بھاگ گئی؛ مگر محمد صدیق کو مکان کے اندر عورت کے خاوند یعقوب اور اس کے دیگر اقربا وغیرہ نے محصور کر لیا اور اوزار لکڑی ولوہے وغیرہ کے سب نے پکڑ لیے کہ اب محمد صدیق کو اس مکان کے اندر جان سے ماردیں گے اور ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور مکان کے اندر محمد صدیق کے اقربا جو تھے، ان کو بھی نہایت بے قراری ہو کر چہروں پر زردی چھا گئی اور سب کو یقین ہو گیا کہ محمد صدیق نے بھی سمجھ لیا کہ اب میری جان کی بالکل خیر نہیں ہے، لہٰذا مارے جانے کے ڈر سے بے حواس سا ہو گیا اور باہر محمد صدیق کی جان تلف ہونے کے علاوہ ہم پر خدا جانے کیسی مصیبت وتکلیف قیامت خیز نازل ہوگی اور از حد مضطرب تھے اور بالکل بے عقل وبے حواس ہو رہے تھے۔ ایسے خطرناک نازک وقت میں محمد صدیق محصور کی نابالغہ لڑکی کا نکاح جبراً وقہراً کروایا۔ مخالفین نے اپنے لڑکے کے ساتھ کر دیا اور نکاح نامہ کا ایک کاغذ بنا کر کئی شخصوں کے انگوٹھے لگوا دیئے ہیں اور نیز محمد صدیق محصور کا بھی ہاتھ پکڑ کر انگوٹھا لگوا دیا ہے اور جب نکاح کر لیا اور کاغذ وغیرہ کا خوب انتظام ہوا تو پھر محمد صدیق کو مکان سے نکال کر چھوڑ دیا اور اب اختلاف اس بات میں ہے کہ محمد صدیق نے اذن نکاح کرنے کا اشارتاً، یا صراحتاً دیا ہے، یا نہیں؟ اور تفصیل اختلاف اذن کی یہ ہے کہ جب مخالفین نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو مولوی عبدالعزیز صاحب جو کہ نکاح پڑھنے والا ہے، چار گواہوں کو ساتھ لے کر محمد صدیق کے پاس طلب اذن کے لیے گیا تھا تو مولوی عبدالعزیز اور دو گواہ مسمی عبدالغفور بن جمال الدین وعبدالحفیظ بن علیا کا بیان ہے کہ محمد صدیق نے صراحتاً اذن دیا ہے اور محمد صدیق کا بیان ہے کہ میں اس ہولناک وقت میں بہت مغموم ومہموم تھا؛ اس لیے زبان سے اذن دینا تو در کنار؛ بلکہ ہوں، ہاں کر کے اشارہ بھی نہیں کیا کہ جس سے اشارۃً ہی ثابت ہو کہ نکاح کر دو اور مولوی صاحب اور دونوں گواہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں اور باقی دو گواہوں میں سے حاجی قمر

الدین صاحب کے کسی کو بھی داخل نہیں ہونے دیا اور سب جھوٹ اور افترا اور بالکل جعل سازی ہے۔اب سوال یہ درپیش ہے کہ نکاح مذکورہ بالاعندالشرع ہوا ہے، یا نہ؟

(المستفتی:۱۴۳۱،مولوی عبدالملک صاحب (ضلع حصار)۲۹صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱رمئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

اس واقعہ میں محمد صدیق کا بیان یہ ہے کہ میں نے نکاح کی اجازت قولاً، یا اشارۃً بھی نہیں دی،صرف اس کا انگوٹھا جبراً لگوالیا گیا ہے۔واقعہ کی ہولنا کی اس جبر کے لیے کھلی دلیل ہے اور اس کو حد اکراہ میں داخل کرنے کے لیے کافی ہے، لہٰذا اس میں کتابت کو قائم مقام تلفظ کے نہیں کیا جا سکتا۔(۱) رہا گواہوں کا بیان کہ محمد صدیق نے زبان سے اجازت دی ہے تو یہ شہادت اس لیے نا قابل اعتماد ہے کہ گواہوں کو واقعہ کا علم تھا محمد صدیق فلاں وجہ سے محصور ہے اور یہ لوگ اس سے جبراً اس کی لڑکی کے نکاح کا اذن لینا چاہتے ہیں تو ان کا ان جابرین کی حمایت میں محمد صدیق سے اذن لینے کے لیے جانا ظلم کی اعانت کا کھلا ہوا اقرار ہے؛اس لیے سب اپنے فسق کا اقرار کر رہے ہیں اور فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہوسکتی۔(۲) گواہوں کو اگر یہ عذر ہو کہ ان کو محمد صدیق کی محصور ومجبور کا علم نہ تھا تو عذر ثبوت واقعہ کے بعد نا قابل قبول ہے۔ایسے ہولناک موقع پر جتنے لوگ موجود ہوں گے،ان میں سے کوئی بھی صورت حال سے بے خبر نہ ہوگا،لہٰذا قضاءً بھی ان گواہوں کی شہادت سے ثبوت نکاح کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ (۳)فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۷۶/۵-۷۷)

عورت کی رضامندی کے بغیر جبراً نکاح نامہ پر انگوٹھا لگوانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے،اب ہندہ کی عدت گزرنے کے بعد شوہر کے بھائیوں نے رات میں ایک کاغذ پر انگوٹھا جبراً لیا، جس کا ہندہ کو پتہ نہیں کہ کس بات کا انگوٹھا لیا گیا ہے، صبح کو یہ شہرت ہوگئی کہ ہندہ کا نکاح دیور کے ساتھ ہوگیا ہے، جب کہ ہندہ کی طرف سے نکاح کی اِجازت نہ کل تھی اور نہ آج ہے، ہندہ نکاح پر راضی نہیں ہے، آیا ہندہ کی بغیر اجازتِ نکاح جس نے پڑھایا، وہ قاضی، یا قاضی اور وکیل، یا جو بھی شریک ہوئے، اُن سب کے لیے کیا حکم ہے؟

---

(۱) أن المراد الإكراه على التلفظ بالطلاق فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق؛لأن الكتابة أسقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا.(ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۳٦/۳،سعيد)

(۲) ﴿يأيها الذين اٰمنوا إن جاء كم فاسق بنباء فتبينوا﴾(سورة الحجرات: ٦)

(۳) ويصح النكاح عند فاسقين ... ولا يظهر النكاح على الحكام بشهادتهما عند الدعوىٰ وانكار المتعاقدين.(جامع الرموز: ٤٤٧/٢، كريميه)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر ہندہ سے نکاح کی اِجازت لیتے وقت صرف انگوٹھا لگوایا گیا ہے اور اُس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تو اِس طرح زبردستی انگوٹھا لگوانے سے نکاح نہ ہوگا اور جو لوگ بھی قصداً ایسے معاملہ میں پیش پیش رہے ہیں، وہ سب سخت گنہگار ہوں گے، ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

عن خنساء بنت حذام أن أباها زوجها وهي ثيب فكرهت ذٰلك، فأتت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فرد نكاحها. (مشكاة المصابيح، ۲۷۰، صحيح البخاري: ۷۷۱/۲، رقم: ٤٩٤٥، ف: ٥١٣٨)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رد نكاح بكر وثيب أنكحها أبوهما، وهما كارهتان فرد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نكاحها. (سنن الدارقطني: ١٦٤/٣، رقم: ٣٥٢٣)

فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد، والأظهر أن يقول: قالت قبلت الخ، إذا الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة. (شامي: ٧٣/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۵/۲۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۶۹/۸-۳۷۰)

زبردستی انگوٹھا لگوانے سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا:

سوال: میرا ایک دوست ہے، وہ ایک دن مجھے اپنا واقعہ سنا رہا تھا کہ میری ایک بہن ہے، جو عاقلہ بالغہ تھی، میں اپنے گھر میں بڑا تھا، چناں چہ میں نے اس بہن کا رشتہ اپنے ایک جاننے والے کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا، نکاح وغیرہ کی تاریخ طے ہوگئی، جس دن نکاح تھا تو عین نکاح کے وقت میری بہن نے انکار کرنا شروع کردیا، اس پر مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے اس کو مار پیٹ کر فارم پر اس کا انگوٹھا لگوادیا اور مزید اس دوست نے یہ کہا کہ نہ ہی میری بہن نے مجھے وکیل بنایا اور نہ ہی ایجاب وقبول ہوا؛ بلکہ اس نے تو انکار کردیا؛ لیکن میں نے جعلی طور پر فرضی گواہ اور وکیل بنا کر فارم پُر کردیا تو اب مفتی صاحب آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس مذکورہ صورت میں میرے دوست کی بہن کا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت اگر عاقلہ بالغہ ہو تو اس سے نکاح کی اجازت لینا ضروری ہے اور نکاح زبانی ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے۔ نیز گواہوں کا ہونا شرط ہے، جب کہ صورت مسئولہ میں نہ زبانی ایجاب وقبول ہوا، نہ گواہ پائے گئے، زبردستی انگوٹھا لگوانے سے نکاح منعقد نہیں ہوا، جب کہ مذکورہ لڑکی کی اجازت بھی نہیں پائی گئی۔

لمافي الهندية (٢٨٧/١): لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكرا كانت أو ثيبا فإن فعل ذٰلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن إجازته جاز وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج.

وفی الشامية (۲۱/۳):قوله (ليتحقق رضاهما) أی ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا إذ حقيقة الرضا غير مشروطة فی النكاح لصحته مع الإكراه والهزل رحمتی [إلی قوله] وأما ما ذكر من أن نكاح المكره صحيح إن كان هو الرجل وإن كان هو المرأة فهو فاسد فلم أر من ذكره وإن أوهم كلام القهستانی السابق ذلك بل عبارتهم مطلقة فی أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة. (نجم الفتاویٰ:۱۸۸/۴)

جبراً اجازت دے دے تو بھی نکاح ہو جاتا ہے:

سوال: ایک عورت بیوہ اپنا نکاح زید سے کرنا چاہتی تھی؛ مگر اس کے بھائی اور دادا نے جبراً اس سے اجازت لے کر بکر سے اس کا نکاح کر دیا، بعد کو عورت نے عدالت میں درخواست دے دی کہ میرا نکاح جبراً کیا گیا، لہذا میں اس کے یہاں نہ رہوں گی، غرض مقدمہ پنچائت میں آیا اور بکر سے فارغ خطی لی گئی اور عورت نے زید سے نکاح کر لیا، جو نکاح بکر سے ہوا تھا، وہ جائز تھا، یا نہ؟

الجواب

نکاح اس بیوہ کا جو بکر سے ہوا تھا، صحیح ہو گیا تھا؛ کیوں کہ نکاح اکراہ سے بھی ہو جاتا ہے، كما استدل عليه الفقهاء، وعد صلى الله عليه وسلم منها النكاح. (۱) پھر جب کہ بکر سے فارغ خطی لی گئی تو وہ عورت اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، اب اگر اس کا نکاح زید سے عدت گزرنے کے بعد ہوا ہے تو صحیح ہے اور اگر عدت کے اندر ہوا تو باطل ہے؛ إلا أن تكون غير مدخولة. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۹/۷)

بیوہ کا جبریہ نکاح درست نہیں ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوہ بھاوج سے جبراً نکاح کیا، جس وقت قاضی نے عورت سے ایجاب وقبول کرایا تو عورت نے قاضی کے ہر سوال پر اس طرح جواب دیا کہ یہ میرا بھائی ہے؛ مگر رفتار زمانہ کے موافق قاضی اور شاہدوں نے اس جواب پر کوئی توجہ نہیں کی، کچھ عرصہ بعد وہ عورت اپنے باپ کے گھر چلی آئی۔ اس صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟ ایسی حالت میں شوہر متوفی کے رشتہ کے چچا سے نکاح اس عورت کا درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) إذ حقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل، رحمتی. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۷۳/۲. ظفير)

لقوله عليه الصلاة والسلام: "ثلث جدهن جد وهزلهن جد". [الحديث] (مشكاة المصابيح، باب الخلع والطلاق، ص: ۲۸٤، ظفير)

(۲) ﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (سورة البقرة: ۲۳۷، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

اگراس بیوہ عورت نے نکاح کے بعد بھی اس نکاح سے انکار کیا اور وطی وغیرہ برضا نہیں پائی گئی تو وہ نکاح ہوگیا،(۱) اور شوہر کے رشتہ کے چچا سے نکاح اس کا درست ہے؛ بلکہ شوہر کے حقیقی چچا سے بھی نکاح درست ہے؛ لیکن جب تک شوہر اول کے نکاح کا بطلان محقق نہ ہو، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، اس وقت تک کسی دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۶۰/۸-۶۱)

بیوہ کا زبردستی نکاح:

سوال: ایک بیوہ عورت ہے، اس کے ہمراہ ایک لڑکی بھی ہے، بیوہ ہونے کے بعد تقریبا سال بھر اپنے میکے میں رہ کر گزر بسر کیا۔ بعد ازاں اس کے باپ نے ایک جگہ نکاح کی بات چیت کی، نکاح ہونے کی خبر سن کر اس کا پہلا خسر اس کے میکے میں آیا اور کہا کہ تم میرے یہاں چلو، میں اپنے دوسرے لڑکے کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں گا؛ مگر وہ عورت جانے کے لیے کسی بھی طرح رضامند نہ ہوئی۔

آخر کار عورت کی لڑکی کو اس کا خسر گود میں لے کر اپنے گھر چلا گیا، لڑکی کو لینے کے لیے عورت نے اصرار کیا؛ مگر وہ نہ مانا، لہٰذا مجبوراً عورت لڑکی کی محبت سے اس کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔ گھر جا کر اس کے خسر نے نکاح کی مجلس منعقد کی، جب عورت سے نکاح کی منظوری لی گئی، اس کے جواب میں عورت نے کہا کہ میرے باپ اور بھائی کو بلوالو، چنانچہ اس کا خسر گالی گلوج دینے لگا، عورت اٹھ کر دوسرے گھر چلی گئی، اس کے خسر نے نکاح پڑھادیا، پھر بچہ کے ساتھ کچھ دنوں تک وہ عورت اس پہلے خسر کے یہاں رہی۔

نکاح کے چھٹے مہینے اس عورت کی لڑکی پیدا ہوئی، جس کی بنا پر عورت کو نکال دیا اور کہا کہ جس کے نطفہ سے ہو، لے کر جاؤ، یہ تمہارا بچہ ہمارے کام کا نہیں، لہٰذا عورت نے اپنے باپ کو بلوایا اور باپ کے ہمراہ اپنے میکے میں چلی آئی اور وہاں کے ایک مسلم شخص کو بتایا کہ فلاں کے نطفے سے ہے، چنانچہ اب وہ عورت اس کے یہاں مقیم ہے۔ آیا اس عورت کا نکاح جائز ہوا، یا ناجائز؟ اور دوسرے شخص سے اس کو نکاح کرنے کا اختیار ہے، یا نہیں؟ یہ بھی ارشاد ہو کہ جب کہ نکاح پڑھانے والے لوگ کہتے ہیں کہ عورت نے منظور کیا تھا اور عورت ہر حال میں بیان کرتی ہے کہ میں نے نہیں منظور کیا، میں دوسری جگہ چلی گئی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر نکاح کے بعد بھی عورت نے انکار کیا ہے تو شرعاً نکاح صحیح نہیں ہوا اور اگر نکاح کے بعد انکار نہ کیا؛ بلکہ اجازت

---

(۱) (وَلَا تُجبَرُ الْبَالِغَةُ الْبِكْرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ بِالْبُلُوغِ .(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۱۵۹/۲، ظفیر)

دے دی، خواہ دوسروں کے برا بھلا کہنے ہی سے اجازت دی ہو تو نکاح صحیح ہو گیا۔ پہلی صورت میں دوسری جگہ نکاح درست ہے، دوسری صورت میں جب تک شوہر طلاق نہ دے اور عدت نہ گزر جائے، دوسری جگہ نکاح صحیح نہیں۔

قال في الفتاوى الهندية: "لا يجوز نكاح أحد علىٰ بالغة صحيحة العقل من أب، أو سلطان بغير إذنها، بكراً أو كانت ثيباً، فإن فعل ذلك، فالنكاح موقوف علىٰ إجازتها، فإن أجازته، جاز. وإن ردته، بطل، آه". (الهندية: ۲۸۷/۱)(۱)

قال في الفتاوى الهندية: "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، آه". (الهندية: ۲۸۰/۱)(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۷/۱۰-۶۴۹)

بیوہ عورت کا زبردستی نابالغ سے نکاح:

سوال: ایک بیوہ عورت کا نکاح زبردستی ایک نابالغ سے کر دیا گیا بغیر اس کی رضامندی کے اور اس کا نشانی انگوٹھا بھی درج کرلیا؛ مگر وہ یہ کہتی رہی کہ مجھ کو ساری کو بھی نہ لگالو، تب بھی اس کے یہاں نہ رہوں گی۔ پھر اسی کے مکان پر ایک سال گزر بسر کرتی رہی؛ کیوں کہ بیوہ اسی کے بھائی کی عورت تھی؛ یعنی جس کے ساتھ نکاح ہوا، جنھوں نے جبراً نکاح کیا تھا، انہوں نے اپنی مرضی سے دوبارہ نکاح کر دیا، جہاں وہ رضامند تھی۔

الجواب ———————— حامداً ومصلياً

اگر نکاح کے بعد بھی اس نے انکار کر دیا تھا اور وہ راضی نہ تھی تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا اور پھر جس جگہ اس کی رضامندی سے نکاح ہوا ہے، وہ صحیح اور درست ہے اور اگر نکاح ہو جانے پر وہ رضامند ہو گئی تھی تو نکاح صحیح اور لازم ہو گیا تھا۔ (۳)

---

(۱) الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۷/۱، رشيديه

"(ولا تجبر بكر بالغة على النكاح): أي لا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضا ها عندنا، إلخ". (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹٤/۳، رشيدية)

"وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها، بحر عن المحيط". (رد المحتار، باب الولي: ۵۸/۳، سعيد)

(۲) الفتاوى العالمكيرية، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيدية

(۳) "لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إنها بكراً كانت أو ثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علىٰ إجازتها، فإن أجازته جاز، و إن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۷/۱، رشيدية)

"ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، لإنقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها هو: أي الولي، وهو السنة". (الدر المختار)

"وإن زوجطها بغير استيمار فقد اخطأ السنة، وتوقف علىٰ رضاها". (رد المحتار، باب الأولياء: ۵۸/۳، سعيد)

پھر وہ دوسری جگہ جو نکاح ہوا، وہ صحیح نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۱۳۵۹/۹/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۹/۱۰-۶۵۰)

بالغہ کو بہکا کر لے جا کر اس سے نکاح کر لینا:

سوال: آج کل پنجاب میں یہ مرض عام پھیل گیا ہے کہ عموماً کنواری لڑکیاں محض فساق سے خفیہ ناجائز تعلقات پیدا کر لیتی ہیں، کئی دنوں کے بعد وہ فساق ان کو والدین کے گھر سے کوئی موقع پا کر لے بھاگتے ہیں اور کسی اور علاقہ میں جا کے نکاح کر لیتے ہیں؛ کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باکرہ کا نکاح بغیر اجازتِ ولی جائز ہے، جس سے فساق نے ناجائز نفع اٹھانا شروع کر دیا ہے، جس کی وجہ سے فساد برپا ہو رہا ہے۔

کیا آج کل انسدادِ فتنہ کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول عدمِ جوازِ نکاح باکرہ بغیر رضائے ولی پر فتوی نہیں دیا جا سکتا اور اس پر عمل جائز نہیں جب کہ دیگر ائمہ بھی امام شافعی کے متفق ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس مرض کا علاج یہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو ترک کر دیا جائے؛ بلکہ یہ ہے کہ بعد بلوغ لڑکیوں کی شادی میں اپنے رواج، یا قومی مصالح، یا ذاتی منافع کی بنا پر تاخیر نہ کی جائے۔ نیز شادی سے قبل لڑکی سے استیذان کیا جاوے؛ تاکہ اس کی رضا وعدم رضا کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ یہ علاج مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موافق اور احادیث سے ثابت ہے، دیگر ائمہ بھی اسی میں متفق ہیں، جب کہ متفق علیہ اور مسنون طریقہ موجود ہے، پھر مذہب کو چھوڑنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے،(۲) دوسرے امام کے قول پر فتوی دینا اس مسئلہ میں درست نہیں۔(۳)

---

(۱) اگر نکاح پر رضامند ہو گئی تو اب منکوحۃ الغیر ہونے کی وجہ سے نکاح ثانی درست نہیں ہوا۔

"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، کذا فی السراج الوهاج". (الفتاوی العالمکیریة کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیه)

(۲) "وعن عمربن الخطاب وأنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنهما عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "فی التوراة مکتوب: من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة، ولم یزوجها فأصابت اثما فاثم ذلک علیه". (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، الفصل الثالث، ص: ۲۷۱، قدیمی)

"وقال صلی الله علیه وسلم: "ولا تنکح البکر حتیٰ تستأذن". (مشکاة، الفصل الأول، ص: ۲۷۹، قدیمی)

"(قوله: وهو السنة) بأن لها فلان یخطبک أو یذکرک فسکتت، وإن زوجها بغیر استیمار فقد أخطأ السنة، و توقف علیٰ رضاها". (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید) (وأنظر أیضا، البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۹۹/۳، رشیدیه)

(۳) وفی الفتح: قالوا: المنتقل من مذهب إلیٰ مذهب باجتهاد وبرهان، آثم، یستوجب التعزیر، فبلا اجتهاد وبرهان أولیٰ. (الحموی شرح الأشباه، کتاب الحدود والتعزیر، الفن الثانی، الفوائد: ۱۷۱/۲، إدارة القرآن کراچی) ==

نوٹ: اگر بالغہ لڑکی غیر کفو میں اپنا نکاح خود کرے تو امام صاحب کے ایک قول کے مطابق اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوتا اور یہی قول مفتی بہ بھی ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: سعید احمد، عبد اللطیف، ۱۳۶۲/۱۱/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۵۴-۶۵۵)

عورت کو اغوا کر کے زبردستی دستخط کروانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کو اغوا کیا جائے، پھر اس سے زبردستی نکاح کیا جائے، زبردستی دستخط، یا انگوٹھا لگوایا جائے تو کیا اس طرح اس کا نکاح منعقد ہو جائے گا، جب کہ عورت عاقلہ بالغہ ہے اور بالکل نکاح کے لیے تیار نہیں۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت کو اغوا کرنا اور پھر اس سے زبردستی نکاح کرنا بہت برا، قبیح اور موجب گناہ فعل ہے، ایسا ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے؛ تاہم اگر کسی نے ایسا کر لیا تو نکاح منعقد ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ عورت سے اگر صرف زبردستی نکاح نامے پر دستخط کرائے گئے، یا انگوٹھا لگوایا گیا؛ لیکن زبانی ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا تو اس صورت میں نکاح نہیں ہوا اور اگر انگوٹھے اور دستخط کے ساتھ ساتھ زبانی ایجاب قبول بھی کرایا گیا تو اگر مرد عورت کا کفو نہیں تو اس صورت میں بھی نکاح منعقد نہیں ہوا؛ لیکن اگر مرد عورت کا کفو ہے تو نکاح منعقد ہو گیا۔

لما فی سنن ابی داؤد (۲۸۵/۱): عن أبی هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لا تنكح الثيب حتی تستأمر ولا البكر إلا بإذنها.

عن أبی هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم: تستأمر اليتيمة فی نفسها فإن سكتت فهو إذنها وإن أبت فلا جواز عليها.

وفی الشامية (۸٤/۳): قوله (الكفاءة معتبرة) قالوا معناه معتبرة فی اللزوم علی الأولياء حتی أن عند عدمها جاز للولی الفسخ، آه، فتح وهذا بناء علی ظاهر الرواية من أن العقد صحيح وللولی الاعتراض أما علی رواية الحسن المختارة للفتوی من أنه لا يصح فالمعنی معتبرة فی الصحة وكذا لو كانت الزوجة صغيرة والعاقد غير الأب والجد فقد مر أن العقد لا يصح. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۷/۴)

☆ ☆ ☆

== وأنظر أيضا ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فيما إذا ارتحل إلٰی غير مذهبه: ۸۰/٤، سعيد

(۱) "(ويفتی) فی غير الكفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان)". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی: ۵٦/۳-۵۷، سعيد)

نکاح کے غلط طریقے

نکاح باطل وفاسد کی تعریف اور مزید چند صورتوں کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نکاح فاسد اور باطل کسے کہتے ہیں؟ باعتبار تعریف واحکام وغیرہ ان دونوں میں کچھ فرق ہے، یا نہیں؟ فتح القدیر میں ہے کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں بعض دوسرے فقہاء نے فرق لکھا ہے۔ ایسی صورت میں ترجیح کس قول کو ہوگی؟

ایک عورت کے نکاح ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح کر لینا فاسد ہے، یا باطل؟

فتاوی عالمگیری، القسم الرابع للمحرمات بالجمع میں ہے:

وَإِنْ تَزَوَّجَهُمَا فِي عُقْدَتَيْنِ فَنِكَاحُ الْأَخِيرَةِ فَاسِدٌ وَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُفَارِقَهَا وَلَوْ عَلِمَ الْقَاضِي بِذَلِكَ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا فَإِنْ فَارَقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ؛ لَا يَثْبُتُ شَيْءٌ مِنَ الْأَحْكَامِ وَإِنْ فَارَقَهَا بَعْدَ الدُّخُولِ فَلَهَا الْمَهْرُ وَيَجِبُ الْأَقَلُّ مِنَ الْمُسَمَّى وَمِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَيَثْبُتُ النَّسَبُ وَيَعْتَزِلُ عَنْ امْرَأَتِهِ حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّةُ أُخْتِهَا، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ.(۱)

اس میں ثانی کو فاسد کہا ہے، ردالمحتار اور دیگر کتب میں باطل لکھا ہے، ان دونوں میں قول محقق ومفتی بہ کیا ہے؟

اس دوسری عورت سے جو اولاد پیدا ہوگی، وہ عبارت عالمگیری کی بنا پر ثابت النسب ہوکر ناکح کی وارث ہوگی، یا نہیں؟ جن فقہا نے نکاح ثانی کو باطل کہا ہے، ان کے نزدیک ثبوت نسب اور ارث کا کیا حکم ہے، دونوں کے نزدیک عورت ناکح سے وارث ہوگی، یا محروم؟ اس کے اور نیز اولاد کے وارث ہونے کے متعلق بھی تحقیق اور مفتی بہ قول ارقام فرمائیں، ان تمام سوالات کے متعلق ذرا مفصل اور مدلل تحریر فرمایا جائے، جس سے طالب علم تردد اور خلجان سے محفوظ رہے۔ والسلام

الجواب

قال في الدرالمختار: (وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ فِي نِكَاحٍ فَاسِدٍ) وَهُوَ الَّذِي فَقَدَ شَرْطًا مِنْ شَرَائِطِ الصِّحَّةِ كَشُهُود.(۲)

وفيه أيضاً: (وَيَثْبُتُ النَّسَبُ) احْتِيَاطًا بِلَا دَعْوَةٍ.(۳)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۲۷۷/۱، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۱/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) الدرالمختار، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۴/۳، دارالفكر بيروت، انيس

قال الشامی: (قَوْلُهُ كَشُهُودٍ) وَمِثْلُهُ تَزَوُّجُ الْأُخْتَيْنِ مَعًا وَنِكَاحُ الْأُخْتِ فِي عِدَّةِ الْأُخْتِ وَنِكَاحُ الْمُعْتَدَّةِ وَالْخَامِسَةِ فِي عِدَّةِ الرَّابِعَةِ وَالْأَمَةِ عَلَى الْحُرَّةِ، وَفِي الْمُحِيطِ: تَزَوَّجَ ذِمِّيٌّ مُسْلِمَةً فُرِّقَ بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ وَقَعَ فَاسِدًا، آه، فَظَاهِرُهُ أَنَّهُمَا لَا يُحَدَّانِ وَأَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ فِيهِ وَالْعِدَّةُ إنْ دَخَلَ بَحْرٌ. قُلْت: لَكِنْ سَيَذْكُرُ الشَّارِحُ فِي آخِرِ فَصْلٍ فِي ثُبُوتِ النَّسَبِ عَنْ مَجْمَعِ الْفَتَاوَى: نَكَحَ كَافِرٌ مُسْلِمَةً فَوَلَدَتْ مِنْهُ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ وَلَا تَجِبُ الْعِدَّةُ لِأَنَّهُ نِكَاحٌ بَاطِلٌ، آه، وَهَذَا صَرِيحٌ فَيُقَدَّمُ عَلَى الْمَفْهُومِ فَافْهَمْ، وَمُقْتَضَاهُ الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَاسِدِ وَالْبَاطِلِ فِي النِّكَاحِ، لَكِنْ فِي الْفَتْحِ قُبَيْلَ التَّكَلُّمِ عَلَى نِكَاحِ الْمُتْعَةِ .أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا فِي النِّكَاحِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ، نَعَمْ فِي الْبَزَّازِيَّةِ حِكَايَةُ قَوْلَيْنِ فِي أَنَّ نِكَاحَ الْمَحَارِمِ بَاطِلٌ أَوْ فَاسِدٌ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْبَاطِلِ مَا وُجُودُهُ كَعَدَمِهِ، وَلِذَا لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ وَلَا الْعِدَّةُ فِي نِكَاحِ الْمَحَارِمِ أَيْضًا كَمَا يُعْلَمُ مِمَّا سَيَأْتِي فِي الْحُدُودِ، وَفَسَّرَ الْقُهُسْتَانِيُّ هُنَا الْفَاسِدَ بِالْبَاطِلِ، وَمَثَّلَهُ بِنِكَاحِ الْمَحَارِمِ وَبِإِكْرَاهٍ مِنْ جِهَتِهَا أَوْ بِغَيْرِ شُهُودٍ إلَخْ وَتَقْيِيدُهُ الْإِكْرَاهَ بِكَوْنِهِ مِنْ جِهَتِهَا قَدَّمْنَا الْكَلَامَ عَلَيْهِ أَوَّلَ النِّكَاحِ قُبَيْلَ قَوْلِهِ وَشَرْطُ حُضُورِ شَاهِدَيْنِ، وَسَيَأْتِي فِي بَابِ الْعِدَّةِ أَنَّهُ لَا عِدَّةَ فِي نِكَاحٍ بَاطِلٍ، وَذَكَرَ فِي الْبَحْرِ هُنَاكَ عَنْ الْمُجْتَبَى أَنَّ كُلَّ نِكَاحٍ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي جَوَازِهِ كَالنِّكَاحِ بِلَا شُهُودٍ فَالدُّخُولُ فِيهِ مُوجِبٌ لِلْعِدَّةِ. أَمَّا نِكَاحُ مَنْكُوحَةِ الْغَيْرِ وَمُعْتَدَّتِهِ فَالدُّخُولُ فِيهِ لَا يُوجِبُ الْعِدَّةَ إنْ عُلِمَ أَنَّهَا لِلْغَيْرِ لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ بِجَوَازِهِ فَلَمْ يَنْعَقِدْ أَصْلًا، قَالَ: فَعَلَى هَذَا يُفَرَّقُ بَيْنَ فَاسِدِهِ وَبَاطِلِهِ فِي الْعِدَّةِ، وَلِهَذَا يَجِبُ الْحَدُّ مَعَ الْعِلْمِ بِالْحُرْمَةِ لِأَنَّهُ زِنًى كَمَا فِي الْقُنْيَةِ وَغَيْرِهَا، آه. وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا فِي غَيْرِ الْعِدَّةِ، أَمَّا فِيهَا فَالْفَرْقُ ثَابِتٌ، وَعَلَى هَذَا فَيُقَيَّدُ قَوْلُ الْبَحْرِ هُنَا وَنِكَاحُ الْمُعْتَدَّةِ بِمَا إذَا لَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّهَا مُعْتَدَّةٌ، لَكِنْ يَرِدُ عَلَى مَا فِي الْمُجْتَبَى مِثْلُ نِكَاحِ الْأُخْتَيْنِ مَعًا فَإِنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ بِجَوَازِهِ وَلَكِنْ لِيُنْظَرْ وَجْهُ التَّقْيِيدِ بِالْمَعِيَّةِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمَعِيَّةَ فِي الْعَقْدِ لَا فِي مِلْكِ الْمُتْعَةِ، إذْ لَوْ تَأَخَّرَ أَحَدُهُمَا عَنْ الْآخَرِ فَالْمُتَأَخِّرُ بَاطِلٌ قَطْعًا.(۵۷۵/۲)(۱)

وفیہ أیضاً: وَفِي الْخَانِيَّةِ: لَوْ تَزَوَّجَ مَحْرَمَهُ لَا حَدَّ عَلَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ وَعَلَيْهِ مَهْرُ مِثْلٍ بَالِغًا مَا بَلَغَ، آه. (۲)

وصرح فی البحر: وَأَمَّا الْمَوَاضِعُ الَّتِي يَجِبُ فِيهَا الْمَهْرُ بِسَبَبِ الْوَطْءِ بِشُبْهَةٍ فَلَيْسَ الْمُرَادُ بِالْمَهْرِ فِيهَا مَهْرُ الْمِثْلِ الْمَذْكُورِ هُنَا لِمَا فِي الْخُلَاصَةِ بَعْدَ ذِكْرِ الْمَوَاضِعِ الَّتِي يَجِبُ فِيهَا الْمَهْرُ بِالْوَطْءِ عَنْ شُبْهَةٍ قَالَ وَالْمُرَادُ مِنْ الْمَهْرِ الْعُقْرُ وَتَفْسِيرُ الْعُقْرِ الْوَاجِبِ بِالْوَطْءِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ مَا قَالَ الشَّيْخُ نَجْمُ الدِّينِ سَأَلْت الْقَاضِيَ الْإِمَامَ الْإِسْبِيجَابِيَّ عَنْ ذَلِكَ بِالْفَتْوَى فَكَتَبَ هُوَ الْعُقْرُ أَنَّهُ يُنْظَرُ بِكَمْ تُسْتَأْجَرُ لِلزِّنَا لَوْ كَانَ حَلَالًا يَجِبُ ذَلِكَ الْقَدْرُ. (۳)

(۱) ردالمحتار، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۱/۳-۱۳۲، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) البحرالرائق، باب المہر: ۱۸۶/۳، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس

وقال ابن عابدين في حاشيته: وَفِي الْفَصْلِ الثَّانِيَ عَشَرَ مِنَ التَّتَارْخَانِيَّة فِي نَوْعٍ مِنْهُ فِي وُجُوبِ الْمَهْرِ بِلَا نِكَاحٍ ذُكِرَ مَا هُنَا مَعْزِيًّا إِلَى الْمُحِيطِ ثُمَّ أَعْقَبَهُ بِقَوْلِهِ وَفِي الْحُجَّةِ رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – قَالَ تَفْسِيرُ الْعُقْرِ هُوَ مَا يَتَزَوَّجُ بِهِ مِثْلَهَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، آه. فَظَهَرَ أَنَّ فِي الْمَسْأَلَةِ خِلَافًا وَأَنَّ الْمُفْتَى بِهِ خِلَافُ مَا هُنَا. (۱۷۳/۳)(۱)

وفي الدر في باب الحدود: (وَ) لَا حَدَّ أَيْضًا (بِشُبْهَةِ الْعَقْدِ) أَيْ عَقْدِ النِّكَاحِ (عِنْدَهُ) أَيْ الْإِمَامِ (كَوَطْءِ مَحْرَمٍ نَكَحَهَا) وَقَالَا إِنْ عَلِمَ الْحُرْمَةَ حُدَّ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى خُلَاصَةٌ، لَكِنْ الْمُرَجَّحُ فِي جَمِيعِ الشُّرُوحِ قَوْلُ الْإِمَامِ فَكَانَ الْفَتْوَى عَلَيْهِ أَوْلَى قَالَهُ قَاسِمٌ فِي تَصْحِيحِهِ، لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ الْمُضْمَرَاتِ عَلَى قَوْلِهِمَا الْفَتْوَى، وَحَرَّرَ فِي الْفَتْحِ أَنَّهَا مِنْ شُبْهَةِ الْمَحِلِّ وَفِيهَا يَثْبُتُ النَّسَبُ كَمَا مَرَّ. (۲)

قال الشامي: كَذَلِكَ فِي الْفَتْحِ نَقَلَ عَنْ الْخُلَاصَةِ أَنَّ الْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِمَا ثُمَّ وَجَّهَهُ بِأَنَّ الشُّبْهَةَ تَقْتَضِي تَحَقُّقَ الْحِلِّ مِنْ وَجْهٍ وَهُوَ غَيْرُ ثَابِتٍ وَإِلَّا وَجَبَتْ الْعِدَّةُ وَالنَّسَبُ، ثُمَّ دُفِعَ ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْ الْمَشَايِخِ مَنْ الْتَزَمَ وُجُوبَهُمَا، وَلَوْ سَلِمَ عَدَمُ وُجُوبِهِمَا لِعَدَمِ تَحَقُّقِ الْحِلِّ مِنْ وَجْهٍ فَالشُّبْهَةُ لَا تَقْتَضِي تَحَقُّقَ الْحِلِّ مِنْ وَجْهٍ؛ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يُشْبِهُ الثَّابِتَ وَلَيْسَ بِثَابِتٍ، فَلَا ثُبُوتَ لِمَا لَهُ شُبْهَةُ الثُّبُوتِ بِوَجْهٍ، أَلَا تَرَى أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ أَلْزَمَ عُقُوبَتَهُ بِأَشَدِّ مَا يَكُونُ، وَإِنَّمَا لَمْ يُثْبِتْ عُقُوبَةً هِيَ الْحَدُّ فَعُرِفَ أَنَّهُ زِنًا مَحْضٌ إلَّا أَنَّ فِيهِ شُبْهَةً فَلَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ، آه، مُلَخَّصًا، وَحَاصِلُهُ أَنَّ عَدَمَ تَحَقُّقِ الْحِلِّ مِنْ وَجْهٍ فِي الْمَحَارِمِ لِكَوْنِهِ زِنًا مَحْضًا يَلْزَمُ مِنْهُ عَدَمُ ثُبُوتِ النَّسَبِ وَالْعِدَّةِ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْهُ عَدَمُ الشُّبْهَةِ الدَّارِئَةِ لِلْحَدِّ، وَلَا يَخْفَى أَنَّ فِي هَذَا تَرْجِيحًا لِقَوْلِ الْإِمَامِ (قَوْلُهُ وَحَرَّرَ فِي الْفَتْحِ إلَخْ) صَوَابُهُ فِي النَّهْرِ، فَإِنَّهُ بَعْدَ مَا ذَكَرَ مَا قَدَّمْنَاهُ عَنْ الْفَتْحِ قَالَ: وَهَذَا إنَّمَا: يَتِمُّ بِنَاءً عَلَى أَنَّهَا شُبْهَةُ اشْتِبَاهٍ .قَالَ فِي الدِّرَايَةِ: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ الْمَشَايِخِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا شُبْهَةُ عَقْدٍ؛ لِأَنَّهُ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سُقُوطُ الْحَدِّ عَنْهُ لِشُبْهَةٍ حُكْمِيَّةٍ فَيَثْبُتُ النَّسَبُ، وَهَكَذَا ذَكَرَ فِي الْمُنْيَةِ،آه، وَهَذَا صَرِيحٌ بِأَنَّ الشُّبْهَةَ فِي الْمَحِلِّ وَفِيهَا يَثْبُتُ النَّسَبُ عَلَى مَا مَرَّ،آه، كَلَامُ النَّهْرِ ،قُلْت: وَفِي هَذِهِ زِيَادَةُ تَحْقِيقٍ لِقَوْلِ الْإِمَامِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَحْقِيقِ الشُّبْهَةِ حَتَّى ثَبَتَ النَّسَبُ، وَيُؤَيِّدُهُ مَا ذَكَرَهُ الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ فِي بَابِ الْمَهْرِ عَنْ الْعَيْنِيِّ وَمَجْمَعِ الْفَتَاوَى أَنَّهُ يَثْبُتُ النَّسَبُ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا. (۲۳۷/۳)(۳)

وفيه أيضاً تحت قول الدر: (قَوْلُهُ كَوَطْءِ مُحَرَّمٍ نَكَحَهَا) أَيْ عَقَدَ عَلَيْهَا أَطْلَقَ فِي الْمُحَرَّمِ فَشَمِلَ الْمُحَرَّمَ نَسَبًا وَرَضَاعًا وَصِهْرِيَّةً، وَأَشَارَ إلَى أَنَّهُ لَوْ عَقَدَ عَلَى مَنْكُوحَةِ الْغَيْرِ أَوْ مُعْتَدَّتِهِ أَوْ مُطَلَّقَتِهِ الثَّلَاثِ أَوْ أَمَةً عَلَى حُرَّةٍ أَوْ تَزَوَّجَ مَجُوسِيَّةً أَوْ أَمَةً بِلَا إذْنِ سَيِّدِهَا أَوْ تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِلَا إذْنِ

---

(۱) منحةالخالق على البحر الرائق،باب المهر: ۱۸٦/۳،دارالكتاب الإسلامي بيروت،انيس

(۲) الدرالمختار،باب الوطء يوجب الحد والذى لا يوجبه: ۲۳/٤-۲٤،دارالفكربيروت،انيس

(۳) ردالمحتار،باب الوطء يوجب الحد والذى لا يوجبه: ۲٤/٤،دارالفكربيروت،انيس

سَيِّدِهِ أَوْ تَزَوَّجَ خَمْسًا فِي عُقْدَةٍ فَوَطِئَهُنَّ أَوْ جَمَعَ بَيْنَ أُخْتَيْنِ فِي عُقْدَةٍ فَوَطِئَهُمَا أَوْ الْأَخِيرَةَ لَوْ كَانَ مُتَعَاقِبًا بَعْدَ التَّزَوُّجِ فَإِنَّهُ لَا حَدَّ وَهُوَ بِالِاتِّفَاقِ عَلَى الْأَظْهَرِ، أَمَّا عِنْدَهُ فَظَاهِرٌ، وَأَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِأَنَّ الشُّبْهَةَ إنَّمَا تَنْتَفِي عِنْدَهُمَا إذَا كَانَ مُجْمَعًا عَلَى تَحْرِيمِهِ وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى التَّأْبِيدِ بَحْرٌ، قُلْت: وَهَذَا هُوَ الَّذِي حَرَّرَهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَقَالَ إنَّ الَّذِينَ يَعْتَمِدُ عَلَى نَقْلِهِمْ وَتَحْرِيرِهِمْ كَابْنِ الْمُنْذِرِ ذَكَرُوا أَنَّهُ إنَّمَا يُحَدُّ عِنْدَهُمَا فِي ذَاتِ الْمَحْرَمِ لَا فِي غَيْرِ ذَلِكَ كَمَجُوسِيَّةٍ وَخَامِسَةٍ وَمُعْتَدَّةٍ، وَكَذَا عِبَارَةُ الْكَافِي لِلْحَاكِمِ تُفِيدُهُ حَيْثُ قَالَ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِمَّنْ لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَدَخَلَ بِهَا لَا حَدَّ عَلَيْهِ وَإِنْ فَعَلَهُ عَلَى عِلْمٍ لَمْ يُحَدَّ أَيْضًا وَيُوجَعُ عُقُوبَةً فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: إنْ عَلِمَ بِذَلِكَ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ فِي ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ، آه، فَعَمَّمَ فِي الْمَرْأَةِ عَلَى قَوْلِهِ ثُمَّ خَصَّ عَلَى قَوْلِهِمَا بِذَوَاتِ الْمَحْرَمِ.(۲۳٦/۳)(۱)

وفي الدر في كتاب الفرائض(٧٤٥/٥): (وَيُسْتَحَقُّ الْإِرْثُ) وَلَوْ لِمُصْحَفٍ بِهِ يُفْتَى وَقِيلَ لَا يُورَثُ وَإِنَّمَا هُوَ لِلْقَارِءِ مِنْ وَلَدَيْهِ صَيْرَفِيَّةٌ بِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ (بِرَحِمٍ وَنِكَاحٍ) صَحِيحٍ فَلَا تَوَارُثَ بِفَاسِدٍ وَلَا بَاطِلٍ إجْمَاعًا (وَوَلَاءٍ).(۲)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) نکاح میں بھی باطل وفاسد ہے اور فتح القدیر میں جو یہ کہا ہے کہ نکاح میں باطل فاسد کی تقسیم جاری نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح باطل نکاح ہی نہیں ہے، پس اس کو نکاح سے موصوف کر کے باطل کہنا فضول ہے۔

صرح به الشامي في حاشية البحر: أَقُولُ: وَالَّذِي ظَهَرَ لِي أَنَّ الْمُرَادَ بِالْبَاطِلِ فِي كَلَامِ الْبَزَّازِيَّةِ فِي قَوْلِهِ نِكَاحُ الْمَحَارِمِ فَاسِدٌ أَمْ بَاطِلٌ إلَخْ الَّذِي وُجُودُهُ كَعَدَمِهِ لَا أَنَّ النِّكَاحَ يَنْقَسِمُ إلَى بَاطِلٍ وَفَاسِدٍ تَأَمَّلْ، آه.(۱۷۱/۳)(۳)

(۲) نکاح باطل وفاسد میں صرف باب عدت میں فرق ہے کہ باطل موجب عدت نہیں ہے اور فاسد موجب عدت ہے، بقیہ احکام میں فرق نہیں۔

(۳) اور بعض عبارات میں جو نکاح باطل کی بعض صورتوں میں ثبوت نسب کی نفی کی گئی ہے، جس سے باطل وفاسد میں ثبوت نسب میں بھی افتراق معلوم ہوتا ہے، وہ صاحبین کے قول پر مبنی ہے، جو بعض کے نزدیک مفتی بہ ہے، ورنہ امام صاحب تو نکاح محارم میں بھی ثبوت نسب کے قائل ہیں اور اس کو شبہ العقد میں داخل کرتے ہیں اور شامی نے باب الحدود میں اسی کی تصحیح نقل کی ہے۔

---

(۱) ردالمحتار، باب الوطء يوجب الحد والذى لا يوجبه: ٢٣/٤-٢٤، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، كتاب الفرائض: ٧٦٢/٦، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) منحة الخالق، باب المهر: ١٨٣/٣-١٨٤، دارالكتاب الإسلامي بيروت، انيس

(۴) نکاح باطل وفاسد دونوں میں عورت اور مرد میں توارث نہیں ہوتا۔

(۵) رہا مہر تو فاسد میں مہر مثل لازم آتا ہے، جو مسمیٰ سے زیادہ نہ ہوگا اور باطل میں بھی مہر مثل لازم ہے، جتنا بھی ہو، خواہ مسمیٰ کے برابر، یا زائد، **كما مر عن الخانية في نكاح المحرم.**

(۶) دو بہنوں سے آگے پیچھے نکاح کیا جاوے تو دوسرا باطل ہے، دوسری عورت مرد کی وارث نہ ہوگی؛ مگر دوسری عورت دخول ووطی سے مہر خاندانی کی مستحق ہے اور امام صاحب کے نزدیک دوسری کی اولاد ثابت النسب بھی ہے اور صاحبین کے نزدیک بظاہر ثابت النسب نہ ہونا چاہیے؛ مگر عبارت باب الحدود سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام سے صاحبین کا اختلاف صرف نکاح محارم میں ہے؛ یعنی محارم ابدیہ میں بقیہ محرمات کے نکاح میں اختلاف نہیں اوران میں وہ بھی نکاح کو موجب شبہہ مانتے ہیں تو اس بنا پر اختین میں صاحبین کے نزدیک بھی اولاد کا نسب ثابت ہونا چاہیے۔

پس صورت مسئولہ میں دوسری عورت مسماۃ افضل اولاد زوجہ اولی کے نیاز اللہ کی وارث نہیں، نہ اس کے ذمہ عدت واجب ہوئی، البتہ اس کی اولاد مثل اولاد زوجہ اولی کے نیاز اللہ کی وارث ہے اور مسماۃ افصل مہر مثل کی مستحق ہے۔ تقسیم ترکہ واخراج متون خود فرمالیں۔ واللہ اعلم

۳ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۳/۲۷۶)

نکاح فاسد اور اس کے احکام:

سوال (۱) زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا دو لوگوں کے سامنے؛ مگر ان میں ایک بالغ ہے، دوسرا نابالغ؛ مگر سمجھدار۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

(۲) ہندہ مذکورہ بیوہ ہے، اس نے نکاح کی قبولیت اقرار سے نہیں ظاہر کی؛ بلکہ کنواری کی طرح سکوت کیا، ہاں اس کے بعد مباشرت وغیرہ رضا متحقق ہوئی۔ یہ نکاح صحیح، یا فاسد؟

(۳) اگر دونوں گواہ انکار کردیں کہ ہمارے سامنے نکاح نہیں ہوا تو نکاح فاسد ہو جائے گا، یا نہیں؟

(۴) اس نکاح کے بعد زید نے کئی مہینہ ہندہ کو پاس رکھا اور مجامعت کی، اس جماع کو زنا کہیں گے، یا مشتبہ قابل عفو؟ اور مہر مسمی واجب ہوگا، یا نہیں؟

(۵) مہر کے ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

(۱) یہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ دونوں گواہوں کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے: "**وشرط في الشاهد أربعة أمور: الحرية والعقل والبلوغ والإسلام**". (عالمگیری: ۲/۲۷۵) (۱) اور ایک گواہ کالعدم ہے۔

(۱) الفتاوى العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشيدية

(۲)　قول اور فعل دونوں سے رضا متحقق ہو جاتی ہے۔

"فإن استأذنها (أی البكر) غير الأقرب كأجنبی أو ولی بعيد فلا عبرة لسكوتها،بل لا بد من القول كالثيب البالغة،لا فرق بينهما إلا فی السكوت؛لأن رضاهما يكون بالدلالة كما ذكره بقوله:أو ما هو معناه من فعل يدل علی الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطء". (ص:٤٦٥)(۱)

لیکن فقط رضا کا متحقق ہونا کافی نہیں، گواہوں کا نصاب بھی شرط ہے اور وہ موجود نہیں، لہٰذا نکاح نہیں ہوا۔

(۳)　اگر گواہ انکار نہ بھی کریں؛ تب بھی یہ نکاح صحیح نہیں، علاحدگی واجب ہے، یا زیادہ از سرنو نکاح صحیح کیا جاوے تکمیل شہادت کے ساتھ۔(۲)

(۴)　اس مجامعت کو زنا موجب حد نہیں کہا جاوے گا۔

"وإن كان النكاح مختلفاً فيه كالنكاح بلا شهود أو بلا ولی، فلا حد عليه اتفاقاً،لتمكن الشبهة عند الكل". (عالمگیری:٧٥٦/٢)(۳)

مہر مسمی اور مہر مثل میں سے اقل واجب ہوگا۔

"وإن كان قد خل بها،فلها الأقل مما سمیٰ لها ومن مهر مثلها". (۴)

(۵)　ہندہ کے سامنے رکھ دے، وہ اٹھائے، یا نہ اٹھائے، زید بری ہو جائے گا، یا کسی ذریعہ سے اس تک پہونچا دیوے، خواہ اس کو علم ہو، یا دین مہر ہونے کا یہ نہ ہو۔(۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، سہارنپور ۲۰/۱۱/۱۳۵۳ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸/۱۱)

نکاحِ فاسد و باطل:

سوال:　ایک شخص کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا، اس کے بعد اس نے تجدید ایمان کیا؛ مگر نکاح کی صورت یہ ہوئی کہ ایک شخص کے سامنے اپنی اہلیہ سے یہ کہا کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، تمہیں نکاح منظور ہے؟ عورت نے جواب

---

(۱)　ردالمحتار،باب الولی:٦٢/٣،سعيد

(۲)　ایک گواہ نابالغ ہے، جس کی شہادت درست نہیں ہے۔(ردالمحتار،باب الولی:٦٢/٣، سعيد)

(۳)　الفتاویٰ العالمگيرية،الباب الرابع فی الوطء البذی يوجب الحد والذی لا يوجبه:١٤٩/٢،رشيدية

(۴)　الفتاویٰ العالمگرية،كتاب النكاح،الباب الثامن فی النكاح الفاسد وأحكامه:٣٣٠/١، رشيدية

(۵)　التخلية إلا فی مسائل". (الأشباه والنظائر،كتاب البيوع،الفن الثانی:١٤٦/٢،إدارة القرآن كراتشی)

"وحاصله أن التخليةقبض حكمًا لو مع القدرة بلا كلفة ...وفی نحو حنطة فی بيت مثلاً فدفع المفاتيح إذا أمنكه الفتح بلا كلفة قبض،وفی نحوبقرفی مرعی،فكونه بحيث يری ويشار إليه قبض،و فی نحو ثوب،فكونه بحيث لومديده تصل إليه قبض،وفی نحوفرس أوطيرفی بيت إمكان أخذه منه بلا معين قبض، (قوله:منافع) بأن يكون مفرزاً غيرمشغول بحق غيره". (رد المحتار، كتاب البيوع،فصل فيما يدخل فی البيع تبعاً وما لايدخل،مطلب فی شروط التخلية: ٥٦٢/٤،سعيد)

دیا کہ مجھے منظور ہے۔ الفاظِ ایجاب وقبول اس شخص نے سنے اور اس شخص نے مسجد میں جا کر دو گواہوں کے روبرو کہا کہ عورت نے میرے سامنے کہا ہے کہ مجھے مثلاً زید سے نکاح منظور ہے اور ہاں راضی ہوں، چناں چہ اس شخص نے ان ہی دو گواہوں کے سامنے زید کا نکاح کر دیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو نکاح فاسد ہوا، یا باطل؟ اور اس حالت میں جو بچہ پیدا ہو جائے تو ثابت النسب ہوگا، یا نہیں؟ حلالی ہوگا، یا حرامی؟

پھر کچھ مدت کے بعد اس شخص کو مسئلہ معلوم ہوا کہ اس طرح نکاح صحیح نہیں ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ عورت اگر کسی کو وکیل بنا دے کہ میرا نکاح تو روبروان دو گواہوں کے اپنے سے کر لے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اس شخص نے دو گواہوں کے سامنے یہ کہا کہ عورت نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ میرا نکاح اپنے سے کر لو، چناں چہ اس شخص نے عورت کا وکیل بنتے ہوئے کہا کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کر لیا، تم گواہ رہو، اور گواہ بالکل اجنبی ہیں، کیا گواہوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ زوجین کو جانتے ہوں؟ یا کم از کم دو گواہوں کا تحقق ضروری ہے، خواہ وہ پہنچانیں، یا نہ؟ اب اس شخص نے اپنا نکاح دو اجنبی گواہوں کے سامنے کیا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو نکاح کے صحیح ہونے کی کیا صورت ہے؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں، براہ کرم کچھ مثالیں نکاحِ باطل وفاسد تحریر فرما دیں۔ نیز یہ کہ مہر کس نکاح میں ثابت ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں عورت نے نکاح کی اجازت دے دی ہے، گویا کہ اس مرد کو نکاح کا وکیل بنا دیا ہے تو وکیل بالنکاح کے لیے شہادت شرط نہیں۔ (کما فی ردالمحتار: ۴۱۹/۲)(۱) پس جن گواہوں کے روبرو نکاح پڑھا گیا، اگر وہ اس عورت کو پہلے سے پہچانتے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہو گیا، یا ان کے سامنے عورت کا نام اور اس کے باپ کا نام اس طرح لیا گیا ہو، جس سے وہ متمیز ہوگئی؛ تب بھی درست ہے ہو گیا۔

اگر گواہ پہچانتے نہیں وہ ان کے نزدیک مجہولہ ہے، نہ عورت کا نام لیا گیا، نہ باپ دادا کا؛ بلکہ اس طرح کہا گیا کہ ایک عورت مجھ سے نکاح کرنے پر رضا مند ہے اور اس نے مجھے نکاح کی اجازت دے دی ہے، میں اس کا وکیل ہوں، پھر ایجاب وقبول ہوا ہے تب بھی خصاف، قاضی خاں، حاکم شہید کے نزدیک نکاح درست ہو گیا؛ مگر مفتیٰ بہ قول کے مطابق درست نہیں ہوا، یا عورت سامنے ہو، یا گواہ اس کو پہنچانتے ہوں؛ تب نکاح درست ہوگا۔ (۲)

---

(۱) واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بل علٰى عقد الوكيل، وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة، إذا خيف جحد المؤكل إياها، إلخ". (رد المحتار، باب الكفاء ة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۹۵/۳، سعيد)

(۲) "ثم قال في البحر: وإن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد لها وكيلها، فإن كان الشهود يعرفونها، كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها، وإن لم يعرفوها، لابد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها، وجوز الخصاف النكاح مطلقاً، حتٰى لو وكّلته فقال بحضرتها: زوجت نفسي من مؤكلتي، أو من امرأة جعلت أمرها بيدي، فإنه يصح عنده، قال قاضي خان: والخصاف كان كبيراً في العلم، يجوز الاقتداء به، وذكر الحاكم الشهيد في المنتقى، كما قال الخصاف، آه. ==

صورت مسئولہ میں اگر عدم جواز کی کوئی شق ہوتب بھی جو بچہ پیدا ہوگا، وہ ثابت النسب ہوگا؛ کیوں کہ یہ نکاح باطل نہیں ہوگا؛ بلکہ فاسد میں جواولاد ہوتی ہے وہ حرامی نہیں کہلاتی؛ بلکہ ثابت النسب ہوتی ہے۔(۱)

بعض علما اس کے قائل ہیں کہ نکاح میں فاسد اور باطل دونوں ایک ہیں، کچھ فرق نہیں۔ بعض علما فرق کرتے ہیں کہ نکاح باطل پر وجوب مہر کا، ثبوت نسب، وجوبِ عدت وغیرہ احکام مرتب نہیں ہوتے اور فاسد پر قبل الدخول مرتب نہیں ہوتے، بعد الدخول مرتب ہوجاتے ہیں۔

نکاح فاسد اُسے کہتے ہیں، جس کی صحت کی کوئی شرط مفقود ہو، جیسے مثلاً: بلا گواہ کے نکاح کرلیا، یا ایک بہن کی عدت سے دوسری بہن سے نکاح کیا، یا چوتھی کی عدت میں پانچویں سے نکاح کرلیا، یا حرہ [آزاد] پر امہ [باندی] سے کرلیا، یہ سب انکحہ فاسدہ ہیں۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے: ''جس کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے، وہ فاسد ہے اور جو بالاجماع حرام ہے، وہ باطل ہے''۔ پس منکوحہ غیر، یا معتدہ غیر سے باوجود علم کے نکاح کرنا باطل ہوگا؛ کیوں کہ وہ زنائے محض ہے۔(۲)

نکاح مذکورہ مسئولہ اگر گواہ عورت کو پہچانتے تھے، یا ان کے سامنے عورت موجود تھی، یا اس کا پورا نام مع ولدیت بتایا گیا ہے؛ تب تو وہ نکاح صحیح ہے، اگر گواہ جانتے نہیں تھے تو مختار قول کی بنا پر وہ نکاح فاسد ہوا، (۳) بعد دخول مہر لازم ہوگا اور وہ مہر مسمی میں سے اقل لازم ہوگا۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۹-۳۲)

== قلت: في التتارخانية عن المضمرات: أن الأول هو الصحيح، وعليه الفتوىٰ، وكذا قال البحر في فصل الوكيل والفضولي: إن المختار في المذهب خلاف ما قاله الخصاف وإن كان الخصاف كبيراً". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: الخصاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به: ۲۲/۳، سعيد)

(۱) "ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد". (الفتاوىٰ العالمگيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيديه)

(۲) ويجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود، إلخ". (الدرالمختار)
"(قوله: كشهود) ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت، ونكاح المعتدة، والخامسة هنا الفاسد بالباطل ... أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۱/۳، ۱۳۲، سعيد)

(۳) ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: الخصاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به: ۲۱/۳، سعيد

(۴) "وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمى لها ومن مهر مثلها، إلخ". (الفتاوىٰ العالمگيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيدية

بلا نکاح میاں بیوی کی طرح رہنا:

سوال: ایک مرد اور عورت میں تعلق قائم ہوا، جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو کہتی ہے کہ میری شادی ہو چکی ہے، دو چار بچے بھی ہو چکے ہیں؛ مگر اب وہ شخص کہتا ہے کہ ہم نے تو جھوٹ بول دیا تھا، اب کیا کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر واقعۃً نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ جھوٹ بولا ہے تو فوراً ایجاب وقبول کم از کم دو گواہوں کے سامنے کرلیں، (۱) اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں، (۲) اب تک سخت معصیت میں پھنسے رہے، جب خدا کے سامنے آدمی صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور نادم ہوتا ہے، معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱۲/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۳)

بلا نکاح عورت کو اپنے پاس رکھنا:

سوال: ایک صاحب نے ایک عورت کو اپنی زوجیت میں بلا نکاح عرصہ تک رکھا، جس سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی بیوی ہے؛ لیکن حال ہی میں اس عورت نے کسی دوسرے سے زنا کیا، جب اس کے موجودہ شوہر کو پتہ چلا تو اس نے زدوکوب کیا، بعد میں اس عورت نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں رہوں گی؛ بلکہ اس کے ساتھ رہوں گی، اس سے بڑا چرچا ہوا، موجودہ شوہر نے اس کو اجازت دے دی کہ تمہاری جہاں مرضی ہو رہو، کچھ دیر کے بعد لوگوں نے نکاح پڑھوانے کے لیے امام صاحب کو بلایا؛ لیکن امام صاحب نے کہا کہ جب تک عورت عدت نہ گزارے گی، نکاح درست نہیں ہوگا۔ شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو بلا نکاح اپنی زوجیت میں اب تک رکھا تھا۔ پھر امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا تو اب اس کا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اگر عدت ضروری تھی تو پھر وہ نکاح درست نہ ہوا، اب کیا کریں؟ بتلایا جائے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بلا نکاح کئے یہ کہنا کہ ''اپنی زوجیت میں رکھا'' مفہوم زوجیت کا استہزا ہے، جو کہ خطرناک ہے، ایسی باتوں سے کلی

(۱) ''وينعقد بإيجاب وقبول... عند حرين أو حريتين عاقلين بالغين... ولنا قوله عليه الصلوٰة السلام:''لانكاح إلا بشهود، إلخ''. (تبيين الحقائق، كتاب النكاح: ۲/۴۴۸، ۴۵۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ''واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً إلخ''. (النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ: (غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب) سورة المؤمن: ۳ (غافر الذنب وقابل التوب): أي يغفر ما سلف من الذنب و يقبل التوبة في المستقبل لمن تاب إليه وخضع لديه، وقوله جل وعلا: (شديد العقاب) إلخ'' (تفسير ابن كثير: ۴/ ۹۰، سورة غافر، دار الفيحاء بيروت)

پرہیز کیا جاوے، یہ زوجیت نہیں؛ بلکہ زنا کاری ہے، جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، زوجیت کی باتوں سے کلی پرہیز کیا جاوے، زوجیت کی ترغیب اور بعض صورتوں میں وجوب ہے، سنتِ متواترہ سے ثابت ہے،(۱) اور زنا کرنا حرام ہے، ممنوع ہے، اس پر سخت سزا ہے۔(۲) ہر دو کو توبہ استغفار لازم ہے کہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں،(۳) جب وہ عورت کسی کے نکاح، یا عدت میں نہیں ہے تو اس کا نکاح درست ہے، عدت زنا سے لازم نہیں ہوتی؛ بلکہ نکاح کے بعد خاص اسباب کے تحت لازم ہوتی ہے۔(۴)

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو تو اس کا نکاح اس حالت میں بھی درست ہے، پھر اس شخص سے نکاح ہو، جس کا وہ حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہے، اگر دوسرے سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ درست نہیں ہے۔(۵) جو بچہ نکاح سے چھ ماہ گزرنے پر پیدا ہوا وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر چھ ماہ گزرنے سے پہلے پیدا ہوا تو وہ اپنی ماں کا ہوگا، اس شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا۔(۶)

"وصح نكاح حبلى من زنا، وإن حرم وطؤها حتى تضع، لو نكحها الزاني، حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له، آه". (الدرالمختار)

(قوله: والولد له) أى إن جاء ت بعد النكاح لستة أشهر، فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح، لا يثبت النسب، ولا يرث منه، آه". (ردالمحتار: ۲۲/۲)(۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۵/۱۱)

مشرک سے اس کی نابالغ لڑکی خریدنے سے اس کا مالک نہ ہونا اور بحالت نابالغی اس سے نکاح کا حکم:

سوال: اگر کسی نے مشرکہ لڑکی کو اس کے ماں باپ سے جو مشرک ہیں خرید لیا اور وہ لڑکی نابالغہ ہے، اگر اس نے اس کو مسلمان کرلیا اور بعض ضرورتوں کی وجہ سے دو گواہوں کے سامنے اس سے نکاح اس طرح کیا کہ دو گواہ جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا تو یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ یہ نکاح لڑکی کے عدم بلوغ میں ہوا ہے۔

---

(۱) "وهو سنة وعند التوقان واجب بيان لصفته، أما الأول، فالمراد به السنة المؤكدة على الأصح". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱٤۲/۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تقربوا الزنىٰ إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ (سورة بنى إسرائيل: ۳۲)

(۳) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، الخ" (روح المعانى، سورة التحريم: ۱٥۹/۲۸، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۴) "(قوله: لتمحضه زنا) لأنه لا شبهة ملك فيه، بل سقط الحد لظنه فضلاً من الله تعالىٰ، وهو راجع إليه، أى الواطى، لا إلى المحل، فكان المحل ليس فيه شبهة حل، فلا يثبت النسب، بهذا الوطء ولذا لا ثبت به عدة؛ لأنه لا عدة من الزنا". (رد المحتار كتاب الحدود، مطلب الحكم المذكورة فى بابه أولى، الخ: ۲۳/٤، سعيد)

(۵، ۶، ۷) ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب مهم فى وطء السرارى، الخ: ٤۸/۳، ٤۹، سعيد

الجواب

قال الشامی: فِی النَّهْرِ عَنْ مُنْيَةِ الْمُفْتِي إِذَا بَاعَ الْحَرْبِيُّ هُنَاكَ وَلَدَهُ مِنْ مُسْلِمٍ عَنْ الْإِمَامِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ وَلَا يُجْبَرُ عَلَى الرَّدِّ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ، أَنَّهُ يُجْبَرُ إِذَا خَاصَمَ الْحَرْبِيُّ. (۳۷۶/۳)(۱)

صورت مسئولہ میں یہ نکاح درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ یہ شخص اس لڑکی کے خریدنے سے اس کا مالک نہیں ہوا اور یہ اس کا ولی بھی نہیں جو نابالغی کی حالت میں اس کا نکاح کر سکے، پس بعد بلوغ کے اس لڑکی کی رضا سے نکاح کرنا چاہیے۔

قلت: وفی بعض الروایات أنه یملک لو کان أهل الحرب یرون جواز هٰذا البیع، فعلٰی هٰذا أیضاً لم یصح النکاح لکونه من سیدها ونکاح الأمة من سید ها لایجوز والروایة المشار إلیها ذکرها العلامة عبد الحی فی فتاواه عن البزازیة بلفظ: والصحیح إن کان البائع یری جواز بیعه ملکه مطلقاً وإن کان لایری إن اشتراه وذهب به مکرها ملکه بالقهر، آه. (۱۰۲/۱)

والظاهر من حال الکناسین والکافرین من أهل الهند أنهم یرون ذلک جائز الشیوعة فیهما من غیر نکیر ولکن لا أفتٰی بجواز الا ستمتا ع بهٰذا الملک لاختلاف الروایات فی الباب. واللّٰه أعلم

۲۰ رمحرم ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲۱۱/۳)

نکاح کا غلط طریقہ:

سوال: ایک شخص ایک عورت کو فروخت کرنے کے لیے لایا، خریدنے والے نے دریافت کیا کہ عورت بیوہ ہے، یا منکوحہ، تو فروخت کنندہ نے بھی اور عورت نے بھی یہ کہا کہ بیوہ ہوں، بعدہ ایک مسلمان نے اس کی قیمت اسی (۸۰) روپیہ دے کر خریدا اور مبلغ بارہ (۱۲) روپیہ مہر مقرر کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ اب بعد چند روز کے اسی عورت فروخت شدہ کی زبانی معلوم ہوا کہ خاوند اس کا حالت چوری میں گرفتار ہوا اور دس برس کی قید ہوگئی۔ بعد قید ہونے کے عورت ملنے کے لیے گئی، اس قیدی نے اپنے وارثوں سے کہا کہ میری عورت کو اچھی طرح رکھنا، نان ونفقہ میں کمی نہ کرنا اور عورت سے کہا کہ اگر میرے وارث تجھ کو تکلیف دیں اور تو دس برس گزارہ نہ کر سکے تو تجھ کو اختیار ہے، جہاں چاہے اپنا نکاح کر لیجیو۔ مفتی صاحب کو واضح ہو کہ یہ تقریر عورت کی زبان ہے۔ اب ناکح پوچھتا ہے کہ میرا نکاح اس عورت سے ہوا، یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہوا تو وطی جو میں نے کی، اس کا جرم میرے ذمہ کیا ہے اور مہر اس کا میرے ذمہ ہے، یا نہیں؟ اور فروخت کنندہ اس کے خاوند کے وارث تھے۔

الجواب

یہ جو بیع اس عورت کی گئی، یہ معاملہ باطل اور حرام ہوا، (۲) اور اسی (۸۰) روپیہ جو شخص لے گیا ہے، اس کا رد کرنا

(۱) ردالمحتار، باب استیلام الکفار علی بعضهم بعضا: ۱۶۰/۴، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ. [رَوَاهُ الْبُخَارِيّ] (مشکاة المصابیح، باب الإجارة، رقم الحدیث: ۲۹۸۴، انیس)

==

واجب ہے اور نکاح جولاعلمی میں ہوگیا، اس وجہ سے ناکح پر کوئی گناہ نہیں؛ مگر اب جو اس کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنی زوجہ سے جدا رہے، اس کی تحقیق کرے۔ اگر واقع میں اس کا زوج قید خانہ میں ہے تو اس کو طلاق دلا کر بعد عدت کے دوبارہ نکاح کر لیوے اور اگر نہیں تو نکاح درست ہو گیا اور عورت کے قول کا اعتبار نہیں ہے کہ اس کا کذب وفریب خود ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۱)

بلا گواہ کے نکاح میں مجامعت زنا کے حکم میں ہے:

سوال: زید ہندہ سے بلاشہود نکاح کرتا ہے، اگر چہ یہ نکاح بلاشہود نا جائز ہے، سوال صرف یہ ہے کہ اگر چہ یہ نکاح بغرض تسلیم بین الناس منعقد نہیں ہوا؛ لیکن کیا عنداللہ بھی نہیں ہوا؛ یعنی ایسے نکاح بلاشہود میں اگر ناکح منکوحہ سے مجامعت کرے تو کیا ناکح ومنکوحہ عنداللہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔

الجواب

وہ نکاح جس میں دو گواہ نہ ہوں، عنداللہ بھی نکاح نہیں ہے، (۱) اور وطی کرنا اس میں زنا ہے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: "البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن بغیر بینة"، والأصح أنه موقوف علی ابن عباس [رواہ الترمذی] (۲) أقول: والموقوف فی مثل هٰذا له حکم المرفوع کما تقرر فی الأصول، قال فی اللمعات: وفیه أن النکاح بلاشهود فاسد وهو المذهب عند جمهور الأئمة. (۳)

وفی الدر المختار: تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لم یجز بل قیل: یکفر. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۵/۷)

شیعہ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کی شادی اس طرح کی کہ مجلس ایجاب وقبول میں صرف دو چار شیعہ تھے، وہی گواہ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں، جو غالی ہوتے ہیں تھے، یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

== (ورجل باع حرا فأکل ثمنه) یعنی انتفع به علی أی وجه کان وخص الأکل لأنه أخص المنافع وذلک لأن من باع حرا فهو غاصب لعبد اللّٰه الذی لیس لأحد غیر اللّٰه علیه سبیل فالمغصوب منه خصم الغاصب. (فیض القدیر، حرف الثاء: ۳۱۵/۳، المکتبة التجاریة مصر، انیس)

(۱) ومنها: الشهادة. قال عامة العلماء أنها شرط جوز النکاح، هکذا فی البدائع. (عالمگیری مصری، کتاب النکاح، الباب الأول: ۲۵۰/۱، ظفیر)

(۲) أخرجه الترمذی، باب ماجاء لا نکاح إلا بنیة عن ابن عباس، رقم الحدیث: ۱۱۰۳

(۳) جامع الترمذی مع حاشیه: ۱۳۰/۱-۱۳۱. ظفیر

(۴) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۷۹/۲-۳۸۰. ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح کے گواہوں میں فقہا نے مسلمان گواہوں کی شرط لگائی ہے، شیعہ کے بعض فرقے کافر کے حکم میں ہیں، جو غالی نہیں ہوتے، وہ گو فاسق ہیں؛ مگر مسلمان ہیں، احتیاط اس میں ہے کہ یہ نکاح پھر مسلمان سنی گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کیا جائے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۵/۷)

دکھایا کسی کو اور شادی کسی سے اب عورت انکار کرے تو نکاح درست ہوگا، یا نہیں:

سوال: ہندہ بالغہ مطلقہ کو لوگوں نے ایک شخص کو دکھلا کر نکاح پر آمادہ کیا، پھر اس کی لاعلمی میں دوسرے آدمی سے نکاح کر دیا، بحالت خلوت ہندہ نے شور مچایا کہ یہ وہ شخص نہیں ہے، جو ہم کو دکھلایا گیا تھا۔ آیا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

دوسرے شخص سے جس سے وہ عورت راضی نہیں ہے، نکاح منعقد نہیں ہوا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۳/۷)

بیویوں کا تبادلہ ہو گیا تین بچے ہونے پر علم ہوا:

سوال: بکر کی شادی پانچ کوس کے فاصلہ پر شمیمہ خاتون سے ہوئی، اب لڑکی والوں نے شمیمہ نام کی دوسری لڑکی کو بکر کے یہاں رخصت کر دیا ہے، بکر کو اس وقت معلوم ہوا، جب کہ تین بچے ہو گئے تھے تو اب بکر کیا کرے؟ اور بکر والی شمیمہ زید کے یہاں بھیج دی، اس کے بچے ہوتے تو اب دونوں کو بدلہ کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور جو بچے ہیں، وہ حرامی کہلائیں گے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زید اور بکر دونوں اپنی اپنی اصل منکوحہ شمیمہ کو طلاق دے دیں، پھر جو شمیمہ جس کے پاس غلطی سے پہونچا دی گئی اور ہر ایک کے بچے ہو گئے ہیں دونوں اسی شمیمہ سے نکاح کر لیں۔(۳)

---

(۱) وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً ... مسلمين لنكاح مسلمة ولو فاسقين. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۷۳/۲-۳۷٤)

أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو إن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر. (ردالمحتار، باب المحرمات: ۳۹۸/۲. ظفير)

(۲) لو استأذنها في معين فردت ثم منه فسكتت صح في الأصح بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت: رضيت لم يجز لبطلانه بالرد. (الدر المختار)

لأن نفاذ التزويج كان موقوفاً على الاجازة وقد بطل بالرد. (ردالمحتار، باب الولي: ٤١٢/٢، ظفير)

(۳) "وكان أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ في وليمة في الكوفة، و فيها العلماء والأشراف، ==

باقی یہ بہت حیرت کی بات ہے کہ صرف پانچ کوس کے فاصلہ پر شادی ہوئی اور ایک شمیمہ دوسری شمیمہ سے بدل گئی اور تین بچوں کی ماں ہونے پر پتہ چلا، اس سے پہلے خبر ہی نہیں ہوئی کہ جس سے نکاح کیا تھا، وہ نہیں ہے، کیا دونوں کے والد کا نام بھی ایک ہی تھا اور کیا دونوں کی شادی بھی ایک ہی روز ہوئی تھی، یا لڑکی والوں عمداً ایسا کیا ہے؟

اگر انہوں نے اپنی لڑکی کو بغیر نکاح کئے ایک اجنبی شخص کے حوالہ کر دیا اور اس کو حرام کاری میں مبتلا کیا تو وہ پرلے درجہ کے دیوث اور بے غیرت ہیں۔ بہر حال وہ اولاد مستحق میراث نہیں ہوگی۔

لأن الأولاد للفراش وهو ليس بثابت.

لاعلمی کی وجہ سے شوہر کو زانی قرار دے کر مستحق رجم نہیں کیا جائے گا اور واقعۃً فراش ثابت نہ ہونے کی بنا پر ان بچوں کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۹۰/۴/۱۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹/۱۱)

رشتہ چھوٹی لڑکی سے ہوا اور رخصت بڑی کو کر دیا:

سوال: زید کی دو لڑکیاں تھیں، دونوں بالغ تھیں، اسے اپنی ایک لڑکی کی شادی کرنی تھی، جو عمر کے لحاظ سے بڑی تھی۔ نکاح کے وقت غلطی سے چھوٹی لڑکی کا نام لیا گیا اور پھر رخصت بڑی ہی لڑکی کو کر دی تو ایسی صورت میں نکاح میں کون سی لڑکی رہے گی؟ اور میاں بیوی سے مخالطت سے گنہگار تو نہیں ہوئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

جس لڑکی کو شوہر نے قبول کیا ہے، نکاح اسی سے ہوا؛ یعنی چھوٹی لڑکی سے،(۱) پھر بڑی لڑکی کو رخصت کرنا اور اس سے تعلق زوجیت قائم کرنا بہت بڑی غلطی ہے، اس سے توبہ واستغفار کریں۔(۲)

== وقد زوج صاحبها إبنيه من أختين فغلطت النساء فزفت كل بنت إلى غيرزوجها ودخل بها، فأفتى سفيان بقضاء على رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما على كل منهما المهر،وترجع كل إلىٰ زوجها فسئل الإمام، فقال:على بالغلامين، فأتى بهما،فقال:أيحب كل منكما أن يكون المصاب عنده ؟ قالا :نعم،فقال لكل منهما:طلق التى عند أخيك ففعل، ثم أمر بتجديد النكاح، فقام سفيان، فقبل بين عينيه". (الأشباه والنظائر،الفن السابع:الحكايات والمراسلات، ص:٤١٥،قديمى)

(۱) "غلط وكيلها بالنكاح فى أبيها بغير حضورها،لم يصح للجهالة،وكذا لو غلط فى اسم بنته،إلا إذا كانت حاضرة، وأشارت إليها فيصح، ولو بنتان أراد تزوج الكبرى فغلط، فسماها باسم الصغرى، صح للصغرى". (الدر المختار، كتاب النكاح،مطلب فى عطف الخاص على العام:٢٦/٣،سعيد)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ﴿ومن يعمل سوءً أويظلم نفسه ثم يستغفر اللّٰه،يجد اللّٰه غفوراً رحيماً﴾

وقال أبو الليث السمر قندى: فالواجب علىٰ كل مسلم أن يتوب إلى اللّٰه حين يصبح وحين يمسى". (تنبيه الغافلين،باب آخر من التوبة : ٦٠،مكتبة حقانية پشاور)

"واتفقوا علىٰ أن التوبة جميع المعاصى واجبة وأنها واجبة على الفورلايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أوكبيرة". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة : ٣٥٤/٢،قديمى)

اب بہتر صورت یہ ہے کہ چھوٹی لڑکی جس کو قبول کیا ہے، طلاق دے دے اور بڑی لڑکی سے دوبارہ ایجاب وقبول کرا کے نکاح کرا دیا جائے اور چھوٹی لڑکی کو قبول کرتے وقت جو مہر تجویز کیا گیا، وہ لڑکی اپنا مہر بعوضِ طلاق کے معاف کردے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۴/۴/۲۵ھ۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۱/۴۰)

دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے رخصتی میں ادل بدل:

سوال: دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے ہوا، ایک ہی ساتھ ہوا اور غلطی یہ ہوگئی کہ جس لڑکے کی شادی جس لڑکی سے ہوئی، وہ لڑکی دوسرے لڑکے کے پاس رہ کر آپس میں شوہر وبیوی کے تعلقات ہو گئے اور دوسری کے تعلقات دوسرے لڑکے سے زن وشوہر کے ہوئے، صبح کو معلوم ہوا کہ عقد جس لڑکے سے ہوا تھا، غلطی سے ادل بدل ہوگئی۔ اس بارے میں حکم شرعی بتلایئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس غلطی کی اصلاح کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ جس سے عقد ہوا ہے، اس کو اس سے طلاق دلوادی جائے اور ہر ایک اپنا مہر معاف کردے، پھر جو جس کے پاس غلطی سے پہونچ گئی اور مغالطہ میں تعلق بھی ہوگیا، اس کا اس سے عقد کردیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۰)

نکاح میں ایک بہن کی جگہ دوسری کا نام لیا گیا:

سوال: انوار احمد کا نکاح صفیہ بیگم سے ہونا تھا؛ مگر بوقت نکاح منجانب ولی اندراجِ رجسٹر میں بجائے صفیہ بیگم کے ذکیہ بیگم لکھایا گیا اور اسی نام سے ایجاب وقبول ہوگیا۔ بعد ایجاب وقبول رجسٹر میں صفیہ بیگم نے اپنا نام لکھا تو لوگوں کو تنبہ ہوا۔ وکیل عقد نے آکر بتایا کہ یہ غلطی ہوگئی ہے، لہٰذا قاضی نکاح خواں نے رجسٹر میں بھی اصلاح کردی اور بغرضِ تصحیح نوشہ کو بتلایا کہ ذکیہ بیگم نہیں؛ بلکہ صفیہ بیگم زوجہ کا نام ہے اور عوام کو بھی بروقت اس کی تصحیح کی اطلاع کردی گئی تو اس نکاح میں کوئی خلل تو واقع نہیں ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر صفیہ بیگم کی جگہ ذکیہ بیگم کا نام لے کر ایجاب وقبول کرایا گیا اور یہ دونوں بہنیں ہیں تو نکاح ذکیہ بیگم کا ہوا ہے، صفیہ بیگم کا نہیں ہوا، ایسی حالت میں صفیہ بیگم سے تعلقِ زوجیت قائم کرنا جائز نہیں، (۱) اگر صفیہ بیگم سے تعلق قائم کرنا

(۱) ”ولو لہ بنتان أراد تزوج الکبریٰ فغلط، فسما ھا باسم الصغری، صح للصغری“. (الدرالمختار: ۶/۳، کتاب النکاح، مطلب: عطف الخاص علی العام، سعید)

ہے تو انوار احمد کو چاہیے کہ وہ ذکیہ کو طلاق دے دے، بعد طلاق صفیہ بیگم سے ایجاب وقبول کرایا جائے۔(۱) یہ طلاق اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی دے دی ہے تو ذکیہ بیگم پر عدت واجب نہیں اور فوراً بعد صفیہ بیگم سے نکاح جائز ہوگا۔(۲)

اگر ذکیہ بیگم کوئی صفیہ بیگم نہیں ہے تو ایجاب وقبول لغو ہوگا، صفیہ بیگم سے ایجاب وقبول مستقلاً کرایا جائے، بعد کو محض اطلاع کرنا کافی نہیں، نہ رجسٹر میں نام کی تصحیح کافی ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۸۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۴۲/۱۱)

بیوی کی جگہ دوسری لڑکی کا نام لیا:

سوال: میری شادی کی منگنی معروف طریقہ پر ہوئی، پھر مقررہ تاریخ میں بارات گئی، ہمارے خسر طفیل احمد صاحب کی دو لڑکیاں ہیں: بڑی لڑکی کا نام عمرانہ ہے، نکاح خواں نے بوقتِ نکاح ولی سے اجازت نہیں لی اور نہ کسی وکیل کا پتہ چلا؛ بلکہ مجمع میں سے ایک دو آدمیوں نے کہا کہ نکاح پڑھاؤ نکاح خواں نے بوقتِ قبولیت بجائے ”رخسانہ خاتون بنت طفیل احمد“ کہنے کے ”ریحانہ بنت طفیل احمد“ کہا اور میں نے قبول بھی کرلیا، حالاں کہ مجھے معلوم تھا کہ اس لڑکی کا نام رخسانہ خاتون ہے، ریحانہ نہیں ہے، نکاح خواں کی آواز پست ہونے کے سبب دو تین احباب نے ہی سنا؛ لیکن بعد میں کسی نے کوئی نکیر نہیں کی اور نہ کوئی تنازعہ ہے؛ بلکہ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد اسی طور پر بیوی رخصت ہوکر میرے مکان پر بھی آ گئی۔ صورت مسئولہ میں میرا یہ نکاح شرعاً ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

آپ کی منگنی رخسانہ خاتون سے طے ہوئی تھی؛ مگر اس کا آپ سے ایجاب وقبول نہیں کرا گیا تو اس کا آپ سے نکاح نہیں ہوا،(۴) اگر وہ رخصت ہوکر آپ کے یہاں آئی تو غلط آئی، آپ اس سے الگ رہیں، یہاں تک کہ کم از کم دو آدمیوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو جائے تو آپ کا اس سے شرعاً نکاح درست ہو جائے گا۔ عمرانہ سے نہ آپ کی

---

(۱) ”یحرم علی الرجل ... والجمع بین الأختین نکاحاً ولو فی عدة ...حتٰی یحرم الأخریٰ،فإن کانت منکوحة فحرمتها بالطلاق أوالخلع أوالردة مع انقضاء العدة“. (مجمع الأنهر: ۴۷۵/۱ـ۴۷۹، غفاریه کوئٹة)

(۲) ”الخلوة بلا مانع حسي وطبعي وشرعي ... کالوطئی ... في ... العدة وحرمة نکاح أختها،آه“.(الدر المختار: ۱۱۴/۳ـ۱۱۸. کتاب النکاح، مطلب فی أحکام الخلوة،سعید)

قال الله تعالٰی:(ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فمالکم علیهن من عدة تعتدونها)(الأحزاب: ۴۹)

(۳) ”یجب أن لا ینعقد العقد علٰی إحداهما؛لأنه لیس له إبنة کبریٰ بهٰذا الإسم“.(رد المحتار: ۲۶/۳،کتاب النکاح،الباب الأول،سعید)

(۴) ”ولو له بنتان أراد تزویج الکبریٰ فمساها باسم الصغری،صح للصغری“.(الدرالمختار)”هٰذا إذا لم یصفها بالکبری،أما لو قال:زوجتک بنتی الکبری فاطمة،ففي الولو الجیة:یجب أن لا ینعقد العقد علٰی إحداهما؛لأنه لیس له ابنته کبریٰ بهٰذا الإسم“.(رد المحتار: ۲۶/۳،کتاب النکاح،مطلب فی عطف الخاص علی العام سعید)

منگنی ہوئی، نہ ایجاب وقبول ہوا، نہ وہ رخصت ہوکر آئی، (۱) وہ اپنی جگہ پر جہاں تھی ویسی ہی ہے، ریحانہ نام کی کوئی بچی نہیں، جس کو آپ نے قبول کیا تو یہ قبول کرنا بے کار ہو گیا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴۰۰/۱۱/۱۲ھ۔ (فتاوی محمودیہ:۴۳/۱۱)

نام بدل کر نکاح کرنا:

سوال: زید نے گواہوں کو اس لڑکی ہندہ کا نام خالدہ بنت ولید بتلایا، حالانکہ وہ ہندہ بنت بکر تھی، یا یہ کیا کہ ہندہ بنت بکر کا نام زینب بنت بکر بتایا؛ یعنی اس کے نام کے بجائے اس کی بہن کا نام لیا اور گواہ چوں کہ نہ ہندہ سے واقف تھے اور نہ زینب وخالدہ سے اس لیے وہ کچھ نہ جان سکے کہ کون ہے؟ البتہ چوں کہ ہندہ سامنے بے نقاب، یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر آئی تھی؛ اس لیے اس کے کل، یا بعض چہرہ کو پہنچان گئے تھے اور انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا تو کیا ایسی صورت میں نکاح کا انعقاد ہوگا، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر گواہوں نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا ہے تو نکاح صحیح ہے۔ زوجہ، یا اس کے والد کا نام غلط لینے سے کوئی اثر نہیں ہوگا۔

"غلط وكيل بالنكاح فى إسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط فى إسم بنته، إلا إذا كن حاضرة، وأشار إليها فيصح، آه". (الدر المختار)

"(قوله: إلا إذا كانت حاضرة، إلخ) راجع إلى المسئلتين: أى فإنها لو كانت مشاراً إليها وغلط فى إسم أبيها أو إسمها لايضر؛ لأنه تعريف الإشارة الحسية أقوىٰ من التسمية لما فى التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها، كما لو قال: اقتديت بزيد هٰذا، فإذا هو عمرو فإنه يصح، آه". (شامی) (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۹/ذیعقدہ ۱۳۷۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔ صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاوی محمودیہ:۴۴/۱۱)

---

(۱) "وينعقد متلبساً (بايجاب) من أحدهما (وقوبل) من الآخر... (وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) وشرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين" (الد رالمختار: ۱۹/۳، ۲۱، كتاب النكاح، سعيد)

(۲) "ولو له بنتان أراد تزويج الكبرىٰ فسماها باسم الصغرى، صح للصغرىٰ". (الدر المختار) "هٰذا إذا لم يصفها بالكبرىٰ، أما لو قال: زوجتك بنتى الكبرى فاطمة، ففى الولو الجية: يجب أن لا ينعقد العقد علىٰ إحد اهما؛ لأنه ليس له ابنته كبرى بهٰذا الإسم". (ردالمحتار: ۲۶/۳، كتاب النكاح، مطلب فى عطف الخاص على العام سعيد)

(۳) ردالمحتار، مطلب فى عطف الخاص على العام: ۲۶/۳، سعيد

"غلط وكيلها بالنكاح فى اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح، وكذا لو غلط باسم بنته، ولو كانت حاضرة، صح، إلخ". (الدر المنتقى علىٰ هامش مجمع الأنهر، كتاب الكاح: ۳۲۲/۱، دار إحياء التراث العربى بيروت)

نکاح کے ایجاب وقبول میں نام بدلا گیا:

سوال: مقصود احمد ولد اشفاق احمد سے سلمیٰ بیگم دختر امیر احمد کا رجسٹر قاضی میں نکاح لکھا گیا ہے، جس وقت وکیل اور گواہان سلمیٰ بیگم کے پاس قبولیت کے لیے گئے تو وکیل عباس احمد اور گواہان منظور احمد اور شکور احمد نے سلمیٰ بیگم کے سامنے تفصیلات بتلانے کے وقت مقصود احمد کا نام بتلانے کے بجائے افضال احمد بتلایا، نکاح جو پڑھایا گیا وہ مقصود احمد سے پڑھایا گیا ہے، جس سے طے پایا تھا، افضال احمد جو صاحب معلومات پہونچنے پر پتہ لیا کہ مقصود احمد کا بھائی ہے، اب وکیل اور گواہان کو افضال احمد کا نام زبان پر کیوں آیا۔

جس وقت وکیل نے رجسٹر نکاح پر دستخط کئے تو افضال احمد کا نام لکھا ہوا، ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ لڑکے کا نام افضال احمد ہے، جب کہ شاہد افضال احمد ایک گواہ کی حیثیت سے ان کا نام رجسٹر نکاح میں ہے۔ یہ بات کہنے کا سبب یہ ہے کہ سلمیٰ بیگم کے پاس دو لڑکیاں جو کہ بالغ تھیں، وہ مقصود احمد کی طرف سے ہیں۔

نکاح سے فارغ ہونے کے بعد مقصود احمد کی بہن شرما بیگم نے ظاہر کیا کہ یہ نکاح مقصود احمد سے نہیں؛ بلکہ افضال سے ہوا ہے؛ مگر وکیل اور گواہان مغالطہ میں تھے اور لڑکی کے دماغ میں مقصود احمد ہی ہے، نام صرف زبان سے نکل گیا۔ اس صورت میں نکاح افضال احمد سو ہوا، یا مقصود احمد سے، یا کسی سے بھی نہیں ہوا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

لڑکی نے نکاح کی اجازت دی افضال احمد کے لیے اور نکاح ہوا مقصود احمد سے، پھر معلوم ہونے پر اگر لڑکی نے اس مقصود احمد کے نکاح پر رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح مقصود احمد سے صحیح ہو گیا۔ اگر رضامندی ظاہر نہیں کی؛ بلکہ وہ اپنے نزدیک افضال احمد کے ہی نکاح پر قائم ہے تو یہ مقصود کا نکاح صحیح نہیں ہوا، (۱) اور افضال احمد سے تو ایجاب وقبول کرایا ہی نہیں گیا، اس کا نکاح منقعد ہی نہیں ہوا۔ (۲) اب اگر لڑکی کی رضامندی بھی افضال احمد سے ہو تو اس سے ایجاب وقبول کرا دیا جائے، بشرطیکہ افضال احمد بھی اس نکاح پر آمادہ ہو اور کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۱/۴۶)

نکاح پڑھاتے وقت غلطی سے نام بدلا گیا:

سوال: کچھ ماہ پہلے میری شادی ہوئی تھی، میر بیوی کا اصلی نام کوثر حسین ہے؛ لیکن نکاح میں اقرار کے وقت

---

(۱) "وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف، فإن أجاز المولى جاز، وإن رده بطل، وكذلك لوزوج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلاً بغير رضاه، عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولي، وله مجيز، انعقد موقوفاً على الإجازة". (الهداية، كتاب النكاح، كما فصل الوكالة بالنكاح: ۳۲۲/۲، شركة علمية، ملتان)

(۲) لأن ركن النكاح الإيجاب والقبول، وهو مفقود، كما في الدرالمختار: "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

قیصر جہاں کے نام سے اقرار کرایا گیا، قاضی صاحب سے قیصر جہاں ہی نام لے کر مجھ سے تین مرتبہ اقرار کرایا اور رسید میں بھی قیصر جہاں نام ہے، ذہنی الجھن میں مبتلا ہوں کہ یہ نکاح ہوا ہے، یا اس میں کچھ خامی ہے؟ شرعی اعتبار سے مجھے کیا کرنا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر اصلی نام قیصر جہاں تھا؛ لیکن تلفظ نہ ہونے کی وجہ سے کوثر حسین کہنے لگے، یا اصلی نام کوثر حسین تھا، اسی کو قیصر جہاں کہنے لگے، یا دونوں ہی نام ہیں، کوئی کوثر حسین کہتا ہے کوئی قیصر جہاں تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہو گیا۔ اگر نام ایک ہی ہے اور وہی لیا جاتا ہے اور جس نام سے قبول کرایا جاتا ہے اور جس نام سے قبول کرایا گیا ہے، وہ نام نہیں ہے اور غلطی سے نام بدل گیا تو دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب وقبول کر لیا جائے۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۶/۷/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶)

نکاح میں بجائے مخطوبہ کے شادی شدہ لڑکی کا نام لینے سے نکاح:

سوال: زید کا یہاں دو لڑکیاں ہیں، بڑی لڑکی کا عقد پہلے ہو چکا تھا؛ مگر شوہر کی نالائقی کی وجہ سے قریباً آٹھ سال سے بڑی لڑکی بھی ماں باپ کے یہاں ہے۔ اب زید نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کیا؛ مگر سہواً نکاح خوانی کے وقت وکیل اور گواہاں کو جو نام بتلایا گیا، وہ بجائے چھوٹی کے بڑی لڑکی کا بتلا دیا اور ناکح نے یہی نام لے کر ایجاب وقبول دولہا کو کرا دیا۔ نکاح خوانی کے رجسٹر پر جس وقت دلہن نے دستخط کئے تو اس غلطی کا احساس ہوا کہ نام صحیح نہیں۔ اس صورت میں یہ نکاح درست نہیں ہوا اور بڑی کا نکاح ہو گیا، دولہا دلہن میں خلوت بھی ہو چکی، نکاح چھوٹی لڑکی کا دوبارہ پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر نکاح کے وقت بڑی لڑکی کا نام لے کر قبول کرایا گیا، جس کا کہ پہلے نکاح ہو چکا ہے اور اب والد کے گھر پر ہے تو

---

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ گواہوں نے زوجہ کو نہ پہچانا ہو؛ لیکن اگر زوجہ کو گواہوں نے پہچان لیا ہو اور پھر نام لینے میں غلطی ہو تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ جیسا کہ اس مسئلہ کی تفصیل عنوان: "نام بدل کر نکاح" کے تحت گزر چکی ہے۔

قال العلامة الحصكفي: "غلط وكيلها في إسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وغلط في إسم بنته، إلا إذا كانت حاضرة و أشار إليها فيصح". (الدر المختار)

"(قوله: إلا إذا كانت حاضرة) راجع إلى المسئلتين: أي فإنها لو كانت مشاراً إليها وغلط في إسم أبيها أو إسمها، لايضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقوى من التسمية، لما في التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها، كما لو قال: اقتديت بزيد هذا، فإذا هو عمرو، فإنه يصح" (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۲۶/۳، سعيد)

یہ نکاح کسی کا بھی نہیں ہوا، بڑی کا تو اس لیے کہ وہ محل نکاح ہی نہیں؛ کیوں کہ وہ شادی شدہ ہے۔(۱) چھوٹی کا اس لیے کا نام لے کر قبول نہیں کرایا گیا؛ اس لیے دوبارہ نکاح کرایا جائے، اس کے لیے چند گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کافی ہے، رجسٹر نکاح میں بھی اندارج صحیح کرایا جائے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵، ۱۳۸۸/۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۸/۱۱)

نکاح پر نکاح کے متعلق چند سوالات:

سوال: زید ایک قصبہ کی مسجد کا پیش امام ہے، نکاح خوانی کا رجسٹر بھی اس کے پاس ہے: یعنی وہ قصبہ کا قاضی بھی ہے، وہ ایک بارات میں لے جایا گیا، جس گاؤں میں بارات گئی، وہاں مسجد میں کوئی پیش امام نہ تھا، بارات والوں اور مقامی لوگوں کے اصرار پر زید نے نکاح پڑھایا، جس میں باقاعدہ ایک وکیل اور دو گواہ تھے، نکاح کے بعد گاؤں کے ایک دوسرے آدمی نے بتایا کہ لڑکی جس کا نکاح پڑھایا گیا ہے، اس کا نکاح پہلے ہو گیا ہے اور ۱۹۴۷ء سے اس کا خاوند پاکستان میں موجود ہے، اسے ہر چند لکھا گیا کہ اگر لڑکی کو لے جائے؛ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا، لڑکی جوان تھی، اس کی بیوہ ماں نے اور اس کے جملہ رشتہ داروں نے قاضی کو اس کا علم نہ ہونے دیا۔ قاضی (زید) کا حلفیہ بیان ہے کہ اگر اسے نکاح سے پیشتر علم ہو جاتا تو وہ ہرگز نکاح نہ پڑھتا تو اب:

(۱) قاضی (زید) کس حد تک قصوروار ہے اور اس کے قصور کی کس طرح تلافی ہو سکتی ہے؟

(۲) نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

(۳) نکاح خوانی کے روپے قاضی کو لینے جائز ہیں، یا ناجائز؟

(المستفتی: عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور، ضلع میرٹھ)

الجواب

اس صورت میں کہ لڑکی منکوحہ ہے اور اس کا خاوند زندہ پاکستان میں موجود ہے، اس کا دوسرا نکاح جائز نہیں

(۱) "ومنها المحل القابل و هی المرأة التی أحلها الشرع بالنكاح". (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۶۷/۱، رشيدية)

"لايجوز لرجل أن يتزوج غيره". (الفتاویٰ الهندية، القسم السادس، المحرمات التی يتعلق حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(۲) "غلط وكيلها بالنكاح فی إسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط فی إسم بنته، إلا إذا كانت حاضرة، وأشارة إليها، فيصح". (الدر المختار)

"قوله: ولو له بنتان، إلخ): أی بأن كان إسم الكبری مثلاً عائشة، والصغری فاطمة، فقال: زوجتک الكبری فاطمة، وقبل، صيح العقد عليها وإن كانت عائشة هی المرادة، وهٰذا إذا لم يصفها بالكبریٰ، أما لو قال: زوجتک بنتی الكبری فاطمة، ففی الولوالجية: يجب أن لا ينعقد علیٰ إحد اهما؛ لأنه ليس له ابنته كبری بهٰذا الإسم". (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام: ۲۶/۳، سعيد)

ہے،(۱) پہلے اس کے پہلے خاوند سے طلاق لینی، یا عدالت میں مقدمہ کرکے نکاح فسخ کرانا، اس کے بعد عدت گزارنا لازم ہے۔ امام کو اگر پہلے نکاح کی خبر نہیں تھی تو وہ دوسرا نکاح پڑھانے میں معذور ہے۔ لڑکی اور لڑکی والوں کو لازم ہے کہ وہ دوسرے خاوند سے لڑکی کو علاحدہ کرلیں۔ قاضی کو نکاح کے روپے نہ لینے چاہیے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۵/۲۸۵)

اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردینے کے بعد بالغ ہونے پر دوسری جگہ نکاح کردینا:

سوال: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مسمی انوار نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا عقد کردیا تھا؛ لیکن آنٹے سانٹے کی وجہ سے لڑکیاں جب بالغ ہوگئیں تو کلکٹر سے اجازت لےکر اور رقم لےکر دوسری جگہ نکاح کردیا، پھر تقریباً تین چار سال بعد جب کہ ان کے دو بچے بھی پیدا ہوچکے تھے، برادری کے لوگوں نے جمع ہوکر جہاں پہلے نکاح ہوتا تھا، وہیں پر بھیجوادی اور ہر سہ فریقین پر جرمانہ کیا اور سزا بھی دی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ انوار کی دونوں لڑکیاں کس کے لیے جائز ہیں؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

جب انوار اپنی دونوں نابالغ لڑکیوں کا خود نکاح کرچکا تھا تو وہ صحیح اور لازم ہوگیا تھا،(۲) پھر ان کے بالغ ہونے پر کلکٹر سے بلاوجہ اجازت لےکر دوسری جگہ نکاح کردیا، وہ غلط اور اور گناہ کیا، دوسرا نکاح ہرگز درست نہیں ہوا،(۳) برادری کو اس وقت لازم تھا کہ اس دوسرے نکاح کی پوری مخالفت کرتی،(۴) اب وہاں علاحدہ کرکے پہلی جگہ دونوں کو بھجوادیا، یہ ٹھیک کیا۔ سب کو اپنی غلط حرکت پر توبہ واستغفار لازم ہے۔(۵) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاوی محمودیہ:۱۱/۳۸)

غیر مطلقہ کو کوئی زبردستی رکھے ہو تو برادری کو کیا کرنا چاہیے:

سوال: زید کی برادری میں پنچائت ہوئی ہے، جس سے خلاف قاعدہ کام ہوتا ہے، اس کو کوذات کردیتے ہیں،

---

(۱) ﴿والمحصنٰت من النساء﴾(سورة النساء:٢٤)

(۲) وللولي إنكاح الصغيرة و الصغيرة) جبراً (ولو ثيباً، ولزم النكاح. (الدر المختار، باب الولي:٣/٦٥، ٦٦، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمهتكم... والمحصنات من النساء﴾ الآية. (سورة النساء :٢٣، ٢٤)

(۴) عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من رآى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان ". (أخرجه المسلم، برقم: ٩٩، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر وأن الإيمان يزيد وينقص الخ، ولفظه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) (مشكاة المصابيح، كتاب الأدب، بالأمر بالمعروف، الفصل الأول ص: ٤٣٦، قديمي)

(۵) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سوره التحريم:٨)

وقال الله تعالىٰ: (ومن يعمل سوأً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (النساء : ١١٠)

زید ہندہ کو عرصہ پچیس برس سے نکاح پڑھا کر رکھے ہوئے ہے، حالاں کہ ہندہ کے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی تھی، برادری والے اب تک زید کے ساتھ کھاتے پیتے چلے آئے، کیا وہ بوجہ سکوت کے گنہگار رہوئے، یا نہیں؟ اگر زید توبہ کرے اور دوبارہ نکاح پڑھاوے تو پاک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

برادری والوں نے اگر باوجود علم اور قدرت کے زید کو اس ناجائز نکاح سے نہیں روکا تھا تو وہ بھی گنہگار رہوئے توبہ کریں،(۱) اور اگر زید اب نکاح کرنا چاہے تو پہلے ہندہ کا شوہر اول طلاق دے دیوے، بعد عدت گذرنے کے زید اس سے نکاح کرسکتا ہے اور زید سے جو گناہ اس عرصہ تک ہوا اس سے توبہ کرے، اس طریق سے زید پاک ہوسکتا ہے اور پھر اس کو شامل برادری کر لینا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۱۱-۵۱۲)

شوہر کے کفر کی جھوٹی خبر پاکر بیوی نے دوسری جگہ نکاح کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید کی عدم موجودگی میں یہ مشہور ہوگیا کہ زید آریہ ہوگیا ہے، اس کی زوجہ کا نکاح ثانی کردیا گیا ہے۔ بعد مدت کے عورت کو پتہ چلا کہ زید نے مذہب تبدیل نہیں کیا، یہ افترا اور بہتان تھا۔ ایسی صورت میں عورت مذکورہ کیا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس صورت میں کہ زوجہ نے محض ایک غلط خبر کی وجہ سے نکاح ثانی کرلیا تھا، نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا اور زوج اول کا نکاح باقی ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۲۸۶)

تحقیق کے بعد منکوحہ کا نکاح پڑھانا جرم نہیں:

سوال: ایک شخص ایک مسجد میں امام ہے، دو آدمی امام کے پاس آئے اور وہ کہنے لگے کہ امام صاحب! ہمارے یہاں چل کر ایک لڑکی کی نکاح پڑھا دیجئے، جس پر امام نے یہ تحقیق کی کہ بیوہ عورت کا نکاح ہے، یا کنواری لڑکی کا؟ انہوں نے کہا کنواری لڑکی کا نکاح ہے اور قسم کھا کر دونوں شخص کہنے لگے: امام صاحب! گھبراؤ نہیں، یہ نکاح اس لڑکی کا

---

(۱) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (سورة آل عمران: ۱۱۰)

(۲) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: ۱/۲۸۰، ماجدية)

پہلا نکاح ہے۔اس کے برخلاف صورت یہ تھی کہ اس لڑکی کا نکاح نابالغی کی عمر میں پہلے کسی دوسرے سے ہو چکا تھا، جس کا علم امام صاحب کو نہیں تھا،اس بیان پر امام صاحب نکاح پڑھانے کے لیے چل دیے۔

جب مکان پر پہونچے تو وہاں ۱۰،۱۵؍آدمی موجود تھے،امام صاحب نے ان سے بھی دریافت کیا کہ لڑکی مطلقہ ہے،یا غیر مطلقہ؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ کنواری لڑکی ہے اور اس لڑکی کا یہ پہلا نکاح ہے،امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔تین دن کے بعد امام صاحب کو معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو چکا تھا اور وہاں سے طلاق بھی نہیں ہوئی۔اب بتلائے کہ امام صاحب کا جرم مانا جائے گا یا نہیں جب کہ امام صاحب بالکل بے خبر تھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

امام صاحب نے تحقیق کی،متعدد آدمیوں سے دریافت کیا کہ جب اطمینان ہو گیا تب نکاح پڑھایا،اس لیے امام صاحب مجرم نہیں،(۱) البتہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا جب کہ اس لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے اور وہاں سے طلاق نہیں ہوئی۔(۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،دار العلوم دیو بند،۱۳۹۵/۱/۲۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۲۲-۵۲۳)

طلاق رجعی میں دو حیض کے بعد نکاح:

سوال: زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی تھی،صرف دو حیض عورت کو آئے تھے کہ لڑکی کے ولی نے دوسری شادی کر دی؛ کیوں کہ گھر والوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی شادی ہو گئی ہے،حالاں کہ پہلا نکاح اگر چہ پوشیدہ ہوا تھا؛ لیکن ایسے دو گواہوں کے سامنے ہوا تھا،جو لڑکے والوں کو جانتے ہیں اور لڑکی کے گھر والوں کو ایک گواہ اچھی طرح جانتا ہے،دوسرے گواہ کو مقام وغیرہ کا نام اور لڑکی کے باپ کا نام بتا کر شناخت دیدی گئی تھی،لہذا وہ بھی واقف ہو گیا۔اب جواب طلب امر یہ ہے کہ نکاح اول ہوا،یا نہیں؟ اور لڑکے نے محبت میں آ کر اس خیال سے شادی کر لی کہ یہ جنت میں میرے ساتھ رہے گی،اگر چہ اس کو معلوم تھا کہ کچھ روز بعد یہ لڑکی الگ ہو سکتی ہے،بوجہ لاعلمی والدین کے،

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿إن جائکم فاسق بنبأ فتبینوا﴾(الحجرات:٦)

"تنبیه علٰی أنه إذا کان الخبر شیئاً عظیما وماله قدر،فحقه أن یتوقف فیه،وإن علم أو غلب صحته علی الظن حتٰی یعاد النظر فیه ویتبین فضل تبین". (روح المعانی:١٤٥/٢٦،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

"وفی الآیة دلیل علٰی فساد قول من قال: ان المسلمین کلهم عدول حتٰی تثبت الجُرحة؛لأن اللّٰه تعالٰی یأمر بالتثبت قبل القبول ولامعنی للتثبت بعد انفاذ الحکم فإن حکم الحاکم قبل التثبت،فقد أصاب المحکوم علیه بجهالة". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ٢٠١/١٦، دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

(۲) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره،وکذلک المعتدة". (الفتاوی العالمکیریة،کتاب النکاح،الباب الثالث،القسم السادس:المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ٢٨٠/١،رشیدیة)

اور یہ بھی خیال تھا کہ شاید کوئی صورت ساتھ رہنے کی بن جائے، یہ نکاح کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر یہ جائز ہوا تو دوسرا نکاح عدت کے اندر جو ہوا وہ باطل ہو گیا، یا نہیں؟ اور مہر وغیرہ کا بغیر احکام نکاح کیا حکم؟ اپنی عزت بچانے کے لیے نہ لڑکی نے بتلایا نہ لڑکے نے، حالانکہ لڑکا دینی تعلیم سے قدرے واقف ہے اور خوفِ خدا بھی ہے۔ اب آپ شریعت کی روشنی میں کوئی صورت بتلائیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

پہلا نکاح دو گواہوں کے سامنے کفو میں ہوا تو وہ صحیح ہو گیا، (۱) پھر اگر بعد وطی کے طلاق رجعی دی تو اس کی عدت (تین حیض) لازم تھی، (۲) صرف دو حیض آنے پر دوسرا نکاح غلط ہوا، فاسد ہوا، (۳) دونوں میں علاحدگی لازم ہے، (۴) جب تیسرا حیض آ جائے تو اس دوسرے شخص سے دوبارہ نکاح کیا جائے۔ نکاح فاسد میں وطی کی صورت میں مہر لازم ہوتا ہے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۶/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۰)

عدالت کے اندر نکاح کرنا صحیح نہیں:

سوال: میرے خاوند نے نان نفقہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے مجھ کو طلاق دے دی، طلاق نامہ مکمل نہ ہوا تھا؛ کیوں کہ کسی نے کوشش نہیں کی۔ ان ہی ایام میں بچی کو دودھ پلا رہی تھی اور عدت میں تھی۔ طلاق کے ایک ماہ کے اندر ہی میرا دوسرا نکاح رات کے دو بجے قاضی کو بلا کر کرا دیا گیا۔ میرے ماں باپ کی غیر موجودگی میں قاضی نے طلاق نامہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے میرے دوسرے نکاح کا کاغذ بھی نہیں لکھا اور یہ کہہ دیا کہ میں دونوں کاغذ دے دوں گا؛ لیکن میرے کسی پیروکار کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ کاغذات نہ حاصل کر سکی۔ میرے نکاح کے بعد میرے موجودہ خاوند نے ایک اور نکاح کیا اور اس نے اپنی دوسری بیوی سے پیشہ کرانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد مجھ پر بھی زور دینا شروع کر دیا اور ہر قسم کے دباؤ دے کر مجھ سے حرام کاری کرائی گئی۔ میں جب بھی اس کام سے نفرت کرتی تھی اور اب بھی کرتی ہوں؛ لیکن ایک کمزور عورت ہونے کی وجہ سے اس کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکی۔

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ أو الرفع... ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالىٰ ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(۴) بل يجب على القاضي التفريق بينهما، إلخ". (الدر المختار، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(۵) "ويجب مهر المثل في نكاح فاسد". (الدالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۱، سعيد)

اب میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں شرعی حکم حاصل کر کے اپنے لیے راستہ اختیار کروں۔ایسی صورت میں مجھ کو خدااور اس کے رسول کے احکام سے آگاہ فرمایا جائے کہ میرا نکاح شرعی نقطہ نگاہ سے ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو میں اس کے چنگل سے آزاد ہونے کے لیے کسی مضبوط ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں تو کیا مجھ کو عدالت، یا اور کوئی صورت اختیار کرنی ہوگی؟

(المستفتی: شاہجہاں بیگم، دہلی)

الجواب

طلاق کے بعد اس کی عدت پوری کرنی ضروری تھی، اگر عدت پوری کئے بغیر دوسرا نکاح کسی اور شخص سے کر دیا گیا تو وہ نکاح حرام تھا۔(۱) عورت کو حق ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کرالے اور پہلی عدت ختم ہونے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۶/۵)

بیوی فروخت کر کے عدت پوری ہونے پر خریدار کا زبردستی نکاح کرنا، کورٹ کے فیصلہ کے بعد زید کے حوالہ کر دینے سے نکاح کا حکم:

سوال: ایک لڑکی مسماۃ خالدہ کا اس کے والد نے بقاعدہ شرعی رشید سے نکاح کر دیا، رشید نے کچھ مدت کے بعد اپنے دوست بکر سے کچھ روپیہ لے کر لڑکی کو بکر کے حوالہ کر دیا، بکر نے جس وقت روپیہ ادا کیا، رشید نے لڑکی کو فارغ خطی لکھ دی۔لڑکی نے اپنی عدت مقررہ بکر کے گھر پر پوری کی، اس کے بعد بکر سے وکیل اور گواہ نے لڑکی سے اجازت مانگی کہ وہ بکر سے نکاح کر لے؛ لیکن لڑکی کی رضامندی نہیں تھی، اس کو رضامند کرنے کے لیے بکر نے اس لڑکی پر جبر وتشدد کیا، مار پیٹ تک کی نوبت آئی، لڑکی نے اپنی جان بچانے کی خاطر بلا ارادہ اجازت دے دی اور بکر سے بقاعدہ شرعی نکاح ہوگیا۔لڑکی موقعہ پا کر کسی بھی صورت سے بکر کے یہاں سے نکل کر اپنے باپ کے گھر آ گئی۔باپ نے بکر پر عدالتی کاروائی کی، عدالت نے اپنے قانون کے مطابق لڑکی کو بکر سے الگ کیا اور اس کو نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی۔

لڑکی کے باپ نے تیسرے شخص زید کے یہاں بلا نکاح لڑکی کو بھیج دیا، لڑکی تقریباً چھ سال سے زید کے یہاں رہتی ہے اور زید سے دو بچے بھی ہیں، جو کہ اس لڑکی سے پیدا ہوئے ہیں، یہ چھ سال کی مدت میں جو لڑکی نے گزاری، یہ اس طرح سے دو سال مقدمہ کے دوران جو بکر سے چلتا رہا، اس وقت رہی اور چار سال مقدمہ سے فراغت کے بعد بھی اب تک رہتی رہی اور ایک بچہ پہلے دو سال میں پیدا ہوا اور دوسرا اس چار سال کے عرصہ میں پیدا ہوا، اب یہ لڑکی اس زید سے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے، اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ زید سے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ یہ عدالتی کاروائی سے جدا ہونا شرعی طور پر جائز ہوا، یا نہیں؟ اور اب اتنی مدت یعنی چھ سال کا عرصہ گزارنے کے بعد اب زید سے نکاح (باوجود نسب زید سے ثابت ہونے کے) ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

---

(۱) ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتٰى يبلغ الكتاب اجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ صورتِ حال نہایت افسوس ناک اور بے غیرتی کا مظاہرہ ہے، اس میں پہلا ظلم رشید کا ہے، دوسرا ظلم بکر کا ہے۔ رشید نے جب طلاق دی تو اس نے اپنا حقِ زوجیت قطع کر دیا، ظلم والدین کا ہے کہ ان کی لڑکی کو بے غیرت داماد نے فروخت کر کے اجنبی آدمی کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے اس کی خبر نہ لی، بعد عدت بکر نے اس پر ظلم وتشدد کر کے اس سے اجازت لے کر نکاح کر لیا تو ظلم وتشدد کے باوجود نکاح منعقد ہو گیا، (۱) چوتھا ظلم لڑکی کا ہے کہ وہ غیر محرم کے مکان پر فروخت ہو کر رہی اور اس نے وہاں الگ ہونے کی کوشش نہیں کی اور جب بقاعدہ شرعی اس کا نکاح ہو گیا تو وہاں سے نکل کر اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی، باپ ایسا دیوث نکلا کہ اس نے بغیر نکاح کے لڑکی کو زید کے حوالہ کر دیا، لڑکی کو یہاں بلا نکاح رہتے ہوئے کوئی غیرت نہیں آئی۔ زید بھی ایسا کمینہ ہے کہ غیر عورت کو بلا نکاح چھ سال تک استعمال کرتا رہا، جس سے دو بچے بھی پیدا ہوئے، یہ سب معاشرہ میں غضب الٰہی کا مورد ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے ہی حلیم ہیں، جو غضب نازل نہیں فرماتے۔ اب اگر اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو یہ سب کے سب افراد خدا کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، توبہ کریں، (۲) اور لڑکی کو زید سے علاحدہ کر دیا جائے، (۳) کوئی تعلق نہ رہے، تاوقتیکہ اس سے بکر کا تعلق زوجیت منقطع ہو کر اس کی عدت پوری نہ ہو جائے، اس کے بعد زید سے نکاح کی اجازت ہوگی۔ (۴) معلوم ہوتا کہ بکر اس کو جدا کرنا نہیں چاہتا؛ اسی لیے دو سال تک مقدمہ چلا، جب شوہر حقوقِ زوجیت ادا کرے تو بیوی کو تفریق کا حق نہیں، (۵) اور ایسی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۵/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۸)

---

(۱) "طلاق وایلاء وظهار ورجعة ونكاح". "يشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النكاح كما مقتضى إطلاقهم". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه: ۳/۲۳۶، سعيد)

"(قوله: ليتحقق رضاهم): أي ليصدر منهما من شانه أن يدل على الرضاء إذ حقيقة الرضا غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل". (ردالمحتار، كتاب النكاح مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۳/۲۱، سعيد)

(۲) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، الخ". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵٤، قدیمی)

(۳) بل يجب على القاضي التفيريق بينهما. (الدرالمختار، مطلب في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۱۳۳، سعيد)

(۴) ومنها ألا تكون معتدة الغير. (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۱۳۳، سعيد)

لقوله تعالىٰ: ﴿ولاتعزموا عقدة النكاح حتىٰ يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵): أي ماكتب عليها من التربص، الخ. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/٤٥۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۵) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ (البقرة: ۲۲۹) "حتىٰ لو عجز عن حق النفقة، لا يثبت لها حق المطابقة بالتفريق". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فيما يبطل به الخيار: ۳/٦۰۳، بيروت)

(۶) کیوں کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح درست نہیں: "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلک المعتدة". (الفتاوىٰ العالمگیریة، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيدية)

ہندہ کا نکاح دوسری عورت کی اجازت سے:

سوال: ہند کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کیا گیا، وکیل اور گواہ سب اجازت لینے کے لیے گئے تو ہندہ کی بجائے دوسری عورت نے کہہ دیا کہ نکاح پڑھا دیا جائے، بعدہ اس شخص کے ہمراہ چلی گئی اور صرف دورات وہاں رہی، اس بات کو تقریباً دوسال ہو گئے ہیں۔ اب ہندہ وہاں جانے کے لیے تیار نہیں، کہتی ہے کہ میرا نکاح ہوا ہی نہیں تھا، جبراً دورات وہاں گزاری تھی۔ نیز ہندہ کو دوسرا نکاح کرنے سے پہلے زوج سے طلاق کی اجازت ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر ہندہ نے نکاح کے وقت اجازت نہیں دی؛ بلکہ دوسری عورت نے اجازت دی تو وہ اجازت معتبر نہیں، پھر نکاح ہونے کے بعد جب ہندہ کو خبر ہوئی اور اس نے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو شرعاً وہ نکاح نہیں ہوا، (۱) پھر اگر اس کو ظلماً وزبردستی بھیجا گیا اور وہ انکار کرتی رہی اور وہاں پہنچ کر بھی ہندہ نے کہہ دیا کہ میں نے اس نکاح کو نامنظور کر دیا، میرا نکاح ہوا تو یہ اس کو زبردستی بھیجنا بہت بڑا ظلم ہے اور سخت گناہ ہوا، اب وہاں اس کو ہرگز نہ بھیجا جائے، دوسری جگہ اس کی مرضی کے موافق نکاح کر دیا جائے، جن لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا، وہ بھی گناہ گار ہوئے، سب کو توبہ کرنا ضروری ہے۔ (۲)

اگر ہندہ نے اجازت لینے کے وقت تو خاموشی اختیار کی؛ مگر نکاح ہو جانے پر اس کو نامنظور نہیں کیا اور نہ رخصتی کے وقت نامنظوری کا اظہار نہیں کیا؛ بلکہ خاموشی سے رخصت ہو گئی تو شرعاً وہ صحیح اور لازم ہو گیا، انکار سے کچھ نہیں ہوگا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲)

---

(۱) ”لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أوسلطان بغیر إذنها، بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، کذا فی السراج الوهاج“. (الفتاویٰ العالمگیریة، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/ ۲۸۷، رشیدیة)

ولایجبر البالغة البکر علی النکاح، لانقطاع الولایة بالبلوغ، فإن استأذنها هو: أی الولی، وهو السنة. (الدر المختار) وإن زوجها بغیر استیمار فقد أخطأ السنة، وتوقف علی رضاها، بحر عند المحیط. (رد المحتار، باب الولی: ۳/۵۸، سعید)

(۲) مذکورہ لڑکی جب نکاح پر رضامند نہیں تو اس لڑکی کو وہاں زبردستی بھیجنا درست نہیں۔

”واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها علی الفور لایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة، والتوبة من مهمات الإسلام والقواعد المتأکدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع“. (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة، ۲/ ۳۵۴، قدیمی)

(۳) ولو کانت البکر قد دخل بها زوجها، ثم قالت: لم أرض، لم تصدق علی ذلک، وکان تمکینها إیاه من الدخول بها رضا، إلا إذا دخل بها وهی مکرهة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الرابع فی الأولیاء فی النکاح: ۱/۲۸۹، رشدیة)

لڑکا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا، دوسرے لڑکے سے ایجاب وقبول کرالیا گیا، اس کا نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: محمد تقی (بالغ) ولد محمد شفیع کی بارات بنارس آئی، نیاز احمد صاحب (محمد شفیع کے بڑے بھائی) سے لوگوں نے کہا کہ ماسٹر صاحب! آپ کو نکاح پڑھانے کے لیے تلاش کر رہے تھے، لوگوں نے دو گواہ اور لڑکی کی طرف سے ایک وکیل دے کر نیاز احمد کو لڑکی کے نکاح کے لیے بھیجا، لڑکی سے قبولیت کرائی۔ بعدہ محمد تقی کے پاس نیاز احمد نے خطبہ پڑھا اور چند کلمات محمد تقی کو پڑھایا، قبولیت باقی تھی کہ محمد تقی اٹھ کر جھگڑے والوں میں چلا گیا، بعدہ بارات واپس ہوگئی، بعدہ افضل ولد محمد عمر صاحب سے لڑکی کا نکاح ہوگیا۔ علما کے دو طبقے ہیں: ایک طبقہ محمد تقی کے نکاح کو درست کہتا ہے، اور دوسرا طبقہ افضل کے نکاح کو کون سا نکاح درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

محمد تقی قبول کرنے سے پہلے اٹھ کر چلا گیا تو نکاح نہیں ہوا۔(۱) افضل ولد عمر سے نکاح کے لیے لڑکی نے اجازت نہیں دی، نہ اس کو خبر ہے تو نکاح کی خبر سن کر اگر لڑکی نے نامنظور کر دیا تو وہ بھی نکاح نہیں ہوا، اگر لڑکی نے منظور کر لیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۳/۱۱)

ایجاب کے بعد قبول کے بغیر نکاح کا حکم:

سوال: زید بکر کی دختر کی نکاح کی نسبت بکر سے جا کر سوال کرتا ہے کہ اپنی دختر کا نکاح میرے ہمراہ کر دو اور بکر سن کر کہتا ہے کہ ہم لوگ سب خوش ہیں تو دوسری مرتبہ آنا، یا نہیں؟ خود آدمی بھیج کر بلوالوں گا، مشورہ بھی کرلوں گا، زید واپس چلا آتا ہے، عرصہ بیس یوم کے بعد بکر ایک مرد مسلمان کو بھیج کر زید کو بغرضِ عقد دختر طلب کرتا ہے، زید ہمراہ بکر چلا آتا ہے۔ بکر زید سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن شریف کو ضامن دے کر وحاضر وناظر جان کر سامنے گواہوں کے کہتا ہوں کہ میں نے لڑکی تجھ کو دے دی ہے۔ بعد ازاں زید دختر بکر کی رضامندی دریافت کرتا ہے کہ تو بھی رضامند ہے، یا نہیں؟ دختر بکر عاقل وبالغ سترہ سالہ طلاق شدہ جواب دیتی ہے کہ مجھ کو قبول ہے اور زید سے اپنی کفالت وخرچ وغیرہ کا حلفیہ اقرار وبروگواہان کے لے لیتی ہے۔ کیا یہ عقد اس طرح بروئے شرع محمدی جائز ہے؟

---

(۱) لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر أذنها بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل. (الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، باب الرابع فی الأولیاء والأکفاء: ۲۸۷/۱، رشیدیة)

وإن زوجها بغیر استیمار، فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء و الأکفاء: ۱۹۹/۳، رشیدیة)

(۲) چند یوم کے بعد منکر ہوجاتا ہے کہ میں اپنے پیر سے دریافت کرلوں، بعدازاں یہ شرط قائم کردی، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن شریف کا کوئی پاس نہ رہا؛ بلکہ پیر کی ذات پر انحصار رہا، جب کہ ایجاب وقبول ہوگیا تھا تو اب اجازت کی کیا ضرورت رہی؟ دوسری دختر بکر عاقل بالغہ ہے، بااختیار ہے، شرعاً اس پر بدعہدی کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر (۱) میں تو کوئی فرق نہیں آتا، یا آتا ہے، جب زید کو دختر بکر کو بکر کے منکر ہونے کا حال معلوم ہوا تو زید نے دختر بکر کے پاس جاکر دریافت کیا ہے: تیری کیا رائے ہے تو تو رضامند ہے؟ دختر بکر کہتی ہے کہ میں تو بہت خوش ہوں اور پہلے بھی میں نے تو خوش ہوتے ہوئے قبول کیا تھا اور اب بھی تجھ سے خوش ہوں اور قبول کرتی ہوں؛ بلکہ آپس میں حلفیہ ایجاب وقبول کرکے زید کہتا ہے کہ بہت بہتر ہے۔ دختر بکر زید کے ہاتھ پر قرآن شریف رکھ کر روبرو گواہان کہتی ہے کہ تجھ کو میری ہر بات کا کفیل ہونا پڑے گا، تجھ کو قبول ہے؟ زید تین مرتبہ قبول کرتا ہے۔

بعدازاں دختر بکر جب کہ عاقلہ بالغہ سترہ سالہ طلاق شدہ ہے، روبرو گواہان اپنے ہاتھ پر کلام الٰہی رکھ کر اور کلمہ طیبہ پڑھ کر اور گواہان کا نام لے کر کہتی ہے کہ مجھ کو قبول اور منظور ہے؛ کیوں کہ میں بااختیار ہوں، قسم ہے خدا اور رسول وقرآن شریف کی اور حاضر وناظر جان کر کہتی ہوں اور اپنے باپ کو کہہ دوں گی کہ ہم نے اپنا ایجاب وقبول کرلیا ہے، یہ ہی شرائط نکاح کے اندر ہوتی ہیں وہ پوری ہوگئیں اور میں اپنا نکاح سوائے زید کے دوسری جگہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اگر باپ جبراً زید کو نہیں دے گا تو نکاح ہوچکا ہے، مکان ہی پر تمام عمر گزار دینی ہے، حرام نہیں کھانا ہے؛ کیوں کہ دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔

(۳) کیا شرعاً نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

(۴) اگر زید نکاح تصور کرتے ہوئے دختر بکر سے ہمبستری کرے، یا کرلی ہو تو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۵) کیا سترہ سالہ عاقلہ بالغہ طلاق شدہ لڑکی بااختیار ہوتی ہے، شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

الجواب ________________ حامداً ومصلیاً

(۱) عبارت مذکورہ میں لڑکی کے باپ بکر کا قول کہ ''میں نے لڑکی تجھے دے دی ہے'' مذکور ہے؛ لیکن اس کے جواب میں زید کا کوئی قول نہیں مذکور ہے، نہ معلوم زید نے اس کے جواب میں قبول کیا ہے، یا نہیں؟ اگر زید نے قبول نہیں کیا تو شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا، اگر قبول کیا ہے تو اس کے الفاظ لکھ کر دریافت کیجئے؛ کیوں کہ نکاح صرف ایک کے قول سے منعقد نہیں ہوتا؛ بلکہ ایک ہی مجلس میں ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول گواہوں کے سامنے ضروری ہوتا ہے۔(۱) خدا کے سوا کسی کو حاضر وناظر جاننا بہت بڑا گناہ اور شرک ہے۔(۲)

---

(۱) ومن شرائط الإيجاب والقبول: إتحاد المجلس...وشرط سماع كل من من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما، وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۱٤/۳، ۲۱، ۲۲، سعيد)

(۲) قال علماءنا: من قال: أرواح المشائخ حاضرة، يكفر. (الفتاوىٰ البزازية، الفصل الثاني فيما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون، الفصل الثاني فيما يتعلق بالله تعالىٰ: ٦/ ۳۲٦، رشيديه)

(۲) نمبر (۲) کا جواب متفرع ہے نمبر (۱) کی تنقیح پر، البتہ بلاوجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے؛(۱) لیکن محض وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا۔(۲)

(۳) اگر دونوں نے گواہوں کے سامنے یہی الفاظ کہے ہیں، جو سوال میں تحریر ہیں تو اس سے نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ زید نے نکاح کو قبول نہیں کیا، نہ لفاظ نکاح کا ذکر آیا؛ بلکہ ہر بات کا کفیل ہونے کو قبول کیا ہے، جس کا دختر بکر کے کلام میں ذکر ہے اوراس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر کچھ اور الفاظ کہے ہیں تو وہ لکھ کر دریافت کیا جائے۔(۳)

(۴) نمبر (۴) کا جواب متفرع ہے نمبر (۱) اور نمبر (۳) کی تنقیح پر۔

(۵) سترہ سالہ لڑکی خود مختار ہوتی ہے، شرعاً اس کا نکاح جب کہ وہ اپنی برادری میں مہر مثل پر کرے، باپ کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا؛ بلکہ خود کر سکتی ہے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۵/۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۱/۳۶)

مجلس عقد میں قبول سے انکار کے بعد قبول:

سوال: زید کی بارات عمر کے گھر گئی، قاضی نے نکاح پڑھنا شروع کیا، مہر کی زیادتی کی وجہ سے لڑکے نے انکار کر دیا، اس کے والد نے سمجھایا تو وہ راضی ہوگیا، قاضی صاحب بھی اس دوران ان میں اٹھ کر چلے گئے تھے، پھر واپس آ کر لڑکی کے والد کو بہلایا کہ نکاح پڑھوا لیجئے، اس نے کہا کل فیصلہ ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکے نے دوبارہ آ کر قبول کرنے کا اقرار کرلیا، لڑکی کے والد نے قاضی کو بالکلیہ اختیار دے دیا تھا۔ یہ نکاح درست ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قاضی صاحب نے نکاح کا ایجاب لڑکی کی طرف سے لڑکے کے سامنے پیش کیا، اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر لڑکے کے والد صاحب وہاں سے اٹھ کر دوسری مجلس میں اس کو لے کر گئے، ادھر قاضی صاحب مجلس سے اٹھ

---

(۱) ﴿یاأیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود﴾ قال: هی عقدة النكاح والبیع الحلف والعهد. (أحكام القرآن للجصاص، سورة المائدة، مطلب فی عقود الجاهلیة وعقود الإسلام: ۲/۴۱۴، ۴۱۶، قدیمی)

(۲) لو قال: هل أعطیتنیها فقال: نعم، وإن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۷، رشیدیة)

(۳) ومن شرائط الإیجاب والقبول: إتحاد المجلس ... وشرط سماع كل من من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما، وشرط حضور شاهدین حرین مكلفین سامعین قولهما معاً. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۱۴، ۲۱، ۲۲، سعید)

(۴) وینعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم یعقد علیها ولی بكراً كانت أو ثیبةً عند أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ. (الهدایة، باب فی الأولیاء والأكفاء: ۲/۳۱۳، مكتبة شركة علمیة ملتان)

کر چلے گئے تو پہلا ایجاب بیکار ہوگیا، اب لڑکے کے قبول کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، جب تک لڑکی کی طرف سے اعادہ نہ ہو، غرض ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے۔(۱) طرفین کی رضامندی ہوتو دوبارہ ایجاب وقبول کرادیا جائے گا، نکاح درست ہو جائے گا۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۱۳۹۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۷)

جھوٹے اقرار سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: میری بیوی بھاوج کو ناجائز حمل رہ گیا ہے، میرے والد نے مجھ پر زور دیا کہ تو کہہ کہ میرا نکاح اس سے پہلے ہو چکا ہے، لہٰذا اس نے جبراً اقرار کرلیا؛ لیکن میں نے نہ ہمبستری کی، نہ نکاح تو نکاح وحمل مانا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

ایسے جھوٹے اقرار سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور جب کہ درحقیقت نکاح نہیں ہوا تو حمل بھی ثابت نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۷)

صرف اقرارنامہ لکھنے سے نکاح نہیں ہوتا:

سوال: زید نے اپنی دختر ۱۹/سالہ کی نسبت خالد سے کررکھی تھی، جس کو طے ہوئے تقریباً دس سال ہوئے؛ لیکن ابھی تک نکاح کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ زید کو اپنے شہر سے دوسرے شہر میں بغرض روزگار جانا پڑا، وہاں کے لوگوں نے اس سے کسی نہ کسی طرح سے ایک اقرارنامہ اس مضمون کا لکھالیا کہ میں اپنی دختر کا نکاح اس دوسرے شخص سے کردیا اور کردوں گا اور اگر نہ کروں تو اس قدر ہرجانہ دوں گا۔

زید کہتا ہے کہ یہ اقرارنامہ مجھ سے ایسی حالت میں لکھایا گیا ہے کہ مجھے دودھ دے کر بیہوش کردیا تھا، میں اس جگہ نکاح کرنا نہیں چاہتا، پہلے شخص سے کرنا چاہتا ہوں، آیا زید کا وہ اقرارنامہ لڑکی کا نکاح سمجھا جائے گا، یا محض وعدہ اور انعقاد نکاح سے اس کا کوئی تعلق نہیں، لڑکی خود بالغہ ہے، اس کو اس اقرار کی کچھ خبر نہیں، نہ ایجاب وقبول ہوا، نہ نکاح پڑھا گیا، محض زید کو مجبور کرکے اقرانامہ لکھالیا، اگر زید اپنی لڑکی کا نکاح پہلی جگہ کردے تو شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس میں کوئی شرعی ممانعت تو نہیں؟

الجواب

لڑکی اگرچہ بالغہ ہو، اگر اس کا باپ اس کا نکاح کسی شخص سے بلا اطلاع وبلا موجودگی دختر بالغہ کے کردے اور لڑکی کو

(۱) ”ومن شرائط الإیجاب والقبول: اتحاد المجلس لو حاضرین“. (الدر المختار، کتاب النکاح، مطلب التزوج بإرسال کتاب: ۳/۱۴، سعید)

جس وقت خبر پہنچے تو وہ خاموش رہے تو وہ نکاح صحیح و منعقد ہوجاتا ہے، (کذا فی الدر المختار) (۱) اورلڑکی اس کو فسخ بھی نہیں کرسکتی؛ لیکن انعقادنکاح کے لیے ایجاب وقبول دو گواہوں کے سامنے ہونا شرط ہے، اس طرح کہ وہ دونوں گواہ ایجاب وقبول کو نہیں اور باپ کا یہ کہنا لوگوں کے دباؤ وغیرہ سے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا، ایجاب ہے، اگراس ایجاب کو شوہر نے قبول کرلیا، اگر وہ وہاں موجود تھا اور دو گواہ سننے والے موجود ہیں تو نکاح منعقد ہوگیا، اس طرح اگر شوہر وہاں موجود نہ تھا اور شوہر کی طرف سے کسی دوسری شخص ولی، یا فضولی نے قبول کرلیا، شاہدین کے سامنے اور پھر شوہر کو خبر ہونے پر وہ اس نکاح پر راضی رہا اور اس نے اس کو رد نہ کیا؛ بلکہ جائز رکھا اور قبول کیا، تب بھی نکاح منعقد ہوگیا، (کذا فی الدالمختار) (۲) اوراگر باپ کے اس کہنے کے بعد کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح فلاں شخص سے کردیا، کسی نے اس کو قبول نہیں کیا، نہ شوہر نے، نہ اس کے ولی وغیرہ نے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوا، (ھکذا فی کتب الفقه) (۳) اورفقہ نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ نشہ والے کے تصرفات بیع وشراو نکاح دختر وغیرہ نافذ و صحیح ہوتے ہیں، پس یہ عذر باپ کا کہ میں بیہوش تھا اور نشہ میں تھا، لغو اور باطل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۷-۸۲)

---

(۱) "وإن زوجها بغير استيمار فقد أخطا السنة، وتوقف علىٰ رضاها،بحرعن المحيط". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الأ لياء والأكفاء: ۱۹۴/۳،رشيدية،انيس)

"لايجوزنكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغيرإذنها،بكراً كانت أوثيباً،فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علىٰ إجازتها،فإن أجازته جاز،وإن ردته بطل،كما في السرا ج الوهاج". (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح،الباب الرابع فى الأولياء: ۲۸۷/۱،رشيدية،انيس)

(۲) (وَلَا تُجبَرُ الْبَالِغَةُ الْبِكْرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ بِالْبُلُوغِ (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا هُوَ) أَىْ الْوَلِيُّ وَهُوَ السُّنَّةُ (أَوْ وَكِيلُهُ أَوْ رَسُولُهُ أَوْ زَوَّجَهَا) وَلِيُّهَا وَأَخْبَرَهَا رَسُولُهُ أَوْ الْفُضُولِيُّ عَدْلٌ (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً (أَوْ ضَحِكَتْ غَيْرَ مُسْتَهْزِئَةٍ أَوْ تَبَسَّمَتْ أَوْ بَكَتْ بِلَا صَوْتٍ) فَلَوْ بِصَوْتٍ لَمْ يَكُنْ إذْنًا وَلَا رَدًّا حَتَّى لَوْ رَضِيَتْ بَعْدَهُ انْعَقَدَ سِرَاجٌ وَغَيْرُهُ، فَمَا فِي الْوِقَايَةِ وَالْمُلْتَقَى فِيهِ نَظَرٌ (فَهُوَ إذْنٌ). (الدرالمختار،باب الولى: ۵۸-۵۹،دارالفكربيروت،انيس)

(۳) (وَيَنْعَقِدُ) مُتَلَبِّسًا (بِإِيجَابٍ) مِنْ أَحَدِهِمَا (وَقَبُولٍ) مِنْ الْآخَرِ (وَضْعًا لِلْمُضِيِّ) لِأَنَّ الْمَاضِيَ أَدَلُّ عَلَى التَّحْقِيقِ (كَزَوَّجْتُ) نَفْسِي أَوْ بِنْتِي أَوْ مُوَكِّلَتِي مِنْكَ (وَ) يَقُولُ الْآخَرُ (تَزَوَّجْتُ، وَ) يَنْعَقِدُ أَيْضًا (بِمَا) أَيْ بِلَفْظَيْنِ (وُضِعَ أَحَدُهُمَا لَهُ) لِلْمُضِيِّ (وَالْآخَرُ لِلِاسْتِقْبَالِ) أَوْ لِلْحَالِ، فَالْأَوَّلُ الْأَمْرُ (كَزَوِّجْنِي) أَوْ زَوِّجِينِي نَفْسَكَ أَوْ كُونِي امْرَأَتِي فَإِنَّهُ لَيْسَ بِإِيجَابٍ بَلْ هُوَ تَوْكِيلٌ ضِمْنِيٌّ ،الخ. (الدرالمختار،كتاب النكاح: ۹/۳-۱۰،دارالفكربيروت،انيس)

(وينعقد) أى: يثبت انعقاد ذلك العقد الخاص (بإيجاب وقبول) والانعقاد ارتباط أحد الكلامين بالآخر على وجه يسمى باعتباره عقداً شرعياً متعقباً لأحكامه وذلك بوقوع الثانى جواباً معتبراً محققاً لفرض الكلام السابق ويسمع كل واحد من المتعاقدين كلام صاحبه كذا فى (الفتح). (النهرالفائق،كتاب النكاح: ۱۷۶/۲،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

(وَرُكْنُهُ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ)؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ يُوجَدُ بِهِمَا، وَرُكْنُ الشَّيْءِ مَا يُوجَدُ بِهِ كَأَرْكَانِ الْبَيْتِ. (الإختيار لتعليل المختار، كتاب النكاح: ۸۲/۳،مطبعة الحلبى،انيس)

عقد نکاح کے بعد انکار سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۶ر فروری ۱۹۳۰ء)

سوال: زید نے خالدہ سے برضا ورغبت تقریباً ایک سو آدمیوں کے مجمع میں خالدہ خانم کے مکان پر جو زید کے مکان سے ۲۵ر میل کے فاصلے پر ہے نکاح کیا، گواہ وغیرہ سب موجود تھے، جب زید اپنے مکان پر واپس آیا تو اس نے اپنے رشتہ داروں کے دریافت کرنے پر نکاح ہونے سے انکار کیا۔اس انکار میں مصلحت یہ تھی کہ اگر یکا یک رشتہ داروں کو معلوم ہوگا تو صدمہ ہوگا اور آپس میں رنجش وکشیدگی ہوگی۔اب اگر ہفتے کے بعد نکاح ہونے کا اقرار کرتا ہے تو آیا نکاح ٹوٹ گیا؟

الجواب

اگر پہلے نکاح حسب قاعدہ شرعیہ منعقد ہو چکا ہے تو زید کا بغرض اخفا نفی میں جواب دینا موجب فسخ نکاح نہیں ہوسکتا۔(۱) زیادہ سے زیادہ یہ کہ زید پر کذب بیانی کا الزام عائد ہوگا؛ مگر منعقدہ شدہ نکاح بدستور قائم اور صحیح رہے گا۔واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۶/۵)

نکاح ہوا کہ ہبہ نامہ لکھیں گے، ہبہ نامہ نہیں لکھا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنی بیٹے عمر کا نکاح خالد کی لڑکی زاہدہ سے کیا، وقت انعقاد مہر میں گفتگو ہوئی، غرض یہ کہ لڑکے کے باپ نے یہ کہا کہ ہم اپنی جائیداد میں سے کچھ اس کو ہبہ کر دیں گے، جائیداد ہبہ بھی کر دیا، یہ سب کچھ ہوسکتا ہے؛ مگر مہر اس کے سوسوا سو سے زیادہ نہیں باندھے جاویں گے، پس نکاح سوا سو پر ہو گیا، اب خالد کی طرف سے تقاضا ہوا کہ ایسا ہبہ نامہ لکھو کہ جس کا مضمون جز ومہر، یا شرط عقد ہو، ورنہ نکاح تام نہ ہوگا؛ بلکہ معلق رہے گا، زید کہتا ہے کہ ہبہ نامہ مطلق لکھیں گے، نکاح تام ہوا، یا معلق؟

الجواب

اس صورت میں نکاح تام ہو گیا، نکاح میں کچھ توقف نہیں رہا، زید نے جو کہا، صحیح کہا اور خالد کا قول غلط ہے؛ کیوں کہ نکاح تعلیق کو قبول نہیں کرتا اور نکاح معلق صحیح نہیں ہوتا۔

کما فی الدر المختار: والنکاح لایصح تعلیقه بالشرط. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷۴/۷)

---

(۱) البیان یعتبر بالابتداء إن صح، وإلا فلا. (قواعد الفقه، ص: ٦٥، (رقم القاعدة: ٦٣)، الصدف پبلشرز)

(۲) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ٤٠٥/٢، ظفیر

(لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُ النِّكَاحِ بِالشَّرْطِ) مِثْلُ أَنْ يَقُولَ لِبِنْتِهِ إنْ دَخَلْتِ الدَّارَ زَوَّجْتُكِ فُلَانًا، وَقَالَ فُلَانٌ تزَوَّجْتُهَا فَإِنَّ التَّعْلِيقَ لَا يَصِحُّ، وَإِنْ صَحَّ النِّكَاحُ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ التَّعْلِيقَ بِالشَّرْطِ يَخْتَصُّ بِالْإِسْقَاطَاتِ الْمَحْضَةِ الَّتِي يَحْلِفُ بِهَا كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَلَا يَتَعَدَّاهَا وَالنِّكَاحُ لَيْسَ مِنْهَا. (درر الحكام شرح غرر الحكام، باب الولي والكفء: ٣٣٤/١، دار إحياء الكتب العربية بيروت، انيس)

باپ اور تین عورت کی موجودگی میں لڑکی کا یہ کہنا کہ: اگر تم کو منظور ہے تو میں نے بھی منظور کرلیا۔ نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ہندہ نے اپنے لڑکے بکر سے بموجودگی خالد وصالحہ وکلیمہ یہ کہا کہ تم اپنا نکاح عائشہ سے کرنا، بکر نے جواب دیا کہ اگر عائشہ کو منظور ہے تو میں نے منظور کرلیا، عائشہ نے جواب میں کہا کہ اگر تم منظور کرتے ہو تو میں بھی منظور کرتی ہوں۔ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاوے گا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا، (۱) اور مہر مثل لازم ہو گیا۔

كما في الدر المختار: وكذا يجب مهر المثل فيما إذا لم يسم مهراً. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۸/۷) ☆

☆ ☆ ☆

(۱) اس لیے ایجاب وقبول باہم پایا گیا۔

(وَيَنْعَقِدُ) مُتَلَبِّسًا (بِإِيجَابٍ) مِنْ أَحَدِهِمَا (وَقَبُولٍ) مِنَ الْآخِرِ (وَضْعًا لِلْمُضِيِّ) لِأَنَّ الْمَاضِيَ أَدَلُّ عَلَى التَّحْقِيقِ (كَزَوَّجْتُ) نَفْسِي أَوْ بِنْتِي أَوْ مُوَكِّلَتِي مِنْكَ (وَ) يَقُولُ الْآخَرُ (تَزَوَّجْت، وَ) يَنْعَقِدُ أَيْضًا (بِمَا) أَيْ بِلَفْظَيْنِ (وُضِعَ أَحَدُهُمَا لَهُ) لِلْمُضِيِّ (وَالْآخَرُ لِلِاسْتِقْبَالِ) أَوْ لِلْحَالِ، فَالْأَوَّلُ الْأَمْرُ (كَزَوِّجْنِي) أَوْ زَوِّجِينِي نَفْسَكَ أَوْ كُونِي امْرَأَتِي فَإِنَّهُ لَيْسَ بِإِيجَابٍ بَلْ هُوَ تَوْكِيلٌ ضِمْنِيٌّ ،الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳٦١/٢،ظفير)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار ،باب المهر: ٤٦٠/٢،ظفير

☆ **معلق نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے:**

سوال: ایک شخص نے قسم کھا کر ایک طالبعلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر ہم ہندوستان جا کر علم حاصل کر کے آ ؤ گے تو میں نے تم کو اپنی یہ صغیرہ دے دی اور اس طالب علم نے بھی اس مجلس میں کہا کہ میں نے قبول کی اور یہ معاملہ چند معتبر اشخاص کے سامنے ہوا تھا اور اب وہ طالب علم پڑھ کر آ گیا ہے اور لڑکی بالغہ ہو گئی ہے تو نکاح اس صورت میں منعقد ہوا تھا، یا نہیں؟ اور اس لڑکی کا نکاح دوسرے سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح نہیں ہوا ہے۔ (كمافي الدرالمختار: والنكاح لايصح تعليقه با لشرط كتزوجتك ان رضى ابى لم ينعقدالنكاح،الخ. وفي الشامي: (قوله: والنكاح لا يصح تعليقه بالشرط) المراد أن النكاح المعلق بالشرط لايصح لامايوهمه ظاهر العبارة من أن التعليق يلغوويبقى العقدصحيحاً،الخ. (شامي: ٣٩٤/٢) پس جب کہ نکاح صغیرہ کا طالب علم مذکور کے ساتھ منعقد نہیں ہوا تو اس ولی دوسرے شخص سے نکاح اس کا کرسکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۶/۷-۲۷۷)

شرط کے ساتھ نکاح

مشروط نکاح درست ہے، اگر چہ شرط پوری نہ کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر نے زید سے درخواست کی کہ تو اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دے، میں ہمیشہ تیری خدمت میں رہوں گا اور کسی امر میں نافرنی نہ کروں گا۔ زید نے اس کے جواب میں کہا کہ میری شرطیں یہ ہیں کہ تو اپنی جائے قیام کو چھوڑ کر میرے پاس رہے، میرے خلاف نہ ہو اور اتنے میرے گھر کے آدمی وہاں رہیں، ان کے خرچ کا متکفل ہو اور نکاح کے معاملہ کو فاش نہ کرے تو میں اس وقت تیرا نکاح کئے دیتا ہوں اور پھر جب میرے گھر کے آدمی آجائیں، ان کی رضامندی لے کر تیرا دستور کے موافق پھر نکاح پڑھا کر رخصت کر دوں گا، یہ کہہ کر محض اس کے اطمینان کے لیے دو آدمیوں کے سامنے ایجاب وقبول کرایا؛ یعنی نابالغ کی طرف سے زید نے خود ولی کی صورت نکاح کر دیا، اس کے بعد جب گھر کے آدمی زید کے آگئے تو نہ تو دختر کی ماں یعنی زید کی بیوی رضامند ہوئی، نہ عمر نے شرائط مذکورہ میں سے کوئی شرط پوری کی؛ یعنی نکاح کا راز بھی فاش کر دیا اور اپنی جائے مسکونہ چھوڑ کر زید کے پاس بھی رہا اور اس کے خرچ کا متکفل بھی نہ ہوا اور باوجود اس کے اب مصر ہے کہ میری بیوی کو رخصت کر دو، اس صورت میں شرائط مذکورہ کا لحاظ ہو کر نکاح ناجائز قرار دیا جاوے گا، یا یہ نکاح جائز قرار دے کر شرائط کا بالکل لحاظ نہ کیا جاوے گا۔

الجواب ـــ

اس صورت میں نکاح ہوگیا، شرائط کے پورا نہ کرنے سے نکاح میں فرق نہیں آیا، اگر چہ شوہر کو دیانۃً پورا کرنا شرائط کا ضروری تھا؛ مگر پورا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ مفتی مدرسہ ہٰذا (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۰۸-۱۰۹)

نکاح شرطی باطل ہے:

سوال: ایک شخص نے نکاح شرطی ایجاد کیا ہے، جس کی شرطیں یہ ہیں:

(۱) وللولی نکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولوثیباً ... لزم النکاح. (الدرالمختار: ۲۱۲/۱، باب الولی)

ولا یثبت فی النکاح خیار الرویة والعیب و الشرط، إلٰی قوله، حتٰی أنه إذا فعل ذلک فالنکاح جائز والشرط باطل، الخ. (عالمگیری مصری: ۲۵۵/۱، ظفیر)

ایک شخص ایک سال میں بارہ عقد کرسکتا ہے اور مہر دس بیس درہم کرسکتا ہے، عورت نکاح شرطیہ کو بھی اختیار ہے کہ بلا اجازت مرد کے نکاح سے علاحدہ ہوسکتی ہے، نکاح شرطی طوائفوں کے ساتھ جائز ہے، موجد اس کا ثبوت درمختار اور عالمگیری وغیرہ سے دیتا ہے۔ یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

درمختار کی عبارت یہ ہے:

(وَالنِّكَاحُ لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ) كَتَزَوَّجْتُكَ إِنْ رَضِيَ أَبِي لَمْ يَنْعَقِدِ النِّكَاحُ. (شامی، ص: ۲۹٤)(۱)

(ترجمہ یہ ہے: اور نکاح کو معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں ہے، جیسا کہ یہ کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا، اگر میرا باپ راضی ہو، اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔)

پس معلوم نہیں کہ مجوز کا کیا منشا ہے اور کس دلیل سے وہ کہتا ہے، اس کے قول کا بطلان عبارت درمختار مذکورہ سے ظاہر ہے اور نکاح متعہ اور موقت بھی باطل ہے۔

كما في الدر المختار: (وَبَطَلَ نِكَاحُ مُتْعَةٍ، وَمُؤَقَّتٍ). (۲)

(اور باطل ہے نکاح متعہ اور موقت۔) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۹/۷-۱۲۰)

شرط کے ساتھ نکاح:

سوال: زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ ہندہ سن بلوغ تک اپنے باپ کے گھر رہے گی۔ اس درمیان میں جب عید برأت آئی تو زید نے ولی ہندہ؛ یعنی اس کے باپ سے درخواست کی کہ آج عید برات ہونے کے باعث میرے گھر ہندہ کی حاضری ضروری ہے، جس پر ولی ہندہ نے ہندہ کو زید کے گھر اس شرط پر روانہ کیا کہ بعد اختتام عید فوراً ہندہ کو واپس روانہ کردے، ہندہ جب زید کے گھر پہنچی تو زید نے اپنی منکوحہ ہندہ کو ولیٔ ہندہ کے گھر واپس بھیجنے سے انکار کردیا۔ ہندہ اس تردد کی حالت میں خود ہی اپنے باپ ہی کے گھر چلی گئی۔ ہندہ جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچی ہے۔ مذکورہ شرط کے مطابق اپنے باپ ہی کے گھر رہنا چاہتی ہے۔ زید نے اس ضد پر کہ ہندہ بلا اجازت باپ کے گھر چلی گئی۔ نکاح ثانی کرلیا۔ اب زید ہندہ کو نہ طلاق دیتا ہے، نہ نفقہ تو کیا اس صورت میں ولیٔ ہندہ کو یہ حق ہے کہ زید سے طلاق، مہر اور نفقہ کا مطالبہ کرے؟ کیا ولیٔ ہندہ کو شریعت نے یہ اختیار دیا ہے کہ خود ہی قاضی، یا مجسٹریٹ سے نکاح کی تنسیخ کرالے؛ کیوں کہ زید نے ایفائے شرط نہ کرکے اور خود نکاح ثانی کرکے ہندہ کی زندگی کی مٹی پلید کردی، یہ سارے واقعات نکاح سے چھ ماہ کے اندر گزرے ہیں۔

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار فصل في المحرمات: ۴۰۵/۲، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۴۰۳/۲، ظفير

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

هو المصوب: سائل کا یہ قول کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا تھا کہ ہندہ سن بلوغ تک اپنے باپ ہی کے ہاں رہے، اگر اس سے مراد ہے کہ زید نے ہندہ سے نکاح کرتے وقت عین ایجاب میں یہ کہا ہو کہ ہندہ سے اس کے بلوغ تک اس کے ولی کے یہاں رہنے کی شرط پر نکاح کرتا ہوں، یا مذکورہ شرط پر قبول کرتا ہوں؛ یعنی ایجاب وقبول جو رکنِ عقد ہے، اسی میں شرط کو داخل کیا ہو تو وہ شرط خود باطل ہے اور نکاح صحیح ہے، چناں چہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

والنكاح لايصح تعليقه بالشرط ولااضافته ولكن لايبطل بالشرط ويبطل الشرط،انتهىٰ. (۱)

اگر اس سے فقط وعدہ مراد ہے یعنی ایجاب وقبول سے پہلے یا بعد ہندہ کو اس کے اپنے باپ کے یہاں بلوغ تک چھوڑے رکھنے کا وعدہ کیا ہے تب بھی اس کا وفا کرنا قضاء لازم نہیں ہے، چناں چہ فتاویٰ حامدیہ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:

لَا يَلْزَمُهُ الْوَفَاءُ بِوَعْدِهِ شَرْعًا وَإِنْ وَفَّى فَبِهَا وَنِعْمَتْ،انتهىٰ. (۲)

ہاں عنداللہ گنہگار ہوگا۔ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (۳)

اور حدیث شریف میں وعدہ خلافی کا علاماتِ نفاق میں سے ہونا ثابت ہے، پس اس بنا پر اگر ہندہ بالکل صغیرہ ہو کہ نہ وطی کئے جانے کے قابل ہو، نہ خدمت کے لائق ہو تو اس کا نفقہ خاوند پر واجب نہیں، چاہے وہ خاوند کے پاس ہو، یا باپ یا کسی دوسرے ولی کے یہاں ہو۔ اگر ان باتوں کے قابل ہوتے ہوئے خاوند کے پاس ہے، یا خاوند نے اس کو بغیر اپنے یہاں بلائے، اس کے ولی کے یہاں چھوڑ رکھا ہے اور اگر بلایا تو خاوند کے پاس جانے سے انکار بھی نہیں کرتی تو اس کا نفقہ خاوند پر واجب ہے، چناں چہ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

”المرأة إن كانت صغيرة مثلها لايؤطأ ولايصلح للجماع فلا نفقة لها عندها حتىٰ تصير إلى الحالة التى تطيق الجماع سواء كانت فى بيت الزوج أوفى بيت الأب“،انتهىٰ. (۴)

درمختار میں ہے:

فتجب للزوجة على زوجها ولوكانت صغيرة تطيق الوطء أوتشتهى للوطء فيما دون الفرج حتىٰ لولم تكن كذلك كان المانع منها فلا نفقة وكذا صغيرة تصلح للخدمة أوللاستئناس إن

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة، باب حكم الشرط فى الهبة: ٤٤٤/٤، ط، دارالكتب العمية بيروت، انيس

(۲) العقود الدرية فى تنقيح الفتاویٰ الحامدية، مسائل وفوائد شتى من الحظروالإباحة: ٣٢١/٢، دارالمعرفة بيروت، انيس

(۳) سورة الإسراء: ٣٤، انيس

(۴) الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، باب النفقات: ٥٦٨/١، انيس

أمسكها في بيته عند الثاني ولوهي في بيت أبيها ولم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتى وكذا إذا طالبها ولم تمنع،انتهىٰ ملخصاً.(۱)

پس زید نے ہندہ سے اگر خلوۃ صحیحہ کی ہے،تو مکمل مہر کی ادائیگی لازم ہوگی، چناں چہ درمختار میں لکھا ہے:

وَيَتَأَكَّدُ (عِنْدَ وَطْءٍ أَوْ خَلْوَةٍ صَحَّتْ) مِنَ الزَّوْجِ (أَوْ مَوْتِ أَحَدِهِمَا).(۲)

صحیحہ یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں بغیر مانع حسی، یا طبعی، یا شرعی کے اور بغیر اس صغرسنی کے جس سے جماع کی سکت نہ ہو، دونوں ایک گھر میں تنہا مل رہیں کہ وہاں ان کی اجازت کے بغیر کوئی نہ آسکے، چناں چہ درمختار میں لکھا ہے:

(وَالْخَلْوَةُ)... (بِلَا مَانِعٍ حِسِّيٍّ) كَمَرَضٍ لِأَحَدِهِمَا يَمْنَعُ الْوَطْءَ (وَطَبْعِيٍّ) كَوُجُودِ ثَالِثٍ عَاقِلٍ ... (وَشَرْعِيٍّ) كَإِحْرَامٍ لِفَرْضٍ أَوْ نَفْلٍ(وَ)مِنَ الْحِسِّيِّ (رَتَقٌ) بِفَتْحَتَيْنِ: التَّلَاحُمُ (وَقَرْنٌ) بِالسُّكُونِ: عَظْمٌ (وَعَفَلٌ) بِفَتْحَتَيْنِ: غُدَّةٌ (وَصِغَرٌ) وَلَوْ بِزَوْجٍ (لَا يُطَاقُ مَعَهُ الْجِمَاعُ وَ) بِلَا (وُجُودِ ثَالِثٍ مَعَهُمَا).(۳)

زید کا ہندہ کو بغیر طلاق دیئے، یا اس سے بغیر خلع کرائے ہندہ کا کاح فسخ نہ ہوگا۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ۔الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔(فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۵۸-۱۶۰)

نکاح میں شرطیں لگانا:

سوال (الف) عمر نے اپنی لڑکی کا نکاح کرنے سے قبل از رخصتی [کرتے وقت] اپنے داماد زید کے سامنے یہ شرطیں رکھیں:

---

(۱) (فَتَجِبُ لِلزَّوْجَةِ) بِنِكَاحٍ صَحِيحٍ، فَلَوْ بَانَ فَسَادُهُ أَوْ بُطْلَانُهُ رَجَعَ بِمَا أَخَذَتْهُ مِنَ النَّفَقَةِ بَحْرٌ (عَلَى زَوْجِهَا)؛ لِأَنَّهَا جَزَاءُ الِاحْتِبَاسِ، وَكُلُّ مَحْبُوسٍ لِمَنْفَعَةِ غَيْرِهِ يَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ كَمُفْتٍ وَقَاضٍ وَوَصِيٍّ زَيْلَعِيٌّ، وَعَامِلٍ وَمُقَاتِلَةٍ قَامُوا بِدَفْعِ الْعَدُوِّ وَمُضَارِبٍ سَافَرَ بِمَالِ مُضَارِبِهِ، وَلَا يَرِدُ الرَّهْنُ لِحَبْسِهِ لِمَنْفَعَتِهِمَا،(وَلَوْ صَغِيرًا) جِدًّا فِي مَالِهِ لَا عَلَى أَبِيهِ إِلَّا إِذَا كَانَ ضَمِنَهَا كَمَا مَرَّ فِي الْمَهْرِ (لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوَطْءِ)؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنْ قِبَلِهِ (أَوْ فَقِيرًا وَلَوْ) كَانَتْ (مُسْلِمَةً أَوْ كَافِرَةً أَوْ كَبِيرَةً أَوْ صَغِيرَةً تُطِيقُ الْوَطْءَ) أَوْ تَشْتَهِي لِلْوَطْءِ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ، حَتَّى لَوْ لَمْ تَكُنْ كَذَلِكَ كَانَ الْمَانِعُ مِنْهَا فَلَا نَفَقَةَ كَمَا لَوْ كَانَا صَغِيرَيْنِ (فَقِيرَةً أَوْ غَنِيَّةً مَوْطُوءَةً أَوْ لَا) كَأَنْ كَانَ الزَّوْجُ صَغِيرًا أَوْ كَانَتْ رَتْقَاءَ أَوْ قَرْنَاءَ أَوْ مَعْتُوهَةً أَوْ كَبِيرَةً لَا تُوطَأُ، وَكَذَا صَغِيرَةٌ تَصْلُحُ لِلْخِدْمَةِ أَوْ لِلِاسْتِئْنَاسِ (إِنْ أَمْسَكَهَا فِي بَيْتِهِ عِنْدَ الثَّانِي وَاخْتَارَهُ فِي التُّحْفَةِ؛ وَلَوْ مَنَعَتْ نَفْسَهَا لِلْمَهْرِ) دَخَلَ بِهَا أَوْ لَا وَلَوْ كُلُّهُ مُؤَجَّلًا عِنْدَ الثَّانِي وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ، وَارْتَضَاهُ مُحَشِّي الْأَشْبَاهِ؛ لِأَنَّهُ مَنْعٌ بِحَقٍّ فَتَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ (بِقَدْرِ حَالِهِمَا) بِهِ يُفْتَى وَيُخَاطَبُ بِقَدْرِ وُسْعِهِ وَالْبَاقِي دَيْنٌ إِلَى الْمَيْسَرَةِ، وَلَوْ مُوسِرًا وَهِيَ فَقِيرَةٌ لَا يَلْزَمُهُ أَنْ يُطْعِمَهَا مِمَّا يَأْكُلُ بَلْ يُنْدَبُ،(وَلَوْ هِيَ فِي بَيْتِ أَبِيهَا) إِذَا لَمْ يُطَالِبْهَا الزَّوْجُ بِالنَّقْلَةِ بِهِ يُفْتَى؛ وَكَذَا إِذَا طَالَبَهَا وَلَمْ تَمْتَنِعْ أَوْ امْتَنَعَتْ (لِلْمَهْرِ أَوْ مَرِضَتْ فِي بَيْتِ الزَّوْجِ) فَإِنَّ لَهَا النَّفَقَةَ اسْتِحْسَانًا لِقِيَامِ الِاحْتِبَاسِ.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،كتاب الطلاق،باب النفقة:٢٨٣/٥،ط،رياض،انيس)

(۲) الدر المختار،باب المهر:١٠٢/٣،دارالفكربيروت،انيس

(۳) الدر المختارعلىٰ هامش ردالمحتار،كتاب الطلاق، باب المهر:٢٤٩/٤-٢٥٠،ط:رياض،انيس

(۱) اگر زید نے اس لڑکی کی حیات میں دوسری شادی کی تو اس کی منکوحہ ثانیہ پر طلاقِ مغلظہ۔

(۲) مہر بغیر عمر کی مرضی کی معاف نہ ہوگا۔

(۳) اگر لڑکی پر ظلم وتعدی کیا گیا تو عمر لڑکی کو ازخود طلاق دے سکتا ہے (وغیرہ)۔

(ب) دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ پہلے شرط کا وقوع کیا زید کے دستخط کرنے سے ہوجائے گا؟ نیز کسی ایسی شرط کا، یا شرط لگانے والے کا شرعا کیا حکم ہے؟ گناہ گار ہوگا، یا نہیں؟ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، یا صغیرہ کا؟

(ج) اگر زید کی وجہ سے مثلاً طلاق وغیرہ کا خطرہ ہے تو کیا یہ شرط اور شرط لگانے والا ان دونوں پر کسی گناہ کا اندیشہ ہے؟

(د) زید کا شرائطِ بالا، یا صرف شرطِ اول پر دستخط کرنا کیسا ہے؟ دستخط کرنے کے بعد پہلی شرط سے نجات کی کیا صورت ہے؟ مطلب یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیسے کرے گا؟

(ھ) پہلی شرط کو جائز سمجھنے والا کیسا ہے؟ شرط نمبر: ۲ پر زید کے دستخط کے بعد اس کا وقوع بھی ہوگا، یا نہیں؟ یعنی کیا معافی مہر کا اختیار عمر کو رہے گا یا اس کی لڑکی کو؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

طلاقِ مغلظہ دینا دلوانا گناہ کبیرہ ہے، اس کی شرط کرنا اور شرط کو منظور کرنا بھی گناہ کبیرہ ہوگا۔ زید کا شرط مذکور پر دستخط کردینا اس کی رضامندی کے لیے کافی ہے اور اب اگر زید اپنی زوجہ اول کے زندہ ہوتے ہوئے نکاحِ ثانی کرے گا تو اس کی زوجہ ثانیہ پر طلاق مغلظہ پڑ جائے گی۔

”(قوله: ثلاثاً في طهر أو بكلمة بدعي) والمراد بها هنا المحرمة؛ لأنهم صرحوا بعصيانه“. (كذا في البحر: ۲۳۹/۳)(۱)

زید کا اپنی زوجہ اول کے زندہ ہوتے ہوئے نکاح کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ زید نہ خود نکاح کرے اور نہ کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنائے؛ بلکہ کسی فہیم آدمی کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے یہ شرط لگادی ہے کہ میں اگر زوجۂ اُولیٰ کی حیات میں نکاح کروں تو زوجۂ ثانیہ پر طلاق مغلظہ ہو اور مجھ کو نکاحِ ثانی کی ضرورت ہے اور اس کی شرعا یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کوئی آدمی بلا میری اجازت نکاح کردے اور مجھ کو خبر کردے میں اس کو سن کر عملا جائز رکھوں تو نکاح صحیح ہوجائے گا اور زوجۂ ثانیہ پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، پھر وہ فہیم آدمی کسی مناسب جگہ اس طرح نکاح کردے تو درست ہوگا۔

”وفي البحر نقلاً عن البزازية: والتزوج أولٰى من فسخ اليمين في زماننا، وينبغي أن يجيء إلٰى عالم ويقول له ما حل واحتياجه إلٰى نكاح الفضولي، فيزوجه العالم امرأة، ويجيز بالفعل فلا يحنث، آه“. (كذا في الشامي: ۶۸۳/۲)(۲)

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۴۱۷/۳، رشيديه

(۲) رد المحتار، باب التعليق، مطلب في فسخ اليمن المضافة إلى الملك: ۳۴۸/۳، سعيد

(۲) مہر لڑکی کا حق ہے، اس کی معافی کا تعلق لڑکی ہی سے ہے، بالغہ ہونے پر خود لڑکی اور اس کی اجازت سے اس کا باپ بھی معاف کرسکتا ہے، بغیر لڑکی کی اجازت کے اور رضامندی کے باپ کو معاف کرنے کا حق نہیں اور نابالغہ کی اجازت غیر معتبر ہے۔

"**(وصح حطها) وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف علىٰ إجازتها ولا يدين رضاها، آه**". (كذا في الشامي: ٤٦٤/٢)(١)

(۳) عمر کا زید سے مذکورہ شرط لگانا درست ہے اور عمر کو زید کے ظلم وتعدی کے وقت اپنے لڑکی کو زید کی طرف سے طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔

"**وإذا وجدت الحاجة المذكورة، أُبيح**". (كذا في الشامي: ٥٧٢/٢)(٢)

مگر طلاق مغلظہ نہ ہو؛ بلکہ طلاقِ بائن غیر مغلظہ کا اختیار ہوگا۔

"**رجل قال الآخر: إن أمرأتي بيدك إلىٰ سنة، صار بيده إلىٰ سنة، حتىٰ لو أراد أن يرجع لا يملك، وإذا تم خرج الأمر من يده، كذا في التجنيس**". (كذا في الفتاوى العالكميرية: ٧٠/٢)(٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۲۷-۵۲۸)

نکاح میں شرط لگانا باطل ہے؛ مگر نکاح ہوجاتا ہے:

سوال: فی زماننا بعض اہل دختر معروف شرط قرار دے کر صاحب فرزند سے رشتہ؛ یعنی سانٹا لیتا ہے۔ شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح دونوں صحیح ہوجاتے ہیں اور شرط باطل ہے اور مہر ہر ایک کا علاحدہ علاحدہ واجب ہوتا ہے، (۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۷۱)

فاسد شرط کے ساتھ بھی نکاح ہوجاتا ہے:

سوال: کسی شرط پر اگر نکاح کیا جائے تو ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

(۱) رد المحتار، باب المهر، مطلب في حط المهر والابراء منه: ١١٣/٣، سعيد

(۲) رد المحتار، كتاب الطلاق: ٢٢٨/٣، سعيد

(۳) الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني في الأمر باليد: ٣٩٣/١، رشيدية

(۴) ووجب مهر المثل في نكاح الشغار هو أن يزوجه بنته علىٰ أن يزوجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوضة بالعقدين وهو منهي عنه بخلوه عن المهر فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغار. (الدر المختار، على هامش رد المحتار، باب المهر، نكاح الشغار: ٤٥٧/٢، ظفير)

الجواب

کسی شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے اور شرط لغو ہوجاتی ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۵/۷-۱۱۶)

ایک ناجائز شرط کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک عورت ایک شخص سے اس شرط پر نکاح کرنا چاہتی ہے کہ تین ماہ تک پردہ نہ کروں گی اور اس وقت اپنا روپیہ وغیرہ وصول کرلوں گی، اس صورت میں نکاح اس عورت سے کیا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح کرنا اس عورت سے جائز ہے، نکاح کرلینا چاہیے، بعد نکاح کے جس طرح ہو، اس کے روپے کے وصول کرنے کا انتظام کیا جاوے اور پردہ شرعی کرانا چاہیے، عورت اس شرط پر کہ تین ماہ تک پردہ نہ کروں گی، عمل نہ کیا جاوے، بعد نکاح کے وہ عورت شوہر کی محکوم ہوجاوے گی، اس کا کچھ اختیار نہ ہوگا۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۰/۷)

بے ہودہ شرائط کے ساتھ جو نکاح کیا جائے، وہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی عورت اپنی نکاح کسی کے ساتھ ایسی شرائط کے ساتھ کرے، جن میں یہ راز پوشیدہ ہو کہ اس کا تعلقات ناجائز، جو کسی ایک کے ساتھ وہ قبل نکاح کے رکھتی ہے، بعد نکاح کے بھی رہیں گی اور اس راز کو شوہر سے پوشیدہ رکھ کر فقرات مہمل میں اقرار لکھائے تو اس قسم کا نکاح جن کی بنا اور غرض ایک شخص کو دام تزویج میں پھنسا کر روپیہ، یا مال حاصل کرنا مقصود ہو، شرعاً جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور بعد معلوم ہوجانے اس راز کے شوہر کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا، (۳) باقی جو وعدے اس نے اس سے دھوکہ دے کرلیا ہے، بعد اطلاع کے اس پر کاربند نہ ہو۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۴/۷)

تعلیق نکاح بالشرط کا مفہوم:

سوال: فقہا لکھتے ہیں کہ تعلیق نکاح بالشرط میں شرط لغو ہوتی ہے اور نکاح صحیح، اس کے کیا معنی ہیں؟ زید نے اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر کی کہ ناکح بعد النکاح دوسری شادی، یا فلاں کام کرنے پر طلاق، کیا اس شرط کی وقوع سے طلاق پڑے گی، یا نہیں؟ اگر پڑتی ہے تو شرط لغو ہونے کے کیا معنی؟

الجواب

تعلیق نکاح بالشرط کے یہ معنی ہیں کہ نکاح کو کسی شرط پر معلق کرے، مثلاً: یہ کہ اگر میرا باپ راضی ہو تو میں نے نکاح کردیا۔

(۱-۳) ولٰکن لایبطل النکاح بالشرط الفاسد وإنما یبطل الشرط دونه یعنی لوقعد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۰۵/۲، ظفیر)

یہ لغو ہے، نکاح نہ ہوگا اور اگر شوہر نکاح کے بعد کسی شرط پر طلاق کو معلق کرے تو وہ تعلیق طلاق بالشرط ہے، نہ تعلیق نکاح۔

کما ھو ظاھر فی الدر المختار: والنکاح لایصح تعلیقه بالشرط کتزوجتک إن رضی أبی لم ینعقد. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۳۷/۷)

مندرجہ شرائط لغو ہیں اور نکاح درست ہے:

سوال: زید حسب ذیل مضمون کی دستاویز لکھنے کے لیے بکر کو کہتا ہے:

(۱) مہر بخشنے کا حق لڑکی کو نہ ہوگا؟ بلکہ والدین کو ہوگا۔

(۲) زوج کے دو رشتہ دار دس روپے اپنے ذمہ لیں، کیا نکاح ان شرائط کے ساتھ صحیح ہے اور کیا ایسے شرائط واجب العمل ہیں؟

الجواب

(۱) یہ شرائط باطل اور لغو ہیں، والدین کو مہر بخشنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا، لڑکی کو اختیار رہے گا۔

(۲) یہ شرط بھی باطل اور لغو ہے، زوج کے ذمہ نفقہ لازم ہوگا، جس قدر ضروریات خوراک و پوشاک زوجہ کا خرچ ہے، وہ بذمہ شوہر ہوگا، زوج کے اقربا کے ذمہ دس روپے ماہوار مقرر کرنا شرط باطل اور لغو ہے اور نکاح صحیح ہو جائے گا: مگر یہ شرائط باطل ہوں گی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۴۵/۷)

یہ شرط کرنا بُرا ہے کہ جو لڑکی دے گا، اس کو لڑکی دوں گا:

سوال: جو لوگ اس بات پر مصر ہوں کہ تاوقتیکہ عوض میں بیٹی نہ ملے، ہم اپنی بیٹی کسی کو نہیں دیں گے، ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے؟ اور ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب

یہ خیال جاہلانہ ہے اور یہ جاہلیت کی رسم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے، (۳) اور شغار کی تفسیر حدیث میں یہ آئی ہے کہ کوئی شخص اپنی دختر کا نکاح کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی دختر کا نکاح اس سے کر دے اور بجائے مہر کے یہی ہو اور کچھ مہر نہ ہو اور اگر دونوں کا مہر علاحدہ علاحدہ مقرر ہو، جیسا کہ اب رواج ہے تو

---

(۱) الدر المختار علیٰ ھامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۵/۲، ظفیر

(۲) والنکاح لایصح تعلیقه بالشرط، الخ، ولکن لایبطل النکاح بالشرط الفاسد وإنما یبطل الشرط دونه یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط. (الدر المختار علیٰ ھامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۵/۲، ظفیر)

(۳) أخرجه البخاری عن نافع ابن عمر أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نھی عن الشغار، والشغار أن یزوج الرجل ابنته علیٰ أن یزوجه الآخر إبنته لیس بینھما صداق. (الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۴۸۴۹، باب الشغار، کتاب النکاح، انیس)

اس میں دونوں نکاح صحیح ہوجاتے ہیں۔ بہرحال یہ برا خیال ہے کہ ایسا کہے کہ میں اپنی دختر کا نکاح اس سے ہی کروں گا؛ جو اپنی دختر ہم کو دیوے، پس اس کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۱/۷)

نکاح میں طلاق دینے کی شرط لگانا:

سوال: مسافر سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ جب تم اپنے وطن جاؤ گے تو طلاق دے کر جانا ہوگا۔ یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح صحیح ہوجائے گا اور محض وطن جانے کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۷/۵/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۶/۱۰)

دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاقِ مغلظہ کی شرط پر نکاح:

سوال: مسمی غلام محمد ولد غلام رسول زرگر نے بھاگ بھری دختر محمد یار سے شادی کرنا چاہی تو اس کے والدین نے مندرجہ ذیل شرائط لکھ کر اس سے دستخط کروائے:

اگر میں اس کے ساتھ نا اتفاقی کا برتاؤ کروں گا تو اس کے عوض مسماۃ مذکورہ کو ماہواری خرچہ مبلغ (۔۔۔۔) بلا عذر دوں گا اور مسماۃ مذکورہ کی حینِ حیات میں دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاقِ ثلاثہ مغلظہ ہوگی۔ یہ شرائط مذکورہ میں نے اپنی خوشی کے ساتھ منظور کر لیے ہیں، ان میں میرا کوئی عذر نہ ہوگا۔

دستخط غلام محمد بقلم خود

اب طرفین میں ناچاکی ہوچکی ہے۔ دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) غلام محمد دوسری عورت سے شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر نہیں کرسکتا تو پہلی عورت مسماۃ بھاگ بھری کو طلاق دینے کے بعد کسی دوسری عورت سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۳) صرف ایک نکاح کرنے پر ثانی منکوحہ مطلقہ متصور ہوگی، یا جو نکاح بھی مسماۃ مذکور کی زندگی میں کرتا رہے گا، وہ مطلقہ ہوتی رہے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) یہ لفظ کہ ''دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاق ثلاثہ مغلظہ ہوگی'' اگر محض وعدہ ہے؛ یعنی طلاق

---

(۱) ''ولكن لا يبطل النكاح بالشرط الفاسد، وإنما يبطل الشرط دونه إلخ''. (الدر المختار، فصل في المحرمات، مطلب فيما لو زوج المولى أمته: ۵۳/۳، سعيد)

دے دوں گا، تب تو دوسری شادی سے طلاق واقع نہیں ہوگی، جب تک طلاق نہیں دے گا، (۱) اگر یہ تعلیق ہے تو دوسری شادی سے منکوحہ ثانیہ پر طلاق مغلظہ ہوجائے گی۔ (۲)

(۲) چوں کہ تحریر میں ''حینِ حیاتِ زوجۂ والیٰ'' کی قید ہے، لہٰذا بعد طلاق بھی شادی کرنے سے طلاق واقع ہوجائے گی، اگر حینِ حیات کی قید نہ لگاتا تو یہ بات نہ ہوتی، **هكذا يفهم مما في البحر:**

''ولا تطلق في: إن نكحتها عليك فهي طالق، فنكح عليها في عدة البائن، يعني لا تطلق امرأته الجديدة فيما إذا قال للتي تحته: إن تزوجت عليك امرأة فأمرها بيدك، أو قال: ما دامت امرأتي، ثم طلقها بائنا أو خالعها وتزوج أخرىٰ في عدتها، ثم تزوج بالأولىٰ، لا يصير الأمر بيدها؛ لأن المراد حال المنازعة في القسم، ولو يوجد وقت الادخال. وإن قال: إن تزوجت امرأة، فأمرها بيدك، فأبانها، ثم تزوج أخرى، صار الأمر بيدها، آه''. (البحر، المطبوعة العلمية بمصر: ۳۹۰/۴) (۳)

(۳) ظاہر تو یہ ہے کہ صرف ایک شادی کرنے پر طلاقِ مغلظہ ہوگی اور قسم پوری ہوجائے گی؛ کیوں کہ اس میں ایسا عموم کا لفظ موجود نہیں ہے، جس سے ہر ہر شادی کرنے پر طلاق مغلظہ ہو؛ (۴) تاہم احتیاط یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص اس کا نکاح (بغیر اس امر کے) کردے اور یہ اس کو فعلاً نافذ کردے، اس طرح کہ مثلاً مہر زوجہ کے حوالے کردے، قولاً نافذ نہ کرے؛ بلکہ خاموش رہے۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، سہارنپور، ۱۵/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۶ھ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۹/۱۰-۵۳۱)

---

(۱) بخلاف قوله: (سأطلق) كنم؛ لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك. (الفتاوى العالمكيرية، الفصل السابع في الطلاق بألفاظ الفارسية: ۳۸۴/۱، رشيدية)

أو أنا أطلق نفسي لم يقع؛ لأنه وعدٌ، جوهرة. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب تفويض الطلاق: ۳۱۹/۳، سعيد)

قال: طلقي نفسك، فقلت: أنا أطلق، لم يقع. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق: ۵۴۵/۳، رشيدية)

(۲) ''وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً. إلخ''. (الدرالمختار، باب التعليق: ۳۵۵/۳، سعيد)

''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، إلخ''. (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثالث، في تعليق الطلاق بكلملة ''إن وإذا'' وغيرهما: ۴۲۰/۱، رشيدية)

(۳) البحرالرائق، باب التعليق: ۵۹/۴، رشيدية

(۴) ''وفيها كلها تنحل: أي تبطل اليمين ببطلان التعليق إذا وجد الشرط مطلقاً إلا في ''كلما'' فإنه ينحل بعد الثلاث لا قتضائها عموم الأفعال''. (الدرالمختار، باب التعليق، مطلب ما يكون في حكم الشرط: ۳۵۲/۳، سعيد)

''إذا وجدت الشرط، انتهت اليمين (لأنها غير مقتضية للعموم والتكرار لغة، فبوجود الفعل مرة يتم الشرط، وإذا تم وقع الحنث، فلا يتصور الحنث مرةً أخرىٰ الا بيمين أخرىٰ ... إلا في كلما، إلخ''. (مجمع الأنهر، باب التعيق: ۱۱۵/۳-۱۱۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۵) والتزوج فعلا أولىٰ من فسخ اليمين في زماننا، وينبغي أن يجيء إلىٰ عالم، ويقول له ما حلف واحتياجه إلىٰ نكاح الفضولي، فيزوجه العالم امرأة ويجيز بالفعل، فلا يحنث. (ردالمحتار، باب التعليق، مطلب في فسخ اليمين المضافة إلى الملك: ۳۴۸/۳، سعيد)

کوئی اپنی بہن کا نکاح کسی سے اس شرط پر کرے، وہ اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کردے، یہ کیسا ہے:

سوال: زید نے اپنی بہن کا نکاح بکر سے اس شرط پر کیا کہ بکر اپنی بہن کا نکاح زید سے کردے، یہ نکاح شرعاً جائز ہے، نہیں؟

الجواب

اگر مہر ہر ایک کا علاحدہ مقرر ہو تو نکاح دونوں کا صحیح ہے اور یہ شغار نہیں ہے، جو منہی عنہ ہے؛ کیوں کہ شغار میں علاحدہ نہیں ہوتا؛ بلکہ دوسرے کا اپنی بہن وغیرہ سے نکاح کر دینا یہی مہر ہے، پہلے نکاح کا اور برعکس اور حنفیہ نکاح شغار میں بھی نکاح کو صحیح کہتے ہیں اور مہر مثل واجب فرماتے ہیں۔

کما فی الدر المختار: ووجب مهر المثل فی الشغار هو أن یزوجه بنته علیٰ أن یزوجه الأخر بنته أو أخته مثلاً معاوضةً بالعقدین وهو منهی عنه لخلوه عن المهر فأوجبنا فیه مهر المثل فلم یبق شغاراً، الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۰/۷)

نکاح کے بعد شرط کے خلاف کرنا:

سوال: شریعت کا حکم اس مسئلہ میں کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح اس شرط پر کہ میرے پاس ایک لڑکا ہے، اس لڑکے کا نکاح تم کو کرنا پڑے گا، جیسا کہ آج کل ہندوستان میں رواج ہے کہ بدلہ کرتے ہیں، جس کے پاس ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوتی ہے اور دوسرے شخص کے پاس بھی اسی طرح سے ہوتی ہیں تو اس میں وہ لڑکی اس کو دے دیتا ہے اور وہ اس کو غرض اس شرط پر اس شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا کہ اگر میری لڑکی کا نکاح کرو تو میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے لڑکے کے ساتھ کرتا ہوں، لڑکے والے نے، یا اس کے وکیل نے منظور کر لیا کہ لکھ دو کہ بعد میں تمہارے لڑکے کا بھی کر دیں گے۔

چند دنوں کے بعد اس لڑکے کے والد نے جواب دیا کہ میرے پاس لڑکی نہیں ہے، نہ میں نے تم سے کوئی شرط کی۔ آیا اس صورت میں اس لڑکی کا نکاح جو کہ لڑکی کے والدین سے، اس شرط پر کیا تھا، وہ شرط اس نے پوری نہیں کی، اب وہ نکاح صحیح درست ہے، یا نہیں؟ اگر وہ درست ہے تو لڑکی بالغ ہونے پر اس کو فسخ کرا سکتی ہے، یا نہیں؟ اور وہ شرط پوری نہ کرنے پر لڑکی کے والدین بھی ناراض ہیں اور لڑکی کا نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرط پوری نہ کرنا ایک قسم کا دھوکہ بازی معلوم ہوتا ہے، اگر یہ دھوکہ نہ دیا جاتا تو لڑکی والے کی مرضی نہیں تھی کہ نکاح کرتا اور وہ لڑکی والا کچھ بے عقل سا آدمی تھا۔

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار باب المهر مطلب نکاح الشغار: ۴۵۷/۲، ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح صحیح ہوگا، اب نہ لڑکی فسخ کراسکتی ہے، نہ لڑکی کا والد، (۱) البتہ لڑکے والے نے جو وعدہ خلافی کی ہے اس سے وہ گناہ گار ہوا، اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، (۲) لڑکی والے کے بے عقل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ دیوانہ ہے؟ اور کس کس فعل میں بے عقلی ظاہر ہوتی ہے؟ اگر لڑکے والا عوض میں نکاح کر دیتا تو کیا پھر بھی لڑکی والے کو بے عقل کہا جاتا۔ اگر لڑکے کے یہاں لڑکی نہیں جانا چاہتی اور لڑکا بالغ ہے تو کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرے، اس کے بعد دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۷/۱۳۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/رجب/۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۳۱-۵۳۳)

شرط کے خلاف کرنے سے نکاح پر اثر:

سوال: ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح کسی لڑکے کے ساتھ اس شرط کرتا ہے کہ اس لڑکے کو اس کے گھر پر ہی رہنا ہوگا، لڑکے نے یہ شرط منظور کر لی اور نکاح ہوگیا۔ اب یہ باپ پانچ ماہ کے بعد اس لڑکے سے کہتا ہے کہ تو میرے گھر نہیں رہتا اور لڑکا اس کے گھر پر رہتا ہے؛ مگر اس کے کہیں بھی جانے کو یہ کہتا ہے کہ تُو کہتا ہے کہ تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور اس بات کو عذر بنا کر اس نے اپنی لڑکی کو طلاق مان کر دوسری جگہ نکاح کی تاریخ مقرر کر دی ہے۔ آپ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں یہ تحریر کیجئے کہ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ پہلے شوہر کا رشتۂ زوجیت ٹوٹ گیا، یا قائم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صرف اتنی بات سے طلاق نہیں ہوئی، پہلا نکاح ہی باقی ہے، دوسرے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں، اگر دوسرا نکاح کر دے گا تو وہ شرعی نکاح نہیں ہوگا بلکہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی جس کا وبال سخت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۳۳)

---

(۱) "وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ... ولزم النكاح". (الدرالمختار، باب الولي: ۳/ ۶۵، ۶۶، سعيد)

"فإن زوجها الأب والجد يعني الصغير والصغيره، فلا خيارلهما بعد بلوغهما". (الهداية، باب في الأولياء و الأكفاء: ۲/ ۳۱۷، مكتبة شركة علمية، ملتان)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود﴾. (سورة المائدة: ۱)

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿أوفوا بالعهد من العهد كان مسئولا﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳٤)

"الخلف في الوعد حرام، كذا في أضحية الذخيرة". (شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والاباحة، (رقم القاعدة: ۱۲): ۳/ ۲۳٦، إدارة القرآن، كراچی)

(۳) بغیر طلاق حاصل کیے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔ "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المتعدة، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، القسم السادس في المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيدية)

اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کہ بیوی شوہر کے وطن سے باہر نہیں جائے گی:

سوال: السلام علیکم! عرض یہ ہے کہ خادم نے اس جگہ نکاح کیا؛ مگر میری زوجہ نے یہ شرط کر لی ہے کہ وہ میرے ہمراہ ہندوستان نہ جائے گی، اب چند شخصوں نے یہ شبہ ڈال دیا ہے کہ چوں کہ اس نکاح میں شرط ہوگئی ہے؛ اس لیے یہ متعہ ہوا تو زوجہ کو طلاق دے دوں گا، ورنہ خیر؟ والسلام

الجواب

یہ نکاح بالکل درست اور بہمہ وجوہ صحیح ہے، متعہ ہرگز نہیں، جس نے متعہ کا شبہ ڈالا ہے، وہ مسائل شرعیہ سے محض ناواقف ہے، متعہ اس کو نہیں کہتے کہ نکاح کے ساتھ کوئی شرط کر لی جائے؛ بلکہ متعہ یہ ہے کہ نکاح خاص مدت کے لیے کیا جائے، مثلاً یہ کہا جائے کہ میں دو سال کے لیے نکاح کرتا ہوں، یا یوں کہا جائے کہ جب تک میرا قیام بغداد میں ہے، اس وقت تک کے لیے نکاح کرتا ہوں اور اگر یوں نہ کہا جائے؛ بلکہ صرف یہ کہا جائے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اس پر عورت یوں کہے کہ میں اس شرط کو منظور کرتی ہوں کہ مجھ کو بغداد سے باہر نہ لے جایا جائے؛ بلکہ یہیں رکھا جائے اور شوہر اس شرط کو منظور کر لے تو یہ ہرگز متعہ نہیں؛ بلکہ نکاح صحیح شرعی ہے۔

خزانة الروایات میں ہے:

فی الغیاثیة: سئل نجم الدین النسفی عمن قال: دختر خویش فلانہ بمن دادی گفت دادم ومی گفت پذیرفتم **هل ینعقد النکاح فیه، اختلف المشائخ، عند بعض: لاینعقد، حتٰی یقول:** بزنی دادم، **وعند بعض: یکون نکاحاً بدون ذکر ذلک وهو الأصح،** پس بنابریں روایت اصح درصورت سوال نکاح صغیر وصغیر منعقد شد وپدر پسر را بکدامی طرح جائز نیست کہ آں مخطوبہ ومنکوحہ پسر را درنکاح خود آرد۔

اور اسی طرح اسی فتاوی کے اندر دوسری جگہ اسی طرح کے استفتا کے جواب میں دوسری عبارت یہ نقل فرمائی ہے:

ودر جامع مضمرات شرح مختصر قدوری می آردی **النسفیة سئل عمن قال لامراة بحضرة الشهود** دختر خویش بمن دادی فقالت دادم، **هل ینعقد النکاح؟ فقال: نعم، لأن الناس تعارفوا التزویج بهٰذا اللفظ وإن لم یتلفظوا بلفظ النکاح لأن النکاح ینعقد عندنا بلفظ الهبة خلافاً للشافعی.**

یا کہ صورت مسئلہ اس عبارت شامی ودرمختار میں داخل ہو کر منعقد نہ ہوگا اور منگنی پر محمول ہوگا اور وہ عبارت شامی کی تو یہ ہے:

قال فی شرح الطحاوی: لوقال هل أعطیتنیها فقال أعطیت إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح، آه. (۱)

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۱۱/۳، دارالفکر بیروت، انیس

اور درمختار کی عبارت یہ ہے:

هل أعطيتنيها إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد. (۱)

اور یہ بھی فرمائیے کہ اگر نکاح منعقد ہوتا ہے تو شامی و درمختار کی غرض وتوجیہ کیا ہے اور فرق درمیان صورت مسئولہ میں اور مذکورہ درمختار میں کیا ہے اور اگر نکاح نہیں ہوتا بموجب ان عبارتوں کے تو پھر مولانا عبدالحیؒ کی عبارت کی توجیہ وغرض کیا ہے، بالتفصیل تحریر فرماویں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

لفظ دادم و پذیرفتم اگر مجلس خطبہ (منگنی) میں استعمال کیا جاوے تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا؛ بلکہ محض وعدہ پر محمول ہوگا اور مولانا عبدالحی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجلس نکاح میں دادم و پذیرفتم استعمال کیا گیا تو نکاح ہو جائے گا، جس طرح قرینہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی عبارت میں یہ اختلاف بھی نقل فرمایا ہے۔ عند البعض لا ینعقد حتی یقول بزنی دادم، اس پر ہے کہ لفظ دادم مطلقاً معنی نکاح کی تعبیر کرسکتا ہے، یا کہ بزنی زیادہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ یہ صاف اس کی دلیل ہے کہ مولانا عبدالحی صاحب اس صورت کو بیان فرمارہے ہیں، جب کہ اور مرد کے ذمہ عورت کی اس شرط کا ایفاء لازم ہوگا، اس کو ہندوستان لانے کا مجاز نہیں، البتہ اگر وہ اپنی اس شرط کو واپس لیلے تو پھر ہندوستان لاسکتا ہے۔

قال فی الهداية (۲/ ۳۰۹) ولو تزوجها على ألف إن أقام بها وعلى ألفين إن أخرجها فإن أقام بها فلها الألف وإن أخرجها فلها مهر المثل لا يزاد على الألفين ولا ينقص عن الألف وهذا عندأبی حنيفة رحمه الله وقالا الشرطان جميعا جائزان، حتى كان لها الألف إن أقام بها والألفان إن أخرجها ،آه. (۲)

وفيه أيضاً: وإذا أوفاها مهرها نقلها إلى حيث شاء لقوله تعالى: ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُم مِنْ وُجْدِكُمْ﴾ (الطلاق: ٦) وقيل: لا يخرجها إلى بلد غير بلدها لأن الغريبة تؤذى، آه. (۳)

قلت: وعليه الفتوى حتٰى يمنع الزوج من نقلها إلٰى غيربلدها بغيررضاها صرح به فی الشامی وفی الدرالمختار: وَلَيْسَ مِنْهُ [أی من نكاح المتعة] مَا لَوْ نَكَحَهَا عَلَى أَنْ يُطَلِّقَهَا بَعْدَ شَهْرٍ. (۴)

وفيه أيضاً: لَوْ عَقَدَ مَعَ شَرْطٍ فَاسِدٍ لَمْ يَبْطُلْ النِّكَاحُ بَلْ الشَّرْطُ، آه. (۵)

قلت: ولوعقد مع شرط صحيح لم يبطل شیء منها كما هوظاهر والله أعلم

۷/ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۳/ ۲۰۷)

---

(۱) الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/ ۱۲، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الهداية، باب المهر: ۱/ ۲۰۲، دارإحياء التراث العربی بيروت، انيس

(۳) الهداية: ۱/ ۲۰۶، دارإحياء التراث العربی بيروت، انيس

(۴) الدرالمختار: ۳/ ۵۱، دارالفكر بيروت، انيس

(۵) الدر المختارمع الشامی، ص: ۴۸۳ (الدرالمختار: ۳/ ۵۳، دارالفكر بيروت، انيس

اس شرط پر نکاح کا حکم کہ پانچ سال یہاں رہنا ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بلبلان شرع گلزار متین اس مسئلہ میں زید بحالت تجارت اپنے وطن کو چھوڑ کر ایک قصبہ میں مقیم ہوا اور عائشہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں یہاں پہ پانچ سال کامل رہوں گا اور یک مرتبہ زید عائشہ کو اپنے وطن اصلی کو بھی لے گیا تھا، پھر زید نے شرط جو پانچ سال اقرار کی تھی، پوری کرنے کا انکار کیا اور پھر وہ عائشہ کو اس کے میکے چھوڑ کے اپنے وطن اصلی چلا گیا، پھر آ کر زید نے عدالت میں عائشہ کو قبضہ لینے کا دعوی کیا، یہ نکاح ثابت رہا، یا نہیں؟ جو شرط انکار ہے، ضرور آپ مفصل طور سے کتبہائے معتبرہ سے جواب تحریر فرماویں، عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں؟

الجواب

قال فی الدر: (وَالنِّكَاحُ لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ) كَتزَوَّجْتُك إنْ رَضِيَ أَبِي لَمْ يَنْعَقِدْ النِّكَاحُ لِتَعْلِيقِهِ بِالْخَطَرِ كَمَا فِي الْعِمَادِيَّةِ وَغَيْرِهَا.

قال الشامی: (قَوْلُهُ: فَمَا فِي الدُّرَرِ) حَيْثُ قَالَ: لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُ النِّكَاحِ بِالشَّرْطِ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ لِبِنْتِهِ إنْ دَخَلْت الدَّارَ زَوَّجْتُك فُلَانًا وَقَالَ فُلَانٌ تزَوَّجْتها فَإِنَّ التَّعْلِيقَ لَا يَصِحُّ، وَإِنْ صَحَّ النِّكَاحُ (قَوْلُهُ: فِيهِ نَظَرٌ) لِأَنَّهُ صَرَّحَ بِعَدَمِ صِحَّةِ النِّكَاحِ الْمُعَلَّقِ فِي الْفَتْحِ وَالْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ عَنْ الْأَصْلِ وَالْخَانِيَّةِ والتتارخانية وَفَتَاوَى أَبِي اللَّيْثِ وَجَامِعِ الْفُصُولَيْنِ وَالْقُنْيَةِ وَلَعَلَّهُ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ النِّكَاحُ الْمُعَلَّقُ عَلَى شَرْطٍ بِالنِّكَاحِ الْمَشْرُوطِ مَعَهُ شَرْطٌ فَاسِدٌ وَبَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَاضِحٌ، شُرُنْبُلَالِيَّةٌ.(۱)

أی فإن الأول يبطل رأساً وأساساً والثانی يصح ويلغو الشرط.

صورت مسئولہ میں اگر یجاب وقبول کے ساتھ یوں کہا گیا تھا کہ اگر تو پانچ سال یہاں رہے تو فلاں عورت کا تجھ سے نکاح ہے، ورنہ نہیں، اس کا حکم اور ہے اور اگر ایجاب وقبول کے ساتھ یوں نہیں کہا گیا؛ بلکہ پانچ سال رہنے کی شرط ایجاب وقبول سے پہلے طے کر لی گئی، یا بعد میں کہا گیا تو حکم اور ہے سائل کو بتلانا چاہیے کہ ان دونوں میں سے کون سی صورت واقع ہوئی ہے۔فقط

۸/ر ج ۱۳۴۳ھ (امدادالاحکام:۲۱۶/۳)

زوجہ کے مکان پر رہنے کی شرط بوقت نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہندہ بکر نابالغ کا نکاح بولایت زید وعمرو ہوا تھا، بروقت نکاح ولیین سے یہ شرط اقرار پائی تھی کہ بکر آج سے زید کے مکان پر بطور متبنی ہمیشہ بودوباش

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۵۳/۳، دارالفکر بیروت، انیس

وسکونت اختیار کرے گا بصورت نہ بود وباش اختیار کرنے کے ولی ہندہ مختار فسخ نکاح کا ہے، ہندہ وبکر اب تک نا بالغ ہیں خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اور اب ولی بکر یعنی عمر وتعمیل شرط سے انکار کرتا ہے، پس زید ولی ہندہ کو اختیار(۱) فسخ نکاح حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿يَآ اَيُّهَا الّذِيْنَ آمَنُوْا أوْفُوا بِالْعُقُوْدِ﴾(۲)

وقا ل تعالٰی: ﴿وَاَوْفُوْ بِالْعَهْدِ إنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾(۳)

وقال تعالٰی: ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ﴾(۴)

وقال تعالٰی: ﴿وَلٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا﴾(۵)

آیتین اولین آمر ہیں ساتھ وفائے عہود کے مطلقاً اور آیتیں اُخریین مخصص عہود کی ہیں ساتھ عہود مشروعہ کے۔

وهٰذا ظاهر،وروى إبن الجوزى بسند ہ عن عائشة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"قال المسلمون عند شروطهم ما وافق الحق.(۶)

من التفسير المظهرى، فى الصحيحين ما كان من شرط ليس فى كتاب اللّٰه فهو باطل وإن كان مائة شرط فقضاء اللّٰه حق وشرط اللّٰه أوثق.(۷)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جوشرط خلاف شرع نہ ہو،اس کا پورا کرنا واجب ہے اور جو خلاف شرع ہو،اس کا پورا کرنا واجب نہیں، یہ حکم تو مطلق عہود کا ہے اور یہی حکم خاص شروط میں ہے۔

---

(۱) جواب میں اس شبہ کا دفع باقی رہ گیا کہ اس کو امر بالید میں داخل کیا جائے،سواس کا حل یہ ہے کہ اول تو اس میں اختیار طلاق کا ہوتا ہے، نہ کہ فسخ کا، دوسرے اس میں تقید بالمجلس ہے اور یہاں مجلس مخالفت شرط میں طلاق کو اختیار نہیں کیا گیا اور عموم پر کوئی لفظ دال نہیں، تیسرے اس میں یہ شرط ہے کہ یا تو بعد نکاح ہو، یا نکاح کے اندر ہو تو اس میں خاص قیود ہیں۔

"مقيد بما إذا ابتدأت المرأة فقالت:زوجت نفسى منک علٰى أن امرى بيدى اطلق نفسى كلما أريد أو علٰى أنى طالق فقال الزوج:قبلت، أما لوبدأ الزوج لاتطلق ولايصير الأمر بيدها كما فى البحرعن الخلاصة والبزازية.(شامى آخر،باب الأمر بيدها:۴/۵۰،بيروت)

سوال سے یہ صورت معلوم نہیں ہوتی، پھر احد الکلامین میں لفظ نفس مذکور ہو، یہاں یہ بھی نہیں۔ منہ

(۲) سورة المائدة:۱،انیس

(۳) سورة الإسراء:۳۴،انیس

(۴) سورة البقرة:۲۲۴،انیس

(۵) سورة البقرة:۲۳۵،انیس

(۶) أخرجه الحاكم فى المستدرک على الصحيحين عن عائشة برقم:۲۳۵۷،كتاب البيوع:۲/۳۵۸،انیس

(۷) أخرجه البخارى:۲/۲۷، ۲۹،۱۷۶،والمسلم:۴/۲۱۳،۲۱۴،وأبوداؤد،رقم الحديث:۳۹۲۹، والنسائى:۲/۱۰۲،۱۰۳،انیس

يؤيده عموم قوله تعالىٰ ﴿إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ﴾(۱)

وفی البخاری فی باب الشروط فی المهر،عند عقدة النكاح وقا ل عمر :مقاطع الحقوق عند الشروط ولک ما اشترطت.(۲)

وقا ل رسو ل الله صلى الله عليه وسلم:أحق الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج.(۳)

وفی باب ما لايجوزمن الشروط فی عقدة النكاح ولا تسال المرأة أختها لتستكفی إنائها.(الحديث)(۳)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ غیر مشروع شرط ٹھہرانا جائز نہیں اور مشروع واجب الوفاء ہیں۔اب یہ دیکھنا چاہیے کہ صورت مسئولہ میں شرط مذکور جائز ہے، یا نہیں؟ اگر چہ نظر الی ظاہر العرف جائز معلوم ہوتی ہے، مگر عند التحقیق درست معلوم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ جبراً لڑکے کو خسر وغیرہ کے پاس رہنے میں صبی اور اس کے محارم میں تفریق لازم آتی ہے۔

وقد أخرج الترمذی أن النبی صلى الله عليه وسلم قال:من فرق بين الوالدة وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامة.(۵)

دوسری یہ شرط مقتضی عقد کے خلاف ہے اور ایسی شرط لازم نہیں ہوتی۔

قال القسطلانی:تحت حديث أحق الشروط،إلخ، والمراد شروط لا تنافی مقتضىٰ عقد النكاح بل تكون من مقاصده كاشتراط العشرة بالمعروف وأن لا يقصرشیء من حقوقها،أما شرط يخالف مقتضاه كشرط أن لا يتسرى عليها ولايسافر بها فلايجب الوفاء به، بل يلغوا الشرط ويصح النكاح بمهرالمثل فهو عام مخصوص؛لأنه يخرج منه الشروط والفاسدة انتهىٰ.(۶)

تیسری یہ شرط لڑکے پر لازم نہیں؛ کیوں کہ اولاً اس کی رضامندی محتمل نہیں، ثانیاً غیر معتبر۔

---

(۱) سورة البقرة:۲۳۲،انیس

(۲) هٰذا الأثر أخرجه البخاری تعليقاً فی كتاب الشروط،فی باب مالا يجوزمن الشروط فی النكاح.وأخرجه ابن أبی شيبة فی المصنف:۲۲/۷،والبيهقی:۲۴۹/۷،فتح الباری:۱۸۹/۹، انیس

(۳) أخرجه البخاری عن عقبة رضی الله عنه برقم:۴۸۷۳،كتاب النكاح،باب الشروط فی النكاح،انیس

(۴) هٰذا الحديث أخرجه المسلم فی كتاب النكاح، فی باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أوخالتها فی النكاح برقم: ۲۶۱۳،ولفظه،عن أبی هريرة رضی الله عنه قال:نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تنكح المرأة علىٰ عمتها أوخالتها أوأن تسأل المرأة طلاق أختها لتكفئ ما فی صفحتها،فإن الله عزوجل رازقها.

وأخرجه البخاری عن أبی هريرة رضی الله عنه ولفظه:"لا يحل لإمرأة تسأل طلاق أختها لتستفرغ صحفتها فإنما لها ما قدرلها.(فتح القدير:۱۲۶/۹،باب الشروط التی لا تحل فی النكاح،والترمذی فی باب ماجاء لا تسأل المرأة طلاق أختها،برقم:۱۱۹۰،عن أبی هريرة ولفظه،لا تسأل المرأة طلاق أختها لتكفئ ما فی إنائها، انیس)

(۵) سنن الترمذی،باب ماجاء فی كراهية أن يفرق بين الوالدة وولها،رقم الحديث:۱۲۸۳،انیس

(۶) إرشاد الساری شرح صحيح البخاری للعسطلانی:۱۷۱/۶،كتاب الشروط

لتقدم الآية ثالثاً، هو غير مكلف لقوله عليه السلام: رفع القلم عن ثلاثة، وعد منهم الصبى حتىٰ يحتلم.(١)

اورولی صبی پر بھی واجب نہیں؛ کیوں کہ وہ اس پر قادر نہیں۔

لكونه فعل غيره وقد قال الله تعالىٰ: ﴿لا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾ (الآية) (٢)"ولا وجوب بدون الموجب عليه".

پس اول تو اس شرط کی صحت ہی میں کلام ہے، کما عرفت؛ مگر باوجود فساد شرط کے نکاح میں کوئی نقصان نہیں۔

فى الدرالمختار: (وَمَا) يَصِحُّ وَ (لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ) لِعَدَمِ الْمُعَاوَضَةِ الْمَالِيَّةِ سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ مَا عَدَّهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْعَيْنِيِّ وَزِدْتُ ثَمَانِيَةً (الْقَرْضَ وَالْهِبَةَ وَالصَّدَقَةَ وَالنِّكَاحَ،الخ).

وفى رد المحتار: وَالْمُرَادُ بِقَوْلِ الشَّارِحِ مَا يَصِحُّ أَىْ فِي نَفْسِهِ وَيَلْغُو الشَّرْطُ.(٣)

وأيضاً فى الدرالمختار: (وَلَكِنْ لَا يَبْطُلُ) النِّكَاحُ (بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ وَ) إِنَّمَا (يَبْطُلُ الشَّرْطُ دُونَهُ).(٤)

پس صورت مسئولہ میں ولی صبیہ کو اختیار فسخ کا نہیں، یہ جب ہے کہ صلب عقد میں شرط ہوئی ہو، مثلاً کہا ہو کہ میں اس شرط سے نکاح کرتا ہوں کہ یہ لڑکا میرے گھر رہے اور دوسرے نے کہا ہو کہ میں نے یہ نکاح اس شرط سے قبول کیا اور اگر قبل نکاح، یا بعد نکاح ٹھہری ہو، وہ شرط نہیں ہے؛ بلکہ وعدہ ہے، اس وقت اس وعدہ کا موثر نہ ہونا نکاح میں زیادہ ظاہر ہے اور اس صورت میں بدرجہ اولیٰ مختار نہ ہوگا، البتہ جب لڑکی بالغ ہو، اگر یہ ولی باپ، یا دادا نہیں ہے؛ تب لڑکی باعتبار خیار بلوغ کے بشرط قضاء قاضی مختار فسخ کی ہے اور اگر نکاح کرنے والا باپ، یا دادا ہے، تب بھی یہ بھی اختیار نہیں۔

وكذا الغلام وهو معروف والله أعلم وإنما أطلنا الكلام فى هٰذا المقام وإن كان يكفى سطر واحد فى كشف الإبهام؛لأن المستفتى أمرنا هٰذا بالزام والعلم عند الله العلام وهو ذوالجلال والإكرام وإنا العبد المستهام الغريق فى بحار الأثام

محمد المدعو بأشرف على عفا عنه القدوس السلام (امداد:٨/٢)(امدادالفتاویٰ جدید:١٨٦/٢-١٨٨)

---

(١)　هٰذا الحديث روى عن جمع من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم،عائشة وعلى وأبى قتادة وأبى هريرة رضى الله عنهم ،فأما حديث عائشة فأخرجه أبوداؤد،رقم الحديث: ٤٣٩٨،والنسائى رقم الحديث: ٣٤٣٢،وابن ماجة برقم: ٢٠٤١،والترمذى فى العلل الكبير: ٥٩٢/٢،وأما حديث على:فقد روى عنه مرفوعاً وموقوفاً من طرق أربع فرواه أبوداؤد،رقم:٤٣٩٩،والحاكم: ٣٨٩/٤،والبيهقى:٢٦٤/٨،وقال الحاكم صحيح علىٰ شرط الشيخين، انيس)

(٢)　سورة النساء: ٨٤،انيس

(٣)　الدرالمختار مع ردالمحتار،ما يبطل بالشرط الفاسد ولا يصح تعليقه: ٢٤٩/٥،دارالفكر بيروت،انيس

(٤)　الدرالمختار، كتاب النكاح: ٥٣/٣،دارالفكر بيروت،انيس

عدم بطلان نکاح بعدم ایفاء وعدہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بمقابلہ عمرو وخالد کے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ بعد نکاح کرنے کے یہیں بود وباش اختیار کریں گے، دوسرے گاؤں کلکتہ وغیرہ کبھی نہیں جائیں گے۔ اب نکاح ہونے پر زید وعدہ خلافی کر کے کلکتہ، یا بمبئی پھر چلا گیا۔ اس صورت میں نکاح باطل ہوگیا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الدرالمختار: (وَمَا) يَصِحُّ وَ(لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ) لِعَدَمِ الْمُعَاوَضَةِ الْمَالِيَّةِ سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ مَا عَدَّهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْعَيْنِيِّ وَزِدْتُ ثَمَانِيَةً (الْقَرْضَ وَالْهِبَةَ وَالصَّدَقَةَ وَالنِّكَاحَ، الخ). (۳۵۳/٤)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں کوئی فساد، یا بطلان نہیں آیا؛ البتہ وعدہ خلافی بلا عذر کا گناہ الگ چیز ہے۔

لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (۲)

۹ رمضان ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۴۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۸۸/۲-۱۸۹)

وعدہ پورا نہ کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوتا:

سوال: مسماۃ ہندہ کا نکاح بہ حالت نابالغی بولایت اس کے والد کے ہمراہ نابالغ بولایت اس کے نانا کے ہوا اور وقت نکاح شرائط ذیل قرار پائیں:

(۱) مہر معجّل بہ تعداد ہزار روپیہ نقد بروقت ادا کیا جائے گا۔

(۲) شہر جے پور میں دکانات مالیت ڈھائی ہزار روپیہ جن کے کرایہ کو ہندہ علاوہ نان ونفقہ کے دیگر ذاتی مصارف میں لے سکتی ہے، خرید کردی جائیں گی۔ زید کو ان کے بیع ورہن کا اختیار نہ ہوگا۔

(۳) ایک مکان قیمتی دو ہزار روپیہ ہندہ وزید کی بود وباش کے واسطے جے پور میں خرید کیا جائے گا۔ یہ بھی ملک ہندہ کا ہی سمجھا جائے گا۔

(۴) ہم سب لوگ مع اہل وعیال کے سکونت اجمیر ترک کر کے یہاں سے جے پور میں رہا کریں گے۔

شرط اول کا ایفا اس طور سے ہوا کہ بجائے دو ہزار نقد کے زیور، جو بوقت نکاح دو ہزار کا بیان کیا گیا تھا، بعد کا پندرہ سو کا نکلا، امانۃً رکھا، جا کر یہ اقرار کیا گیا کہ ایک ماہ کے بعد روپیہ دے کر زیور لے لیا جائے گا۔ اس کا ایفا بوجہ اس کے کہ زیور تعداد مہر سے کم تھا کیا گیا۔ باقی ہر سہ شرائط کا ایفا بمدت ایک سال بدین شرط کہ اگر مدت المعینہ میں شرائط مذکورہ

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ما يبطل بالشرط الفاسد ولا يصح تعليقه: ۲٤۹/۵، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) سورة الإسراء: ۳٤، انيس

بالا کا ایفا نہ ہووے تو مسماۃ کو طلاق مطلق اور جوز یورامانۃً بعوض مہر رکھا گیا ہے، اس سے بھی کچھ دعویٰ نہ ہوگا، چنانچہ اس کو دو سال گزر گئے، آج تک ولی زید کی جانب سے نہ تو شرائط کا ایفا ہوا اور نہ اس مدت میں ولی زید کی طرف سے کوئی مراسم رشتہ داری ظہور میں آئیں۔ اب ہندہ بالغہ ہے اور والدین کے گھر میں مقیم ہے اور اپنے شوہر کے یہاں جانے سے ناراضگی ظاہر کرتی ہے، ایسی صورت میں مسماۃ ہندہ کو بوجہ نہ ہونے ایفائے شرائط طلاق ہوئی، یا نہیں؟ اور وقت بلوغ ناراضی ظاہر کرنے سے نکاح فسخ ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

زید نابالغ کا نکاح جو اس کے نانا نے کیا ہے، اگر نانا سے زیادہ قریب کا ولی کوئی موجود نہ ہوا اور نکاح میں جو مہر قرار پایا ہے (یعنی دو ہزار نقد ڈھائی ہزار کی دکانیں دو ہزار کا مکان) اس میں غبن فاحش نہ ہو تو یہ نکاح صحیح ہوا، ورنہ اگر کوئی ولی قریب موجود ہو تو اس کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر مہر غبن فاحش ہو تو نکاح باطل ہے۔

زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف علىٰ إجازته. (الدر المختار)(۱)

(وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضى أو وكيل الأب (لا يصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلاً). (الدر المختار مختصراً)(۲)

پھر بر تقدیر صحت نکاح ہندہ کو چوں کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کیا ہے فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔

فإن زوجهما (أى الصغير والصغيرة) الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما، الخ. (الهندية)(۳)

اور نہ زید کے نانا وغیرہ کے کہنے سے طلاق پڑ سکتی ہے، طلاق کا اختیار خود زوج کو ہے، (۴) اور بچے کی طلاق قبل از بلوغ نافذ نہیں ہوتی۔

ولا طلاق الصبى وإن كان يعقل، الخ. (الهندية)(۵)

اسی طرح تعلیق نانا کی طرف سے غیر معتبر ہے۔ پس صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت نکاح زید کے بالغ ہونے تک طلاق کی کوئی صورت نہیں۔

پہلی تین شرطیں صحیح لازم ہیں اور دوسری تیسری شرط کی رقم بھی من جملہ مہر سمجھی جائے گی۔ چوتھی شرط قضاء لازم نہیں رہا، مطالبہ ایفائے شرط تو اگر زید کا نانا ضامن بھی ہوا تو اس سے اولیائے ہندہ کو دیانۃً وقضاءً مطالبہ کا حق ہے اور ضامن نہ ہوا ہو تو صرف دیانۃً مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

---

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولى: ۸۱/۳، سعيد

(۲) الدر المختار، النكاح، باب الولى: ۶۷/۳-۶۸، سعيد

(۳) الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية

(۴) (وأهله زوج عاقل) احترز بالزوج عن سيد العبد ووالد الصغير. (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۳۰/۳، سعيد)

(۵) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع: ۳۵۳/۱، ماجدية

ولا يطالب الأب بمهر ابنه الصغير الفقير إذا زوجه امرأة إلا إذا ضمنه على المعتمد. (الدر المختار مختصراً: ٣٦٦/٢) (١)

بخلاف الوصى فإنّه يرجع لعدم العادة فى تبرعه فصار كبقية الأولياء غير الأب. (رد المحتار: ٣٦٧/٢) (٢)

وأنت خبير بأن هٰذه المذكورات تعتبر فى العرف علٰى وجه اللزوم علٰى أنها من جملة المهر غير أن المهر منه ما يصرح بكونه مهر ومنه ما يسكت عنه بناء علٰى أنه معروف لابد من تسليمه بدليل أنه عند عدم إرادة تسليمه لابد من اشتراط نفيه أو تسمية ما يقابله كما مر فهو بمنزلة المشروط لفظاً فلا يصح جعله عدة وتبرعًا. (ردالمحتار: ٣٧٩/٢) (٣) (کفایت المفتی: ۵۹/۵-۶۰)

لڑکے نے اقرار کیا کہ وہ سسرال میں رہے گا، اس پر نکاح ہوا، اب اقرار پورا نہیں کرتا کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح عمر سے اس شرط پر کیا کہ عمر خود بطور فرزندی اس کے یہاں مقیم رہے، عمر نے تحریری اقرار نامہ لکھ دیا۔ اب عمر اپنے اقرار کو پورا نہیں کرتا تو کیا بدون طلاق کے لڑکی کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس اقرار نامہ کی وجہ سے عمر کی زوجہ مطلقہ نہیں ہوئی اور بدونِ طلاق کے اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۲/۷)

پردہ کی شرط کے ساتھ نکاح کیا، اب پردہ توڑ دیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کی شادی عمر سے کی اس وقت یہ شرط کی تھی کہ اس کو پردہ میں رکھنا، جب شادی کرتا ہوں، اس پر عمر راضی ہوگیا اور شادی کرلی، اب بعد ایک زمانے کے عمر نے اپنے باپ کے کہنے سے اس لڑکی کا پردہ توڑ دیا وہ نکاح باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح باقی ہے، خلاف شرط کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ درمختار میں ہے:

(وَلَكِنْ لَا يَبْطُلُ) النِّكَاحُ (بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ وَ) إِنَّمَا (يَبْطُلُ الشَّرْطُ دُونَهُ). (۴)

البتہ پردہ کرنا چوں کہ فرض ہے تو یہ بلا شرط کرنے کے بھی ضروری ہے اور بعد شرط کے بدرجہ اولیٰ ضروری ہے، لہٰذا شوہر کو اس کے خلاف نہ کرنا چاہیے؛ لیکن اگر اس نے خلاف کیا تو چوں کہ طلاق کو اس پر معلق نہیں کیا؛ اس لیے خلاف شرط کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ١٤١/٣، سعيد
(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ١٤٢/٣، سعيد
(۳) رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ١٣٠/٣، سعيد
(۴) الدر المختار، كتاب النكاح: ٤٠٥/٢. ظفير

أحق الشروط أن توفوا بهما استحللتم به الفروج.(۱)

لہٰذا ایسی شرط کو ضرور پوری کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۶/۷-۲۴۷)

نکاح میں لڑکی کی جانب سے داڑھی منڈوانے کی شرط لگانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مقامات میں عورت نکاح کرنے کے لیے یہ شرط لگاتی ہے کہ داڑھی منڈوالے، شریعت میں اس شرط کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ وہ لوگ ہیں جو کہ شہوت کو شریعت پر فوقیت دیتے ہیں اور اعذار باردہ سے اپنے نفوس پر پردہ ڈالتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ منہا) نیک خاندانوں اور صالح بیویوں سے نکاح کرنے میں یہ خطرات نہیں ہوتے ہیں۔ (۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۹/۴)

بے عیب کہہ کر لڑکے کا نکاح کیا، بعد میں عیب ظاہر ہوا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کا رشتہ دار آدمیوں کے سامنے اس شرط پر مقرر کیا کہ لڑکا بے عیب ہو، چنانچہ لڑکے کے جس کی عمر گیارہ بارہ برس کی ہے، حکمت عملی سے نکاح کر کے لے گئے اور لڑکے میں جو عیب تھے، وہ ظاہر نہ ہونے دیئے، نکاح کے دو ماہ بعد لڑکی والے کو معلوم ہوا کہ لڑکے کی ایک بازو اور ایک ٹانگ اصلی حالت پر نہیں ہے، بازو پتلی سلائی سی ہے، ماری ہوئی ہے اور ٹانگ میں تین ناسور ہیں اور پیشہ اس کا بڑھئی لوہار کا ہے اور نکاح رجسٹر میں درج نہیں ہے۔ یہ نکاح جائز رہا، یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح ہوگیا ہے، (۳) اب سوائے اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ شوہر جس وقت بالغ ہو اور بعد بلوغ کے وہ طلاق دے دے اس وقت طلاق واقع ہوسکتی ہے (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۸/۷)

---

(۱) أخرجه البخاري، برقم: ۴۸۹۳، انیس

(۲) فلم يصدقه الخاطب فقال: إن لم أكن زوجتها من فلان فقد زوجتها ابنك فلان وقبل أبو الإبن بمحضر من الشهود إن لم يكن زوجها من أحد قبل هذا صح النكاح. (فتح القدير، كتاب النكاح: ۱۹/۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان، انیس) (خلاصة الفتاویٰ: ۳/۲، كتاب النكاح)

نکاح میں اس قسم کی شرائط باطل اور ناجائز ہوتی ہیں؛ بلکہ بعض دفعہ (استخفاف) کی صورت میں کفر کا خطرہ بھی ہوتا ہے، بہرحال یہ شرط باطل اور نکاح درست ہے، جب کہ نکاح کے لوازمات پورے کئے گئے ہوں۔

(۳) لڑکی کا نسب کیا ہے، یہ سوال میں مصرح نہیں، اگر کفایت میں بھی دھوکہ دیا گیا ہے، تو لڑکی کو اختیار ہے۔ أفاد البهنسي: أنها لو تزوجته على أنه حراً وسني أو قادر على النفقة فبان بخلافه أو على أنه فلابن فلان فإذا هو لقيط أو ابن زنا كان لها الخيار. (الدر المختار على هامش رد المحتار، قبل قليل باب العدة: ۸۲۲/۲. ظفير)

(۴) ويقع طلاق كل زوج إذا كان عاقلاً بالغاً. (الهداية، كتاب الطلاق: ۳۲۹/۲. ظفير

مخنث اور مخنثہ کا نکاح

مخنث کی قسمیں اور اس کی شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: مخنث کی کئی قسمیں ہیں اور اس کی شادی کسی سے ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

خنثیٰ کی دو شکلیں ہیں:

(۱) مشکل، (۲) اور غیر مشکل۔

غیر مشکل کا حکم ظاہر ہے کہ جب متعین ہوگیا کہ وہ مرد ہے، یا عورت اور اشکال واشتباہ جاتا رہا تو اس کے موافق حکم کیا جاوے گا؛ یعنی اگر مرد ہے تو مردوں کا حکم دیا جاوے گا اور اگر عورت ہے تو عورتوں کا حکم دیا جاوے گا۔

اور خنثیٰ مشکل (جو کہ نہ مرد ہو اور نہ عورت ہو) کا حکم یہ ہے کہ وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتا، نہ مرد سے نہ عورت سے۔ درمختار، کتاب النکاح میں ہے:

فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل والوثنیة لجواز ذکورته.(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۵۵-۱۵۶)

مشتبہ الخلقت (کہ خنثی ہے، یا صحیح) سے نکاح:

سوال: ایک شخص کو نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کا مقام خاص تنگ ہے، نیز صرف سوراخ کی طرح معلوم ہوتا ہے اور سینہ بھی تھوڑا سا ابھرا ہوا ہے، باوجودیکہ عورت جوان تندرست ہے، تندرستی ہے اعتبار سے سینہ نہیں ہے اور ماہ واری کی طرح خون بھی آتا ہے بلا تخصیص وتعین ایام۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صفات والے مؤنث شمار کریں یا خنثی شمار کریں؟ اگر خنثی ہے تو نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح درست نہیں ہوا تو خلوت صحیحہ کی وجہ سے شوہر پر کچھ دینا لازم ہوگا، یا نہیں؟ اور نکاح صحیح ہوا تو چھٹکارہ کے لیے پورا مہر دینا ہوگا؟ خنثی کے تمام اقسام کی تعریف کے ساتھ ساتھ جواز وعدم جواز نکاح کا حکم مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خنثی تو وہ ہے، جس میں مرد وعورت دونوں کی علامت پائی جائے اور یہاں مرد کی کوئی علامت آپ نے نہیں لکھی،

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲/۳۰۶، ظفیر

عورت ہونے کی علامت ظاہر ہے، صرف یہ کہ اس میں کچھ نقصان ہے؛ اس لیے نہ تو اس کو مرد کہا جائے گا، نہ خنثیٰ؛ بلکہ وہ عورت ہے، اس سے نکاح درست ہوگیا۔(۱) اگر بذریعہ علاج اصلاح ہوسکتی ہو تو علاج کرالیا جائے، آپریشن سے کشادگی ہوجائے گی، ممکن ہے کہ سینہ میں بھی فرق آجائے، ورنہ شوہر کو طلاق کا حق تو حاصل ہے ہی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۶۸/۱۰-۵۶۹)

حکم خنثیٰ:

سوال: میرا ایک بھائی ہے، اس میں چند علامات پیدا ہوگئی ہیں، جن کے سبب سے اس کے مرد اور عورت ہونے کا پہچاننا مشکل ہوگیا ہے۔

(۱) پہلی علامت یہ ہے کہ ذکر نہیں ہے اور ذکر کی جگہ میں چنگلیا انگلی کے سر کے برابر ایک ٹکڑا گوشت کا ہے، وہ گوشت عورتوں کے شرمگاہ کی طرح بھی نہیں ہے اور اس سے پیشاب نکلتا ہے۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ خصیتین بھی نہیں ہے۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ ہر مہینے میں عورتوں کے مانند حیض آتا ہے۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ دو پستان بھی عورتوں کے پستان کے مانند اُبھر آئے ہیں۔

(۵) پانچویں شہوت بھی ہے کہ اگر مرد کے ساتھ لیٹے تو اس کی طرف خیال جاتا ہے اور اگر عورت کے پاس لیٹے تو عورت کی طرف بھی خیال جاتا ہے۔

(۶) یہ کہ کبھی منی نہیں نکلتی ہے، گویا کہ بند ہے۔

آپ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا جواب دیجئے کہ وہ شخص حکم عورت میں یا حکم مرد میں اور نماز روزہ پڑھتے وقت کیسا پڑھنا چاہیے؟

الجواب

چوں کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بالغ ہوگیا ہے؛ اس لیے بول کے احتمالات کو تو علامت نہ بنایا جاوے گا۔

كما في العالمگيرية بعد ذكر هٰذه الإحتمالات قالوا: وَإِنَّمَا يَتَحَقَّقُ هَذَا الْإِشْكَالُ قَبْلَ الْبُلُوغِ، فَأَمَّا بَعْدَ الْبُلُوغِ وَالْإِدْرَاكِ يَزُولُ الْإِشْكَالُ فَإِنْ بَلَغَ وَجَامَعَ بِذَكَرِهِ فَهُوَ رَجُلٌ، وَكَذَا إِذَا لَمْ يُجَامِعْ بِذَكَرِهِ وَلَكِنْ خَرَجَتْ لِحْيَتُهُ فَهُوَ رَجُلٌ، كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ وَكَذَا إِذَا احْتَلَمَ كَمَا يَحْتَلِمُ الرَّجُلُ أَوْ كَانَ لَهُ ثَدْيٌ

---

(۱) ولايتخير أحدهما: أي الزوجين بعيب الآخر فاحشاً كجنون وجذام وبرص ورتق وقرن، آه". (الدر المختار)

"قوله رتق) بالتحريك انسداد مدخل الذكر، كما أفاده في المصباح (قوله: وقرن) كفلس: لحم ينبت في مدخل الذكر كالغدة، وقد يكون عظماً" (رد المحتار، باب العنين وغيره: ۵۰۱/۳، سعيد)

مُسْتَوٍ، وَلَوْ ظَهَرَ لَهُ ثَدْيٌ كَثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ نَزَلَ لَهُ لَبَنٌ فِي ثَدْيَيْهِ أَوْ حَاضَ أَوْ حَبِلَ أَوْ أَمْكَنَ الْوُصُولُ إِلَيْهِ مِنَ الْفَرْجِ فَهُوَ امْرَأَةٌ، وَإِنْ لَمْ تَظْهَرْ إِحْدَى هَذِهِ الْعَلَامَاتِ فَهُوَ خُنْثَى مُشْكِلٌ، وَكَذَا إِذَا تَعَارَضَتْ هَذِهِ الْمَعَالِمُ، كَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَأَمَّا خُرُوجُ الْمَنِيِّ فَلَا اعْتِبَارَ لَهُ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَرْأَةِ كَمَا يَخْرُجُ مِنَ الرَّجُلِ، كَذَا فِي الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ قَالَ: وَلَيْسَ الْخُنْثَى يَكُونُ مُشْكِلًا بَعْدَ الْإِدْرَاكِ عَلَى حَالٍ مِنَ الْحَالَاتِ؛ لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يَحْبَلَ أَوْ يَحِيضَ أَوْ يَخْرُجَ لَهُ لِحْيَةٌ أَوْ يَكُونَ لَهُ ثَدْيَانِ كَثَدْيَيِ الْمَرْأَةِ، وَبِهَذَا يَتَبَيَّنُ حَالُهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ رَجُلٌ؛ لِأَنَّ عَدَمَ نَبَاتِ الثَّدْيَيْنِ، كَمَا يَكُونُ لِلنِّسَاءِ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ عَلَى أَنَّهُ رَجُلٌ، كَذَا فِي الْمَبْسُوطِ لِشَمْسِ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى.(۲۸۵/۲)(۱)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکر سے جماع کرنا اور ڈاڑھی نکل آنا اور مردوں کی طرح احتلام ہونا اور پستان کا نہ ابھرنا علامات ذکورت کی ہیں اور پستان ابھر آنا، یا پستان میں دودھ اتر آنا، یا حیض آنا، یا مرد کا اس سے فرج میں صحبت کرسکنا، علامات انوثت کی ہیں اور سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو حیض آتا ہے اور پستان بھی ابھر آئی ہیں اور یہ علامتیں عورت ہونے کی ہیں، اب دیکھنا چاہیے کہ ذکورت کی مذکورہ علامات میں سے بھی اس میں کوئی علامت ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو یہ خنثیٰ مشکل ہے، ورنہ عورت ہے، عورت کے احکام مشہور ہیں اور خنثیٰ کے احکام بھی کتب میں مذکور ہیں، اگر پھر بھی ضرورت استفسار کی ہو، پوچھ لیا جاوے۔

۱۶/ربیع الاول ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ، ص:۲۵۲) (امداد الفتاویٰ:۲/۲۶۱-۲۶۲)

کیا ہیجڑے اور خنثیٰ مشکل کا باہم نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: خنثیٰ مشکل جس کو حیض بھی ہوتا ہو اور نشان رجولیت بھی ہو، اگر اس کو شہوت مردانہ اور زنانہ دونوں ہوتی ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؛ کیوں کہ اس کو مرد عورت دونوں کی خواہش ہے۔ اس کا نکاح کس طرح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور خنثیٰ مشکل، جو یہاں ہیجڑے کہلاتے ہیں، وہی ہیں، یا کوئی اور ہوتا ہے؟

الجواب

یہ ہیجڑے جو یہاں پھرتے ہیں، مرد ہیں اور خنثیٰ مشکل وہ ہے، جس میں دونوں علامتیں ہوں اور کوئی جانب متحقق نہ ہو اور ایسا خنثیٰ جس میں دونوں شہوتیں محقق ہوں، موجود نہیں۔ (۲)

(بدست خاص، ص:۴۶) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۳-۲۴۴)

(۱) الفتاویٰ الهندية، الفصل الثاني في أحكام الخنثى: ۴۳۸/۶، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) خنثیٰ مشکل، جس میں مردانہ زنانہ دونوں علامتیں موجود ہوں، معدوم نہیں، حکیم فخر الدین خیالی حسنی، رائے بریلوی نے اپنی کتاب مہر جہاں تاب [نسخہ مصنف قلمی مخزونہ، ندوہ لکھنؤ] میں، احسان دانش نے اپنی آپ بیتی ''جہان دانش'' میں اپنے اپنے دور میں ان کے موجود ہونے اور ان کے دیکھنے کا تذکرہ کیا ہے۔[نور]

خنثیٰ مشکل کا نکاح:

سوال: خنثیٰ مشکل کے بارے میں کیا حکم ہے اس کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

خنثیٰ مشکل کی دونوں شہوتیں برابر نہیں ہوتیں؛ بلکہ کوئی ایک شہوت زیادہ ہوتی ہے اور دوسری شہوت کم ہوتی ہے، اگر فرج کی شہوت زیادہ ہو تو چاہیے کہ وہ کسی مرد کے ساتھ نکاح کرے، اگر ذکر کی شہوت زیادہ ہو تو چاہیے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے اور ہر حال میں دوسری شہوت کے بارے میں حکم ہے کہ اُس پر صبر لازم ہے۔

(از سوالات عشرہ شاہ بخارا) (فتاوی عزیزی، ص:۵۳۹)

مخنثوں سے نکاح کا ایک اور پہلو:

سوال: ایک مخنث بروئے شہوت مردانہ ہے اور ایک مخنث بروئے شہوت زنانہ ہے تو ان کا بیک دیگر، یا کسی اور عورت، یا مرد سے نکاح ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ مخنث نہیں ہے، مرد، یا عورت ہے، ان کا نکاح باہم بھی درست ہے اور غیر سے بھی۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص:۴٦) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۴)

جو عورت مرد کے قابل نہیں، اس سے نکاح درست ہے:

سوال: اگر لڑکی کے والدین نے ایک کن عورت جو مرد کے قابل نہیں ہے کا نکاح کسی شخص سے دانستہ، یا نادانستہ کر دیا تو وہ نکاح جائز ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا۔ (کذا فی الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۳/۷)

جو عورت کی شرمگاہ میں دخول نہ ہو سکے، اس سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: جس عورت کے رحم میں ہڈی ہو اور دخول نہ ہو، اس سے مرد کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) هوأی النكاح عندالفقهاء عقد يفيد ملک المتعة أی حل استمتا ع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعی. (الدرالمختار)

(قوله: من إمرأة، إلخ المراد بها لا محققة أنوثها. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۵۵/۲-۳۵٦، ظفير)

الجواب

نکاح جائز ہے۔(۱)

(معلوم ہوا یہ عورت ہے اور اس سے نکاح درست ہے۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۳/۷)

خنثیٰ مشکل سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت مسماۃ عزت بی کے ایک جوان لڑکی ہے، جو فتور عقل اور عارضی جنون میں مبتلا ہے، ہمیشہ بہکی بہکی باتیں کرتی ہے اور ماسوائے ازیں وہ مثل دیگر عورتوں کے نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس کی پیشاب کی ضرورت پوری ہونے کے واسطے صرف مقام پیشاب گاہ میں ایک راستہ مثل سوراخ کے پیدا کر دیا ہے، آدمی کے تعلق اور واسطہ دنیاداری کے لیے بالکل علامات عورات سے کوئی علامت اس دختر کے نہیں ہے، مسماۃ عزت بی والدہ دختر نے اور راز اور بھید کو پوشیدہ رکھ کر ایک شخص محمد صالح سے ایک سو پچاس روپے لے کر اس دختر کا عقد نکاح کر دیا، ایسی عورت کا نکاح شرعاً ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اور جس قدر فرائض مہر وغیرہ کے عمل لائے گئے ہیں، وہ کہاں تک مضبوط اور مان لینے کے قابل ہیں؟

الجواب

اگر وہ خنثیٰ مشکل ہے کہ مرد ہونا اور عورت ہونا اس کا کچھ بھی محقق نہیں ہے اور علامات باہم متعارض ہیں، یا کوئی بھی علامت مرد، یا عورت کی نہیں ہے تو نکاح اس کا باطل ہے، منعقد نہیں ہوا اور مہر وغیرہ واپس کیا جاوے گا۔

كما فى الدر المختار، فى كتاب النكاح: هو عقد يفيد ملك المتعة، إلخ، من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعى، فخرج الذكر والخنثىٰ المشكل، الخ.(۲)

اور اگر حقیقت وہ عورت ہے اور علامت عورت کی اس میں موجود ہے؛ لیکن بوجہ تنگی سوراخ مجامعت اس سے نہیں ہو سکتی تو نکاح منعقد ہو گیا۔(۳)

---

(۱) لايتخير أحد الزوجين بعيب الأخر ولو فاحشاً كجنون جذام و برص ورتق و قرن.(الدرالمختار)
(قوله: ورتق) بالتحريك: إنسداد مدخل الذكر (قوله قرن) كفلس لحم ينبت فى مدخل الذكر كالعدة وقد يكون عظماً.(ردالمحتار، باب العنين و غيره: ۸۲۲/۲، ظفير)

(۲) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۵۵/۲، ظفير

(۳) ولايتميز أحد الزوجين بعيب الأخر ولو فاحشاً كجنون وجذام وبرص ورتق.(الدرالمختار) قوله: ورتق إنسداد مدخل الذكر وقوله قرن لحم ينبت فى مدخل الذكر لغدة وقد يكون عظماً.(رد المحتار، باب العينين وغيره: ۸۲۲/۲، ظفير)
والخلوة بلا مانع حسى وطبعى وشرعى ومن الحس رتق التلاحم وقرن بالسكون عظم وعقل بفتحتين عدة قوله عظم فى البحر عن المغرب: القرن فى الفرج مانع يمنع من سياق الذكر فيه أماغدة غليظة أو لحم أو عظم وإمرأة رتقا بها ذالك وقوله غدة فى خارج الفرج الخ.(ردالمحتار، باب المهر: ۴۶۵/۲، ظفير)
اس بحث سے معلوم ہوا کہ ایسی عورت سے نکاح جائز ہے اور حکماً یہ عورت ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر مفتاحی)

لیکن مرد کو اختیار ہے کہ بوجہ وطی نہ ہو سکنے کے اس کو طلاق دے دیوے اور طلاق قبل دخول وخلوت صحیحہ نصف مہر شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔(کذا فی الدر المختار)(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۵۴۔۱۵۵)

خنثیٰ مشکل سے نکاح کا حکم:

سوال: خنثیٰ مشکل سے نکاح کرنا شرعا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح کے لیے محل نکاح ہونا بھی ضروری ہے، خنثیٰ مشکل چوں کہ محل نکاح نہیں؛ اس لیے خنثیٰ مشکل سے نکاح جائز نہیں۔

قال الحصكفي: أي حل استمتاع الرجل من امراة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثى المشكل. (الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار: ۳/۱، کتاب النکاح)(۲)(فتاویٰ حقانیہ: ۳۲۸/۴)

عنین اور خنثیٰ مشکل کسے کہتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عنین کسے کہتے ہیں اور خنثیٰ مشکل کسے کہتے ہیں دونوں کی واضح تعریف کریں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفيق

عنین ایسے شخص کو کہتے ہیں جو جماع کرنے پر قادر نہ ہو، خواہ یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے ہو، یا سحر وغیرہ کی وجہ سے ہو۔

خنثیٰ مشکل: جس شخص میں مردانہ یا زنانہ علامات میں سے کوئی علامت ظاہر وغالب نہ ہو تو فقہا اس کو خنثیٰ مشکل سے تعبیر کرتے ہیں، البتہ مردانہ، یا زنانہ علامت ظاہر وغالب ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔(مستفاد: قاموس الفقہ: ۳۷۷/۳)

العنين بكسر العين والنون المشددة العاجز عن الوطء: أي من عجز عن الوطء لعدم انتصاب ذكره لأهله. (لغة الفقهاء: ۳۲۳)

أوعنينا وهو الذي في آلتهٗ فتورٌ. (حاشية چلپي: ۵۵/۲، زكريا: ۱۵۵/۲، قديم، ملتان: ۱۴۳/۲)

ولو وجدته عنينًا هومن لايصل إلى النساء لمرض أو كبر أوسحر هٰذا معناه لغة أما معناه الشرعي المراد هنا فهومن لايقدر علىٰ جماع فرج زوجته مع قيام الآلة لمرض به يحدث في خصوص الآلة مع صحة الجسد. (شامي، زكريا: ۱۶۹/۵، كراچي: ۴۹۶/۳)

---

(۱) ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أوخلوة. (الدر المختار)

(قوله: نصفه) أي نصف المهر المذكور. (ردالمحتار، باب المهر: ۴۵۶/۲، ظفير)

(۲) قال ابن نجيم المصري: وفي العناية محله اِمرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر للذكذا والخنثىٰ مطلقاً. (البحر الرائق: ۷۸/۳، كتاب النكاح) ومثله في الهندية: ۲۶۷/۱، كتاب النكاح. الباب الأوّل في تفسيره شرعاً.

الخنثیٰ: هو الذی له ذکر و فرج امرأة أوثقب فی مکان الفرج یخرج منه البول،وینقسم إلٰی مشکل وغیر مشکل فالذی یتبین فیه علامات الذکوریة،أو الأنوثیة،فیعلم أنه رجل،أو امرأة، فلیس بمشکل وإنما هو رجل فیه خلقة زائدة أوامرأة فیها خلقة زائدة وحکمه من إرثه وسائر أحکامه حکم ما ظهرت علاماته فیه. (المغنی،دارالفکر: ٢٢١/٦،رقم: ٤٩١٠)

الخنثیٰ: هو الذی لایعلم؛ أنه ذکر،أو أنثیٰ بأن یکون له آلة الرجال،والنساء. (التاتارخانیة، زکریا: ٣٥٢/٢٠،رقم: ٣٣٤٣٤، لغة الفقهاء، کراچی، ٢٠١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍۱۱۴۷۷) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳؍۴۱۹-۴۲۰)

خنثیٰ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جسم میں زنانہ پن نہیں ہے اور نسوانیت بھی بالکل نہیں ہے؟

(۲) یہ کہ سینہ کے درمیان میں بال بھی موجود ہے؟

(۳) یہ کہ پیدائشی عورت بالکل نہیں ہے؟

(۴) یہ کہ اس کے پیدائشی فرج اور اندام نہانی بھی بالکل نہیں ہے؟

(۵) نہ تو دیکھنے سے معلوم ہو کہ یہ پیدائشی ہجڑا ہے؟

(۶) اس کے پیشاب کے مقام کو اوپر کی جانب کو چیرا گیا ہے؟

(۷) یہ کہ اس کی پیشاب کی جگہ کو تراشا گیا ہے، بشکل کرتے کا گلا جیسا کٹا ہوا ہے؟

(۸) یہ شوہر کی حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل بالکل نہیں ہے؟

(۹) یہ پوری طرح سے بالکل بے کار ہے؟

(۱۰) یہ کہ کیا ان حالات میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

مفصل ومدلل جواب سے نوازیں عین نوازش ہوگی۔

(المستفتی: جمیل احمد سلطان کٹرہ، دھولی مل دوکان، چوڑی والان، دہلی-٦)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ——— وباللّٰه التوفیق

اگر واقعی عورت کے مخرج کی طرح مخرج نہیں ہے اور نہ ہی قطعاً ہمبستری کی گنجائش ہے تو وہ خنثیٰ (ہجڑا) ہے، اس کے ساتھ شرعاً نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، خلوت سے شوہر پر اس کا خرچ اور مہر وغیرہ ادا کرنا لازم نہیں ہوا ہے۔

محله امرأة لم یمنع من نکاحها مانع شرعی،فخرج الذکر للذکر والخنثیٰ مطلقاً،إلخ. (شامی، کوئٹه: ٢٨١/٢، کراچی: ٣٠٤/٣، زکریا: ٦١٠٥٩/٤)

والخلوة ... كالوطء بلا مانع حسي، وطبعي وشرعي. (الدرالمختار، کوئٹہ: ۳۵۷/۲، کراچی: ۱۱۴/۳، زکریا: ۲۴۹/۴، ۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶؍شوال المکرّم ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۶؍۲۰۱۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۶؍۱۰؍۱۴۱۰ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۴۲۰/۱۳-۴۲۱)

ہیجڑے اور خنثیٰ مشکل سے نکاح کا حکم:

سوال: ہیجڑے سے نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟ میں نے سنا ہے کہ غلبے کا اعتبار ہے؛ لیکن مفتی صاحب اگر کسی عام لڑکی سے اسے مرد سمجھ کر شادی کر دی؛ لیکن سال بعد اس پر عورتوں کی علامات غالب آ گئیں کہ عورت والے عضو سے حیض آنے لگا تو حکم کیا ہوگا؟ دونوں لڑکیاں بن جائیں گی، نیز خنثیٰ مشکل کسے کہتے ہیں؟ فقہا کی عبارات کی روشنی میں تفصیل فرمائیں، آج کل اسٹاپوں پر پھرنے والے کون سے خنثیٰ ہیں، علامات دیکھ کر کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟ سنا ہے علامہ طوسی خنثیٰ تھے، یہ کون ہیں، ان کی کتابوں کا تذکرہ کر دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

خنثیٰ میں علامات کے غلبے کا اعتبار کیا جاتا ہے، اگر مردوالا آلہ پیشاب وغیرہ کے لیے استعمال کرتا ہو تو یہ خنثیٰ مرد ہے اور اگر عورت والی شرمگاہ سے حیض وغیرہ آتا ہو تو یہ خنثیٰ عورت ہے اور اگر بیک وقت دونوں علامات مستعمل ہوں تو یہ خنثیٰ مشکل ہے۔ خنثیٰ اگر مرد، یا عورت ہو تو خلافِ جنس سے اس کی شادی جائز ہے؛ یعنی اگر مرد ہو تو کسی عورت سے اور عورت ہو تو کسی مرد سے اس کی شادی کی جا سکتی ہے، البتہ خنثیٰ مشکل کی شادی نہیں ہو سکتی؛ کیوں کہ اس کا مرد، یا عورت ہونا معلوم نہیں۔

آج کل اسٹاپ وغیرہ پر موجود ہیجڑے عموماً خلقۃً خنثیٰ نہیں ہوتے؛ بلکہ یہ درحقیقت مرد ہی ہیں؛ مگر اپنی مردانہ صلاحیت ختم کرا لیتے ہیں، خصی بن جاتے ہیں، یا دیگر کوئی ذریعہ استعمال کرتے ہیں اور اپنے اوپر ہیجڑوں والی مشابہت طاری کر لیتے ہیں، یہ درحقیقت مرد ہیں الا یہ کہ کسی کے بارے میں علی التحقیق معلوم ہو جائے کہ اس کے پاس دونوں طرح کے آلات ہیں تو وہ خنثیٰ شمار ہوگا، جس میں علامات کے غلبے کے اعتبار سے مرد، یا عورت ہونے کے احکام جاری ہوں گے۔

خنثیٰ سے متعلق اس قسم کے مسائل نادرالوقوع ہیں؛ اس لیے اس میں موجود امکانی صورتوں میں نہ پڑا جائے، اگر کہیں اس کا وقوع ہو تو صورتِ مسئلہ تحریر کر کے دریافت کر لیا جائے، بہر حال بالفرض اگر ایسا ہوتا ہے کہ خنثیٰ جو کہ مرد تھا، اچانک اس کی عورت والی علامات غالب آ گئیں تو چوں کہ اب یہ خنثیٰ لڑکی بن گیا، لہٰذا اس کا کسی لڑکی سے کیا گیا نکاح کالعدم ہو جائے گا، اتحادِ جنس میں نکاح منعقد نہیں رہ سکتا۔

تتبع بسیار کے باوجود بھی ہمارے پاس موجود کتب میں علامہ طوسی سے متعلق تفصیلات نہ مل سکیں۔

لمافی مبسوط السرخسی (۱۰٤/۳۰،کتاب الخنثی) :وإنما لا يبقى الإشكال فيه بعد البلوغ فلا بد أن يزول الإشكال بظهور علامة فيه،فإنه إذا جامع بذكره أوخرجت له لحية أو احتلم كما يحتلم الرجال فهو رجل وقوله فی ذلک مقبول لأنه أمر فی باطنه لا يعلمه غيره وقول الإنسان شرعا مقبول فيما يخبر عما فی باطنه مما لا يعلمه غيره، وإن كان له ثديان مثل ثديی المرأة أو رآی حيضا كما تری النساء أو كان يجامع المرأة أوظهر به حبل أو نزل فی ثدييه لبن فهو امرأة...إذا بلغ عن هذه المعالم قلنا لا يبقى الإشكال فيه بعد البلوغ.

وفی الهندية (٤٤٠/٦): وخنثٰی مثله مشكل تزوج أحدهما صاحبه علی أن أحدهما رجل والآخر امرأة، قال إذا علم أن كل واحد منهما مشكل، فإن النكاح يكون موقوفا إلی أن يتبين حالهما لجواز أنهما ذكران فيكون هذا ذكرا تزوج بذكر فيكون النكاح باطلا وكذلک يجوز أن يكونا إنثيين فيكون النكاح باطلا.

وفی الدر المختار (۳/۳): (هو) عند الفقهاء (عقد يفيد ملک المتعة) أی حل استمتاع الرل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعی فخرج الذكر والخنثی المشكل والوثنية.(نجم الفتاویٰ:۱۵۷/۴)☆

☆ **خنثیٰ کے نکاح کے احکام:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہیجڑا خواجہ سرا مصر ہو کہ اس کی شادی کرائی جائے اور وہ ہیجڑا مرد ہو۔ کیا کسی خاتون سے اس کی شادی کرائی جا سکتی ہے؟ اور اگر خنثیٰ مشکل ہو تو نکاح کا کیا حکم ہے؟ الغرض ہیجڑے اور خنثیٰ مشکل کے نکاح کے احکام درج کر دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ہیجڑے کے بارے میں اگر مرد ہونا معلوم ہو جائے؛ یعنی اس کی مردوالی شرمگاہ استعمال ہوتی ہو، یا اس کی داڑھی وغیرہ نکل جائے تو اس کا نکاح کسی عورت سے کیا جا سکتا ہے، اسی طرح اگر ہیجڑے میں عورتوں کی علامات غالب آگئی ہوں یعنی حیض آ گیا، یا عورت کی شرمگاہ سے پیشاب وغیرہ آتا ہو تو یہ عورت کے حکم میں ہے، اس کا نکاح کسی مرد سے جائز ہے۔ خنثیٰ مشکل وہ ہے جس میں دونوں میں سے کوئی علامت غالب نہ ہوں، اس کا نکاح ممکن نہیں۔

لما فی الهندية (٤٣٩/٦،كتاب الخنثیٰ):لو زوج الأب هذا الخنثی امرأة قبل بلوغه أو زوجه من رجل قبل بلوغه فالنكاح موقوف لا ينفذه ولا يبطله ولا يتوارثان حتی يستبين أمر الخنثی فإن زوجه الأب امرأة وبلغ وظهر علامات الرجال وحكم بجواز النكاح إلا أنه لم يصل إليها فإنه يؤجل سنة كما يؤجل غيره ممن لا يصل،الخ.

وفی الدر المختار(۳/۳): (هو) عند الفقهاء (عقد يفيد ملک المتعة) أی حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعی فخرج الذكر والخنثی المشكل.

وفی الرد تحته:قوله (فخرج الذكر والخنثی المشكل) أی أن إيراد العقد عليهما لا يفيد ملک استمتاع الرجل بهما لعدم محليتهما له وكذا علی الخنثی لامرأة أولمثله.

ففی البحرعن الزيلعی فی كتاب الخنثی: لو زوجه أبوه أومولاه امرأة أورجلا لا يحكم بصحته حتٰی يتبين حاله أنه رجل أو امرأة فإذا ظهر أنه خلاف ما زوج به تبين أن العقد كان صحيحا وإلا فباطل لعدم مصادفة المحل وكذا إذا زوج خنثی من خنثی آخر لايحكم بصحة النكاح حتٰی يظهرأن أحدهما ذكروالآخر أنثی،آه.(نجم الفتاویٰ:۲۹۲/۴-۲۹۳)

ایسی عورت سے جس کی پستان ابھری ہوئی نہ ہوں، نکاح درست ہے:

سوال: عورت خنثیٰ کی جو کلی اعضا قائم ہوں؛ مگر پستان اُبھری ہوئی نہیں، آیا اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

خنثیٰ اگر مشکل ہوتو اس سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر خنثیٰ غیر مشکل ہے تو اگر وہ مرد ہے تو عورت سے اور اگر عورت ہے تو مرد سے اس کا نکاح صحیح ہے۔ درمختار میں ہے:

فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل. (کتاب النکاح)(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۷۔۱۵۳)

نامرد سے نکاح درست ہے، یا نہیں اور بلا طلاق عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں:

سوال: نامرد شخص کا ایک عورت سے نکاح کردیا گیا، جائز ہے، یا نہیں؟ اور عورت بلا طلاق اس سے علاحدہ ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح صحیح ہے،(۱) اور بلا طلاق شوہر کے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی ہے۔ (کذا فی الدالمختار)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۴/۷)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۵٦/۲

أی إیراد العقد علیهما لایفید ملک استمتاع الرجل بهما لعدم محلیتهما له وکذا الخنثیٰ لامرأة أولمثله الخ. (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۵٦/۲، ظفیر)

(۲) بَابُ الْعِنِّينِ وَغَيْرِهِ (هُوَ) لُغَةً مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْجِمَاعِ فِعِّيلٌ بِمَعْنَى مَفْعُولٍ جَمْعُهُ عُنُنٌ، وَشَرْعًا (مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَى جِمَاعِ فَرْجِ زَوْجَتِهِ) يَعْنِي لِمَانِعٍ مِنْهُ كَكِبَرِ سِنٍّ، أَوْ سِحْرٍ، إذْ الرَّتْقَاءُ لَا خِيَارَ لَهَا لِلْمَانِعِ مِنْهَا خَانِيَّةٌ، (إذَا وَجَدَتْ الْمَرْأَةُ (زَوْجَهَا مَجْبُوبًا)، أَوْ مَقْطُوعَ الذَّكَرِ فَقَطْ أَوْ صَغِيرَهُ جِدًّا كَالزِّرِّ، وَلَوْ قَصِيرًا لَا يُمْكِنُهُ إدْخَالُهُ دَاخِلَ الْفَرْجِ فَلَيْسَ لَهَا الْفُرْقَةُ، بَحْرٌ. (الدرالمختار علیٰ هامش رالمحتار، باب العنین: ۸۱۵/۲. ظفیر)

باب العنین وغیره من المجبوب شروع فی بیان من به مرض تعلق بالنکاح یقال: رجل عنین لا یقدر علی إتیان النساء ولا یشتهی، سمی بذلک لأن ذکره یعن بقبل المرأة یمیناً وشمالاً أی: یعترض إذا أراد الإیلاج وامرأة عنینة لا تشتهی الرجال والفقهاء یقولون: به عنة، وفی کلام الجوهری ما یشبهه ولم أجده لغیره والمشهور بین التعنن کذا فی (المصباح) وجمعه عنین فعیل بمعنی مفعول (هو من لا یصل) أی: من لا یقدر أن یصل (إلی النساء) أی: إلی جماعهن فی القبل مع قیام الآلة لآفة أصلیة أو لمرض أو ضعف أو کبر سن أو سحر (أو یصل إلی الثیب دون البکر) أو إلی بعض النساء الثیبات دون البعض انتصبت آلته أو لا، ولیس منه من قصرت آلته بحیث لا یمکن إدخالها داخل الفرج کما فی (المحیط). (النهر الفائق: ۲۷۰/۲، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۳) وأما منکوحة الغیر ومعتدته، إلخ، فلم یقل أحد بجوازه. (ردالمحتار: ٤٨٢/٢. ظفیر)

نامرد سے نکاح:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد سے کہ اس کی عمر بیس، یا بائیس برس کی تھی، کر دیا، بعد کو معلوم ہوا کہ وہ مرد محض نامرد ہے، اس شخص کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے؛ یعنی اپنی لڑکی کا نکاح اور جگہ کرے، یا نہ کرے؟ اور مرد نامرد طلاق بھی نہیں دیتا ہے، وہ لڑکی کیا کرے۔ فقط

الجواب

جب نکاح ہو گیا، (۱) تو اب بدوں طلاق دینے خاوند کے دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ (۲) فقط (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۰)

خنثیٰ مرد سے شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت جس کی شادی کو پندرہ سال ہوئے، وہ پانچ برس خاوند کے گھر رہ کر اپنے والدین کے گھر آ گئی، پھر خاوند کے گھر نہیں گئی، عورت اپنے شوہر کو خنثیٰ بتلاتی ہے، ایک غیر مرد سے تعلق کر لیا ہے، اس سے دو بچے بھی ہو گئے، خاوند طلاق نہیں دیتا، اگر وہ واقعی خنثیٰ ہے تو عورت کا نکاح اس سے صحیح ہو گیا، یا نہیں؟ اور اس سے طلاق لینے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب

شوہر اگر عنین ہو تو نکاح ہو جاتا ہے اور پھر حسب قاعدہ تاجیل وتفریق قاضی کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور عورت کے دعویٰ پر شوہر کو مہلت ایک سال کی بغیر علاج دی جاتی ہے، پھر اگر کچھ نفع نہ ہو تو عورت کے دوبارہ دعویٰ کرنے پر قاضی تفریق کرا دیتا ہے اور بدون تفریق قاضی کے نکاح فسخ نہیں ہوتا، (۲) اور اگر شوہر خنثیٰ مشکل ہو تو وہ نکاح موقوف

---

(۱) (الْخَلْوَةُ) مُبْتَدَأٌ خَبَرُهُ قَوْلُهُ الْآتِي كَالْوَطْءِ، وَالْمُرَادُ بِهَا اجْتِمَاعُهُمَا بِحَيْثُ لَا يَكُونُ مَعَهُمَا عَاقِلٌ فِي مَكَانٍ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ؛ إِذْنِهِمَا أَوْ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِمَا أَحَدٌ لِظُلْمَةٍ وَيَكُونُ الزَّوْجُ عَالِمًا بِأَنَّهَا امْرَأَتُهُ (بِلَا مَانِعِ وَطْءٍ) حِسًّا أَوْ طَبْعًا أَوْ شَرْعًا الْأَوَّلُ (نَحْوُ مَرَضٍ لِأَحَدِهِمَا يَمْنَعُ الْوَطْءَ، وَ) الثَّانِي نَحْوُ (حَيْضٍ وَنِفَاسٍ) وَلَا يُنَافِيهِ كَوْنُهُ مَانِعًا شَرْعًا أَيْضًا (وَ) الثَّالِثُ نَحْوُ (إِحْرَامٍ) لِفَرْضٍ أَوْ نَفْلٍ (وَصَوْمِ فَرْضٍ) وَهُوَ صَوْمُ رَمَضَانَ (كَالْوَطْءِ) فِي كَوْنِهَا مُؤَكِّدَةً لِلْمَهْرِ (وَلَوْ) كَانَ الزَّوْجُ (مَجْبُوبًا أَوْ خَصِيًّا أَوْ عِنِّينًا أَوْ صَائِمَ فَرْضٍ فِي الْأَصَحِّ أَوْ صَائِمَ نَذْرٍ فِي رِوَايَةٍ وَالصَّلَاةُ كَالصَّوْمِ فَرْضًا وَنَفْلًا) أَيْ لَا تَكُونُ الْخَلْوَةُ صَحِيحَةً مَعَ الصَّلَاةِ الْفَرْضِ كَمَا فِي الصَّوْمِ الْفَرْضِ وَتَكُونُ صَحِيحَةً مَعَ الصَّلَاةِ النَّفْلِ كَمَا فِي الصَّوْمِ النَّفْلِ (وَتَجِبُ الْعِدَّةُ فِي الْكُلِّ) أَيْ كُلِّ مَا ذُكِرَ مِنْ أَقْسَامِ الْخَلْوَةِ صَحِيحَةً كَانَتْ أَوْ فَاسِدَةً احْتِيَاطًا لِتَوَهُّمِ الشُّغْلِ. (دررالحكام شرح غرر الحكام، باب المهر: ۲۴۳/۱-۲۴۴، دار إحياء الكتب العربية بيروت، انيس)

(۱) وَنِكَاحُ الْمَنْكُوحَةِ لَا يُحِلُّهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَدْيَانِ. (المبسوط للسرخسی، باب نكاح أهل الحرب ودخول التجار إليهم: ۹۶/۱۰، دار المعرفة بيروت، انيس)

(۲) وإذا كان الزوج عنينا أجله الحاكم سنة فإن وصل إليها فبها وإلا فرق بينهما إذا طلبت المرأة ذلك. (الهداية، باب العنين و غيره: ۴۴۰/۲. ظفير)

رہتا ہے، اس وقت تک کہ اس کا حال ظاہر ہو، پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ مرد ہے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے؛ یعنی جب کہ عورت اس سے نکاح کرے، جیسا کہ اس صورت میں ہے اور اگر ظاہر ہوا کہ عورت ہے تو نکاح باطل ہو جاتا ہے اور تا وقتیکہ اس کا حال ظاہر نہ ہو، نکاح موقوف رہتا ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

فخرج الذكر والخنثىٰ المشكل والوثنية لجواز ذكورته.

اور شامی میں ہے:

وكذا على الخنثىٰ لإمرأة أو لمثله، ففي البحر عن الزيلعي: لو زوجه أبوه أو مولاه امرأة أو رجل لايحكم بصحته حتىٰ يتبين حاله أنه رجل أو إمرأة. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۳/۷-۱۵۴)

☆ ☆ ☆

(۱) رد المحتار، كتاب النكاح: ۳٥٦/۲، ظفير

وفي باب المهر منه، أما المشكل: فنكاحه موقوف إلىٰ أن يتبين حاله إلخ شامي. (رد المحتار، باب المهر: ٤٦٨/۲، ظفير)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، وما لکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد، مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲

(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹرٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر۹۳، لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبدالحیٔ نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاءالحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحیٔ نگر، کفلیۃ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشرواشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینہ راندیر، سورت، گجرات

مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی / جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۹)	شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی	شیخ زادہ، محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی	۹۵۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
	﴿عقائد (مع شروحات)﴾		
(۱۳)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۴)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۵)	شرح فقہ اکبر	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۶)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
	﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾		
(۱۷)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۸)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹)	موطأ امام مالک	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۰)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۱)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۲)	کتاب الآثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۴)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۵)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۲۶)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبدمناف الشافعی القرشی المکی	
(۲۷)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۸)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۲۹)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۰)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۱)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۲)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۳)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ
(۳۴)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۵)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۶)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۳۷)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۸)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۹)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۴۰)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۱)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۲)	سنن ابوداؤد رمراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۳)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۴۴)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۵)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۶)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴۷)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۸)	السنۃ	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۹)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۰)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۱)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۲)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۳)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۴)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۵)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۶)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۵۷)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۸)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۵۹)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۰)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۱)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۲)	مسند السراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۳)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۴)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۵)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۶)	مکارم الأخلاق/مساوی الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۷)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۸)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۶۹)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۰)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۱)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۲)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۳)	عمل الیوم واللیلة	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۴)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۵)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۶)	شرح مذاهب أهل السنة	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۷)	الإبانة الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطة	۳۸۷ھ
(۷۸)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۷۹)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسا فوری	۴۰۵ھ
(۸۰)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیی بن منده العبدی	۳۹۵ھ
(۸۱)	شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة	ابوالقاسم ھبة اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۲)	حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۳)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۴)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۵)	مسند الشهاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامة بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۸۶)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۸۷)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۸۸)	معرفة السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۸۹)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیهقی	۴۵۸ھ
(۹۰)	جامع بیان العلم وفضله	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۱)	تفسیر غریب ما فی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۲)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شهردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الهمدانی	۵۰۹ھ
(۹۳)	شرح السنة	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۴)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمر قندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۵)	المعجم	ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۹۶)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۹۷)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۹۸)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۹۹)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۰)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۱)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۲)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۳)	البدرالمنیر /مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۵)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۰۵)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۶)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۷)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۸)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۰۹)	الجامع الصغیر /الفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۰)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۱)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۲)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۳)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۴)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۵)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۶)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۷)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیر ازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۸)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۱۹)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۰)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۱)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۲)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۳)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۴)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۵)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۶)	شرح سنن أبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۷)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۸)	الآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۹)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۰)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۱)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۲)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۳)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۴)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۵)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۶)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۷)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالهادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۹)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۰)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۱)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۴۲)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۳)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۴)	التعلیق الممجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۵)	حاشیۃ السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۶)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۷)	عون الباری لحل أدلۃ البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۴۸)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۴۹)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۰)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۱)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۲)	المنہل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۳)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۴)	فیض الباری شرح البخاری	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۵)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۵۶)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۷)	التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۵۸)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۵۹)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۰)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۱)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۲)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۳)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۶۴)	البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح لمسلم	محمد بن علی بن آدم بن موسی الإتیوبی الولوی	--

﴿سیرت وشمائل﴾

(۱۶۵)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۶۶)	لمواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۷)	سبل الهدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۶۸)	تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس	حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری	۹۶۶ھ
(۱۶۹)	شرح المواهب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۷۰)	اصح السیر	مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری	--
(۱۷۱)	سیرۃ المصطفی	محمد ادریس کاندھلوی بن حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۲)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۳)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۴)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۵)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۶)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۷)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۷۸)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۷۹)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۰)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۱)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۲)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۳)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۴)	المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۵)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۶)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۷)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الهدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۸۸)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۹)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۰)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۱)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۹۲)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۳)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۴)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۵)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۶)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۷)	کنزالدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۱۹۸)	تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق	فخرالدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۹۹)	شرح مختصرالوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۰)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۱)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۲)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۳)	جامع المضمرات شرح مختصرالقدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۴)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۵)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۶)	السراج الوہاج فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۷)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۸)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۰۹)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شھاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۰)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۱)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۲)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۳)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۱۴)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۵)	درر الحکام شرح غرر الأحکام	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۶)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۱۷)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۱۸)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۹)	الصغیری رالکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۰)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۱)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۲)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۲۳)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۴)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۵)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۶)	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۲۷)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۸)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۹)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۰)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاءالدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصرالدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۱)	نور الایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۲)	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۳)	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۴)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۵)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۳۶)	الدر المختار شرح تنویر الأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۳۷)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سید اسعد بن ابوبکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۳۸)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳۹)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۰)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۱)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۲۲۱ھ کے بعد
(۲۴۲)	مالابد منہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۳)	رد المختار حاشیۃ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۴)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۵)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۶)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۷)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۸)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۹)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری رمترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۵۰)	التحریر المختار حاشیۃ رد المختار	عبد القادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۱)	جواہر الاِخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۵۲)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جار اللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۳)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبد الغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۴)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۵)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۶)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبد الحئی بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۲)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۴)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۵)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۶)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۷)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۶۸)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۶۹)	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۰)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۲)	ارشاد الساری الی مناسک الملاعلی قاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی	۱۳۶۶ھ
(۲۷۳)	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۷۴)	دینی مسائل اور ان کا حل	مولانا مفتی سلمان منصور پوری	مدظلہ

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۵)	المدونۃ الکبری	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۷۶)	نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ
(۲۷۷)	بحر المذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۷۸)	متن أبی شجاع المسمی الغایۃ والتقریب	احمد بن الحسین بن احمد، أبوشجاع، شھاب الدین أبوالطیب الأصفھانی	۵۹۳ھ
(۲۷۹)	بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد	ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۸۰)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۱)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحيٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۲)	المقنع، الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۸۳)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۸۴)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۵)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۶)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواھب عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ
(۲۸۷)	الشرح الکبیر علی مختصر خلیل	احمد دردیر، احمد بن احمد بن أبی حامد العدوی المالکی الأزہری الخلوتی	۱۲۰۱ھ
(۲۸۸)	حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر	محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی المالکی	۱۲۳۰ھ

فقہ مقارن

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۹)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۰)	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۲۹۱)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۹۲)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

اصول فقہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۳)	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۹۴)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۵)	المقدمات الممھدات	ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۹۶)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحيٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۷)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
۲۹۸)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۹۹)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۰)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۰۱)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۲)	نور الانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۳)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۴)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

تزکیہ واحسان

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۵)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۶)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی	۵۰۵ھ
(۳۰۷)	عوارف المعارف	شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی شافعی علیہ الرحمہ	۶۳۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۸)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۰۹)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۰)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۱)	الزواجرعن اِقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۲)	تحقیق الحق المبین	حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی	۱۲۷۷ھ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۱۳)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۱۴)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۵)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۶)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۱۷)	الکلیات معجم فی مصطلحات والفروق اللغویۃ	أبوالبقاء الحنفی، أیوب بن موسیٰ الحسینی القریمی الکفوی	۱۰۹۴ھ
(۳۱۸)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۱۹)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۲۰)	تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجدالحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف	محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی الحنفی	۱۳۸۷ھ
(۳۲۱)	التعریفات الفقہیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۲۲)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۳۲۳)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۲۵)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۶)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۷)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۲۸'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی)